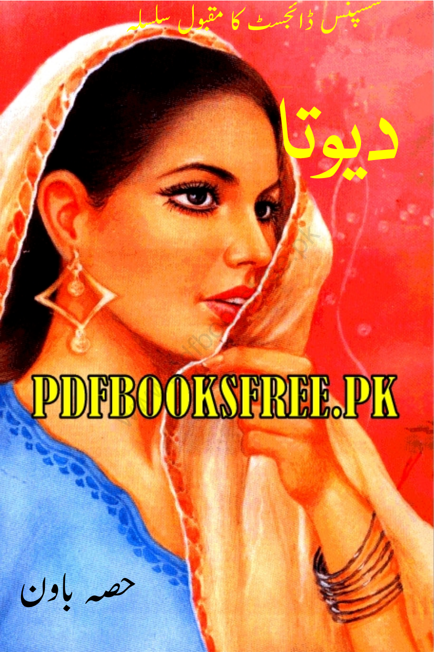
سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا
PDFBOOKSFREE.PK
حصہ باون

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

حصہ باون

راوی:۔۔۔ فرہاد علی تیمور
مصنف:۔۔۔ محی الدین نواب

www.pdfbooksfree.pk

کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی۔۱

جوانا لائبریری

www.A-PDF.com to remove the watermark

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو چھیاسٹھ ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں
رنگینیوں
[illegible]
اس بے تاج بادشاہ کی
سحر انگیز کہانی جس
نے اپنی بھرپور زندگی
میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں
چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا
جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے
پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال
خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا
دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

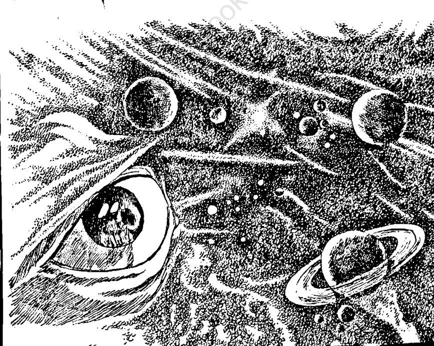

عالی اور ایمان علی بھی اسی طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ عالی نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈمی کو رُونا رُو کے ساتھ اس جہاز میں پہنچا دیا تھا اور خود ایمان کے ساتھ سب سے پیچھے والی سیٹ پر سفر کرتی رہی تھی۔ جب وہ جہاز مراکش کے شہر رباط میں ایک گھنٹے کے لیے رُکا تو انہوں نے کرونا اور بابر کو دیکھا۔ وہ دونوں رُونا رُو اور ڈمی عالی کے پیچھے والی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے تھے۔

عالی نے ایمان سے کہا۔ ''تم ہمارے دشمنوں کو نہیں پہچانتے ہو۔ وہ جو اورنج کلر کے بلاؤز اور بلیک اسکرٹ میں ہے اس کا نام کرونا ہے۔''

ایمان اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ہُوں، تم نے اس کا ذکر کیا تھا۔ یہ تمہارے پاپا کی بیٹی بنی ہوئی تھی۔ ان کی موت کی خبر پھیلی تو اس نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا اور بڑے غرور سے تمہاری مما کو چیلنج کیا تھا۔''

عالی نے کہا۔ ''اب یہ مجھ سے دشمنی کرنے یہاں آئی ہوگی۔ شاید یہ جوجو کے لیے کام کر رہی ہے۔''

تھوڑی دیر بعد بابر طیارے میں آیا۔ ایمان علی نے چونک کر کہا۔ ''عالی...! وہ دیکھو۔ وہ... تمہارے پاپا...''

پہلے تو وہ بھی چونک گئی۔ باپ کے ہم شکل کو دیکھ کر دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں عمر رسیدہ ہو چکا ہوں۔ اگرچہ صحت مند ہوں مگر چہرے سے بزرگی جھلکنے لگی ہے۔ میرے برعکس بابر پچیس تیس برس کا جوان دکھائی دیتا تھا۔ وہ کرونا کی ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔

عالی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اوہ گاڈ...! میں بھی ذرا دیر کے لیے دھوکا کھا گئی۔ یہ کم بخت پاپا کی ڈمی بابر ہے۔''

ایمان نے اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا تو یہ وہی ذات شریف ہے۔ یہ بھی یقیناً جوجو کا آلۂ کار بن کر یہاں آیا ہوگا۔''

عالی نے سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے کہا۔ ''اگر ہم روپ بدلنے کی چال نہ چلتے تو جوجو کے یہ دونوں آلۂ کار ہمارے پیچھے آکر بیٹھ جاتے۔ دیکھتے ہیں، آگے کیا ہونے والا ہے؟''

جو ہونے والا تھا وہ ہونے لگا۔ طیارہ رَن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوا پھر اس کی پرواز ہموار ہوگئی تو بابر نے ڈمی عالی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے مخاطب کیا۔ اِدھر عالی اپنی ڈمی کے اندر رہ کر اس کی اور کرونا کی باتیں سن رہی تھی اور ایمان کو بتا رہی تھی کہ کرونا اور بابر کو دھوکے کا علم ہو چکا ہے۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ یہاں عالی کی جگہ اس کی ڈمی بیٹھی ہوئی ہے۔

پھر اس نے ایمان کو بتایا کہ جوجو اور برین ماسٹر بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ رُونا رُو کے اندر فرہاد علی تیمور کی آواز سنی گئی ہے۔

یہ دشمنوں کو خوفزدہ اور بے چین کر دینے والی بات تھی۔ ایسے وقت ایک اسٹیوارڈ نے ان کے قریب آکر ایک ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ ''خوامخواہ اس کے اندر تلاش کر رہے ہو۔ میں تو یہاں ہوں...''

اِدھر جوجو نے اس کی آواز سن کر تسلیم کیا کہ وہ فرہاد ہے۔ اُدھر عالی نے بڑے جوش اور جذبے سے ایمان کے بازو کو تھام کر کہا۔ ''وہ... وہ میرے پاپا ہیں۔ ایک اسٹیوارڈ بن کر آئے ہیں۔''

ایمان نے سوالیہ مگر نہایت عقیدت مندانہ انداز سے اس اسٹیوارڈ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس طیارے کو تین دشمنوں کا مقبرہ بنانے آیا ہے پھر اس نے یہی کیا۔ پہلے بابر پھر کرونا اور اس کے بعد رُونا رُو کو ایک ایک گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ پورے جہاز میں کھلبلی پیدا ہوگئی تھی۔ مسافر عورتیں اور بچے خوفزدہ ہو کر چیخ رہے تھے، رو رہے تھے۔

اسٹیوارڈ نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''خاموش ہو جاؤ، یہاں اور کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔''

تین قتل کرنے والے اس قاتل نے خوفزدہ لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک قاتل اور بہروپیا ہوں۔''

عالی نے مایوس ہو کر اسے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں رباط میں کار بم دھماکا کرنے کے بعد فرار ہو رہا تھا کہ پتا نہیں کس نے مجھے پکڑ لیا، اندر سے جکڑ لیا۔ میں سزا اور موت سے بھاگ نہیں سکوں گا لہٰذا خود اپنے ہاتھوں سزا پا رہا ہوں۔''

اس نے یہ کہتے ہی ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی نال کو اپنی پیشانی سے لگایا اور ٹریگر دبا دیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے دبی دبی آواز اُبھری اور وہ موت کی تاریکی میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر تک پورے جہاز میں خاموشی رہی۔ تمام مسافر دم بخود رہ گئے تھے پھر وہ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔

عالی اور ایمان ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''میں یقین سے کہتی ہوں۔ اس کے اندر میرے پاپا تھے۔''

یمان نے پوچھا۔ ''کیا وہ جانتے ہوں گے کہ تم بھی یہاں موجود ہو؟''

وہ سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ ''شاید وہ جانتے ہیں۔ مجھ سے انجان بن کر گئے ہیں تو اس میں ضرور کوئی

...حماقت ہوگی۔''

''عالی...! تم ابھی خطرے سے باہر نہیں ہو۔ جوجو اپنی ...لی ہلاکت پر تلملا رہا ہوگا۔ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ اس ...یہاں تمہاری ڈمی ہے، تم نہیں ہو۔ وہ ٹریسنگ مشین کے ...تمہیں تلاش کرے گا۔''

...اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ایسا کرے گا تو اسے ...ہو جائے گا کہ اسی طیارے میں نقلی کے ساتھ اصلی عالی ...ہے۔ وہ زخمی درندے کی طرح پھر مجھ پر جھپٹے گا۔''

ایمان نے کہا۔ ''اب وہ پیرس میں ہی تمہارے خلاف ...کر سکے گا۔ یہاں تو اس کا کوئی آلۂ کار زندہ نہیں بچا ہے۔''

''ایک ابھی زندہ ہے۔ تم میری ڈمی کو بھول رہے ہو۔ ...ہاں زندہ سلامت حیران، پریشان بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کی ...میں نہیں آرہا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جوجو ...آلۂ کار بنا سکتا ہے۔''

''وہ تمہاری معمولہ ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کر کے ...جو کا راستہ روک دو۔''

''نہیں ایمان...! جوجو کو اس کے اندر آنے دو۔ میں اس کی ...لاعلمی رہوں گی اور میں دیکھ رہی ہوں، اچھا خاصا وقت گزرنے کے بعد بھی وہ میری ڈمی کے اندر نہیں آرہا ہے۔''

''شاید وہ سمجھ رہا ہے کہ تمہارے پاپا اب بھی خیال خوانی ...کے ذریعے کسی کے اندر موجود ہیں لہٰذا اس کا حملہ اب یہاں کامیاب نہیں ہوگا۔''

ایسے وقت الپانے کہا۔ ''فکر نہ کرو، میرے اور کبریا کے ...بابا صاحب کے ادارے کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیرس کے ایرپورٹ سے ادارے کے دروازے تک تم دونوں کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ایک گھنٹے بعد ہم پیرس ایرپورٹ میں ملیں گے۔''

عالی نے مسکرا کر ایمان کو دیکھا۔ وہ خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔

☆☆☆

جوجو حیران، پریشان تھا اور بڑی بے بسی سے ٹریسنگ مشین کو تک رہا تھا۔ وہ اس مشین کے ذریعے پاتال میں اور سمندر کی تہ میں چھپے ہوئے دشمنوں تک پہنچ جاتا تھا۔ اپنے سیارے سے لائی ہوئی مشینوں پر اسے بڑا ناز تھا لیکن میری تلاش میں ناکامی کے بعد وہ مشین پھر ایک بار میری بیٹی کو تلاش کرنے میں بھی ناکام رہی تھی۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔

اس کے ذہن میں سوال پیدا ہو رہا تھا۔ کیا فرہاد اور اس کی بیٹی کے خلاف اس مشین پر تکیہ نہ کیا جائے؟ کیا انہیں ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں یہ کبھی کام نہیں آئے گی؟

فی الحال اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ اس کے اکابرین بھی روحانیت کے حوالے سے کسی نادیدہ قوت کے متعلق کچھ جانتے تھے اور نہ ہی اسے گائیڈ کر سکتے تھے۔ صرف اتنا ہی کہتے تھے کہ روحانیت کے خلاف کوئی حکمتِ عملی اختیار کرو۔ پوری کائنات میں ذہانت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہے۔ ذہانت سے ہر عمل کا توڑ کیا جا سکتا ہے۔ روحانیت کا توڑ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔

اگر ممکن ہے تو وہ کیا کر سکتا ہے؟ کس طرح ذہانت سے کام لے سکتا ہے؟ اس سلسلے میں ابھی اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اس دنیا کے لوگ ہوں یا کسی بھی سیارے کی مخلوق۔ سب ہی اپنے اپنے مقدر کے حصار میں رہتے ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی ذہین ہوں۔ قدرتی گردش کے دوران ذہانت سے کام لینا بھول جاتے ہیں۔ جیسا کہ جوجو کا ذہن اس وقت طیارے میں بیٹھی ہوئی ڈمی عالی کو بھول گیا تھا۔ اگر وہ یاد آتی اور وہ اس کے اندر چھپ کر معلومات حاصل کرتا رہتا تو ٹریسنگ مشین کے بغیر عالی اور ایمان تک پہنچ جاتا پھر ان کے پیرس پہنچتے ہی ان پر زبردست حملے کراتا لیکن ذہانت کو سب کچھ سمجھنے والا کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

ہر دن، ہر رات، ہر لمحہ انسان کو اس کے اچھے برے حالات سمجھاتے ہیں کہ خدا صرف عقل سے نہیں.... عقل کے ساتھ سچے عقیدے سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ پاکیزگی، ایمان اور عقیدے کی سچائی کا نام ہی روحانیت ہے۔ یہ حقیقت جوجو اور اس کے اکابرین کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

وہ اب تک اسی جستجو میں تھا کہ جتنے سپر پاورز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے تابع دار بن گئے ہیں، اُن کے ذریعے مجھے ڈھونڈ نکالے لیکن جب اچانک ہی میں اس کے سامنے آیا تو وہ بری طرح بوکھلا گیا جبکہ میں روبرو نہیں آیا تھا۔ اسے صرف اپنی آواز سنائی تھی مگر اسے یوں لگ رہا تھا، جیسے ایک طوفان آکر گزر گیا ہے۔ دو آلۂ کاروں اور اس کے دل میں دھڑکنے والی، اس کی جان بن کر رہنے والی رُونا رُو کو تنکوں کی طرح اُڑا کر لے گیا ہے۔

رُونا رُو کی دائمی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ایک عورت کے سلسلے میں ابھی بہت کچھ سوچنا اور سمجھنا تھا، بہت کچھ کرنا تھا لیکن میری آمد نے اسے الجھا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، میں کہاں تھا؟ کہاں سے آیا تھا اور چشم زدن میں پھر

www.pdfbooksfree.pk

کہاں گم ہو چکا ہوں؟ مجھ سے کچھ بولنے' کچھ کہنے سننے کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں تھا۔

میں نے طیارے میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے بہت مختصر سا رابطہ قائم کیا تھا۔ اب اسے اندیشہ تھا کہ کبھی... کسی بھی وقت کسی بھی جگہ میں اچانک اس کے روبرو آسکتا ہوں لہٰذا اسے اپنی پناہ گاہ سے باہر کھلی فضا میں یا کسی جنگل ویرانے میں بھی نہیں جانا چاہیے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اس ملک سے اور براعظم افریقا سے دور نکل کر امریکا' یورپ یا ایشیا کے کسی علاقے میں نئی پناہ گاہ بنانی چاہیے۔

موبائل فون کے بزر نے اسے چونکا دیا۔ ایک دم سے یوں لگا جیسے میں اسے للکارتے ہوئے رابطہ کر رہا ہوں۔ اس نے فوراً ہی فون اٹھا کر اس کی ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے۔ برین ماسٹر کال کر رہا تھا۔ اس نے بٹن دبا کر فون کان سے لگایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر جوجو! کیا عالی کا سراغ مل گیا؟''

وہ مایوسی سے بولا۔ ''نہیں، وہ کہیں گم ہو گئی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''وہ ہماری نظروں سے گم ہو سکتی ہے مگر تم تو چشم زدن میں مشین کے ذریعے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرسکتے ہو۔''

''مشین کی بات نہ کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اسے کسی بھی طرح ٹریپ کرو۔ ابھی موقع ہے' وہ یہاں سے کسی بھی فلائٹ میں گئی ہو گی تو اتنی جلدی پیرس نہیں پہنچے گی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے تک نہ پہنچنے دو۔''

''مسٹر جوجو! تم نے دیکھا ہے' میرا ایک بہت اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا بابر مارا گیا ہے۔ وہ میرا بہت بڑا سرمایہ تھا۔ میرے بہت کام آتا تھا۔ اس کے بغیر میں پھرتی سے تمہارا یہ کام نہیں کرسکوں گا۔ میں اکیلا خیال خوانی کرنے والا رہ گیا ہوں۔ ابھی نئے آلۂ کار بنا کر ان کے ذریعے عالی کو ادارے تک پہنچنے سے پہلے زخمی کروں گا۔''

''میرا کام کرتے ہوئے تمہارا ایک اہم آدمی مر گیا۔ مجھے افسوس ہے۔ میری جان سے زیادہ عزیز رُونا رُو بھی ماری گئی ہے۔ وہ کم بخت روپوش ہو گیا تھا۔ اس نے اچانک آکر ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ آئندہ بھی اچانک ہمارے خلاف بہت کچھ کرسکتا ہے۔ کیا تم کسی بھی طرح اس کی کسی کمزوری تک نہیں پہنچ سکتے؟''

برین ماسٹر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ''اس کی بیٹی عالی کو ٹریپ کیا جائے گا تو اس کی بہت بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ آجائے گی۔''

وہ سر اٹھا کر جیسے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں یشورارا سے التجا کروں گا۔ وہ میری مدد کو آئے گا تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

ماسٹر نے پوچھا۔ ''یہ یشورارا کون ہے؟''

''ہمارے سیارے کا گرو گھنٹال ہے۔ جس طرح تم لوگ یہاں کسی اَن دیکھے گاڈ کو مانتے ہو' اس کی پرستش کرتے ہو' اس سے مدد مانگتے ہو۔ اسی طرح ہم یشورارا کے قدموں میں جھکتے ہیں۔ وہ تمہارے گاڈ کی طرح اسرار کے پردوں میں نہیں رہتا۔ روبرو آتا ہے اور ہماری مشکلیں آسان کرتا ہے۔''

''پھر تو تمہیں پہلی فرصت میں اس سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''افسوس... وہ فوری طور پر میری دستگیری کے لیے نہیں آئے گا۔ مجھے کم از کم ایک ماہ تک انتظار کرنا ہو گا۔''

''جب وہ یشورارا خود مختار ہے' ہمارے گاڈ کی طرح قوی اور قدرت والا ہے تو ابھی تمہاری مدد کے لیے کیوں نہیں آسکتا؟''

''میں اس کے بارے میں اور کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تم باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ بابا صاحب کے ادارے کے سامنے تمام راستوں میں رکاوٹیں پیدا کرو۔ عالی کو وہاں سے بخیریت گزرنے نہ دو۔ میں معلوم کرتا رہوں گا کہ تم اسے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں کتنی محنت کر رہے ہو؟''

اس نے فون بند کردیا۔ برین ماسٹر کو یشورارا کے بارے میں مزید کچھ بتانا ضروری نہیں تھا۔ وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ وہ جہاں سے آیا تھا۔ وہاں تین ماہ تک سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ہر لمحہ دن کا اُجالا رہتا تھا پھر وہ اجالا تاریکی میں تبدیل ہونے لگتا تھا اور اگلے تین ماہ کے لیے رات ہو جاتی تھی۔ یشورارا تین ماہ تک راتیں گزارنے کے لیے کہیں چلا جاتا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں گم ہو جاتا ہے؟ پھر اچانک واپس آکر تین ماہ تک دن کی روشنی میں ان کے ساتھ رہنے لگتا ہے۔

پچھلے دو ماہ سے وہاں رات تھی۔ مزید ایک ماہ تک وہ کئی راتیں گزارنے کے بعد واپس آنے والا تھا۔ اسی حساب سے جوجو نے برین ماسٹر سے کہا تھا کہ اس سے مدد حاصل کرنے کے لیے ایک ماہ تک یشورارا کا انتظار کرنا ہو گا۔

یشورارا' جوجو اور سیارے کے دیگر اہم اکابرین کے متعلق مجھے بعد میں بہت کچھ معلوم ہوا۔ میں اپنی داستان میں واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے ان تمام معلومات کو ابھی قلم بند کر رہا ہوں۔

یشورارا ایک انتہائی شیطانی ذہن رکھنے والا ڈاکٹر اور سائنسدان تھا۔ جوجو کے پاس جو بھی غیر معمولی کارکردگی دکھانے والی مشینیں تھیں، انہیں اسی سائنس دان نے ایجاد کیا تھا۔ سرجری میں بھی اسے ایسی مہارت حاصل تھی کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی تھی۔ ناک کے نچلے حصے کو انجکشن کے ذریعے بے حس کر کے اپنی تھوتھنی کو کاٹ کر الگ کر دیا تھا۔ آگے کے تمام دانت بھی الگ ہو گئے تھے۔ وہاں نئی کھال منڈھی گئی تھی۔ آپریشن کی تکمیل کے بعد اس کا چہرہ انسانوں کی طرح ہو گیا تھا۔ خرگوش کی طرح منہ آگے کو نکلا ہوا نہیں تھا۔

آپریشن کے بعد وہ خوبرو تو نہیں ہوا تھا لیکن بدصورت بھی نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ناک کے نیچے سے ٹھوڑی تک الگ سے دوسرا چہرہ جوڑ دیا گیا ہو۔ اس کی کامیابی یہ تھی کہ اب وہ عجوبہ نہیں لگتا تھا۔ اس کے بعد سیارے کے تمام اکابرین اس سے التجائیں کر رہے تھے کہ ان کے چہروں کی بھی پلاسٹک سرجری کی جائے۔ اس نے سرجری کا جو معاوضہ طلب کیا' وہ یہ تھا کہ ایٹمی تجربات کے لیے زمین سے وافر مقدار میں یورینیم لائی جائے یا کھیتوں سے اگنے والا اناج اور باغوں میں پکنے والے پھل اس کے لیے لائے جائیں۔ زمین پر رہنے والی حسین و جمیل عورتوں کے لیے وہاں سب ہی للچاتے تھے۔ کیونکہ اُن کی عورتیں بدصورت اور بے ڈھنگی ہوتی تھیں۔ یشورارا کچھ زیادہ ہی ہوس پرست تھا۔ ان سے کہتا تھا' جو وہاں سے عورتوں کو اغوا کر کے لائے گا۔ اس کے چہرے کی سرجری پہلے کی جائے گی۔

اگرچہ اس دنیا کی عورتیں اس سیارے میں زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ پاتی تھیں۔ لیکن کچھ دنوں کے لیے ہی سہی یشورارا ان کے ساتھ رنگین لمحات گزارنا چاہتا تھا۔ بعد میں وہ مر جاتیں تو کوئی فرق نہ پڑتا پھر دوسری آجاتیں۔

یشورارا نجومی نہیں تھا لیکن اس نے ایسی ہی پیش گوئی کرنے والی ایک مشین ایجاد کی تھی۔ اس مشین سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ کس دوا سے کون سی بیماری ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتی ہے؟ وہ اس مشین کے ذریعے لاعلاج امراض کا بڑی کامیابی سے علاج کرتا تھا۔

اس کی مشین نے اسے بتایا تھا کہ اس کی موت طبعی نہیں ہو گی۔ وہ کسی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ اس پیش گوئی کے بعد وہ محتاط رہنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ سکیورٹی گارڈز ہوا کرتے تھے۔ وہ سرجری کے بعد عجوبہ نہیں رہا تھا۔ زمین پر آکر حسین عورتوں کے ساتھ اپنے دن' اپنی راتیں گزار سکتا تھا۔ لیکن یہ اندیشہ اس پر مسلط رہتا تھا کہ وہ جس کے ہاتھوں قتل ہونے والا ہے وہ زمین کا کوئی باشندہ ہو سکتا ہے۔

جوجو کرانتے ٹریننگ مشین کے بغیر عارضی طور پر بے دست و پا ہو گیا تھا۔ یشورارا شاید اس کی مشکل آسان کرسکتا تھا۔ اگر وہ ہمارے خلاف کچھ نہ کر پاتا' تب بھی یقیناً مشین کی کوئی خرابی دور کرسکتا تھا۔ جوجو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے تو بے نوش غم غلط کرنے کے لیے خوب پیتے ہیں۔ جوجو کو غم غلط کرنے کے لیے شراب کی نہیں' شباب کی ضرورت تھی۔ اس کے اکابرین نے سمجھایا تھا کہ اسے اس دنیا کی عورتوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اپنی مشینوں اور خیال خوانی کے ذریعے دنیا کی بڑی طاقتوں کو زیر کرنا چاہیے لیکن عورت اعصاب پر سوار ہو جائے تو پھر مرتے دم تک سواری کرتی رہتی ہے۔ اس سیارے والی مخلوق پر بھی یہ شعر صادق آتا تھا۔

عشق نے غالب نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

رُونا رُو کے عشق نے یا ایک عورت کی تڑپ نے جوجو کا کھیل بگاڑ دیا تھا۔ وہ اس سے ملنے جنگل میں آتا تھا۔ وہاں بندروں کے شکاری پکارڈو کی نظر میں آگیا تھا پھر بات بڑھتے بڑھتے رُونا رُو کی موت پر ختم ہوئی تھی۔ اس کے بعد اب ایک نئی عورت کی طلب اس کے اندر شور مچانے لگی تھی۔

صرف وہی نہیں۔ سیارے کے تمام باشندے عورتوں کے بھوکے تھے۔ سانس لینے کے بعد ان کی دوسری اہم ضرورت عورت تھی۔ وہ کچھ کھائے پیئے بغیر پچاس گھنٹے زندہ رہ سکتے تھے لیکن عورت کے بغیر پندرہ گھنٹے نہیں گزار سکتے تھے۔ وہ مختلف چینلز کے ذریعے حسن و شباب کا نشہ چھلکاتی ہوئی عورتوں کو دیکھ کر للچاتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہ زمین سے کئی عورتوں کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر لے گئے تھے لیکن وہ بے چاریاں وہاں کی آب و ہوا میں زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکی تھیں۔

اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ ہماری دنیا میں آکر عورتوں کے ساتھ رہا کریں مگر یہاں کی عورتیں اپنے مردوں کے مقابلے میں ان خرگوش نما لوگوں کو پسند نہ کرتیں۔ وہ زمین کے حکمران بن کر یہاں کے شہزوروں کو مات دے کر عورتوں کو جبراً حاصل کرسکتے تھے۔

انہیں اُمید تھی کہ جوجو کرانتے جلد ہی اس زمین پر اپنے قدم جما کر ان سب کے لیے وہاں کی راہیں ہموار کرلے گا۔ وہ جتنی تیزی سے کامیابیاں حاصل کر رہا تھا۔ اس کے پیش نظر

یقین ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی سیارے سے زمین پر اتر آئیں گے پھر پھولوں کی طرح کھلنے اور خوشبو لٹانے والی ارضی حسینائیں ان کے گلے کا ہار بن جائیں گی۔ لیکن مجھے ٹریپ کرنے اور ہلاک کرنے کے سلسلے میں جوجو کی ناکامی انہیں سمجھانے لگی کہ یہ ارضی دنیا تر نوالہ نہیں ہے۔ وہ اسے اپنے حلق سے اتارنا چاہیں گے تو یہ گلے میں ہڈی کی طرح اٹک جائے گی۔

ان کی سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ سیارے میں ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی۔ جبکہ زمین پر لوگ اربوں کی تعداد میں تھے۔ سیارے کے سب ہی افراد جوجو کی طرح سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ ان کے چند ایک اکابرین ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ کھل کر دنیا والوں سے جنگ نہیں لڑ سکتے تھے۔ روپوش رہ کر ہی یہاں کی بڑی طاقتوں کو زیر کر سکتے تھے۔ جیسا کہ جوجو کر رہا تھا۔

اس نے برین ماسٹر، امریکا اور یورپ کے اکابرین کو کسی حد تک اپنا تابع دار بنالیا تھا لیکن ابھی ان پر گرفت مضبوط نہیں ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں جوجو اور اس کے اکابرین کے درمیان مذاکرات ہوتے رہتے تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ روحانی قوتوں سے ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے لہٰذا جوجو کی مدد کے لیے چند ٹیلی پیتھی جاننے والے اکابرین کو زمین پر جانا چاہیے۔

زمین پر حسن بھی ہے اور کشش بھی ہے لیکن یہ ناقابل برداشت پابندی تھی کہ وہاں زیر زمین چھپ کر رہنا پڑتا تھا۔ وہ دنیا والوں کی نظروں میں آکر عجوبہ کہلانا اور تماشا بننا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بھید کھل چکا تھا کہ جوجو کسی سیارے سے آیا ہے اور اس کے ارادے خطرناک ہیں لہٰذا اس کی طرح خرگوش جیسی تھوتھنی والا جو بھی دکھائی دے گا' اسے دنیا والے مار ڈالنے کی کوششیں کریں گے۔

ان کے سامنے بس یہی ایک راستہ تھا کہ وہ زمین پر پہنچ کر جوجو کی طرح چھپ کر رہیں یا معاوضے کے طور پر یشوارارا کے مطالبات پورے کریں اور چہروں کی پلاسٹک سرجری کرانے کے بعد ہماری دنیا میں آئیں پھر حسین عورتوں کے ساتھ وقت بھی گزاریں اور اس دنیا پر قبضہ جمانے کے لیے اپنے منصوبوں پر عمل بھی کرتے رہیں۔

☆☆☆

میں نے تقریباً دو ماہ تک عجیب زندگی گزاری تھی۔ میں زندہ تھا مگر جیسے مر چکا تھا۔ اپنے آپ کو بھول کر اس دنیا سے خود کو گم کر چکا تھا۔ ایک جوگی کی طرح نگری نگری' دوارے دوارے جاتا رہا۔ نہ رہنے کا ٹھکانا تھا' نہ کھانے کی فکر۔ یہ عبرت کا مقام تھا کہ تقدیر بگڑتی ہے تو حالات بگڑ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اور شہزور دَر دَر کے بھکاری بن جاتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ میں نے بھیک نہیں مانگی۔ جب بھوک لگتی تھی تو من پسند کھانا کسی نہ کسی بندے کے ذریعے مجھ تک پہنچ جاتا تھا۔ رات ہوتی تھی تو کوئی نہ کوئی آکر میرا ہاتھ تھام لیتا تھا۔ اپنی چار دیواری کے اندر مجھے اپنے بستر پر چھوڑ جاتا تھا۔ دراصل جناب علی اسد اللہ تبریزی نے آمنہ کو ہدایت کی تھی۔ وہ روحانی ٹیلی کے ذریعے میرے اندر موجود رہا کرتی تھی۔ میں نے کبھی اس کی موجودگی محسوس نہیں کی۔

ان حالات میں میری یادداشت کو گم کرنا اور میری شخصیت کو تبدیل کر دینا لازمی تھا۔ جوجو وقتاً فوقتاً ٹریسنگ مشین کے ذریعے مجھے تلاش کر رہا تھا۔ چونکہ جناب تبریزی میری نگرانی کر رہے تھے۔ آمنہ بھی میرے اندر موجود رہتی تھی۔ اس لیے مشین کا وہ سرخ نقطہ مجھ تک پہنچ نہیں پاتا تھا۔ میرے لیے دفاعی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ جوجو پر جوابی حملہ نہیں کیا جا رہا تھا۔

وہ روحانیت کے حامل قدرتی قوانین کے پابند رہتے تھے۔ ان کے علم میں یہ بات تھی کہ سیارے سے ایک طاقت کا آنا قدرت کی منشا ہے۔ جوجو کے علاوہ دوسری منفی قوتیں ہماری دنیا میں طاقت کا مظاہرہ کرتی رہیں گی اور ہماری ذہنی صلاحیتوں اور روحانی قوتوں کو للکارتی رہیں گی لہٰذا جناب تبریزی نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ روحانیت کے ذریعے ہمارا دفاع کیا جا رہا تھا اور جوابی کارروائیاں ہم پر چھوڑ دی گئی تھیں۔ ہمیں اپنی صلاحیتوں سے منفی قوتوں کے خلاف آئندہ لڑتے رہنا تھا۔

میں ہندوستان کے ایک شمالی سرد علاقے میں تھا۔ میرے بدن پر گیروے رنگ کا لباس ہوتا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ وہاں کی وادیوں میں رہنے والے مجھے رَمتا جوگی سمجھتے تھے۔ میں جس وادی کی' جس بستی سے گزرتا تھا۔ وہاں کے لوگ اپنی مرادیں پوری کرنے کو کہتے تھے۔ مجھے رہنے کے لیے کٹیا اور پیٹ بھرنے کے لیے بھوگ چڑھاتے تھے۔ میں ان کے لیے دعائیں کرتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مرادیں پوری کرتی ہے۔ وہ لوگ خوش ہو کر میرے نام کی مالا جپتے تھے۔ میرا کوئی نام نہیں تھا۔ سب مجھے جوگی مہاراج کہا کرتے تھے۔

وہیں ایک خوبصورت سی وادی میں پہاڑ کی بلندی سے آبشار بہتی تھی' وہاں ہریالی تھی' رنگ برنگے پھول کھلتے تھے۔ ایک وسیع وعریض چٹان پر لکڑیوں سے بنا ہوا ایک کاٹیج تھا۔ میں نے وہاں رہائش اختیار کرلی۔ اس پہاڑی وادی میں سیکڑوں مکانات، اُونچے نیچے ٹیلوں پر دور دور تک دکھائی دیتے تھے۔ میں بازار سے اناج لا کر خود پکاتا تھا۔

بستی کی عورتیں اور مرد ہاتھ جوڑ کر التجا کرتے تھے کہ میں اپنا کھانا خود تیار نہ کروں۔ وہ میری خدمت کرنا چاہتے تھے۔ اپنی عورتوں اور جوان لڑکیوں کو میری سیوا کے لیے بھیجتے تھے۔ ایک دن میں نے کہا۔ ''میری خدمت کے لیے کوئی نہ آئے۔ میں عبادت میں مصروف رہتا ہوں۔ میری خدمت کرنے کے لیے آکاش سے ایک دیوی آنے والی ہے۔''

میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں کے لوگوں سے میں نے ایسی بات کیوں کہہ دی؟ مجھے آنے والی کسی دیوی کا علم نہیں تھا۔ ان دنوں رفتہ رفتہ میری یادداشت واپس آرہی تھی۔ میں خود کو پہچان رہا تھا۔ ماضی کی ایک ایک بات یاد آتی جا رہی تھی۔ آمنہ چپ چاپ میرے اندر کی گرہیں کھول رہی تھی۔ صرف ایک بات معلوم نہیں ہو رہی تھی کہ میں سوئٹزرلینڈ میں تھا۔ وہاں سے ہزاروں میل دور برف سے ڈھکی ہوئی اِس وادی میں کیسے پہنچ گیا تھا؟

ایک صبح بستی کے کچھ لوگوں نے ایک پہاڑی پر کسی ہستی کو دیکھا۔ وہ سر سے پاؤں تک سفید براق لباس میں تھی۔ انہوں نے شور مچا کر تمام بستی والوں کو پکارا۔ ''لوگو! جاگو... دوڑو، ادھر آؤ۔ وہ دیکھو۔ جوگی مہاراج نے کہا تھا' آکاش سے ایک دیوی آنے والی ہے۔ وہ آگئی ہے... وہ آگئی ہے...''

میں نے کاٹیج سے باہر آکر دیکھا۔ وہ پہاڑی سے اترتی آرہی تھی۔ بستی کی عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے بڑی عقیدت سے ہاتھ جوڑ رہے تھے' سر جھکا رہے تھے اور حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ دیوی دس یا گیارہ برس کی بچی تھی۔ اگرچہ قدآور تھی مگر چہرے سے بزرگی نہیں جھلکتی تھی۔ سر تا پا معصومیت کا مجسمہ تھی۔ جب وہ قریب آئی تو میں خوشی سے کھل گیا۔ اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ میری جان' میری پوتی' انوشے تھی۔

میں نے بستی والوں کو مخاطب کیا۔ ''لوگو...! میں نے کہا تھا۔ آکاش سے ایک دیوی اتر کر آنے والی ہے۔ تم سب دیکھ رہے ہو' یہ آچکی ہے.... یہ آسمان کی بیٹی ہے۔ آج سے ہماری تمہاری سب کی بیٹی بن کر رہے گی۔''

وہ سب عقیدت اور احترام سے انوشے کے آگے جھکنے لگے۔ میں نے کہا۔ ''زمین سے اٹھو۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ اس ننھی دیوی کا احترام ضرور کرو مگر اس کے آگے کبھی سر نہ جھکاؤ۔ ہم اپنے خدا کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تم اپنے بھگوان کے آگے سر جھکاتے ہو۔''

وہاں کے بچے بوڑھے سب ہی میری بات مانتے تھے۔ میں جو کہتا تھا، سر تسلیم خم کر کے اس پر عمل کرتے تھے۔ انوشے نے مجھے بتایا کہ روحانی عمل کے نتیجے میں میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ میں اعلیٰ حضرت جناب علی اسد اللہ تبریزی کی مرضی کے مطابق سوئٹزرلینڈ سے ہندوستان کے اس شمالی علاقے میں پہنچ گیا تھا پھر اس نے جوجو کرانتے کے متعلق تفصیلی حالات اور تمام واقعات بتائے۔ میں کسی سیارے سے آنے والی اس بلا کے متعلق حیرانی سے سنتا رہا۔

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! بے شک، آپ ناقابلِ شکست ہیں۔ آپ کے مقابلے پر آنے والے دشمنوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں لیکن اب حالات مکمل طور پر آپ کے موافق نہیں ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''موجودہ حالات میرے موافق کیوں نہیں ہیں؟''

''میں ابھی کہہ چکی ہوں۔ اس نامعلوم سیارے کے لوگ روحانیت کے خلاف محاذ آرائی کے لیے آرہے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''آرہے ہیں کا مطلب کیا ہوا؟ یہ جوجو تو آچکا ہے۔''

وہ بولی۔ ''جوجو کے بعد اس کے اکابرین ہیں۔ ان سب کا گرد گھنٹال یشوارارا ہے۔ یہ سب ہی ہماری زمین پر بڑے ہنگامے کرنے والے ہیں۔ آپ کے پاس ذہانت ہے' غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' چٹانی حوصلے ہیں لیکن روحانی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ آپ اس سلسلے میں ادھورے ہیں۔ اپنے دادا جان کو مکمل کرنے کے لیے اس پوتی کو یہاں بھیجا گیا ہے۔''

میں نے بڑی محبت سے اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''کوئی اور میری مدد کے لیے آتا تو میں سبکی محسوس کرتا۔ ایک ذرا ندامت سی ہوتی۔ مجھے فخر ہے کہ میری پوتی آئی ہے۔ میرا ہی لہو میری تکمیل کے لیے آیا ہے۔''

اس نے جوجو کے متعلق بتایا تھا کہ وہ کہیں زیر زمین رہتا ہے۔ انسانی آبادی کا رخ نہیں کرتا۔ کسی کے روبرو نہیں آتا۔ کھلی فضا میں سانس لینے اور ایک عورت زُوناژو سے ملنے رات کے وقت کسی جنگل کے کسی ویرانے میں آتا تھا۔

میں نے انوشے سے کہا۔ ''دادی اماں! یہ بتاؤ کہ اعلیٰ حضرت مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

وہ بولی۔ ''انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ موجودہ حالات میں آپ کو کیا کرنا چاہیے؟''

وہ میرے سامنے سے اٹھ کر کچن کا کام سنبھالنے چلی گئی۔ میں اپنے آگے بچھی ہوئی شطرنج کی نئی بساط پر غور کرنے لگا۔ ایک نیا اور خطرناک شاطر بڑی تیزی اور کامیابی سے اپنی چالیں چل رہا تھا۔ وہ امریکا اور یورپ کے اکابرین کو اپنے زیرِاثر لے آیا تھا۔ جس برین ماسٹر کی خفیہ پناہ گاہ تک میں کبھی پہنچ نہیں پایا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر اسے بھی اپنا تابع دار بنا چکا تھا۔

میں نے تسلیم کیا' جوجو بہت زیادہ شاطر تھا مگر ذہین نہیں تھا۔ وہ اپنی ذہانت سے نہیں صرف' ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی مشینوں کے ذریعے کامیابیاں حاصل کررہا تھا۔ بڑے خلوص ....اور فخر سے یہ کہتا تھا کہ کسی بھی تابع دار پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنانا ضروری نہیں ہے۔ وہ جب چاہے گا' مشینوں کے ذریعے غداری کرنے والے تابع داروں کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرے گا۔

میں فی الوقت اس کے اسی خلوص اور اس خوش فہمی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ میں نے سوچا۔ ''اگر میں اس کے زیرِاثر آنے والے تمام اکابرین پر باری باری تنویمی عمل کرتا رہوں' اُن کے دماغوں کو لاک کر کے اُن سب کو اس سے چھینتا رہوں تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا؟''

سیدھی سی بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ پھر جوجو خیال خوانی کے ذریعے اُن کے اندر پہنچ نہ پاتا لیکن وہ ہزار پردوں اور فولادی قلعوں میں جا کر چھپ جاتے تب بھی وہ ٹریسنگ مشین کے ذریعے ان کا سراغ لگا لیتا۔ خفیہ پناہ گاہوں پر حملے کرتا اور ان کے بیوی بچوں کو عذاب میں مبتلا کردیتا۔ ان حالات میں وہ مجبور ہو کر اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر اس کے آگے پھر گھٹنے ٹیک دیتے۔

میری ایسی کارروائی نتیجہ خیز نہ ہوتی۔ میں نے دوسرے پہلوؤں سے غور کیا۔ میری ذہانت نے سمجھایا۔ ''مجھے تمام اکابرین کو اپنا معمول اور تابع دار اس طرح بنانا چاہیے کہ فی الحال جوجو کو اس کا علم نہ ہو۔ اُن کے دماغوں کو لاک نہ کیا جائے۔ وہ آسانی سے ان کے اندر آتا جاتا رہے اور اپنے احکامات صادر کرتا رہے۔ اس طرح مجھے اس کے خفیہ منصوبوں اور مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔''

پھر میں نے یہی کیا۔ تمام اکابرین کے دماغوں میں باری باری جاتا رہا۔ روزانہ دو چار اعلیٰ حکام اور اعلیٰ عہدیداروں کو اپنا معمول بنا کر ان کے دماغوں میں یہ بات نقش کرتا رہا کہ وہ بظاہر میرے تنویمی عمل کو عارضی طور پر بھول جائیں۔ اس طرح جوجو کبھی ان کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم نہیں کر سکے گا۔

میں نے ان کے اندر دوسری اہم بات یہ نقش کی کہ جوجو کبھی ان پر تنویمی عمل کرے تو وہ اس عمل کو سطحی طور پر قبول کریں۔ اس کے بعد پھر میرا تنویمی عمل مستحکم اور دیرپا رہے گا۔ وہ سب درپردہ میرے معمول اور تابع دار رہیں گے۔

انوشے نے کہا۔ ''یہ طریقہ کار خوب ہے۔ لیکن آپ کا تنویمی عمل میری روحانی ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے بغیر مستحکم اور پائیدار نہیں ہوگا۔''

وہ دُرست کہہ رہی تھی۔ ایسے ہی معاملات میں مجھے اس سے روحانی تعاون حاصل ہو سکتا تھا۔ اس نے یہی کیا۔ جب بھی میں کسی پر تنویمی عمل کرتا تو وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مستحکم اور پائیدار بنا دیتی تھی۔ یوں ہم دادا اور پوتی اس دشمن جوجو کے تصور سے بھی دور بہت دور ایک برفانی دادی کے کاٹج میں بیٹھے' اُس کی جڑیں کمزور کرتے جا رہے تھے۔

ہمیں کوئی مناسب موقع ملتا تو ہم اس کی ٹریسنگ مشین کو ہمیشہ کے لیے تباہ کر دیتے اور اس کی یہ خوش فہمی دور کر دیتے کہ تمام اکابرین اس کے زیرِاثر ہیں۔ ہمیں امید تھی کہ ایک دن ایسا موقع ضرور ملے گا۔

جب وہ عجوبہ برین ماسٹر اور اس کے بیٹے جارج رچ مین کو ٹریپ کر رہا تھا' تب میں ٹونی جے کے اندر موجود رہا کرتا تھا۔ ٹونی جے مجھ سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتا تھا۔ میں اسے رفتہ رفتہ کرونا اور برین ماسٹر کے اثر سے نکالنے والا تھا۔ برین ماسٹر کی رہائش گاہ اب خفیہ نہیں رہی تھی۔ ٹونی جے جب جوجو کا تابع دار بن کر پہلی بار اس کی رہائش گاہ میں کرونا کے ساتھ گیا' تب میں نے اس کے بیٹے جارج رچ مین کی آواز سنی۔ میں اسے اور اس کے باپ کو ٹریپ کر سکتا تھا۔

برین ماسٹر نے اپنے بیٹے کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ مجھے اس لاک کو توڑنا تھا۔ میں نے انوشے سے کہا۔ ''اس مرحلے پر تمہاری روحانی ٹیلی پیتھی لازمی ہوگئی ہے۔''

کسی کا دماغ لاک کیا گیا ہو یا کوئی یوگا کا ماہر ہو' تب بھی وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ جاتی تھی۔ اس نے جوجو کی عدم موجودگی میں مجھے دونوں باپ بیٹے کے اندر پہنچا دیا۔ میں نے ان پر بھی اکابرین کی طرح عمل کیا پھر

انوشے نے میرے عمل کو مستحکم اور پائیدار بنا دیا۔

وہ پُراسرار بن کر رہنے والا برین ماسٹر یہ کبھی معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ سطحی طور پر جوجو کا تابع دار ہے لیکن بنیادی طور پر میرا غلام بن چکا ہے۔ جوجو دنیا والوں کے سامنے بڑی زبردست کامیابیاں حاصل کر رہا تھا اور میں درپردہ اس پر سبقت لے جا رہا تھا۔ جب تک اُس کی غیر معمولی مشینیں تباہ نہ ہو جاتیں' تب تک اُس کا پلڑا بھاری رہنے والا تھا۔ فی الحال مجھے مناسب وقت کا انتظار کرنا تھا۔ ایسی کوئی جلدی بھی نہیں تھی۔ مجھے بڑے آرام سے اس کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہنے میں مزہ آ رہا تھا۔

☆☆☆

جوجو کرانتے کا ٹکراؤ عالی اور ایمان علی سے ہوا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میں ایسے وقت برین ماسٹر اور متعلقہ اکابرین کے اندر رہ کر یہ معلوم کرتا رہا کہ وہ کس طرح میری بیٹی عالی کو طیارے میں گھیر کر زخمی اور اپاہج بنانا چاہتا ہے؟ عالی اور ایمان اپنے طور پر بچاؤ کی تدابیر پر عمل کرتے رہے۔ میں نے اور انوشے نے طے کیا تھا کہ جب عالی بے بس اور ناکام ہونے لگے گی تب ہم اس کے کام آئیں گے۔

خدا کا شکر ہے ایسی آزمائش کی گھڑیوں میں میری بیٹی کسی پر تکیہ نہیں کرتی۔ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے مخالفین کو منہ توڑ جواب دیتی رہتی ہے۔ میں جوجو اور برین ماسٹر کو شاک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے طیارے میں پہنچ کر بابر کردنا اور رُدنا رُو کو ہلاک کیا تھا۔

عالی کی مدد کرنا اس وقت لازمی ہوگیا جب جوجو ٹریسنگ مشین کے ذریعے اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ انوشے نے اپنی روحانی قوت سے اس مشین کو عارضی طور پر ناکارہ بنا دیا تھا۔ جوجو نے پہلی بار میرے معاملات میں شکست کھائی تھی۔ دوسری بار میری بیٹی کو تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ سیارے کے اکابرین نے کہہ دیا تھا کہ روحانی قوتیں آڑے آ رہی ہیں۔ اسے ایسی قوتوں کو سمجھ کر ان کا توڑ کرنا چاہیے۔

اس مرحلے پر غرور کے غبارے سے ہوا نکل رہی تھی۔ ایسے وقت نہ ٹیلی پیتھی کام آ سکتی تھی' نہ مشینیں کام آ رہی تھیں۔ ناکامیوں کے اندھیرے میں صرف عقل کام آتی ہے اور وہ غیر معمولی ذہانت کا حامل تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ موجودہ حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟

عالی اس کے دماغ میں کیل کی طرح چبھ رہی تھی۔ عقل نے سمجھایا، ابھی وہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں پہنچی ہوگی۔ اسے ٹریپ کرنے کی گنجائش ہے۔ اس نے فوراً ہی برین ماسٹر کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے ٹریپ کرے۔ ادارے میں پہنچنے سے پہلے ہی اسے زخمی کر دے تاکہ اس کے دماغ میں جگہ بنائی جا سکے۔

وہ حکم ماننے والا غلام بن چکا تھا۔ پیرس میں اس کے آلہ کار تھے۔ وہ اس کا حکم سنتے ہی اپنی اپنی گاڑیوں میں بابا صاحب کے ادارے کی طرف چل دیے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی ایک نوجوان مرد کے ساتھ کسی کار میں ہوگی۔ ایسی کوئی کار ادارے کے بڑے گیٹ کی طرف مڑ کر جائے تو اسے فوراً روک کر اس لڑکی کو زخمی کر دیا جائے مگر جان سے نہ مارا جائے۔

اس کے دو آلہ کار پیرس کے ایئرپورٹ میں تھے۔ ہر آنے والی فلائٹ کے مسافروں میں کسی جوان لڑکی اور کسی جوان مرد کو دیکھتے تھے پھر ان سے دو باتیں کرتے تھے۔ برین ماسٹر ان آلہ کاروں کے ذریعے ان کی آوازیں سن کر ان مسافروں کے اندر جاتا تھا پھر مایوس ہو جاتا تھا۔

اس نے سوچا۔ ''عالی نظر نہیں آ رہی ہے۔ کیا وہ ادارے کے اندر جا چکی ہے؟''

یہ خیال آتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ عالی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ عالی ادارے کے اندر نہیں ہے۔ اگر وہاں ہوتی تو خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ تک نہ پہنچتیں۔ اس طرح یہ پتا چل گیا کہ وہ کسی وقت ادارے کی طرف جانے والی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے جوجو سے کہا۔ ''میں اور میرے آلہ کار اس کی تاک میں ہیں۔ وہ ابھی تک پیرس نہیں پہنچی ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''اس کے ساتھی نوجوان کے بارے میں معلوم کرو۔ وہ کون ہے؟ اس کا صحیح نام اور پتا ٹھکانا معلوم ہوگا تو میں اسے ٹریسنگ مشین میں محفوظ کرلوں گا پھر وہ نوجوان بھی کہیں چھپ کر نہیں رہ پائے گا۔''

ماسٹر نے کہا۔ ''میں نے اس نوجوان کا ذکر سنا ہے۔ جب عالی اس کے ساتھ ہندوستان کے شہر حیدر آباد میں تھی تب میں نے اسے ٹریپ کرنے کے لیے بابر اور آؤ ڈی مین کو وہاں بھیجا تھا۔ لیکن نہ تو وہ ہتھے چڑھی اور نہ ہی اس کے ساتھی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہو سکیں۔''

میں نے انوشے سے کہا۔ ''وہ لوگ عالی اور ایمان کا راستہ روکنے کے لیے پوری طرح مستعد ہیں۔ وہ دونوں اندھیرے میں ہیں۔ یہ جان نہیں پا رہے ہیں کہ آئندہ ان

کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ میں چاہتا ہوں، ابھی تم دشمنوں کے درمیان عالی کا رول ادا کرو۔"

میں نے اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے موبائل فون کے ذریعے جوجو سے رابطہ کیا۔ عالی کے لب ولہجے میں کہا۔ "تمہاری ٹریسنگ مشین کی ناکامی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اب آنکھ مچولی کھیلنے کا مزہ آرہا ہے۔"

وہ چونک کر بولا۔ "تمہیں میرا یہ فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"جب مجھے تمہارا یہ راز معلوم ہوسکتا ہے کہ تم یلو کلر بلائنڈ ہو تو فون نمبر معلوم کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟"

وہ غصے سے بولا۔ "میری یہ بات لکھ لو، میں تمہیں بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ تمہیں زخمی اور اپاہج بنادوں گا۔"

"یہ کوششیں تم کر چکے ہو۔ کوئی نئی بات کرو۔ میں نے کہا تھا، بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ کر تمہاری رُونا رُوکو آزاد کردوں گی۔ اگر تم نے اس سے پہلے دھوکا دیا تو اپنی محبوبہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ آخر وہی ہوا، جو میں نے کہا تھا۔"

وہ بولا۔ "دنیا کا کوئی بھی شہزور ہمیشہ میدان نہیں مارتا۔ کبھی مات بھی کھاتا ہے۔ جیسا کہ میں ابھی عارضی طور پر مات کھا رہا ہوں اور تم میدان مار رہی ہو مگر اب نہیں... اب اوندھے منہ گرنے کی باری تمہاری ہے۔"

"کیوں ہوا میں تیر چلا رہے ہو؟ تمہارا آلہ کار برین ماسٹر اندھا ہے۔ اس اندھے کے آلہ کار بھی اندھے ہیں۔ میں اپنے ساتھی کے ساتھ پیرس میں ہوں۔ ایرپورٹ کے لئیج ہال اور وزیٹرز لابی سے گزر کر عمارت سے باہر آگئی ہوں۔ لیکن تمہارا کوئی اندھا مجھے دیکھ نہیں پایا۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "تم، تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ رابطہ ختم کرکے برین ماسٹر کے فون پر دھاڑتے ہوئے بولا۔ "یہ کیا ہورہا ہے؟ عالی ایرپورٹ کی عمارت سے باہر جاچکی ہے۔ تمہارے آلہ کاروں نے اسے کیوں نہیں دیکھا؟ کیا وہ سو رہے ہیں یا مر گئے ہیں؟"

برین ماسٹر اپنے آلہ کاروں کو ڈانٹنے لگا۔ وہ بے چارے اپنی صفائی پیش کررہے تھے۔ ان میں سے ایک نے انوشے کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں نے ایک عمر رسیدہ خاتون کو ایک نوجوان مرد کے ساتھ سرخ رنگ کی کار میں جاتے دیکھا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ جوان لڑکی تھی مگر اس نے عمر رسیدہ خاتون کا میک اپ کیا ہوا تھا۔"

جوجو نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "وہی عالی تھی۔ تمہارے اندھوں کے سامنے نکل گئی۔ اس سے کار کا نمبر پوچھو؟"

اس آلہ کار نے انوشے کی مرضی کے مطابق سرخ کار کے نمبر بتائے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے چشم زدن میں اہم معلومات حاصل کرلیتی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ماسٹر کی بیوی مونیکا کے اندر پہنچ کر دیکھا تھا۔ وہ اپنے جوان بیٹے جارج رچ مین کے ساتھ پیرس آئی ہوئی تھی اور ایک سرخ رنگ کی رینٹیڈ کار میں ہائی وے پر جارہی تھی۔

اسے صرف چند کلومیٹر تک بیٹے کے ساتھ جانا تھا پھر وہاں سے واپس آجانا تھا۔ لیکن انوشے نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی کہ وہ بابا صاحب کے ادارے تک جائے گی۔

برین ماسٹر یہ تو جانتا تھا کہ اس کی بیوی اپنی ہونے والی بہو سے ملنے بیٹے کے ساتھ پیرس گئی ہوئی ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے جو کار رینٹ پر حاصل کی ہے، وہ سرخ رنگ کی ہے اور اس کا نمبر وہی ہے جو اس کے آلہ کار نے ابھی بتایا تھا۔

وہ جوجو کی تابع داری میں اس قدر مصروف تھا کہ بیوی اور بیٹے سے رابطہ کرنے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ عالی ان کے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ پیرس پہنچ گئی ہے اور عمر رسیدہ عورت کے میک اپ میں ایک نوجوان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کی طرف جارہی ہے۔

انوشے نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو برین ماسٹر....! میں عالی بول رہی ہوں۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "تمہیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

وہ بولی۔ "تم جوجو کے غلام ہو۔ تمہارے آقا کا کوئی راز مجھ سے نہیں چھپتا۔ وہ بھی حیران ہورہا تھا کہ میں اس کا فون نمبر کیسے جانتی ہوں؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "تم نے مجھے فون کیوں کیا ہے؟ کیا مجھے باتوں میں اُلجھا کر اس ادارے کے دروازے تک پہنچنا چاہتی ہو؟"

"وہ تو میں اُدھر جارہی ہوں۔ تمہارے آلہ کاروں میں سے کوئی میرا راستہ اس لیے نہیں روک سکے گا کہ وہ بیچارے مجھے صورت شکل سے نہیں پہچانتے ہیں۔ بائی داوے۔ تم نے بھی مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ خوامخواہ کسی بیچاری کو عالی سمجھ کر اس کا راستہ روکو گے اور اسے گولی

ماردو گے۔''

''تم خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو؟ تھوڑی دیر بعد پتا چلے گا کہ ہم کس طرح تمہیں زخمی اور اپاہج بنادیں گے؟ ویسے میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں' اس وقت تم مجھے باتوں میں الجھا رہی ہو لہٰذا فون بند کرتا ہوں۔ بہت جلد تمہارے دماغ میں آکر بولوں گا۔''

اس نے فون بند کیا۔ اسی وقت پھر بزر بولنے لگا اس کا ایک آلہ کار کال کر رہا تھا۔ اس نے فون کو بند رکھا اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس آلہ کار نے کہا۔ ''سر...! وہ سرخ رنگ کی کار دور سے دکھائی دے رہی ہے۔ ہم بابا صاحب کے ادارے کے قریب چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کار اسی طرف چلی آرہی ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، وہ قریب آئے تو اس کا نمبر ضرور پڑھنا۔ جب یقین ہوجائے کہ یہ وہی کار ہے تو اسے آگے بڑھ کر بابا صاحب کے ادارے تک جانے نہ دینا۔ تم سب اسے آگے جانے سے روکو گے پھر کار سے باہر آنے والوں کو زخمی کردو گے۔''

اس نے جوجو کو فون پر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ کار ادھر ادارے کی طرف آرہی ہے۔ تم میرے کسی بھی آلہ کار کے اندر پہنچ کر دیکھو۔ ہم ابھی عالی کو زخمی کرکے تمہارے لیے اس کے دماغ کا دروازہ کھولیں گے۔''

جوجو ایک آلہ کار کے دماغ میں آگیا۔ اس وقت تک وہ کار قریب آگئی تھی۔ اس کا نمبر پڑھا گیا۔ وہی ان کی مطلوبہ سرخ رنگ کی گاڑی تھی۔ اچانک ہی دائیں بائیں طرف سے اس کار پر فائرنگ ہونے لگی۔ چاروں طرف کے پہیے برسٹ ہوگئے۔ جارج رچ مین نے بڑی مشکل سے اسٹیرنگ کو قابو میں کرتے ہوئے بریک لگائی۔ گاڑی رک گئی۔

جوجو اور برین ماسٹر نے آلہ کاروں کے اندر چیختے ہوئے کہا۔ ''ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ انہیں فوراً گاڑی سے باہر کھینچ کر زخمی کرو۔ ہم اُن کے اندر پہنچنا چاہتے ہیں۔''

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ کار کے دروازوں کو کھول کر ایک طرف سے جارج کو پکڑ کر باہر کھینچا گیا۔ دوسری طرف سے مونیکا کو باہر کھینچتے ہی اس کی ٹانگ پر گولی ماردی گئی۔ جارج رچ مین کو بھی گولی مار کر زخمی کردیا گیا۔ مونیکا تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے کہنے لگی۔ ''ہمیں گولی نہ مارو، ہمارے پاس جتنی بھی رقم ہے' وہ لے لو۔ خدا سے ڈرو۔ جو جیسا کرتا ہے۔ ویسا بھرتا ہے۔ خدا نے چاہا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔''

اور ایسا ہی ہو رہا تھا۔ برین ماسٹر اپنے آلہ کار کے ذریعے مونیکا کی آواز سن کر چونک گیا۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا تو ایک دم سے لرز گیا۔ یہ جانتا تھا کہ ماں کے ساتھ بیٹا بھی ہے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا کہ وہ گولی کھا کر زمین پر پڑا ہوا ہے۔ وہ صدمے کی شدت سے چیخنے لگا۔ آلہ کاروں سے کہنے لگا۔ ''یہ میری بیوی ہے، وہ میرا بیٹا ہے۔ ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ انہیں فوراً کسی اسپتال میں لے جاؤ۔''

پھر اس نے فون پر جوجو سے کہا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تمہارا تابع دار بن کر سراسر نقصان اٹھا رہا ہوں۔ تمہارا کام کرتے ہوئے میرا سب سے اہم آلہ کار بابر مارا گیا۔ اب میری بیوی اور بیٹے کو گولی ماری گئی ہے۔ یہ سب ہمارے ہی حکم سے ہوا ہے۔ ان حالات میں صرف مجھے ہی نہیں۔ تمہیں بھی شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔''

جوجو نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''بکواس مت کرو، مجھے سمجھنے دو کہ یہ کیا ہوگیا ہے؟''

جوجو نے فون بند کردیا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا تھا یہ بات دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی کہ وہ میرے مقابلے میں مسلسل شکست کھا رہا ہے۔ ان لمحات میں سوچ رہا تھا۔ ''یہ کیسا دشمن ہے؟ پہلے سمجھ میں نہیں آتا' کیا کرنے والا ہے؟ اور جب کر گزرتا ہے تو وہ بات بالکل ہی توقع کے خلاف ہوتی ہے۔''

میں نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ وہ فون اٹینڈ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بری طرح جھنجلایا ہوا تھا۔ اس نے اسکرین پر نمبر پڑھے تو وہ نئے نمبر تھے۔ اب سے پہلے اس نمبر سے کسی نے کال نہیں کی تھی۔ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے تقریباً دھاڑتے ہوئے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

وہ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میری آواز سنتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا۔ ''تم نے طیارے میں میری آواز سنی تھی۔ اب دوسری بار سن رہے ہو۔ جب بھی تم پر قیامت ٹوٹے گی۔ تمہیں میری آواز سنائی دے گی۔ بہت جلد یہ دنیا اتنی مہنگی پڑے گی کہ اپنی سلامتی کے لیے یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوجاؤ گے۔''

وہ بولا۔ ''یو شٹ اپ! میری ناکامی کے پیچھے بھی کامیابی چھپی ہوئی ہے۔ میں تمہیں ڈھونڈ نکالنا چاہتا تھا مگر تم اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر نہیں نکل رہے تھے۔ میں نے تمہاری بیٹی پر حملے شروع کیے تو اپنے بل سے باہر آنے پر مجبور

ہوگئے۔ تم میری حکمتِ عملی کیا سمجھو گے؟ ذرا دیکھتے جاؤ' میں کرتا کیا ہوں؟''

میں نے کہا۔ ''کچھ نہیں کر پاؤ گے۔ صرف ڈینگیں مارتے رہو گے۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں' اپنے بل سے باہر نکل کر دیکھو اور تمہیں تو نکلنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ عورت کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ تمہاری عورت میرے ہاتھوں ماری گئی ہے۔ اس کے بعد دوسری کی تلاش میں تمہیں اپنی پناہ گاہ سے نکلنا ہی پڑے گا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔''

یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔ ادھر مونیکا اور جارج رچ مین کو قریبی اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ برین ماسٹر اپنی بیوی اور بیٹے کے دماغ میں باری باری جا رہا تھا اور انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔ ''بیٹے! حوصلہ کرو۔ تمہارا باپ جسمانی طور پر دور ہوتے ہوئے بھی تمہارے قریب ہے۔ تمہارے اندر ہے۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔''

پھر اس نے بیوی کے اندر آکر کہا۔ ''مونیکا! تم حوصلہ کرو گی تو بیٹے کو بھی حوصلہ ملے گا۔ مجھے اس بات کا اطمینان ہے کہ زخم گہرے نہیں ہیں۔ تم دونوں جلد ہی چلنے پھرنے کے قابل ہوجاؤ گے۔''

جارج نے کہا۔ ''مجھے زخم کھانے کا افسوس نہیں ہے لیکن اس خیال سے تکلیف پہنچ رہی ہے کہ آپ کتنے پُراسرار اور شہ زور تھے مگر اب کیسے جھکتے اور شکست کھاتے جا رہے ہیں۔ آپ نے جوجو کے آگے گھٹنے ٹیک دیے لیکن وہ بھی فرہاد کے آگے مات کھا رہا ہے۔''

مونیکا نے ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے بتایا ہے، فرہاد کی بیٹی عالی کو ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے دھوکے میں تمہارے آدمیوں نے مجھے اور جارج کو گولی ماری۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔ تمہارے لیے عبرت کا مقام ہے کہ تم فرہاد کی بیٹی کو گولی مارنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ گولی تمہارے بیٹے کو لگی۔ تمہاری بیوی کو لگی۔''

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولا۔ ''میں اس کی بیٹی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

مونیکا نے کہا۔ ''یہ غصہ کرنے اور جھنجلانے کا وقت نہیں ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ لڑکی ہماری دشمن ہی سہی لیکن اس نے ایک اچھا سبق سکھایا ہے۔ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اس میں گرتے ہیں۔ تم پھر انتقام لینے کی بات کر رہے ہو۔ ایسا نہ ہو' اس بار وہ ہمیں زخمی نہ کرے۔ جان سے ہی مار ڈالے۔ تب کیا کرو گے؟''

جارج نے کہا۔ ''ہاں پاپا...! آپ تو ہماری سلامتی کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔ جب کسی دوسری دنیا سے آنے والی عجیب و غریب مخلوق کے آگے جھک سکتے ہیں تو کیا فرہاد سے دوستی نہیں کرسکتے؟ اس کی دوستی سے ہمیں یقیناً سلامتی ملے گی۔''

اس نے کہا۔ ''بیٹے! تم ٹیلی پیتھی کی دنیا کی سیاست کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ فرہاد سے ہماری دوستی ہو ہی نہیں سکتی۔''

مونیکا نے کہا۔ ''کیوں نہیں ہوسکتی؟ وہ سؤر کا منہ رکھنے والا جوجو یہاں آتے ہی ہم انسانوں سے دشمنی کر رہا ہے تو اس سے تمہاری دوستی ہوجاتی ہے اور محبت کرنے والے فرہاد سے دوستی نہیں کرنا چاہتے۔ ہماری بیٹی اینا فرہاد کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ میرے سامنے اکثر اس کا ذکر کرتی رہی ہے۔ اپنے بیٹے کی بات پر بھی غور کرو۔ دشمنی کا خیال دل سے نکال کر فرہاد سے دوستی کرکے دیکھو۔ میرا دل کہتا ہے' اس سے دوستی ہوگی تو ہم ہمیشہ خیر خیریت سے زندگی گزارتے رہیں گے۔''

ایسے وقت انوشے ماسٹر کے اندر تھی۔ اس کی بیوی اور بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے اسے عالی کے لب و لہجے میں مخاطب کیا۔ ''ہیلو برین ماسٹر! میری آواز پہچان رہے ہو؟''

وہ اپنے اندر عالی کی آواز سنتے ہی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ یوگا کی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانس روک کر اسے بھگانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے عمل سے متاثر نہیں ہو رہی تھیں۔ انوشے اسے سانسیں روکنے کے سلسلے میں بہت ہی کمزور سی کوششیں کرنے کا موقع دے رہی تھی۔

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''تم میرے دماغ میں کیسے آگئیں؟''

انوشے نے کہا۔ ''تمہارے دماغ میں آنے والی میں پہلی نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے جوجو تمہارے اندر آچکا ہے۔''

وہ بولا۔ ''کیا بکواس کر رہی ہو۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آتا ہے۔ مجھ سے فون کے ذریعے باتیں کرتا ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''وہ تمہیں الو بنا رہا ہے اور تم بن رہے ہو۔ اس نے تم سے وعدہ کیا کہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا تابع دار نہیں بنائے گا۔ تم نے یقین کرلیا۔ خود کو بہت عقلمند کہتے ہو۔ لیکن یہاں احمق بن کر اس کی بات پر یقین کر رہے ہو۔''

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''میں نے پچھلی رات سوچا' تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا جائے۔ یہ سوچ کر تمہارے دماغ میں آئی تو حیران رہ گئی۔ تم نے سانس نہیں

www.pdfbooksfree.pk

روکی۔ مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔ تب تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے اندر جوجو کی آواز سنی۔ وہ تم پر تنویمی عمل کررہا تھا۔ اس وقت مجھے پتا چلا کہ اس نے تمہاری بیوی مونیکا کو غائب دماغ بنا کر اس کے ذریعے تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے والی دوا کھلائی ہے۔ وہ تم پر عمل کررہا تھا اور تم اس کے معمول اور تابع دار بنتے جارہے تھے۔ اس نے تمہارے دماغ میں یہ باتیں نقش کردیں کہ اپنی اعصابی کمزوری کو بھول جاؤگے۔ یہ یاد نہیں رکھوگے کہ تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے اور تم کسی کے تابع دار بن چکے ہو۔''

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر گر پڑا۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، میں یقین نہیں کرسکتا کہ جوجو نے ایسا کیا ہوگا۔ میں، میں کبھی کسی کا تابع دار اور غلام نہیں بن سکتا۔''

''اگر نہیں بن سکتے تو میں تمہارے اندر کیسے آگئی؟ اس نے ایک مخصوص لب ولہجہ نقش کیا ہے۔ اس کے ذریعے جب وہ آتا ہے تو تم اسے محسوس نہیں کرتے۔ یہی لب ولہجہ میں نے اپنے ذہن میں نقش کرلیا ہے۔ اسی کے ذریعے یہاں موجود ہوں۔ بہت دیر سے تمہاری بیوی اور بیٹے کی باتیں سن رہی ہوں۔ اگر میں مخاطب نہ کرتی تو تم کبھی جان نہیں سکتے تھے کہ جوجو کے غلام اور تابع دار بن ہی چکے ہو۔ اب میرے آگے بھی بے بس ہوچکے ہو۔ مجھے بھی اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکتے۔''

وہ صوفے پر نیم دراز تھا۔ چاروں شانے چت ہونے کے انداز میں پڑا ہوا تھا۔ خلا میں تکتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ ''کیا ایسا ہوچکا ہے؟ کیا میں اتنا گر چکا ہوں کہ جوجو کے زیر اثر آتے ہی دو کوڑی کا ہورہا ہوں؟ پہلے کبھی کوئی میری خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پاتا تھا۔ میری اس سے بڑی انسلٹ اور کیا ہوگی کہ وہ معمولی سی ٹیلی پیتھی جاننے والی کرونا اور ٹونی جے میرے گھر تک پہنچ گئے؟''

وہ سوچ رہا تھا۔ ''اُنگلی پکڑنے والے پہونچے تک پہنچ جاتے ہیں۔ جوجو نے بھی یہی کیا۔ میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر مجھے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا۔ اس کی وجہ سے فرہاد کی بیٹی میرے اندر پہنچ گئی ہے۔''

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا۔ ''یہ جوجو بڑی مکاری دکھا رہا ہے۔ مجھے درپردہ اپنا معمول اور غلام بنا کر بظاہر فون کے ذریعے باتیں کرتا رہتا ہے۔ یہ تاثر دیتا ہے کہ اپنی زبان پر قائم ہے۔ اس نے مجھے اپنا معمول نہیں بنایا ہے۔''

اس نے چونک کر سوچا۔ ''اوہ! میں تو عالی کو بھول ہی گیا تھا۔ یہ میرے اندر موجود ہے۔''

وہ خلا میں تکتا ہوا اسے اپنے اندر محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ دماغ کے اندر خاموشی تھی۔ کوئی ہلکی سی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''عالی...! کیا تم موجود ہو؟''

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر یقین ہوگیا کہ وہ جاچکی ہے۔ اس نے غصے سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جوجو کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی تو پھر فون پر رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یو نان سنس۔ چیٹر ....! تم نے مجھے بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ کیا ابھی تم نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی؟''

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، میں غصے میں بھول گیا تھا کہ تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دوگے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ ابھی میرے اندر آکر مجھ سے بولو۔''

''کیا میں آؤں گا تو تم سانس نہیں روکوگے؟''

''زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ مونیکا کے ذریعے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے اور اپنا معمول اور تابع دار بنالیا ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے' بیوی اور بیٹے کو گولی لگنے کے باعث تمہارا دماغ اُلٹ گیا ہے۔ تب ہی ایسی اُلٹی سیدھی باتیں کررہے ہو۔ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں اور تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو؟''

''زیادہ نہ بولو۔ میرے اندر آؤ۔''

انوشے خاموشی سے اس کے اندر موجود تھی۔ اگر وہ وہاں سے چلی جاتی تو برین ماسٹر جوجو کو اپنے اندر محسوس کرلیتا اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

چند لمحوں کے بعد ہی برین ماسٹر کے اندر جوجو کی آواز سنائی دی۔ ''میں آگیا ہوں۔ تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''ابھی میرے خیالات نہ پڑھو۔ مجھے یہ بتاؤ' تم اپنی زبان سے کیوں پھر گئے؟ تم نے کہا تھا' مجھ پر تنویمی عمل نہیں کروگے۔ اس عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول نہیں بناؤگے اور میں نے وعدہ کیا تھا' اس احسان کے بدلے ہمیشہ تمہارا تابع دار بن کر رہوں گا۔ میں اپنا وعدہ پورا کررہا ہوں۔ تمہاری تابع داری کے باعث میں نے بابر جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔ تمہاری وجہ سے میری

بیوی اور بیٹے کو گولی ماری گئی اور تم نے اس کا صلہ یہ دیا کہ دھوکے سے مجھے اپنا معمول اور تابع دار بنالیا؟''

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ تم خوامخواہ بکواس کررہے ہو۔ تمہارے چور خیالات بتارہے ہیں' تھوڑی دیر پہلے عالی تمہارے پاس آئی تھی۔ وہ میرے خلاف بول رہی تھی۔''

''بے شک وہ تمہارے خلاف تھی مگر سچ بول رہی تھی۔ جب تم مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے مجھ پر تنویمی عمل کررہے تھے تو وہ میرے اندر پہنچ گئی تھی۔ تمہیں تنویمی عمل کرتے سنتی رہی تھی۔ تم نے میرے ذہن میں جو مخصوص لب ولہجہ نقش کیا ہے۔ اسے اس نے بھی اچھی طرح یاد کرلیا ہے۔ جس طرح تم میرے اندر آتے ہو اور میں تمہیں محسوس نہیں کرپاتا۔ اسی طرح اب اس کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کرپاتا ہوں۔ تم نے مجھے دشمن کی بیٹی کے قدموں تلے پہنچا دیا ہے۔ وہ جب چاہے گی' مجھے ٹھوکروں سے اڑاتی رہے گی۔''

''تم میری بات کا یقین نہیں کروگے۔ وہ تمہیں میرے خلاف بہکارہی ہے۔ ہمارے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتی ہے۔ اس اتحاد کو ختم کردینا چاہتی ہے۔''

''اگر وہ ایسا چاہتی ہے تو مجھے صرف ایک بات کا جواب دو' تم میرے دماغ میں کیسے چلے آتے ہو؟ جبکہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آسکا۔ تم کیسے آجاتے ہو؟ تمہاری وجہ سے وہ بھی میرے اندر آکر بولنے لگی ہے۔ اب تو میری نیندیں اُڑ جائیں گی۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، سب ہی حرام ہوجائے گا۔ تم مجھ سے ایسی دشمنی کیوں کررہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''تم بکواس کرتے رہو۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ بیوی اور بیٹے کو گولی لگنے کے بعد تم ذہنی طور سے ایبنارمل ہوگئے ہو۔ یہ سمجھنے سے قاصر ہو کہ روحانی قوت میرے راستے کی رکاوٹ بن رہی ہے۔ وہی تمہارے پیچھے بھی پڑ گئی ہے۔''

''آج تک کسی روحانی قوت نے مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ کیا تمہارے آتے ہی وہ مجھ سے بھی دشمنی کرنے لگے گی؟''

''بے شک، یہی ہورہا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم نے مجھ سے اتحاد کیا ہے۔ ان کے خلاف میرے کام آرہے ہو۔ اس لیے وہ روحانی قوتیں تمہارے خلاف ہوگئی ہیں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا' اس وقت مجھے کیا سوچنا چاہیے؟ کیا سمجھنا چاہیے؟ فار گاڈ سیک، میرے اندر سے چلے جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔''

ایسے وقت عالی کی آواز سنائی دی۔ انوشے اس کے لب ولہجے میں کہہ رہی تھی۔ ''برین ماسٹر تم نادان نہیں ہو۔ جوجو جیسے شاطر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کروگے تو اسی طرح اوندھے منہ گرتے رہوگے۔''

پھر اس نے جوجو کو مخاطب کیا۔ ''ہائے جوجو! تم مجھے پکڑنے' مجھے زخمی کرنے اور اپنے زیر اثر لانے کے لیے جنوبی افریقا سے دوڑتے آرہے ہو۔ تم نے دیکھ لیا کہ بابا صاحب کے دروازے پر کیا ہوا؟ جس نے میرے لیے گڑھا کھودا' وہ خود اس میں گر رہا ہے۔ بیوی بچوں کو نقصان پہنچا چکا ہے۔ تمہارا غلام بن چکا ہے۔ تمہاری مکاری کی داد دینی چاہیے۔ اس بیچارے کو خوب الو بنارہے ہو۔''

جوجو نے ایکدم سے بھڑ کر کہا۔ ''یو شٹ اپ، تم اسے میرے خلاف بھڑکارہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''اسے چھوڑو میری بات کرو۔ اب مجھے کیسے گرفتار کروگے؟ میرا ہیلی کاپٹر اس وقت بابا صاحب کے ادارے کے ہیلی پیڈ پر اتر رہا ہے۔ میں ادارے میں پہنچ چکی ہوں۔ اپنے دماغ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ تم سب کو دعوت دیتی ہوں۔ جو خیال خوانی کے ذریعے آنا چاہے' چلا آئے۔''

پھر اس نے ماسٹر سے کہا۔ ''جاتے جاتے تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم اپنا سڑا اگلا مقدر خود اپنے ہاتھوں سے لکھ رہے ہو اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی بیوی بیٹے کی تباہی بھی لکھتے جارہے ہو۔ اگر کبھی اس خبیث جوجو سے نجات حاصل کرنا چاہو تو میرے پاپا کو یاد کرلینا۔ تمہاری مشکل آسان ہوجائے گی۔''

وہ بولا۔ ''میری مشکلات اور بڑھ جائیں گی۔ میں جوجو سے غداری نہیں کرسکتا۔ تم سب مسلمان ہو۔ اس کی ٹریننگ مشین سے بچنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں جاکر چھپ جاتے ہو۔ ہمارے چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ کیا مجھے میری فیملی کو بابا صاحب کے ادارے میں جگہ ملے گی؟''

انوشے نے کہا۔ ''تمہاری بیٹی نے اسلام قبول کیا۔ اسے وہاں پناہ مل گئی۔ ہم کسی سے جبراً اپنا دین قبول نہیں کراتے۔ تمہارے علاوہ امریکا اور یورپ کے اکابرین سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ بھی جوجو سے چھپنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں آنا چاہیں گے۔ تب یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ کتنے عرصے تک چھپے رہ سکیں گے؟ کیا اپنی حکومت

کی ذمے داریاں بھول جائیں گے؟ اپنے فرائض ادا نہیں کریں گے؟ منہ چھپا کر ایک پناہ گاہ میں بیٹھے رہیں گے؟''

انوشے نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''نہیں، جب سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں سب ہی جوجو کے خلاف بغاوت کریں گے تو یہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ٹریسنگ مشین کے ذریعے اگر ایک کا سراغ لگا کر اس پر حملہ کرے گا تو دوسرے تمام اکابرین اسے سکیورٹی دیں گے۔ حملہ کرنے والا بھی ہماری ہی دنیا کا انسان ہوگا۔ ہم سب مل کر اسے جوجو کا آلہ کار بننے سے باز رکھیں گے۔''

جب ہماری دنیا کا کوئی بندہ اس کے کام نہیں آئے گا تو یہ بے دست و پا ہو جائے گا۔ اس دوران ہم سب اسے تلاش کریں گے اور میں یقین دلاتی ہوں' میرے پاپا اسے چوبیس گھنٹوں کے اندر ڈھونڈ نکالیں گے۔ شرط یہ ہے کہ پہلے سب ہی اس کے خلاف متحد ہو جائیں۔

یہ کہیں زیرِ زمین چھپ کر رہتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق بالکل تنہا ہے لہٰذا ایک وقت میں تم میں سے کسی ایک پر حملہ کرے گا تو سب ہی مل کر اُس کا دفاع کریں گے۔ اُسے جوجو کی شر پسندی سے بچائیں گے لیکن میں جانتی ہوں۔ تم لوگ نہ کبھی ایسا حوصلہ کرو گے اور نہ کبھی متحد ہو کر جوجو کو اس دنیا سے بھگا سکو گے۔ میں جا رہی ہوں۔ شاید آنے والا وقت تم سب کو متحد ہونا سکھا دے... گڈ بائے ماسٹر! تمہارا تو خدا ہی حافظ ہے۔''

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ جوجو نے کہا۔ ''وہ بہت زبردست پلاننگ کے ساتھ کسی روحانی قوت کے ذریعے تمہارے دماغ میں گھس آئی ہے۔ اسی نے میرے لیے بھی جگہ بنائی ہے۔ وہ اور اس کا باپ صرف تمہیں ہی نہیں' دوسرے تمام اکابرین کو بھی میرے خلاف بھڑکاتے رہیں گے۔ مجھے اس بات کی فکر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی میرا آلہ کار بن کر رہے گا یا مجھ سے بغاوت کرے گا۔ میں جسے چاہوں گا' اسے اپنی تابع داری پر مجبور کر دوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ تم اپنے موجودہ حالات پر غور کرتے رہو۔''

جوجو اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سیارے کے اکابرین سے رابطہ کرنے والی مشین کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ وہاں مانیٹر پر اس کی سوچ کے مطابق تحریر ابھرنے لگی۔

''اٹین شن پلیز، میں اپنے موجودہ حالات بیان کر چکا ہوں۔ اگرچہ میں نے فرہاد کے مقابلے میں شکست نہیں کھائی ہے۔ صرف اتنا ہوا ہے کہ میرے منصوبے ناکام ہوئے ہیں۔

جس طرح وہ میری گرفت میں نہیں آیا۔ اسی طرح اس کی بیٹی بھی میری گرفت سے نکل چکی ہے۔

یہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ باپ بیٹی اپنے پورے خاندان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لے رہے ہیں اور وہاں تک ہماری مشینیں اپنی کارکردگی نہیں دکھا پا رہی ہیں۔ خیال خوانی کی لہریں بھی وہاں تک پہنچ نہیں پاتیں۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' میں نے شکست تسلیم نہیں کی ہے۔ اگرچہ بابا صاحب کا ادارہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی اور دینی اکابرین کی مرضی کے خلاف وہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ میں معلوم کروں گا کہ سپر پاورز اور بڑے بڑے ملکوں کے حکمران اور فوجی اس ادارے میں گھس کر وہاں کی پُراسراریت کو ختم کیوں نہیں کرتے ہیں؟ میں بہت جلد اس قلعے کے دروازے کو توڑ کر اپنے آلہ کاروں اور تابع داروں کو وہاں پہنچاؤں گا۔ مجھے اس سلسلے میں مزید ہدایات دی جائیں۔

دوسرا اہم مسئلہ عورت کا ہے۔ میری ایک داشتہ روتا رو ماری گئی ہے۔ آیندہ میں عورت کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل کر کسی عورت کو ٹریپ کرنا اور اس کے ساتھ وقت گزارنا آسان نہیں ہوگا۔ میں کسی کی نظروں میں آ سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں میری مدد کی جائے۔ یہ تمام مشینیں اور اہم سازوسامان اس دنیا کے کسی دوسرے علاقے میں پہنچا دی جائیں۔ آپ کے سامنے دنیا کا پورا نقشہ ہے۔ یہ فیصلہ کریں کہ چند گھنٹوں میں مجھے یہاں سے کہاں پہنچایا جا سکتا ہے؟''

تھوڑی دیر بعد جواب موصول ہوا۔ اسکرین پر لکھا ہوا تھا۔ ''صومالیہ کے وقت کے مطابق رات کے دو بجے ہماری فلائنگ ساسر وہاں اُترے گی اور تمہیں تمام سازوسامان کے ساتھ ہمارے سیارے میں لے آئے گی۔ جب ایشیا کے ملک ہندوستان میں آدھی رات گزر چکی ہوگی تو تمہیں تمام سازوسامان اور مشینوں کے ساتھ راجستھان کے علاقے میں پہنچا دیا جائے گا۔''

جوجو نے اطمینان کی سانس لی۔ اس کا خیال تھا' آیندہ مجھ سے بہت دور جا کر کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں کی عورتوں کو حاصل کر سکے گا اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کر سکے گا۔ جب تقدیر ساتھ نہ دے تو گردشِ حالات فرار ہونے والے کو غلط جگہ پہنچا دیتے ہیں۔ وہ سمجھ رہا تھا' ہندوستان پہنچ کر مجھ سے ہزاروں میل دور ہو جائے گا۔ جبکہ میں بڑی رازداری سے اسی ملک کے شمالی علاقے میں اپنی پوتی کے ساتھ موجود تھا۔

یہ کہنا چاہیے کہ اس کی شامت اسے جنوبی افریقا سے ہندوستان پہنچا رہی تھی۔ وہ آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنے والا تھا۔

☆☆☆

میں اور انوشے اس شمالی برفانی پہاڑیوں کی وادی میں بڑے آرام اور سکون سے رہنے لگے تھے۔ ہمارا کاٹیج ایک اونچے سے ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔ وہاں سے چاروں طرف پہاڑ، دریا، میدان، ہری بھری چراگاہیں اور بستی کے مکانات اور دکانیں دکھائی دیتی تھیں۔ بستی کے لوگ وہاں سے گزرتے وقت سر اٹھا کر اُونچائی پر ہمارے کاٹیج کو دیکھتے تھے پھر ہاتھ جوڑ کر احتراماً سر جھکا کر وہاں سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

جب سے ہم نے اس علاقے میں رہائش اختیار کی تھی۔ تب سے وہاں کی غریب عورتوں، بچوں، مردوں اور بوڑھوں کے دکھ اور ان کی بیماریاں ختم ہونے لگی تھیں۔ وہ انوشے کو ننھی سی دیوی اور مجھے بھگوان کا اوتار ماننے لگے تھے۔ وہ لوگ بہت ہی غریب تھے۔ ان کا کوئی معقول روزگار نہیں تھا۔ وہاں سے اسّی کلومیٹر کے فاصلے پر بہت ہی خوبصورت شملہ شہر تھا۔ جہاں فوجی چھاؤنی بھی تھی اور بڑے بڑے سیاست دانوں کی رہائش گاہیں بھی تھیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے تاجر وہاں قیام کرتے تھے۔

ہماری بستی کے جوان اور بوڑھے اس شہر میں جا کر محنت مزدوری کرتے تھے۔ کبھی ہفتوں میں کبھی مہینوں میں اپنے گھروں کو واپس آتے تھے اور اتنا کما کر لاتے تھے کہ گھر والے تینوں وقت آرام سے روٹیاں کھا لیتے تھے۔

چھوٹے درجے کے چھوٹے بنیے شہر سے اناج اور کپڑے لا کر مہنگے داموں فروخت کرتے تھے۔ ان کی مسلط کی ہوئی مہنگائی کے باعث بیچارے دو وقت کھانے والے ایک وقت کھانے لگے تھے۔ زیادہ سے زیادہ فاقے کرنے لگے تھے۔

وہ ایسی مفلسی اور بدحالی سے پریشان ہو کر میرے پاس آتے تھے۔ مجھ سے التجائیں کرتے تھے کہ میں بھگوان سے پراتھنا کروں۔ کسی طرح انہیں فاقوں سے بیماریوں سے اور پریشانیوں سے نجات دلاؤں۔

ابتدا میں انوشے میرے ساتھ نہیں تھی۔ میں اس وقت اپنے آپ کو بھولا ہوا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مدد بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا تھا کہ ان کی بہتری کے لیے، انہیں تسلیاں دینے کے لیے جب بھی کہتا تھا کہ ان کے دلدّر دور ہو جائیں گے تو واقعی ایسا ہو جاتا تھا۔ کسی کی پریشانیاں کم ہو جاتی تھیں۔ کسی کی بیماری دور ہو جاتی تھی اور وہ صحت یاب ہو جایا کرتا تھا۔ دراصل آمنہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرتی تھی۔ اس طرح ان کے دلوں میں میرے لیے عقیدت پیدا کر کے مجھے ان کی نظروں میں معزز اور محترم بناتی رہتی تھی۔

جب میری یادداشت واپس آ گئی، میں خیال خوانی کرنے لگا اور انوشے میرے پاس پہنچ گئی تو میں نے کہا۔ ''ہم یہاں رہتے ہیں۔ ہمیں اس وادی میں رہنے والوں کی دکھ بیماری کا علاج کرنا چاہیے۔ جب ہم تین وقت کھاتے ہیں تو اس بستی کے رہنے والے ہر گھر کے فرد کو تین وقت کی روٹیاں ملنی چاہئیں۔ یہاں جو لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے ڈاکٹروں اور دواؤں کا بندوبست کرنا چاہیے۔''

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! آپ میری رہنمائی کریں۔ ہم کس طرح ان کے کام آ سکتے ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''یہاں منافع خور بنیے دکانیں کھولے بیٹھے ہیں۔ اناج کپڑا اور دوسری ضرورت کی چیزیں ان کے قبضے میں ہیں۔ یہ ان کی منہ مانگی قیمت لگا کر زیادہ سے زیادہ منافع کماتے رہتے ہیں۔''

انوشے نے کہا۔ ''اگر آپ انہیں نصیحت کریں گے کہ منافع خوری سے باز آ جائیں تو یہ کبھی ہماری بات نہیں مانیں گے۔''

''بے شک، گھوڑا اگر گھاس سے محبت کرے تو کھائے گا کیا؟ منافع خوری کے بغیر تجارت نہیں کی جا سکتی۔ ان کے علاوہ دو بڑے زمیندار ہیں۔ جن کے چائے کے باغات ہیں۔ یہ غریب مزدوروں کو کم سے کم مزدوری دے کر ان سے دن رات کام لیتے رہتے ہیں۔''

میں اور انوشے ان سب کے دماغوں میں جا کر ان کے خیالات پڑھنے لگے۔ ان دنوں ہمارا اور ہماری پوری دنیا کا بدترین دشمن جوجو کرانتے تھا پھر اس کے پیچھے اس کے اکابرین اور نہ جانے کیسے کیسے دشمن چھپے ہوئے تھے؟ خدا جانے ہماری دنیا کو کس طرح تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے؟ ہم اس سے غافل نہیں تھے۔ ہم نے دوبارا اسے بری طرح شکست دی تھی۔ ہمارے خلاف اس کے منصوبے دوبار ناکام ہوئے تھے۔ پتا نہیں' وہ تیسری بار کس طرح محاذ آرائی کرنا چاہتا تھا؟ فی الوقت خاموش تھا۔

وہ عارضی طور پر کہیں گم ہو گیا تھا۔ یہ بعد میں پتا چلا کہ

اس نے اپنی جگہ تبدیل کی ہے۔ انڈیا میں راجستھان کے ایک صحرائی علاقے میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ جب بھی ہم پر اچانک حملہ کرتا تو ہمیں غافل نہ پاتا۔ ہم بالکل مستعد تھے۔ ہمارے پاس اچھا خاصا وقت تھا۔ اس لیے ہم اس وادی کے لوگوں کے کام آرہے تھے۔

وہاں دھرم داس نامی ایک دولت مند بنیا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور دو بچیاں تھیں۔ وہ سب کچھ دنوں سے بیمار رہنے لگے تھے۔ سرکاری اسپتال کے ڈاکٹر سے علاج کرنے کے باوجود ان کی بیماریاں بڑھتی جارہی تھیں۔

وہ اپنی دھرم پتنی کے ساتھ میرے سامنے آکر گھٹنے ٹیک کر بولا۔ ''مہاراج! ہم نے آپ کا بڑا چرچا سنا ہے۔ یہاں سب ہی آپ کو بھگوان کا اوتار مانتے ہیں۔ جب سے اس بستی میں آئے ہیں تب سے یہاں کا ایک بچہ بھی بھوکا نہیں رہتا ہے۔ آپ کی دیا سے نہ جانے کس طرح ان کے گھروں میں دال چاول پہنچ جاتا ہے اور وہ پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں؟''

اس کی دھرم پتنی نے کہا۔ ''ہم پچھلے دو ہفتوں سے بیمار ہیں۔ سرکاری ڈاکٹروں کا علاج کرا رہے ہیں لیکن بیماری ہے کہ بڑھتی جارہی ہے۔''

اس کا اور اس کے پتی دھرم داس اور اس کی بیٹیوں کا ہاضمہ خراب ہوگیا تھا۔ وہ پیٹ کی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوگئے تھے اور میں نے ہی جان بوجھ کر انہیں ایسی بیماریوں میں مبتلا کیا تھا۔

ہوا یہ تھا کہ دھرم داس لکڑیوں کا باریک برادہ آٹے میں ملایا کرتا تھا۔ سرخ اینٹوں کو پیس کر مرچوں میں ملاتا تھا۔ مختلف دالوں میں باریک باریک کنکریوں کی ملاوٹ کیا کرتا تھا۔ ایسا ملاوٹ شدہ مال دکان میں رکھتا تھا۔ ایک تو اناج مہنگا فروخت کرتا تھا اوپر سے ملاوٹ کے ذریعے منافع کی شرح بڑھا دیتا تھا۔ اس کا یہ تمام مال ایک گودام میں محفوظ رہتا تھا۔ جو خالص کھانے پینے کا سامان ہوتا' وہ انہیں اپنے گھر کے کمرے میں رکھتا تھا۔ جسے بیوی بچوں کے ساتھ استعمال کیا کرتا تھا۔

میں نے اور انوشے نے ایک رات دھرم داس اور اس کے ملازموں کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ اس کی بیوی اور بیٹیاں سو رہی تھیں۔ انہوں نے چپ چاپ اپنی دکان کا سارا ملاوٹی سامان اٹھا کر اپنے اس کمرے میں پہنچا دیا' جہاں خالص مال رکھا ہوا تھا اور وہ خالص مال اٹھا کر ان دونوں نے دکان میں پہنچا دیا پھر انہیں اپنی اپنی جگہ پہنچا کر صبح تک کے لیے سلا دیا۔

دوسرے دن سے بستی کے لوگوں کو اس کی دکان سے خالص مال ملنے لگا اور وہ میاں بیوی' بچے ملاوٹی اناج کھانے لگے۔ رفتہ رفتہ بیمار ہونے لگے۔ وہ اس قدر بے ایمان تھا کہ اپنے گاہکوں کے سامنے سامان نہیں تولتا تھا۔ وہاں آنے والے گاہک سیر دو سیر جتنا بھی اناج مانگتے' وہ اپنی دکان کے پیچھے جاکر کم سے کم تول کر ان کے حوالے کرتا تھا۔ جب کوئی گاہک تول میں کم ہونے کی شکایت کرتا تو اسے جھڑک کر کہتا۔ ''اگر میں بے ایمان ہوں تو جاؤ۔ کسی دوسری دکان سے خرید لو۔''

میں اور انوشے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت ان کے دماغوں میں رہ کر گزارنے لگے۔ جب بھی وہ دکان کے پیچھے جاکر اناج تولتے تھے تو ایسے وقت ہم انہیں غائب دماغ بنا کر سیر کی جگہ ڈیڑھ سیر اناج باہر کھڑے ہوئے گاہکوں تک پہنچا دیتے تھے۔ اس طرح ان غریبوں کو اناج خالص مل رہا تھا اور زیادہ بھی مل رہا تھا۔

بھارت سرکار غریب جنتا کے لیے خالص دوائیں بھیجا کرتی تھی لیکن سرکاری اسپتال کا ڈاکٹر اپنے ماتحت کمپاؤڈر سے مل کر ہیرا پھیری کرتا تھا۔ وہ غریب مریضوں کو دوا کم اور پانی زیادہ پلاتا تھا۔ وہاں کے زمینداروں اور مہاجنوں کو خالص دوائیں دے کر یہ ثابت کرتا تھا کہ وہ صحیح علاج کر رہا ہے۔ بیچارے غریب جو بیماری میں مبتلا رہ کر اور زیادہ بیمار ہوتے جاتے تھے۔ ان کی پہنچ سرکاری اعلیٰ عہدیداروں تک نہیں تھی۔ وہ کسی سے شکایت نہیں کرسکتے تھے۔

اس ڈاکٹر کا جوان بیٹا بیمار ہوگیا تھا۔ انوشے نے ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے اس کے بیٹے کو ملاوٹی دوائیں پلائیں۔ اسے شفا حاصل نہ ہوسکی۔ وہ بیٹے کو لے کر شہر کے بڑے اسپتال میں گیا۔ مہنگا علاج کرایا لیکن جوان بیٹا مسلسل بیمار رہنے کے باعث ہڈیوں کا ڈھانچا بننے لگا تب اسے کہا گیا کہ دوا کے ساتھ دعا بھی لازمی ہوتی ہے۔ جوگی مہاراج کے پاس جاکر ان سے دعا کرائی جائے تو بیٹے کو شفا حاصل ہوگی۔

وہ بے ایمانی سے دوا کرنے والا ایمانداری سے دعا کرانے میرے پاس آیا۔ پہلے تو میں نے دھرم داس سے کہا۔ ''تم دنیا کے کسی بھی ڈاکٹر سے علاج کراؤ گے تو شفا حاصل نہیں ہوگی کیونکہ تم اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ ملاوٹی اناج کھا رہے ہو۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''نہیں مہاراج...! ہم تو خالص اناج کھاتے ہیں۔''

میں نے پوچھا۔ ''کیا تمہارے گودام میں ملاوٹ سے بھرا ہوا اناج نہیں ہے؟''

وہ ہچکچانے لگا۔ مجھ سے جھوٹ بولنا چاہتا تھا۔ اس کی دھرم پتنی نے کہا۔ ''ہمارے مہاراج انتر گیانی ہیں۔ ان سے سچ بولو۔ کوئی بات چھپاؤ گے تو ہمارے ساتھ ہمارے بچے بھی اسی طرح بیمار رہا کریں گے۔ دوائیں اثر نہیں کررہی ہیں۔ دعاؤں کو اثر کرنے دو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''جی ہاں مہاراج! میرے گودام میں ملاوٹی اناج ضرور ہے لیکن ہم بیوی بچے اسے استعمال نہیں کرتے ہیں۔''

''تم سب استعمال کر رہے ہو۔ اسی لیے پیٹ کی بیماریوں نے تمہارے معدے کو کمزور کردیا ہے۔ گھر جاکر دیکھو کہ تم کیسا اناج استعمال کر رہے ہو؟''

وہ اپنی دھرم پتنی کے ساتھ گھر واپس آیا۔ وہاں اپنے ایک کمرے میں رکھے ہوئے اناج کو نکال کر اس کا بغور معائنہ کیا تو پتا چلا کہ ان سب میں ملاوٹ ہے۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''یہ ملاوٹ والا مال اس کمرے میں کیسے آگیا؟''

بیوی نے کہا۔ ''میں کیا جانوں؟ میں تو اسے خالص اناج سمجھ کر پکاتی ہوں اور ہم سب کھاتے ہیں۔''

وہ حیرانی سے اس کمرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اتنے بڑے کمرے میں تقریباً بیس من آٹا' دال، چاول اور سرخ مرچیں تھیں۔ وہ تمام خالص مال کہاں چلا گیا ہے؟ یہ ملاوٹی اناج ہمارے پیٹ میں پہنچ رہا ہے اور ہمیں کچھ پتا بھی نہیں چل رہا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے؟''

دکان کے ملازم نے کہا۔ ''مالک! ہمارے پاس جو بیمار گاہک آتے تھے۔ اب وہ بیمار نظر نہیں آتے ہیں۔ یہاں آکر تعریفیں کرتے ہیں کہ ہم آج کل انہیں خالص اناج دے رہے ہیں۔ وہ آپ کو دعائیں دیتے رہتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی دھرم داس دکان میں آکر وہاں رکھے ہوئے مال کا معائنہ کرنے لگا تو پتا چلا کہ وہ سب خالص ہے۔ وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ بیوی نے پاس آکر پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

وہ اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے بولا۔ ''میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' جو خالص مال میں نے کمرے میں رکھا تھا' وہ دکان میں کیسے پہنچ گیا اور دکان کا ملاوٹی مال میرے گھر میں کیسے آگیا؟ جو اناج یہاں کے غریب اور سڑے گلے لوگوں کو کھانا چاہیے' وہ ہم کھا رہے ہیں۔''

بیوی نے کہا۔ ''اسی دن کے لیے سمجھاتی تھی کہ زیادہ بے ایمانی اچھی نہیں ہوتی۔ ہم پر غریبوں کی ہائے پڑے گی۔ بھگوان دیر سے سزا دیتے ہیں مگر دیتے ضرور ہیں۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''بکواس مت کرو، پکانے کے لیے یہاں سے اناج لے جاؤ۔''

وہ چاول دال اور دوسری ضروری چیزیں لینے کے لیے گھر سے برتن لے آئی۔ دھرم داس نے ملازم سے کہا۔ ''اس میں پکانے کا سامان ڈالو اور رسوئی تک پہنچا دو۔''

جب اس نے برتنوں میں چاول دال اور ضرورت کی چیزیں ڈالنے کے بعد اسے اٹھانا چاہا تو وہ تمام برتن بھاری پتھر کی طرح ہوگئے۔ اس سے اٹھائے نہیں جارہے تھے۔

دھرم داس نے کہا۔ ''گدھے کے بچے! تین وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور اتنا سا سامان نہیں اٹھا سکتا۔''

وہ بولا۔ ''مالک! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں اسے کیوں نہیں اٹھا پا رہا ہوں؟ آپ ذرا اٹھا کر دیکھیں۔''

دھرم داس نے آگے آکر ان برتنوں کو ایک ایک کرکے اٹھانا چاہا تو ایک برتن بھی نہ اٹھ سکا۔ وہ سب کے سب بھاری پتھر کی طرح اپنی اپنی جگہ رکھے رہے۔ جب بھی وہ ان میں سے کسی کو اٹھانا چاہتے تھے تو میں ان کے دماغ پر قبضہ جما لیتا تھا۔ ایسے وقت وہ ان برتنوں کو اٹھاتے نہیں تھے۔ خوامخواہ یوں زور لگاتے تھے' جیسے اٹھانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ان کے ذہن میں یہی بات آتی تھی کہ وہ سب بھاری پتھر بن گئے ہیں اور ان سے اٹھائے نہیں جائیں گے۔

اس کی بیوی نے ایک برتن میں سے چاول نکال نکال کر واپس بوری میں ڈالنا شروع کیے۔ وہ برتن خالی ہوگیا پھر اسے اٹھایا گیا تو وہ اٹھ گیا۔ وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''صاف پتا چل رہا ہے' بھگوان کی طرف سے ہمیں سزا مل رہی ہے۔ میں یہ خالی برتن رسوئی تک لے جاسکتی ہوں مگر اس میں یہاں کا اناج نہیں لے جاسکتی۔ جو کہ خالص ہے اور جو ملاوٹی ہے وہ ہمارے گھر کے کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ ہمیں وہی کھانا ہوگا۔''

وہ سب دوڑے دوڑے میرے پاس آئے۔ میرے سامنے جھکنا چاہتے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر سختی سے کہا۔ ''خبردار! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' میرے آگے کبھی سر نہ جھکاؤ۔ جو بات ہے' سیدھی طرح بیٹھ کر کہو۔''

وہ میاں بیوی اپنا دکھڑا سنانے لگے۔ میں نے کہا۔ ''وہ ملاوٹی اناج یہاں کے غریب عوام برسوں سے کھا رہے ہیں پھر تم کھانے سے کیوں انکار کر رہے ہو؟''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رزیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.pdfbooksfree.pk

دھرم داس نے کہا۔ ''آپ کیسی باتیں کرتے ہیں مہاراج! کیا میں آنکھوں سے دیکھتے ہوئے زہر کھاؤں گا اور اپنے بیوی بچوں کو کھلاؤں گا؟''

''جب اسے زہر سمجھتے ہو تو پھر ان بیچارے غریبوں کو کیوں کھلاتے ہو؟ کیوں انہیں آہستہ آہستہ مار رہے ہو؟ کیا یہ ظلم تمہاری سمجھ میں نہیں آتا؟''

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ ''مہاراج کے سامنے وعدہ کرو' پھر کبھی ملاوٹی اناج اپنی دکان میں نہیں رکھو گے۔ منافع کمانے کے لیے غریبوں سے دشمنی نہیں کرو گے۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''آئندہ دشمنی نہیں کروں گا مگر میرے گودام میں دو لاکھ روپے کا اناج پڑا ہوا ہے۔ اسے تو کسی طرح بیچنا ہی ہوگا۔ نہیں تو میرے لاکھوں روپے ڈوب جائیں گے۔''

''جب تک تمہارے گودام میں اور تمہاری دکان میں ملاوٹی اناج کا ایک دانہ بھی رہے گا۔ تب تک تم مصیبتوں سے چھٹکارا نہیں پاؤ گے۔ تمہیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وہی اناج کھانا ہوگا۔ خالص اناج تمہاری رسوئی تک کبھی نہیں پہنچ پائے گا۔''

وہ جھنجلا کر وہاں سے چلا آیا۔ بیوی نے گھر آ کر کہا۔ ''تمہیں مہاراج کے سامنے اس طرح غصہ دکھا کر نہیں آنا چاہیے تھا۔''

وہ بولا۔ ''اور کیا کروں؟ کیا لاکھوں روپے کا اناج مٹی میں ملا دوں؟ وہ کوئی بھگوان کا اوتار نہیں ہے۔ کوئی انتر گیانی نہیں ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، وہ کالا جادو جانتا ہے۔ مجھ پر جادو کر رہا ہے۔ مجھے کنگال بنا کر مار ڈالنا چاہتا ہے۔ میں اس کے جادو کا توڑ کر کے رہوں گا۔''

وہ اسی دن اپنی گاڑی میں بیٹھ کر شملہ گیا۔ وہاں سے ایک جادوگر کو پکڑ کر لے آیا۔ اس جادوگر نے دعویٰ کیا۔ ''میں آج رات ایسا منتر پڑھوں گا کہ اس جوگی مہاراج کے کاٹج میں آگ لگ جائے گی اور وہ اس میں جل مرے گا۔''

اس کی بیوی نے پریشان ہو کر کہا۔ ''بھگوان کے لیے ایسا نہ کرو۔ جوگی مہاراج بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ سب ہی انہیں بھگوان کا اوتار کہتے ہیں۔ تم ان کے خلاف کچھ کرو گے تو اور زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے بچوں کو کوئی نقصان پہنچے۔''

دھرم داس نے کہا۔ ''آج رات جب وہ بھگوان کا اوتار اپنے کاٹج میں جل کر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ہمیں نقصان پہنچانے والا نہیں رہے گا۔ تم چپ رہو۔ خاموشی سے تماشا دیکھتی جاؤ۔''

اس رات اس جادوگر نے برگد کے سائے میں الاؤ روشن کیا۔ وہاں اپنے سامنے جنتر منتر کا سارا سامان رکھا۔ دھرم داس اور اس کی بیوی ذرا دور بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ بڑے ہی جوش میں آ کر الاؤ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر ناچ رہا تھا۔ اس طرح منتر پڑھ رہا تھا۔ جیسے اب تب میں الاؤ کی وہ آگ کاٹج میں پہنچ کر جوگی مہاراج کو جلا کر خاک کر دے گی۔

آدھی رات کے بعد اس کا ملازم تیزی سے چیختا ہوا آ گیا۔ ''آگ لگ گئی... مالک...!''

دھرم داس خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولتا آ رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا۔ ''غضب ہو گیا مالک! آگ اتنی زور کی بھڑک رہی ہے کہ ساری بستی والے بھی بجھا نہیں پا رہے ہیں۔ اب ہمارا کیا ہوگا مالک...!''

وہ رونے لگا۔ دھرم داس نے کہا۔ ''ابے گدھے کے بچے! رو کیوں رہا ہے؟ یہ بتا' کاٹج کے ساتھ وہ مہاراج بھی جل مرا ہے یا نہیں؟''

وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آگ مہاراج کے کاٹج میں نہیں، آپ کے گودام میں لگی ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ وہاں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں بچا ہے۔ سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا ہے۔''

وہ سن رہا تھا مگر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ ایسے وقت بستی کے اور کئی لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ اس سے ہمدردی کرنے لگے۔ ان کی باتیں سن کر یقین کرنا پڑا کہ اس کا گودام جل کر خاک ہو چکا ہے۔ تب اس نے الاؤ سے جلتی ہوئی لکڑی اٹھا کر جادوگر کی پٹائی کی۔ ''کتے کے بچے! تو نے الٹا جادو کیا ہے۔ میرے ہی گودام کو آگ لگا دی ہے۔ میں تجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دوں گا۔ بستی والو! اسے پکڑو۔ اسی نے یہاں منتر پڑھ کر یہ آگ لگائی ہے۔''

اس جادوگر نے ایک سفوف مٹھی میں لے کر الاؤ پر پھینکا تو آگ اتنی زور سے بھڑکی جیسے دھماکا ہوا ہو۔ سب ہی پیچھے ہٹ گئے۔ وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ''خبردار! کوئی مجھے پکڑنے آئے گا تو میں اسے جلا کر راکھ کر دوں گا۔ میں نہیں جانتا' جادو کیسے الٹ گیا؟ کیسے یہاں کی آگ وہاں لگ گئی؟ مگر میں سمجھ گیا ہوں۔ وہ جوگی مہاراج سچ مچ بھگوان کا اوتار ہے۔ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔ مجھے یہاں سے بھاگ جانا

"۔ کہتے ہی وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ دھرم داس کے اناج کی صورت میں دو لاکھ روپے جل چکے تھے۔ وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ چکرا کر زمین پر گر پڑا۔

دوسرے دن سرکاری اسپتال کا ڈاکٹر میرے پاس آیا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''پوری بستی میں آپ کی جے جے کار ہو رہی ہے۔ آپ سچ مچ مہان ہیں۔ میرے بیٹے کے لیے دُعائیں کریں گے تو اس کی دکھ بیماریاں دور ہو جائیں گی۔''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''تمہارے ساتھ بھی دھرم داس والا معاملہ ہے۔ وہ اناج میں ملاوٹ کیا کرتا تھا، تم دواؤں میں ملاوٹ کرتے ہو۔ غریبوں کو پانی ملی دوائیں دیتے ہو اور خالص دواؤں کا اسٹاک بچا کر انہیں شملہ لے جا کر فروخت کرتے ہو۔ اس طرح ہزاروں روپے کماتے ہو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں مہاراج! میں ایسا بے ایمان نہیں ہوں۔ کسی نے آپ کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔''

''یہاں کوئی انسان مجھے بھڑکانے کے لیے نہیں آتا۔ وہ اوپر والا مجھے اندر کی باتیں بتا دیتا ہے۔ میں تمہارے بیٹے کے لیے دعا کروں گا۔ لیکن اس کا علاج یہی ہے کہ تم بے ایمانی سے باز آجاؤ۔ خالص دواؤں کے ذریعے یہاں کے غریب لوگوں کا علاج کرو۔ سرکاری دواؤں پر صرف یہاں کی بیمار جنتا کا حق ہے۔ انہیں بازار میں لے جا کر فروخت نہ کرو۔''

وہ میرے سامنے سے اٹھ گیا۔ وہاں سے جانے لگا۔ میں نے کہا۔ ''میری آخری بات سنتے جاؤ۔ تمہارے لیے آج کا اور کل کا دن بہت بھاری ہے۔ ہوشیار رہنا۔''

وہ میری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ وہاں کے غریب بیماروں کا علاج خالص دواؤں کے ذریعے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوائیں فروخت کرنے سے اسے ہر ماہ بیس پچیس ہزار کا منافع ہوتا تھا۔ وہ اونچے نیچے پہاڑی راستے پر خچر کی سواری کیا کرتا تھا۔ اس کا خچر باہر کھڑا ہوا تھا۔

جب وہ اُدھر جانے لگا تو میں نے اس کے پیروں میں لڑکھڑاہٹ پیدا کی۔ وہ ایک دم سے گر کر ڈھلان میں لڑھکتا چلا گیا۔ پتھریلی ڈھلان میں لڑھکتے رہنے کے باعث لباس پھٹ گیا تھا۔ جسم پر خراشیں آرہی تھیں۔ جگہ جگہ سے زخمی ہو گیا تھا۔ بستی والوں نے اسے سنبھال کر خچر پر بٹھایا اور اسپتال تک پہنچا دیا۔ اس وقت اس کے ذہن میں میری یہ بات گونج رہی تھی کہ اس کے لیے آج کا اور کل کا دن بہت بھاری ہے۔

اس کے کمپاؤڈر نے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ وہ اس سے بولا۔ ''یہ جوگی مہاراج کوئی ڈھونگی ہے۔ خوامخواہ نصیحتیں کرتا ہے۔ یہ بتاؤ' ہمارے اسٹور میں دواؤں کا کتنا اسٹاک ہے؟''

''اچھا خاصا ہے۔ اگر انہیں بیچا جائے تو پچیس تیس ہزار روپے ملیں گے۔''

''ہم کل ہی شہر جا کر یہ سارا اسٹاک بیچ دیں گے۔ مجھے بھاری رقم کی ضرورت ہے۔ میں بیٹے کو دہلی لے جا کر اس کا علاج کراؤں گا۔''

رات تو ہو ہی چکی تھی۔ دوسرے دن وہ کمپاؤڈر کے ساتھ دواؤں کا اسٹاک اپنی گاڑی میں لاد کر وہاں سے شملہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھر وہی باتیں یاد دلائیں۔ ''تمہارا آج کا اور کل کا دن بہت بھاری ہے۔''

اس نے سر جھٹک کر یہ خیال دماغ سے نکال دیا۔ ویسے اندر سے سہا ہوا تھا۔ کیونکہ پچھلا دن بھاری پڑا تھا۔ وہ اونچائی سے لڑھکتا ہوا نیچے آ کر زخمی ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا' اب ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بہت محتاط رہے گا۔

شملہ میں دو چار دکاندار ایسے تھے' جو چوری کا مال خریدتے تھے۔ اس نے ایک کیمسٹ کے پاس آ کر کہا۔ ''آج میں تیس ہزار روپے کا مال لایا ہوں اور ایک ہی جگہ فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ تم نہیں لو گے تو میں کسی دوسرے کیمسٹ کے پاس چلا جاؤں گا۔''

دکاندار نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ ''نہیں ڈاکٹر صاحب! آپ غیروں کی طرح باتیں نہ کریں۔ آپ پچاس ہزار کا بھی مال لائیں گے تو ہم خرید لیں گے۔ بس وہ مال ہمیں ذرا چیک کرنے دیں۔''

دُکان کے ملازم مال چیک کرنے لگے۔ میں اس مالک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق دکان کے پیچھے ایک کمرے میں آ کر فون کے ذریعے اے سی پی یعنی اسسٹنٹ کمشنر آف پولیس سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''اے سی پی صاحب! میں وکرم ڈرگ اینڈ کیمسٹ کی دکان سے بول رہا ہوں۔ آپ فوراً آ کر یہاں چھاپا ماریں۔ آپ کو یہاں چوری کا مال ملے گا۔''

اے سی پی کا دفتر وہاں سے دور نہیں تھا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی پولیس نے چھاپا مارا اور چوری کے مال کے ساتھ ڈاکٹر اور کمپاؤڈر کو گرفتار کرلیا۔ اس وقت میں اس کے اندر موجود تھا۔ اے سی پی نے اسے بیان لکھنے کو کہا تو وہ انکار نہ کرسکا۔ میری مرضی کے مطابق تحریری طور پر اپنے اور کمپاؤڈر کے جرم کا اعتراف کیا پھر اس بیان پر ان دونوں نے دستخط کیے۔

ایک ہفتے کے اندر ہی ہماری بستی میں ایک نئے ڈاکٹر کا تقرر ہوا۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی میرے پاس آ کر کہا۔ ''میں نے آپ کا بہت ذکر سنا ہے۔ بستی والے آپ کو بھگوان کا اوتار کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو اس بستی میں رہ کر چوری' بے ایمانی اور دغابازی کرے گا۔ وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتا رہے گا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ دواؤں میں ملاوٹ نہیں کروں گا۔ بڑی توجہ سے غریبوں کا علاج کروں گا۔ آپ میرے لیے دعا کرتے رہیں۔''

میں نے اس کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھا پھر کہا۔ ''جاؤ، میں نے تمہارے دل میں جھانک کر دیکھ لیا ہے۔ تم واقعی سچے اور ایماندار ہو۔ بھگوان تمہیں سلامتی دے۔''

وہ میرے سامنے سے اٹھ گیا۔ ہاتھ جوڑ کر الٹے پاؤں چلتا ہوا کاٹج سے باہر چلا گیا۔ بستی والوں کی خدمت کر کے مجھے اور انوشے کو دلی سکون اور روحانی مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔

''اس سلسلے میں ہمیں جوجو کا احسان ماننا چاہیے۔ وہ کچھ روز تک روپوش رہ کر خاموشی اختیار کر کے ہمیں ان غریبوں کی مدد کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ اس بستی میں دین دھرم ایمان اور سچائی کا بول بالا ہو رہا تھا۔ جو جھوٹے' بے ایمان اور شر پسند تھے۔ وہ سہمے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو بڑے زمیندار ایسے تھے۔ جو مجھے اس بستی سے بھگا دینا چاہتے تھے یا کسی طرح ہلاک کرا دینا چاہتے تھے۔

میں ان کا ذکر بعد میں کروں گا۔ اب جوجو کا ذکر لازمی ہو گیا ہے۔ وہ اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا۔ اس کے زمین پر آنے کا طریقہ کار یہ تھا کہ ان کی فلائنگ ساسر خلا سے رات کی تاریکی میں آتی اور کسی ویرانے میں پہنچ کر زمین پر اس طرح اترتی تھی کہ زمین کا وہ حصہ دھنستا ہوا اندر چلا جاتا تھا۔ ان کے پاس ایسی مشینیں تھیں۔ جو زیرِ زمین رہائش کے لیے وسیع و عریض جگہ بناتی چلی جاتی تھیں۔ ایسے جنریٹر تھے جو بے آواز تھے۔ وہاں روشنی اور ٹھنڈک پیدا کرتے تھے۔ جوجو نے راجستھان کے ایک ویران صحرا میں اپنے لیے جگہ بنائی تھی۔

اس بار اس کے ساتھ سیارے کے دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام گواگوا اور دوسرے کا نام جانانا تھا۔ وہ تینوں تقریباً تین ہفتوں کے بعد زمین پر آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایشورارا نے ان کے چہروں کی پلاسٹک سرجری کی تھی۔ اب ان تینوں کے منہ خرگوش کی تھوتھنی کی طرح باہر نکلے ہوئے نہیں تھے۔ بڑی حد تک انسانی ہو گئے تھے۔ ان تینوں نے ایشورارا سے وعدہ کیا تھا' زمین پر پہنچنے کے بعد اس کے لیے عورتوں کو اغوا کریں گے پھر ان کے ساتھ یہاں کا اناج اور پھل سیارے میں بھیجا کریں گے۔

ایشورارا نے کہا تھا۔ ''تم تینوں کو باری باری ایک ایک ماہ کے بعد سیارے میں واپس آنا ہوگا۔ کیونکہ سرجری عارضی ہے۔ میں رفتہ رفتہ اسے مستقل کروں گا۔''

انہوں نے اپنے گرو گھنٹال ایشورارا کے سامنے دست بستہ عرض کیا۔ ''تم ہمیں وہ انجکشن اور دوائیں دے دو تاکہ ہم زمین پر جا کر اپنے ہاتھوں سے اپنا علاج کرتے رہیں۔''

ایشورارا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نہیں، مجھے ان تین مہینوں میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ میرے لیے عورتیں' اناج اور پھل یہاں پہنچا رہے ہو یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا علاج نہیں کروں گا۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اپنا وعدہ پورا کرتے رہو۔ میری مطلوبہ چیزیں میرے پاس بھیجتے رہو پھر تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں ایسا علاج کروں گا کہ چھ ماہ تک تمہیں میری ضرورت پیش نہیں آئے گی۔''

وہ سب اس کے آگے مجبور تھے۔ اپنے آباؤ اجداد کے زمانے سے دیکھتے آئے تھے کہ وہ اپنی ذات میں آسمانی طاقتیں رکھتا ہے۔ وہاں کے باشندوں کی طبعی عمر زیادہ سے زیادہ پچاس برس ہوتی تھی۔ اس سے زیادہ وہاں کوئی جی نہیں پاتا تھا۔ ان کے بزرگ کہتے آئے تھے کہ ایشورارا پچھلے اسّی برسوں سے زندہ ہے اور نہ جانے کتنے عرصے تک زندہ رہے گا؟ شاید کبھی نہیں مرے گا۔ وہ اس سیارے کا مالک و مختار ہے۔ ان سب کی زندگی اور موت اسی کے ہاتھوں میں ہے۔

ان تینوں نے زیرِ زمین اچھی طرح ٹھکانا بنانے کے بعد سب سے پہلے ارضی دنیا کی حسین عورتوں کی خواہش کی۔ جوجو کرانتے کے نئے ساتھی گواگوا اور جانانا نے کہا۔ ''تم تو ایک ماہ پہلے یہاں رہ کر ایک حسین عورت کے مزے لوٹ چکے ہو۔ ہم تم سے زیادہ بھوکے ہیں۔ ہماری طلب شدید ہے۔ پہلے ہم عورتوں کو شکار کریں گے۔ اس کے بعد یہاں کے سپر پاورز اور شہزوروں سے نمٹیں گے۔''

جوجو نے کہا۔ ''عورتوں کو حاصل کرنے کا جنون مجھ میں بھی ہے۔ لیکن ہمیں ایشورارا کو نہیں بھولنا چاہیے۔ اگر ہم نے اس کے لیے عورتیں' پھل اور اناج نہ بھیجے تو وہ ہمیں سخت

سزائیں دے گا۔ ہماری زندگیاں موت سے بدتر ہو جائیں گی۔"

جاناتا نے کہا۔"کل ہم دن کے وقت انسانی آبادی میں جائیں گے۔ اناج اور پھل اکٹھا کریں گے پھر موقع ملا تو اسی وقت تین عورتوں کو اغوا کر کے لے آئیں گے۔ اگر موقع نہ ملا تو رات کو یہ واردات کی جائے گی۔"

گواگوا نے کہا۔"ہمیں ہر حال میں ایشورارا کو خوش رکھنا ہوگا۔ اس دنیا کے لوگ ستر برسوں تک زندہ رہتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ہم مسلسل اس دنیا میں رہیں تو ہماری عمر بھی بڑھ جائے پھر ہم بھی ایشورارا کی طرح ایک لمبی زندگی گزارتے رہیں گے اور اس دنیا کے مزے لوٹتے رہیں گے۔"

جوجو نے کہا۔"ہمیں ایک لمبی عمر پانے اور اس دنیا میں مسلسل رہنے کے لیے ایشورارا کو خوش رکھنا ہوگا۔ اس کی مہربانیوں سے ہمارے چہرے ایسے ہوگئے ہیں کہ ہم اس دنیا میں کہیں بھی عجوبہ نہیں سمجھے جائیں گے۔"

وہ راجستھان کے ایسے ویران خشک صحرا میں تھے۔ جہاں پانی کی ایک بوند بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ ایسی جگہ انسانی بستی بسائی نہیں جاتی۔ کبھی کبھی کوئی قافلہ بھٹک کر ادھر سے گزرتا تھا۔ وہ خشک صحرائی علاقہ صدیوں سے غیر آباد اور ویران رہا ہے۔ وہ تینوں جہاں زیرِزمین تھے۔ وہاں سے اسّی کلومیٹر کے بعد انسانی بستیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ان بستیوں سے آگے راجستھان کا بہت بڑا شہر جے پور آباد تھا۔

جے پور ان کی خفیہ پناہ گاہ سے تقریباً ستر کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ فاصلہ طے کرنے کے لیے ان کے پاس گاڑیاں نہیں تھیں۔ ایسے وقت وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک ہاتھ سینے پر رکھتے اور پلکیں جھپکاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی تیر کی طرح اپنی منزل کی طرف چل پڑتے تھے۔

انہوں نے سوچا تھا اپنی مطلوبہ چیزیں حاصل کرنے کے لیے سیدھے جے پور جائیں گے لیکن پہلے ایک انسانی آبادی کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ انہوں نے مختلف چینلو پر ایسی حسین اور جوان عورتوں کو دیکھا تھا' جو رنگ برنگی چولی' بلاؤز اور گھاگھرے میں بڑے ناز و انداز سے مٹک مٹک کر چلتی تھیں اور پنگھٹ پر پانی بھرتی تھیں۔ ایک گگری سر پر اور دوسری کمر پر رکھ کر ایسے بل کھاتی ہوئی جاتی تھیں کہ وہ سیارے والے ان کے بدن کے زاویوں کو دیکھتے ہی رہ جاتے تھے۔

اس وقت انہوں نے اس بستی میں ایسی ہی سندر ناریوں کو دیکھا۔ وہ ایک پنگھٹ پر پانی بھر رہی تھیں۔ ایک دوسرے کو چھیڑ رہی تھیں۔ ہنس بول رہی تھیں۔ کہیں کوئی گنگنا رہی تھی۔ وہ تینوں درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چھپے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے اور سحرزدہ ہو رہے تھے۔

جاناتا نے کہا۔"ان میں سے کوئی ایک مل جائے تو میں اس کے ساتھ ساری زندگی گزار دوں گا۔"

گواگوا نے کہا۔"ہاں، ہم بھوکے ہیں۔ ہمیں ایک ہی مل جائے تو بہت ہے۔"

جوجو نے کہا۔"پھر بہک رہے ہو۔ پہلے اپنے لیے نہیں۔ ایشورارا کے لیے سوچو۔ پہلے یہ مال اسے پارسل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہماری باری آئے گی۔"

جے پور شہر وہاں سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ شہر کے بڑے بڑے مہاجنوں نے اس بستی میں اناج کے گودام بنائے تھے۔ وہ تینوں وہاں پہنچے تو سب ہی انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اگرچہ اب وہ عجوبہ نہیں تھے لیکن صاف پتا چلتا تھا کہ کسی دوسرے ملک کے باشندے ہیں۔ انہیں اس علاقے میں پہنچانے سے پہلے ان کے دماغوں میں ہندی زبان نقش کر دی گئی تھی۔ جب وہ ہندی بولنے لگے تو بستی والے بڑے خوش ہوئے۔ ان کی آؤ بھگت کی گئی۔ انہیں اچھے سے اچھا کھلایا پلایا گیا۔ اس بستی کے مہاجن نے پوچھا۔ "آپ یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں؟"

جوجو نے کہا۔"ہم آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ انہیں اپنے گھر لے آیا۔ اس مہاجن کی چھ جوان بیٹیاں تھیں اور سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ انہیں دیکھتے ہی ان کے منہ میں پانی آنے لگا۔ جاناتا نے مہاجن سے کہا۔ "ہم آپ سے دو چار من آٹا' دال اور چاول خریدنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس ہندوستانی کرنسی نہیں ہے۔ سونے کی اینٹیں ہیں۔"

گواگوا نے اپنے بیگ میں سے دو چار سونے کی اینٹیں نکال کر دکھائیں۔ مہاجن کی للچائی ہوئی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے فوراً ہی سونے کو کسوٹی پر پرکھا۔ وہ کھرا نکلا پھر اسے تول کر دیکھا۔ ایک ایک اینٹ ایک ایک کلو کی تھی۔ اس نے کہا۔"میں ایک اینٹ لوں گا اور ایک من اناج دوں گا۔ تم کتنا اناج چاہتے ہو؟"

جوجو نے کہا۔"ہم چھ من اناج اور موسم کے تازہ پھل اور خشک میوے ایک بیل گاڑی پر لاد کر لے جائیں گے۔ اس

گاڑی کی قیمت بھی ادا کریں گے پھر دوسرے تیسرے دن وہ گاڑی یہاں پہنچا دیں گے۔ اگر تم راضی ہو جاؤ تو ہم سونے کی دس اینٹیں تمہیں دیں گے۔"

وہ فوراً ہی راضی ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔"اتنا اناج تم کہاں لے جاؤ گے؟"

جاناتا نے کہا۔"تمہارے بھارت دیس میں بہت سے بھوکے لوگ ہیں۔ ہم یہ اناج ان میں تقسیم کرتے جائیں گے۔"

جوجو نے کہا۔"ہم چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ لین دین راز میں رہے۔ تم کسی کو نہ بتاؤ کہ ہم اتنا سامان کہاں لے جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ اگر راز دار بن کر رہو گے تو ہم آیندہ بھی یہاں آتے رہیں گے اور تمہیں سونے کی اینٹیں دے کر اناج لے جاتے رہیں گے۔"

وہ تینوں اس سے بول رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سونے کی اینٹیں حاصل کرنے کے لیے ان کا راز دار بن کر رہے گا۔

وہ چھ من اناج' تازہ پھل اور خشک میوے ایک بیل گاڑی میں لاد کر ان کے ساتھ بستی کے باہر دور تک آیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ ان اجنبیوں کو بے وقوف بنا کر کئی گنا زیادہ منافع حاصل کر رہا ہے۔ وہ تینوں اس کے خیالات پڑھ کر مسکرا رہے تھے۔ ان کی نظروں میں سونے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اس دور افتادہ سیارے میں سونے اور ہیرے جواہرات کا اتنا ذخیرہ تھا کہ وہ اس دولت سے ہماری دنیا کے تمام انسانوں کو خرید سکتے تھے۔ فی الحال مہاجن کو خرید کر جا رہے تھے۔

جب وہ بستی سے بہت دور نکل آئے تو انہوں نے بیلوں کو گاڑی سے الگ کر دیا۔ ان کی رسیوں کو ایک بڑے سے پتھر کے ساتھ باندھ دیا۔ انہیں تقریباً ستر کلومیٹر کا فاصلہ چند منٹوں میں طے کرنا تھا۔ اس بیل گاڑی پر تقریباً ساڑھے چھ من اناج' پھل اور خشک میوے رکھے ہوئے تھے۔

انہوں نے اس گاڑی کے نیچے آ کر اسے اپنے سروں پر اٹھا لیا۔ دونوں پاؤں جوڑے' سینے پر ہاتھ رکھا پھر پلکیں جھپکاتے ہی تیر کی طرح وہاں سے اپنی منزل کی طرف جانے لگے۔ وہ بوجھ جیسے ان کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ ہوا میں اڑتے چلے جا رہے تھے۔

ابھی ان کی ضرورت کی اہم چیز عورت رہ گئی تھی۔ انہوں نے مہاجن کی چھ بیٹیوں کو تاڑ لیا تھا۔ دوسری کھیپ میں انہیں لے جانے والے تھے۔ بیل گاڑی کا تمام سامان ان کی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ گیا۔ گواگوا نے سیارے سے رابطہ کرنے والی مشین کو اٹینڈ کیا پھر اس کے ذریعے ایشورارا کو مخاطب کیا۔ اس مشین کے مانیٹر پر تحریر ابھرنے لگی۔"اے ایشورارا! ہم نے زمین پر پہنچتے ہی سب سے پہلے تیرا کام کیا ہے۔ ہم اس میں سے کچھ اناج اور پھل میوے اپنے پاس رکھیں گے۔ باقی سب تیرے لیے بھیج دیں گے۔

آدھی رات کے بعد چھ لڑکیاں بھی یہاں لے آئیں گے۔ ان میں سے تین اپنے لیے رکھیں گے۔ باقی تین تیرے لیے روانہ کر دیں گے۔ ہندوستانی وقت کے مطابق رات کے دو بجے فلائنگ ساسر بھیج دے۔ تمام مطلوبہ چیزیں تیرے پاس پہنچ جائیں گی۔"

وہ رات کے وقت پھر زمین کی تہ سے باہر آئے۔ اس بیل گاڑی کو اٹھا کر اسی جگہ لے گئے جہاں دو بیل بندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بیلوں کے آگے چارا اور پانی رکھا پھر آدھی رات کے بعد اس بستی میں پہنچ گئے۔ سڑکوں اور گلیوں میں ویرانی تھی۔ کسی کسی گھر کی کھڑکیوں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ وہاں کے لوگ جلدی سونے کے عادی تھے۔ وہ تینوں چہروں پر گیس ماسک چڑھا کر مہاجن کے گھر میں داخل ہوگئے۔

وہ دولت مند مہاجن اپنی دھن دولت کی حفاظت کی خاطر دروازے اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر کے سوتا تھا۔ ان تینوں کے لیے مقفل دروازے کھول لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ انہوں نے اندر آتے ہی ایک دوا اسپرے کی۔ جس کے نتیجے میں سونے والے سوتے ہی رہ گئے۔ بے ہوش ہونے سے پہلے آنکھ کھول کر دیکھنے کے قابل نہ رہے کہ ان کے گھر میں کون گھس آیا ہے؟

وہ لڑکیاں بے ہوش ہوگئی تھیں۔ جب وہ تینوں وزنی بیل گاڑی اٹھا سکتے تھے تو چھ لڑکیوں کا وزن بھلا ان کے لیے کیا اہمیت رکھتا تھا؟ ان میں سے ہر ایک نے دو دو لڑکیوں کو اپنے کاندھوں پر لاد لیا۔ گھر سے باہر آ کر انہیں بیل گاڑی پر ڈالا۔ وہاں بیل نہیں تھے' ان کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے پیروں کو جوڑ کر سینے پر ہاتھ رکھ کر پلکیں جھپکائیں پھر بندوق کی گولی کی طرح سنسناتے ہوئے جانے لگے۔

وہ لڑکیاں کئی گھنٹوں تک بے ہوش رہنے والی تھیں۔ انہوں نے اپنی پناہ گاہ میں پہنچ کر مشین کے ذریعے ایشورارا کو مخاطب کیا۔"اے ایشورارا! ہم لڑکیوں کو بھی لے آئے ہیں۔ تُو جب چاہے' اپنے حصے کا مال یہاں سے لے جا سکتا

ہے۔ ہم فلائنگ ساسر کا انتظار کررہے ہیں۔''

ایشورارا نے سیارے کے کسی باشندے کے سامنے کبھی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے مطلوبہ افراد کے دماغوں میں چپ چاپ پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ جوجو، گواگوا اور جاناناکے اندر بھی آتا رہتا تھا۔ یہ دیکھتا رہتا تھا کہ وہ اس کے مطالبات پورے کرنے کے لیے کس طرح مصروف عمل ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ اس نے کبھی خیال خوانی کے ذریعے کسی مطلوبہ شخص کو مخاطب نہیں کیا۔ اس کے باوجود سب ہی مانتے تھے کہ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ کسی کی کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہتی۔

اس نے مشین کے ذریعے جواب دیا۔ ''مجھے مانیٹر پر ان چھ جوان عورتوں کو دکھایا جائے۔ ان میں سے جو میری پسند کی ہوں گی۔ انہیں وہاں سے روانہ کیا جائے۔''

وہ مختلف بیڈز پر بے ہوش پڑی ہوئی تھیں۔ ایک کیمرے کے ذریعے ان کی تصویریں مشین میں فیڈ کی گئیں اور ایشورارا تک پہنچائی گئیں۔ اس نے اپنے مانیٹر پر سب کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر تحریر کے ذریعے کہا۔ ''سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ کسی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن تم تینوں نے میرے لیے بڑی محنت کی ہے۔ میں تمہارا حصہ بہ خوشی دوں گا۔ ان میں سے ایک حسینہ کی ٹھوڑی کے نیچے تل ہے۔ دوسری حسینہ کے بال سنہری ہیں اور تیسری نے سرخ رنگ کا گھاگھرا پہنا ہوا ہے۔ ان تینوں کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔''

رات کے دو بجے فلائنگ ساسر آئی پھر ان تین لڑکیوں کے ساتھ دوسرا تمام ضروری سامان لے کر واپس چلی گئی۔ انہوں نے دن کے وقت انسانی بستی میں پہنچ کر جَو کی روٹی اور بھنا ہوا گوشت کھایا تھا۔ آیندہ بھی کھانے کے لیے ان کے پاس اناج، پھل اور خشک میوے تھے اور ہوس پوری کرنے کے لیے تین لڑکیاں مل گئی تھیں۔

وہ بے چاریاں ہوش میں آنے کے بعد چیختی چلاتی اور روتی رہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے گھر سے اٹھ کر کہاں چلی آئی ہیں؟ جانانا نے کہا۔ ''یہ سمجھ لو کہ اپنی دنیا سے رخصت ہو کر ہمیشہ کے لیے آگئی ہو۔ اس پناہ گاہ سے کبھی باہر جا نہیں سکو گی۔ یہاں ہر طرح کے عیش و آرام میں رہو گی۔ لیکن سورج کی روشنی کبھی نہیں دیکھ سکو گی۔''

۹ عورتیں تو گائے کی طرح ہوتی ہیں۔ جہاں چاہو ہانک کر لے جاؤ۔ چلی جاتی ہیں۔ جہاں چاہو باندھ کر رکھ لو۔ وہیں بندھ کر رہ جاتی ہیں۔ وہ تینوں رفتہ رفتہ ان سے راضی ہوگئیں۔

وہ تینوں ان کی ہر ضرورت پوری کرتے تھے۔ بڑی سختی سے نگرانی کرتے تھے۔ باہر جانے سے پہلے انہیں ہتھکڑیاں پہناتے تھے پھر ایک لمبی زنجیر سے تینوں کو الگ الگ باندھ دیتے تھے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کے کمروں تک اور کچن تک آتی جاتی رہتی تھیں۔ ان کی عدم موجودگی میں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتی رہتی تھیں۔

وہ دو دنوں کے بعد اپنی پناہ گاہ سے باہر آئے۔ انہوں نے مہاجن کے خیالات پڑھے تھے۔ چھ بیٹیوں کا ایک ہی رات میں گم ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس بستی سے لے کر جے پور شہر تک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ پولیس والے، انٹیلی جنس والے اس معاملے کی تحقیقات کرنے اس بستی میں آئے ہوئے تھے۔

مہاجن کے بیان سے اتنا ہی پتا چلا کہ لڑکیوں کو بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کیا گیا ہے۔ اس لیے کوئی چیخ و پکار، کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ بستی والے بے خبر سوتے رہے اور نامعلوم مجرم ان لڑکیوں اٹھا کر لے گئے۔

جاسوس اور پولیس والوں نے بستی کے اطراف دور دور تک معلومات حاصل کیں۔ ریگستانی علاقے میں نہ تو قدموں کے نشان تھے۔ نہ کسی گاڑی کے گزرنے کے نشانات پائے گئے۔ انہیں کئی کلومیٹر دور ایک پہاڑی پتھر سے بندھے ہوئے دو بیل دکھائی دیئے۔ ان بیلوں کو بستی والے پہچانتے تھے۔ مہاجن ان کا مالک تھا لہٰذا اسے یہ بیان دینا پڑا کہ اس کے پاس تین اجنبی آئے تھے۔ اس سے اناج خرید کر اور بیل گاڑی کے دام دے کر بستی سے کہیں چلے گئے تھے۔

اس مہاجن کے خیالات پڑھنے کے بعد جوجو نے کہا۔ ''اب ہمیں بستی کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ وہاں کے لوگوں نے ہمیں اس گاڑی پر اناج لاد کر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''مہاجن کے خیالات بتا رہے ہیں، جاسوس اور پولیس والوں نے ان بیلوں کو وہاں اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ شاید وہ اجنبی انہیں گاڑی میں جوت کر پھر اناج لینے کے لیے بستی میں آئیں گے اور جب وہ آئیں گے تو ان کا سختی سے محاسبہ کیا جائے گا۔''

گواگوا نے کہا۔ ''دانشمندی یہی ہے کہ اب ہم ادھر کا رخ نہ کریں۔ جے پور شہر کی طرف بھی نہ جائیں۔ کیونکہ بستی کا مہاجن وہاں بھی کاروبار کرتا ہے۔ یہاں کے لوگ کبھی کبھی ادھر جاتے ہوں گے۔ کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو خوامخواہ پولیس

اور انٹیلی جنس والے ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔''

وہ تینوں اپنی پناہ گاہ میں لوٹ آئے۔ انہوں نے لڑکیوں کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ ان کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارتے رہے۔ اپنا دل بہلاتے رہے پھر غیر معمولی مشینوں کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

جوجو نے کہا۔ ''ہمیں اپنے کام کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ تم دونوں میرے اندر آؤ۔ میں ان اکابرین کے دماغوں میں تمہیں پہنچاؤں گا۔ جنہیں اپنے زیر اثر لا چکا ہوں۔''

وہ دونوں اس کے دماغ میں آگئے۔ وہ انہیں امریکا اور یورپ کے اکابرین کے اندر پہنچانے لگا پھر اس نے کہا۔ ''برین ماسٹر اس دنیا کا سب سے پُراسرار مجرم سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کوئی اس کی پناہ گاہ تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ ہماری ٹریننگ مشین لاجواب ہے۔ اس کے ذریعے ہم اس کی تمام پناہ گاہوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ پُراسرار مجرم بھی میرا تابع دار بن چکا ہے۔''

اس نے ہماری دنیا میں آکر جتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں اور جو ناکامیاں اس کے حصے میں آئی تھیں۔ ان سب کے بارے گواگوا اور جانانا کو تفصیل سے بتانے لگا۔ آخر میں اس نے کہا۔ ''فرہاد کے سلسلے میں بار بار ناکامی ملتی رہی ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرہاد بھی ہماری طرح کہیں روپوش رہتا ہے۔ جس طرح ہم ٹریننگ مشین کے ذریعے اسے تلاش نہیں کر پا رہے ہیں۔ اسی طرح وہ ہمیں روحانیت کے ذریعے تلاش کرنے میں ناکام ہو رہا ہے۔ اگر اسے ہماری اس خفیہ پناہ گاہ کا علم ہو جائے تو وہ آج ہی ہمیں اس زمین کے نیچے دفن کر دے گا۔ باہر نکل کر سیارے تک جانے نہیں دے گا۔''

جانانا نے پوچھا۔ ''اور دوسری وجہ کیا ہے؟''

''وہی روحانیت ہے۔ یہ روحانیت کیا ہے؟ اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اگر یہ جادو کی طرح کوئی عمل ہوتا تو ہم اب تک اس کا توڑ نکال چکے ہوتے۔''

گواگوا نے کہا۔ ''ہم یہاں کے جادوگروں کو جانتے ہیں۔ وہ کسی مطلوبہ فرد پر جادو کرتے وقت طرح طرح کے منتر پڑھتے ہیں۔ کیا روحانی عمل کے دوران ایسا کچھ نہیں کیا جاتا؟''

''میں نے سنا ہے، مسلمانوں کے پاس کوئی آسمانی کتاب (قرآن مجید) ہے۔ وہ پانچوں وقت عبادت کرتے ہیں۔ اس آسمانی کتاب کی آیتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ہم سے مقابلہ کرتے وقت وہ اس کتاب کے کچھ حصوں کو پڑھتے ہوں گے۔ ان آیتوں میں یقیناً کوئی تاثیر چھپی ہوگی۔ اسی لیے میں ان کے مقابلے میں ناکام ہوتا رہا ہوں۔''

جانانا نے کہا۔ ''تم نے بتایا ہے، فرہاد کی بیٹی برین ماسٹر کے مقفل دماغ میں گھس آئی تھی۔ یہ تو ناممکن سی بات ہے۔ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی سوچ کی لہریں یوگا جاننے والوں کے مقفل دماغ میں نہیں آسکتیں پھر وہ کیسے آگئی تھی؟''

جوجو نے کہا۔ ''عالی نے برین ماسٹر کو یہ کہہ کر میرے خلاف بھڑکانا چاہا کہ میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے اور اس کے دماغ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اسی لیے وہ اس کے اندر آکر بول رہی ہے۔ اس بات پر ماسٹر مجھ سے بدظن ہو گیا تھا۔''

جوجو نے اپنے دونوں ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ باپ بیٹی بہت ہی چالباز ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا، عالی نے اس کی بیوی مونیکا کو آلہ کار بنا کر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہوگا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے مونیکا کے چور خیالات پڑھے۔ اس کے بیٹے جارج رچ مین کے بھی پڑھے۔ پتا چلا، وہاں کسی کو بھی آلہ کار نہیں بنایا گیا تھا اور نہ ہی ماسٹر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا۔ تب یہی بات سمجھ میں آئی کہ ان لوگوں نے روحانیت کے ذریعے اس کے دماغ کے اندر جگہ بنائی ہے اور اسے میرے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔''

''یعنی اب وہ ماسٹر تم سے بدظن ہو گیا ہے؟ آیندہ تمہارا تابع دار بن کر نہیں رہے گا؟''

جوجو نے کہا۔ ''اس کا تو باپ بھی تابع داری کرے گا۔ اس کے اکلوتے بیٹے اور بیوی کی جان میری مٹھی میں ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں، امریکا، یورپ کے اکابرین ہوں یا برین ماسٹر۔ ہم ہر جگہ دنیا کے ہر خطے میں کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے۔ بڑے بڑے شہزوروں کو اپنے زیر اثر لاتے رہیں گے۔ بس ایک روحانیت ایسی ہے، جس سے نمٹنا ذرا مشکل ہوگا۔''

جوجو نے کہا۔ ''روحانیت کو کمزور کرنے یا ختم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ بابا صاحب کے ادارے کو پُراسرار نہ رہنے دیا جائے۔ جب تک اس کے دروازے بند رہیں گے۔ تب تک یہ بھید نہیں کھلے گا کہ ان آہنی پردوں کے پیچھے کیا چھپا ہوا ہے؟ اس فولادی قلعے کے دروازے کھلیں گے پھر یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ وہ روحانیت کا کھیل کس طرح کھیلتے ہیں؟''

گواگوا نے کہا۔ ''یہاں کے تمام اکابرین اور ماسٹر جیسے شہزور اس قلعے کا دروازہ کھلوا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان سے باتیں کی جائیں تو بہتر ہوگا۔''

وہ اکابرین اور برین ماسٹر کے ذریعے ہمارے خلاف محاذ آرائی کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے ان کے دماغوں میں جا کر کہا۔ ''فوراً ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جائے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد یہ اجلاس پیرس میں منعقد ہوگا۔ وہاں امریکا اور یورپ کے جو سفیر موجود ہیں' وہ اپنے ملک کی نمائندگی کے لیے حاضر ہوں گے اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں رہ کر اس اجلاس کی تمام کارروائیاں اپنے حکمرانوں کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔''

جوجو نے خیال خوانی کے ذریعے برین ماسٹر سے رابطہ کرنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ حقیقتاً اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ انوشے نے عارضی طور پر اس کے دماغ میں جگہ بنا کر جوجو کو اس کے خلاف بھڑکایا تھا۔ جوجو نے دوسری بار فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ماسٹر نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم پھر واپس آگئے؟ میں تو سمجھ رہا تھا ہماری دنیا سے واپس جا چکے ہو؟''

وہ بولا۔ ''مجھ سے پیچھا چھڑانے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں اور میرے اکابرین بہت جلد اس دنیا پر قبضہ جما کر یہاں حکمرانوں کی شان و شوکت سے رہا کریں گے۔''

ماسٹر نے پوچھا۔ ''کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟''

''ہاں، اور تم نے سانس روک لی تھی۔ اس بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ فرہاد کی بیٹی نے جھوٹ کہا تھا۔ نہ میں نے تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے اور نہ ہی تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابع دار بنایا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کسی مخصوص لب و لہجے کے ذریعے تمہارے دماغ میں آکر باتیں کر سکتا تھا۔''

وہ قائل ہو کر بولا۔ ''تم دُرست کہتے ہو۔ عالی نے مجھے تمہارے خلاف بھڑکانے کے لیے کوئی چال چلی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا' وہ میرے دماغ میں کیسے گھس آئی تھی؟ اس کے بعد اب تک میں نے اس کی آواز نہیں سنی ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچنے کے بعد گم ہو چکی ہے۔''

۹ ''یہ بابا صاحب کا ادارہ بھول بھلیاں ہے۔ سب ہی وہاں جا کر گم ہو جاتے ہیں اور میں ان تک پہنچ نہیں پاتا ہوں۔ اسی سلسلے میں باتیں کرنے کے لیے ابھی ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ پیرس کے وقت کے مطابق ٹھیک گیارہ بجے تم اس اجلاس میں پہنچ جاؤ۔ ہم سب مل کر اس ادارے کی پُراسراریت کو ختم کریں گے۔''

جوجو نے فون کا رابطہ ختم کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''ہم تینوں اس اجلاس میں کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر ان کے دماغوں میں رہ کر بولتے رہیں گے۔''

گواگوا نے پوچھا۔ ''فرہاد کی فیملی میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

''یہ پوری طرح معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اب تک برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مقابلہ فرہاد، الپا، کبریا، عالی اور بے باک مومن سے ہوتا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے' ان کے علاوہ اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس خاندان میں موجود ہیں۔''

''امریکا میں کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟''

''وہاں پانچ تھے۔ برین ماسٹر نے ان میں سے تین کو اغوا کیا تھا پھر کرونا ان تینوں کو ماسٹر سے چھین کر لے گئی تھی۔ ان میں سے ایک امریکی واپس پہنچ گیا ہے۔ اس طرح امریکا میں فی الوقت تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔''

''باقی دو واپس نہیں آئے۔ وہ کہاں ہیں؟''

''وہ امریکیوں کے لیے اور ماسٹر کے لیے لاپتا ہیں۔ میں ٹریسنگ مشین کے ذریعے انہیں ڈھونڈ سکتا ہوں۔ اپنا غلام بنا سکتا ہوں۔ لیکن فرہاد اور اس کی بیٹی نے مجھے اس قدر اُلجھا دیا تھا کہ اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ ابھی جو اجلاس ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ہم انہیں ڈھونڈ کر اپنا تابع دار بنا لیں گے۔''

پھر وہ چونک کر بولا۔ ''اوہ... میں ٹونی جے کو بھول ہی گیا تھا۔ وہ کم بخت فرہاد کا وفادار ہے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اس کے پاس لے جاتا ہوں۔''

ان دونوں نے اس کے ذریعے ٹونی جے کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ وہ تینوں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ جانانا نے کہا۔ ''جوجو! تم تو کہہ رہے تھے' وہ تمہارا تابع دار ہے؟ تم اس کے اندر جا سکتے ہو؟''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''میری چند دنوں کی غیر حاضری میں اس نے نجات حاصل کر لی ہے۔ لیکن بچ کر کہاں جائے گا؟ ٹریسنگ مشین اسے ڈھونڈ نکالے گی مگر یہ سب کچھ اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد کیا جائے گا۔''

میں اور میری پوتی بستی والوں کے معاملات میں مصروف تھے۔ انوشے نے بتایا۔ ''گرینڈ پا! جوجو ایک طویل

خاموشی کے بعد پھر میدانِ عمل میں آچکا ہے۔ اس کے حکم سے ...ں میں ایک اجلاس ہو رہا ہے۔ آپ فوراً وہاں پہنچیں۔''

ہم دونوں وہاں پہنچ گئے۔ اس اجلاس میں امریکا اور یورپ کے اکابرین کے علاوہ برین ماسٹر اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود تھے۔ اس وقت جوجو کہہ رہا تھا۔ ''میں کچھ عرصے کے لیے یہاں سے چلا گیا تھا۔ اب تنہا نہیں ہوں۔ میرے سیارے کے انتہائی ذہین اور باصلاحیت افراد میرے ساتھ ہیں۔ اس وقت خیال خوانی کے ذریعے تمہارے درمیان موجود ہیں۔''

گواگوا نے ایک آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''میں اپنے سیارے کے اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار ہوں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے' اس زمین پر امریکا کو ہی سپر پاور بن کر رہنا چاہیے۔ ہماری دشمنی نہ تو یہاں کے حکمرانوں سے ہے اور نہ ہی کسی عام آدمی سے ہے۔''

جانانا نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''ہماری دشمنی صرف مسلمانوں سے ہے۔ ہم ایک مقصد لے کر اس زمین پر آئے ہیں۔ اگر اس مقصد کی تکمیل تک تم سب نے اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارا ساتھ دیا تو ہم انہیں نیست و نابود کرنے کے بعد اس دنیا کو سپر پاور کے حوالے کر کے چلے جائیں گے۔''

امریکی سفیر اس کے نمائندے اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ سن کر خوش ہو رہے تھے کہ سیارے کے اکابرین انہیں سپر پاور تسلیم کرتے ہیں۔ آئندہ بھی اس دنیا میں ان کی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

دوسری خوشی کی بات یہ تھی کہ وہ مسلمانوں سے دشمنی کا اظہار کر رہے تھے۔ انہیں نیست نابود کر دینا چاہتے تھے۔ یوں ان کے دل میں چھپی ہوئی باتیں کہہ رہے تھے۔

تمام اکابرین کے دل خوش کرنے والی بات یہ بھی تھی کہ سیارے سے آنے والی بلائیں مسلمانوں کو ختم کرنے کے بعد دنیا چھوڑ کر جانے والی تھیں۔ وہ یقین دلا رہے تھے کہ پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

امریکی سفیر نے کہا۔ ''مسٹر جوجو! تم نے ہمیں اپنا تابع دار بنا لیا ہے۔ اب تمہارے دو ساتھی اور آگئے ہیں۔ تم ہم پر مسلط ہو چکے ہو۔ اس کے باوجود ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہے ہو۔ بلکہ فائدہ پہنچانے والی باتیں کر رہے ہو۔ پہلے تو ہم مجبوراً حکم مانتے تھے مگر اب دل و جان سے تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔''

یورپ کے اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''پوری دنیا میں عیسائیت کے بعد مسلمان ہر چھوٹے بڑے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان، بنگلا دیش، تاجکستان، ازبکستان اور افغانستان، ایران، سعودی عرب، شام، لبنان' الجزائر، لیبیا، بخارا وغیرہ میں ان کی حکومتیں قائم ہیں۔ یہ حکمران انتہائی دولت مند ہیں۔ اگرچہ ہم نے سیاسی طور پر انہیں اپنے دباؤ میں رکھا ہوا ہے لیکن مذہبی طور پر ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے ہیں۔ یہ دینِ اسلام کے بارے میں بہت ہی جنونی ہیں۔ اپنے مذہب کے خلاف ایک بات بھی سننا گوارا نہیں کرتے ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک اور عہدیدار نے کہا۔ ''اسی لیے ہم ان سے مذہبی جنگ نہیں لڑتے۔ انہیں سیاسی مار مارتے ہیں۔ تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے کہ مسلمان ختم ہو جائیں گے تو اسلام بھی ختم ہو جائے گا۔ کیا انہیں نابود کرنے کے سلسلے میں تمہارے پاس کوئی اہم پلاننگ ہے؟''

جوجو نے کہا۔ ''ان کی روحانیت کو ختم کیا جائے گا تو وہ خود ہی فنا ہو جائیں گے اور ان کی روحانی قوتوں کا مرکز بابا صاحب کا وہ ادارہ ہے۔''

اس بات پر کئی اکابرین نے تائید میں سر ہلایا اور کتنوں نے ہی زبان سے کہا۔ ''بے شک، بے شک... وہ ادارہ ہمارے لیے بہت ہی پُراسرار ہے۔''

جوجو نے کہا۔ ''جب ہم وہاں کے اسرار کو سمجھ لیں گے تو یہ پُراسراریت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ یہاں میں تم سب سے ایک سوال کر رہا ہوں۔''

وہ سب ہی سوالیہ نظروں سے اس آلۂ کار کو دیکھنے لگے۔ جس کے ذریعے جوجو بول رہا تھا پھر وہ بولنے لگا۔ ''سوال یہ ہے کہ تم سب بڑے بڑے ممالک کے حکمران ہو۔ سپر پاورز کہلاتے ہو۔ تمہارے پاس ایٹمی فوجی قوت ہے پھر اس ادارے کے اندر پہنچ کر وہاں کے بھید معلوم کیوں نہیں کرتے؟''

جانانا نے کہا۔ ''ہماری معلومات کے مطابق وہ ادارہ پچیس یا تیس کلومیٹر کے رقبے تک پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کے نقشے میں وہ ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے پھر تم اس ادارے کے اندر کیوں نہیں گھستے؟ اگر وہ روکنا چاہتے ہیں تو کیوں رک جاتے ہو؟ کیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟''

امریکی سفیر نے کہا۔ ''ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں مگر کر نہیں پاتے۔ ابتدا میں ہم نے عالمی قوانین کے مطابق عالمی عدالت سے یہ فیصلہ صادر کرایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کو وقتاً فوقتاً معائنے کے لیے کھلا رکھا جائے۔ وہاں غیر

مسلموں کو بھی داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔''

دوسرے نے کہا۔''انہوں نے اجازت دی مگر اپنی شرائط پر عمل کرایا۔ ان کی شرائط یہ تھیں کہ وہاں داخل ہونے والا شخص پاک صاف رہے۔ اپنے دل میں سچائی' ایمان اور محبت لے کر آئے۔ اس ادارے کے اندر ایسے مخصوص مقامات ہیں۔ جہاں آنے والوں کو ننگے پاؤں جانا ہوگا۔ وہاں کسی کو جوتے پہن کر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ان کی یہ شرط بھی تھی کہ اندر آنے والے اپنے ساتھ کیمرے نہیں لائیں گے۔ ادارے کے اندرونی حصے کی کوئی تصویر باہر نہیں جائے گی۔''

ایک اور عہدیدار نے کہا۔''ہماری طرف سے پچیس افسروں اور جاسوسوں کا ایک وفد اس ادارے کے دروازے پر پہنچا تو وہاں کے انچارج نے ایک افسر سے کہا' تمہارے دل میں جھوٹ اور بے ایمانی ہے۔ تمہارے پاس جو لائٹر ہے۔ اس میں خفیہ کیمرا نصب کیا گیا ہے لہٰذا تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

دوسرے جاسوس سے کہا گیا کہ تم نے اپنے جوتے میں مائیکروفوٹوگرافی کا کیمرا چھپا رکھا ہے لہٰذا تم بھی اندر نہیں جا سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ یہ کیمرے باہر چھوڑ کر جائیں گے مگر وہ انچارج انکار کرتے ہوئے بولا۔ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا جھوٹے اور بے ایمان لوگوں کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے لہٰذا واپس جاؤ۔

ایک لیڈی جاسوس نے اپنے بالوں میں جو کلپ لگایا تھا۔ اس میں مائیکروفوٹوگرافی کے لیے کیمرا نصب کیا گیا تھا۔ اسے روکا نہیں گیا۔ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ہم نے یہی سمجھا کہ اس ادارے کے لوگ دھوکا کھا گئے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل ہم دھوکا کھا رہے تھے۔ وہ ہمیں یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ جھوٹ بول کر اور فریب دے کر بھی ہم وہاں سے کچھ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ جب وہ لیڈی جاسوس اس ادارے کے مختلف اہم حصوں کی تصاویر اتار کر لائی اور ہم نے ڈارک روم میں پہنچ کر ان تصاویر کو ڈیولپ کرنا چاہا تو پتا چلا' وہ پوری مائیکروفلم بلینک ہے۔ اس ادارے کی ایک بھی تصویر دکھائی نہیں دی۔''

ایک اور عہدیدار نے کہا۔''ہمارا ایک نوجوان آرمی افسر غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ اس کی یادداشت اتنی تیز ہے کہ پہلی نظر میں جو دیکھتا ہے۔ وہ اس کے ذہن میں ہمیشہ کے لیے نقش ہوجاتا ہے۔ اسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ بابا صاحب کے سائنسی شعبے کا بغور جائزہ لے گا اور وہاں کی ایک ایک بات اپنے ذہن میں نقش کرلے گا۔ اس نے واپس آکر کہا کہ سائنسی شعبے میں کوئی اہم بات نہیں ہے۔ طالب علموں کو سکھانے کے لیے ان کی لیبارٹری میں ایسے آلات ہیں' جو بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں ہوا کرتے ہیں۔ وہاں نہ تو یورینیم ہے اور نہ کوئی ایٹمی اسلحہ تیار ہوتا ہے۔ وہاں کوئی ایسا کام نہیں ہوتا' جسے بہانہ بنا کر ادارے کے بڑے بڑے لوگوں کو قانونی گرفت میں لایا جاسکے۔''

امریکی سفیر نے کہا۔''ہماری دنیا میں یہ قانون ہے کہ کسی مذہبی ادارے میں جبراً داخل نہیں ہوا جاسکتا۔ وہاں جانے کے لیے قانونی اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ وہ اجازت ہم نے حاصل کی تھی لیکن اس ادارے سے ان کے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہ کرسکے۔ یہ بھی قانون ہے کہ کسی مذہبی ادارے کو جبراً اپنی طویل میں نہیں لیا جاسکتا۔''

جوجو نے کہا۔''ٹھیک ہے، تم یہ باتیں قانونی نقطہ نظر سے کہہ رہے ہو مگر یہ عالمی قوانین تم سب نے مل کر بنائے ہیں۔ عالمی عدالت بھی تمہاری قائم کردہ ہے۔ اپنی بنائی ہوئی چیز توڑی جاسکتی ہے۔ اس دنیا میں تم سے اوپر کوئی طاقت نہیں ہے جو آکر تمہارا ہاتھ پکڑ لے۔''

امریکی سفیر نے کہا۔''بے شک، ہم ایسا کرسکتے ہیں اور ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ عالمی قوانین اور عالمی عدالت کو بالائے طاق رکھ کر ہم نے اور یورپ کے تمام اکابرین نے متحد ہوکر یہ فیصلہ کیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں اگر غیر مسلموں کو آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے دروازے ہمارے لیے ہمیشہ کھلے نہیں رکھے جائیں گے تو ہم ایک مقررہ وقت پر فوج کشی کریں گے۔ زمین سے راکٹ برسانے کے علاوہ ہوائی حملے بھی کیے جائیں گے۔

بابا صاحب کے ادارے میں صرف سکیورٹی گارڈز صدر دروازے پر رہتے ہیں۔ ورنہ اندر ان کے پاس کوئی مسلح آرمی نہیں ہے۔ یہ کہنا چاہیے کہ ان کے پاس ایک ہتھیار بھی نہیں ہے۔ ہماری دھمکیوں کے آگے انہیں گھٹنے ٹیک دینے چاہیے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ دروازہ کھول کر ہم سے معافی مانگیں گے اور اس ادارے کو ہمارے حوالے کردیں گے۔''

جاناناں نے کہا۔''مگر ایسا نہیں ہوا۔ یہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ لوگ آج بھی آزاد اور خودمختار ہیں۔ تم لوگوں نے ان پر زمینی اور فضائی حملہ کیوں نہیں کیا؟''

سفیر نے کہا۔''ہمارے اس وقت کے اکابرین حواس باختہ ہوگئے تھے۔ ان کے بچے اسکول جاتے تھے مگر واپس نہیں آتے تھے۔ وہ روز ہی انہیں ڈھونڈ کر لاتے تھے۔ وہ

بچے کہیں نالی، گٹراور کچرے میں مرے ہوئے ملتے تھے۔ان کی بیویاں دھمکیاں دیتی تھیں کہ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ کیا گیا تو وہ اپنی جانیں دے دیں گی یا پھران کے کھانے میں زہر ملا دیں گی۔ وہ تمام اکابرین ذہنی طور پر ایبنارمل ہو گئے تھے۔حکومتی ذمے داریاں پوری کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔آیندہ الیکشن سے پہلے ہی انہیں اقتدار سے محروم ہونا پڑا۔پھر جو نئے حکمران آئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے پر حملہ نہیں کریں گے۔ دوستانہ رویّہ اختیار کریں گے۔''

جاناتا نے پوچھا۔''یعنی بابا صاحب کے ادارے والوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس وقت کے اکابرین، ان کی بیویوں اور بچوں کو عذاب میں مبتلا کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں اس طرح ایبنارمل بنایا کہ وہ اقتدار قائم رکھنے کے قابل نہ رہے؟''

ایک امریکی حاکم نے کہا۔''ایسی بات نہیں ہے۔اس وقت کے اکابرین میں سے کتنے ہی یوگا کے ماہر تھے۔ان کے دماغوں میں خیال خوانی کی لہریں پہنچ نہیں پاتی تھیں لیکن وہ بھی ایبنارمل ہوگئے تھے۔ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں، اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے ان اکابرین پر حاوی ہوگئے تھے۔''

''گویا ان لوگوں نے تم پر یہ دہشت طاری کردی ہے کہ جب بھی ان کے خلاف جارحانہ کارروائی کی جائے گی، اس سے پہلے ہی تم سب پر طرح طرح کے عذاب نازل کیے جائیں گے۔''

''یہ دہشت تو ہے لیکن اس کے ساتھ صلح جوئی اور امن پسندی کی یہ بات یقینی ہے کہ وہ روحانی قوتوں کے ذریعے کبھی کسی پر جبر نہیں کرتے۔ جب انہیں مجبور کیا گیا' تب انہوں نے ہمارے اکابرین کے خلاف جوابی کارروائی کی۔ ورنہ آج تک کبھی انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔وہ اپنی جگہ امن وسلامتی سے رہتے ہیں۔اپنے عمل سے سمجھاتے ہیں کہ ہمیں بھی امن وسلامتی سے رہنا چاہیے۔''

اکابرین میں سے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''ہم ایک عرصے سے یہ دیکھتے آرہے ہیں کہ جب بھی فرہاد یا اس کی فیملی کے کسی فرد سے ہمارا جھگڑا ہوتا ہے۔ہم طویل عرصے تک ایک دوسرے کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے ہیں تب بابا صاحب کے ادارے والے مداخلت نہیں کرتے۔فرہاد اور اس کی فیملی کی حمایت میں نہ تو ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں۔ نہ ہی کوئی شکایت کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ غیر جانب دار رہتے ہیں۔''

جوجو نے کہا۔''ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ بے شک وہ بظاہر ایسا نہیں کرتے ہوں گے۔لیکن درپردہ روحانی قوتوں کے ذریعے فرہاد اور اس کی فیملی کی مدد کرتے ہوں گے۔جیسا کہ وہ ہمارے خلاف کررہے ہیں۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔''تم درست کہہ رہے ہو۔ہم یہ دیکھتے آرہے ہیں۔تم غیر معمولی کششیں رکھنے کے باوجود فرہاد تک نہیں پہنچ پارہے ہو۔سنا ہے' اس کی بیٹی عالی بھی تمہارے قابو میں نہ آسکی؟ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے پس پردہ روحانی قوتیں ہیں۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ فرہاد کی فیملی کے تمام افراد ادارے میں جاکر رہائش اختیار کرچکے ہیں اور تم ان میں سے کسی بھی فرد تک پہنچ نہیں پارہے ہو۔اس طرح یہ ثابت ہورہا ہے کہ ان کے پیچھے روحانی قوتیں کام کررہی ہیں۔''

جوجو نے کہا۔''ہم مادہ پرست لوگ ہیں۔روحانیت نہ تو ہماری سمجھ میں آتی تھی۔ نہ ہم سمجھنا چاہتے تھے۔اب ضروری ہوگیا ہے کہ یہ بھید معلوم کیا جائے۔آخر یہ روحانی قوتیں کیا ہیں؟ کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے ہمیں بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ ہر حال میں کھلوانا ہوگا۔ یہ بھید معلوم کرنا ہوگا کہ وہاں ہماری ٹیلی پیتھی کی لہریں کام کیوں نہیں کرتی ہیں؟

کیا وہ ایسا عمل کرتے ہیں کہ وہاں جانے والے اپنی ذہانت سے کام لینا بھول جاتے ہیں؟ ان کے پاس ایسی کون سی نادیدہ قوت ہے' جو ہم جیسے مخالفانہ رویّہ اختیار کرنے والوں کے دماغوں کو اسیر کرلیتی ہے اور جب اس ادارے سے باہر آتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہم نے وہاں کچھ نہیں دیکھا۔ وہ محض ایک اسلامی یونیورسٹی ہے۔ وہاں ننھے بچوں سے لے کر بڑی عمر کے افراد تک تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں موجودہ دور کے مطابق زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرتے ہیں۔''

جاناتا نے کہا۔''تم سب کو ایک عرصے سے اسی طرح دھوکا دیا جارہا ہے کہ وہ محض ایک اسلامی یونیورسٹی ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا' کہ اس ادارے میں درپردہ کیا ہوتا رہتا ہے؟ وہ اسرار کیا ہیں جنہیں تم سب اب تک معلوم نہیں کرپائے ہو؟''

امریکی سفیر نے کہا۔''تم اس ادارے کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہو۔ یہ بتاؤ، کیا خود اس ادارے کے اندر جاؤ گے؟''

''ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ دشمنوں کی نظروں میں ...میں۔ ان کے روبرو پہنچ کر انہیں اپنے پیچھے لگا کر اپنی پناہ گاہ تک لے آئیں۔ہم سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔''

''تو پھر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں چیلنج کریں اور ...ے کا دروازہ کھولنے پر مجبور کردیں؟ پھر ہم میں سے جو ...وہاں جائیں گے۔تم سب ان کے اندر خیال خوانی کے ...یے موجود رہو گے؟''

''بے شک،ہم یہی چاہتے ہیں۔''

''یہ بیان ہوچکا ہے کہ ہم سے پہلے ہمارے اکابرین ...ھی یہی کیا تھا اور ان کے ساتھ کیا ہوچکا ہے؟''

''ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ جو تمہارے اکابرین ...ساتھ ہوچکا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تم بابا ...حب کے ادارے والوں کو نہ تو چیلنج کرو گے۔ نہ ہی انہیں ...وازہ کھولنے پر مجبور کرو گے۔ یہ سب ہم کریں گے۔ہم ...ارے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر اس ادارے کے اندر ...ئیں گے۔''

جوجو نے کہا۔''فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے ...لے یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے تم سب کو زیر کرلیا ہے۔اپنا ...تابع دار بنالیا ہے لہٰذا ہم تمہارے ذریعے انہیں چیلنج کریں ...گے۔ وہ تمہیں کوئی الزام نہیں دیں گے۔ان کے لیے ہم چیلنج ...کررہیں گے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو اپنا کام شروع کرو۔تم نے وعدہ ...کیا ہے' مسلمانوں کو نابود کرنے کے بعد ہمیں یہاں حکمران ...بن کر رہنے دو گے۔ ہماری دنیا چھوڑ کر سیارے میں واپس ...چلے جاؤ گے۔ ہمارے لیے اس سے بڑی بات کیا ہوسکتی ...ہے؟ ہم دل وجان سے تمہارے تابع دار بن کر رہیں گے اور ...تمہارے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔''

جوجو نے کہا۔''اس اجلاس میں برین ماسٹر بھی موجود ...ہے۔ وہ بالکل خاموش ہے۔ اسے اس سلسلے میں کچھ کہنا ...چاہیے۔''

ماسٹر نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے کہا۔''کسی غلام ...کے منہ میں اس کی اپنی زبان نہیں ہوتی۔ وہ اپنی کوئی بات ...نہیں کہہ سکتا۔ نہ ہی اپنے آقا کی کسی بات سے انکار کرسکتا ...ہے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ مجھ سے جو کہا جائے گا۔اس پر ...عمل کرتا رہوں گا۔''

میں اور انوشے وہاں موجود تھے۔ان لوگوں کی ساری ...باتیں سن رہے تھے۔ ہمارا کچھ کہنا ضروری نہیں تھا لہٰذا ہم نے ...اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ اجلاس کے اختتام پر چپ چاپ اپنی جگہ واپس چلے آئے۔

☆☆☆

ایشورارا' جوجو اور اس کے دونوں ساتھیوں سے ایک حقیقت چھپا رہا تھا۔وہ حقیقت پہلے بیان کی جاچکی ہے۔اس کی اپنی بنائی ہوئی ایک پیش گو مشین نے کہا تھا کہ وہ طبعی موت نہیں مرے گا۔کسی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔مشین نے بتایا تھا، اسے ایک مقررہ وقت پر اس خوبصورت دنیا میں جانا ہوگا۔ وہاں جانے کے بعد وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس کی موت اسی زمین پر کسی کے ہاتھوں ہوگی لہٰذا وہ زمین پر آنے سے کترا رہا تھا۔

جوجو، گواگوا اور جاناتا اکابرین کے اجلاس سے واپس آگئے تھے۔اب انہیں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک بہت بڑی جنگ شروع کرنی تھی۔انہیں وہاں کے سب سے بڑے معلم اور روحانی پیشوا جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کرنا تھا۔انہیں چیلنج کرنا تھا کہ انہوں نے ان سب کے لیے ادارے کا دروازہ کھولنے سے انکار کیا تو انہیں یہ انکار بہت مہنگا پڑے گا۔ وہ جتانا چاہتے تھے کہ سیارے کی مخلوق اس قدر طاقتور ہے کہ انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی تو وہ اس ادارے کو نیست ونابود کردیں گے۔

جوجو کے پاس عالی کا فون نمبر تھا۔ اس کے علاوہ اکابرین کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج کا فون نمبر بھی حاصل کیا گیا تھا۔رابطہ کرنے پر انچارج کی آواز سنائی دی۔''ہیلو...! فرمائیے آپ کون ہیں؟''

اس نے کہا۔''میرا نام جوجو کرانتے ہے۔''

جواب سنائی دیا۔''نام نہیں...کام بتاؤ؟''

اس نے کہا۔''میں ایک سیارے سے بول رہا ہوں۔''

جواب ملا۔''جھوٹ بول رہے ہو اور ہم جھوٹ بولنے والوں سے بات نہیں کرتے۔''

یہ کہہ کر فون بند کردیا گیا۔جوجو نے جھنجلا کر اپنے فون کو دیکھا۔گواگوا اور جاناتا ایک آڈیو مشین کے ذریعے دوسری طرف سے ہونے والی باتیں سن رہے تھے۔ایک نے کہا۔ ''یہ لوگ بہت مغرور ہیں۔''

دوسرے نے کہا۔''اس ادارے کے انچارج کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو اور اس وقت سیارے میں نہیں...اسی زمین پر ہو؟''

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا پھر بولا۔''پتا نہیں یہ لوگ کیا ہیں؟ کس طرح ہماری ڈھکی چھپی باتوں کو سمجھ لیتے ہیں؟ اس کی بیٹی اور اس کے جوان ساتھی نے میری ایک کمزوری کو سمجھ

لیا تھا کہ میں یلو کلر بلائنڈ ہوں۔"

جانا نا نے کہا۔ "ابھی اجلاس میں ان اکابرین نے کہا تھا کہ ادارے والے اپنے مخالفین کے جھوٹ اور فریب کو پکڑ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی بات نہیں چھپتی لہٰذا تم ان سے جھوٹ نہ بولو۔ سچ بول کر اپنے مطلب کی بات کرو۔"

اس نے پھر نمبر پنچ کیے۔ دوبارہ رابطہ ہوا تو اس نے کہا۔ "مسٹر...! فون بند نہ کرنا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ اب سچ کہہ رہا ہوں۔ اسی زمین پر ہوں۔ تمہارے ادارے کے سب سے بڑے معلم اور پیشوا سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہاں سے پوچھا گیا۔ "کس موضوع پر اور کس معاملے پر گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

"یہ میں انہی کو بتانا چاہتا ہوں۔"

"سوری مسٹر جوجو! کوئی سطحی معاملہ ہو تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔ اگر کوئی بہت اہم بات ہے، تب بھی مجھے ہی بتانی پڑے گی۔ تمہاری طرف سے وہ بات میں ان کے سامنے پیش کروں گا پھر وہ ضروری سمجھیں گے تو تم سے گفتگو کریں گے۔"

اس نے کہا۔ "میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس ادارے میں آنا چاہتا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے لیے دروازے کھولے جائیں۔"

"سچ بولو گے تو بات آگے بڑھے گی۔ ورنہ فون بند ہو جائے گا لہٰذا سچ سچ بتاؤ، خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ آؤ گے یا اپنے نمائندے بھیجو گے؟"

اس نے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس ادارے میں آنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر چلے آؤ مگر یاد رکھو اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ آئے تو دروازے پر آنے والے بہروپیوں کو دھتکار دیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے اپنے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ مغرور ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی سخت مزاج کے حامل ہیں۔ بہرحال ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

گواگوا نے کہا۔ "تم نے پھر ان سے جھوٹ کہا ہے کہ ہم اس ادارے کے اندر جائیں گے۔ جبکہ ہم اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ اپنے تین آلہ کاروں کو جوجو، گواگوا اور جانا نا بنا کر وہاں بھیجیں گے۔"

جوجو نے کہا۔ "ہم اپنے آلہ کاروں کا برین واش کر کے ان کی شخصیت بدل دیں گے پھر ان کے اندر رہ کر وہاں کے حالات معلوم کریں گے۔ ادارے والوں کو کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ وہ تسلیم کریں گے کہ ہم تینوں اس ادارے میں پہنچے ہوئے ہیں۔"

جانا نا نے کہا۔ "ٹھیک ہے، ہمیں پہلی فرصت میں تین افراد کو آلہ کار بنانا ہے۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں تو بہتر ہوگا۔"

گواگوا نے کہا۔ "جوجو! تمہارے پاس تین ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، جو لاپتا ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹونی جے ہے اور دوسرے دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"بے شک، ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ ہم انہیں ٹریسنگ مشین کے ذریعے ڈھونڈ سکتے ہیں۔"

جوجو نے ٹریسنگ مشین کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں تو وہ آن ہو گئی۔ دوسری بار پلکیں جھپکائیں تو اس کی مرضی کے مطابق تحریر اُبھرنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ریکارڈ موجود ہے۔ انہیں فوراً ٹریس کیا جائے۔ ہمیں بتایا جائے، وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

اس تحریر کے جواب میں اسکرین پر ایک فائل نظر آئی۔ اس پر ٹونی جے لکھا ہوا تھا پھر مانیٹر پر پیرس کا نقشہ دکھائی دینے لگا۔ سرخ نقطہ جلتا بجھتا ہوا پیرس کی اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں پہنچ کر رک گیا تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ ٹونی جے کا دماغ مقفل ہو چکا ہے۔ اس کی خیال خوانی کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا لہٰذا اس نے پلکیں جھپکائیں تو اس کی مرضی کے مطابق تحریر ابھرنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "ٹونی جے کے پڑوسی کا نام اور نمبر بتایا جائے؟"

دوسرے ہی لمحے میں منظر بدل گیا۔ وہاں دوسری تحریر اُبھری۔ جوجو کی مرضی کے مطابق ٹونی جے کے پڑوسی کا نام اور نمبر وہاں لکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے فون پر وہ نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو...! کون...؟"

وہ فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فون اٹینڈ کرنے والا صحت مند جوان تھا۔ ریسیور کان سے لگائے "ہیلو ہیلو" کہہ رہا تھا۔ جوجو نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ ریسیور رکھ کر اپنی الماری کے پاس گیا۔ اسے کھول کر اس کی دراز سے ایک ریوالور نکالا پھر تیزی سے چلتا ہوا۔ اپنے بنگلے سے نکل کر پڑوس والے بنگلے میں پہنچ گیا۔ وہاں

ارے پر آکر کال بیل کا بٹن دبایا۔

ٹونی جے کہیں جانے کے لیے تیار تھا۔ دروازہ کھول ...ہر آیا تو پڑوسی نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ...دار! آواز نہ نکالنا۔ اندر چلو۔"

وہ حکم کے مطابق دونوں ہاتھ اٹھائے اندر آ گیا۔ وہ ... آگے تھا اور پڑوسی پیچھے پیچھے.... جوجو نے اسی وقت ...الور کے دستے سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب ...ائی۔ ٹونی جے چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ اب پڑوسی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جوجو نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ ...یا۔ وہ حیرانی سے اس پڑوسی اور اپنے آپ کو دیکھنے لگا پھر ...یوالور کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں یہاں کیوں آیا تھا؟ ...کیوں اس بیچارے کو زخمی کیا ہے؟ اوہ گاڈ! کوئی مجھے دیکھ لے ...گا تو میں پکڑا جاؤں گا۔"

وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ جوجو اور اس کے دونوں ...ساتھی بیک وقت ٹونی جے کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اس کا دماغ ...مقفل نہیں رہا تھا۔ جوجو نے کہا۔ "گواگوا! تم اسے سنبھالو۔ ...نویمی عمل کر کے اس کا برین واش کرو اور اس کے ذہن میں اپنی شخصیت نقش کر دو۔ تاکہ یہ خود کو گواگوا سمجھتا رہے۔"

جوجو اور جانا نا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ...یسنگ مشین نے انہیں دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ...بتایا تھا۔ وہ جرمنی میں تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو بھی اسی طرح ٹریپ کیا اور اپنی اپنی شخصیت ان کے دماغوں میں نقش کر دی۔

اب ان امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ...جوجو تھا اور دوسرا جانا نا۔ وہ اس وقت جرمنی میں تھے۔ ایک ...فلائٹ کے ذریعے پیرس پہنچ گئے۔ وہاں ٹونی جے سے ...ملاقات کی۔ اس وقت وہ ٹونی جے نہیں... گواگوا تھا۔ وہ تینوں ...ایک کار میں بیٹھ کر بابا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جوجو نے راستے میں فون کے ذریعے ادارے کے ...انچارج سے رابطہ کیا۔ وہاں سے پوچھا گیا۔ "یس مسٹر! فرمائیے؟"

"میں جوجو کرانتے بول رہا ہوں۔ اپنے دو ساتھیوں گواگوا اور جانا نا کے ساتھ ابھی ادارے کے دروازے پر ...پہنچنے والا ہوں۔ تم نے کہا تھا، ہمیں اندر جانے کی اجازت مل جائے گی۔"

"بے شک، ہم اپنی زبان سے نہیں پھرتے۔ تم جب ...بھی یہاں آؤ گے۔ تمہارے لیے دروازہ کھل جائے گا۔ بس یہ یاد رکھنا، ہم سے جھوٹ نہ بولنا۔ کوئی دھوکا نہ دینا۔"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے اپنا فون بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم دھوکا دے رہے ہیں۔ جھوٹ بول رہیں مگر اس بار وہ انچارج ہمارا جھوٹ نہ پکڑ سکا کیونکہ اس وقت میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں بلکہ مکمل طور پر جوجو ہوں۔ ہم تینوں صرف اوپر سے ہی نہیں اندر سے بھی تبدیل ہو چکے ہیں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے آخر بابا صاحب کے ادارے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں سکیورٹی گارڈ نے کہا۔ "کار یہاں چھوڑ دیں اور دروازے کے سامنے چلے آئیں۔"

وہ تینوں کار سے اتر کر دروازے کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک گارڈ نے کہا۔ "آپ خاموش کھڑے رہیں۔ آپ تینوں کی چیکنگ ہو رہی ہے۔"

وہ سمجھ گئے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر آکر چور خیالات پڑھے جا رہے ہیں۔ انہوں نے یوگا کی مہارت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سانس نہیں روکی۔ پوری طرح خود کو جوجو، گواگوا اور جانا نا ثابت کرتے رہے۔ اپنے اندر یہی سوچ رکھی کہ وہ تینوں سیارے سے آئے ہوئے باشندے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ادارے کے اس بڑے سے آہنی دروازے کا ایک چھوٹا ضمنی دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے ایک سکیورٹی آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "آپ حضرات کی چیکنگ ہو چکی ہے۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اندر تشریف لائیں۔"

وہ تینوں ایک ایک کر کے اندر داخل ہو گئے۔ انہی لمحات میں وہ تینوں اچانک ہی ان آلہ کاروں کے دماغ سے نکل گئے۔ اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کچھ سمجھنے اور کچھ کہنے سے پہلے ہی انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ان تین آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

جانا نا نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہو گیا؟"

جوجو نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "اوہ مائی لارڈ ایشورارا! ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ اب تجربہ ہوا ہے تو یاد آ رہا ہے، دشمنوں کی سوچ کی لہریں ادارے کے اندر نہیں پہنچتیں۔ ہم تینوں سوچ کے ذریعے اپنے آلہ کاروں کے اندر تھے۔ جب وہ اندر گئے تو ہماری سوچ کی لہریں باہر آ گئیں۔"

جانا نا نے کہا۔ "بے شک، یہی ہوا ہے۔ اس کا مطلب

تو یہ ہوا کہ ہم اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو چکے ہیں؟''

اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے ادارے کے انچارج سے رابطہ کیا پھر اس کی آواز سنتے ہی غصے سے کہا۔ ''ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ کیا بابا صاحب کے ادارے کے لوگ بھی جھوٹ بولتے ہیں؟''

وہاں سے کہا گیا۔ ''اگر اس ادارے سے کسی نے جھوٹ بولا ہے تو ثابت کرو؟''

''ہم سے کہا گیا تھا، ادارے کے دروازے کے سامنے کھڑے رہیں۔ ہماری چیکنگ ہو رہی ہے۔ ہم تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر دروازہ کھل گیا۔ وہاں کھڑے ہوئے سکیورٹی افسر نے کہا، چیکنگ ہو چکی ہے۔ ہم پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لیے ہم اندر آسکتے ہیں۔''

دوسری طرف سے انچارج نے کہا۔ ''تو مسٹر جوجو! تم بات کو بڑھا کر بول رہے ہو۔ ہمارے سکیورٹی افسر نے صرف اتنا کہا تھا کہ چیکنگ ہو چکی ہے۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اندر تشریف لائیں۔ سچ بولو۔ تم لوگوں سے اتنا کہا گیا تھا یا نہیں؟''

جوجو نے کہا۔ ''ہاں، اتنا ہی کہا گیا تھا مگر...''

''اس کے بعد اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ بے شک ہم نے چیکنگ کی تھی۔ ہمیں پتا چلا' ان میں سے ایک ٹونی جے ہے۔ وہ فرہاد کا عقیدت مند ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کا وفادار ہے لہٰذا وہ واپس آیا ہے تو اسے ادارے میں قبول کرنا چاہیے۔ ان دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا میڈم سے چھینا گیا تھا۔ وہ خود ہی ہمارے ادارے میں چلے آئے ہیں۔ ہم نے ان تینوں کو قبول کرلیا ہے۔ تم تینوں جھوٹے اور بے ایمان تھے۔ اس لیے تمہاری سوچ کی لہریں واپس چلی گئیں۔ تم جہاں تھے' وہیں پہنچ گئے۔ اب ہم سے بات کرنا چاہو گے تو رابطہ نہیں ہو سکے گا۔''

فون بند کر دیا گیا۔ جوجو نے جھنجلا کر اپنا فون پٹختے ہوئے کہا۔ ''شٹ... اب ہم فون کے ذریعے رابطہ نہیں کریں گے۔ انہیں منہ توڑ جواب دیں گے۔''

گواگوا نے کہا۔ ''تم بار بار ان سے مات کھا رہے ہو اور جھنجلا کر ڈینگیں مارتے جا رہے ہو۔ پہلی بار تم نے فرہاد کی موت کا وقت مقرر کیا۔ یہ دعویٰ کیا کہ اسے ہلاک کر چکے ہو۔ بعد میں پتا چلا' تم نے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ فرہاد کے دھوکے میں کسی اور کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ تو اب بھی زندہ ہے اور تمہیں ہر حملے کا منہ توڑ جواب دے رہا ہے۔''

جانانا نے کہا۔ ''دوسری بار تم نے اس کی بیٹی کو ٹریپ کرنا چاہا لیکن وہ تمہیں اپنے پیچھے دوڑاتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی اور تم منہ دیکھتے رہ گئے۔''

اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ ''تم دونوں مجھے طعنے دے رہے ہو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ میں زبردست پلاننگ کرتا ہوں۔ اس پر پوری طرح عمل کرتا ہوں۔ ابھی تمہارے ساتھ مل کر میں نے ایک زبردست پلاننگ پر عمل کیا تھا پھر بھی دھوکا کھا گیا۔ اس بار تم دونوں بھی میرے ساتھ شامل تھے۔ اگر میں نے تیسری بار حملہ کرنے میں کوئی حماقت کی ہے تو میری اس حماقت میں تم بھی برابر کے شریک ہو۔ تمہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ہم نے چال خوب چلی تھی مگر اس بار بھی روحانی قوت آڑے آگئی۔''

جانانا نے کہا۔ ''بے شک، اس بار جو شکست کھائی ہے۔ اس میں ہم برابر کے شریک ہیں۔ تمہیں طعنے نہیں دے رہے ہیں۔ صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ خوامخواہ ڈینگیں نہ مارو۔ یہ نہ کہو کہ انہیں منہ توڑ جواب دو گے۔ تمہیں صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ پہلے ان کی طاقت کو سمجھو' ان کی کمزوریاں معلوم کرو تب ہی ہمیں کامیابی نصیب ہو گی۔''

جوجو نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے، فی الحال اس ناکامی کو ذہن سے نکال دو۔ ہم دو چار گھنٹے تفریح کریں گے۔ جب ذہن فریش ہو گا تو پھر سوچا جائے گا کہ آئندہ کرنا کیا ہے؟''

وہ تینوں وہاں سے اٹھ کر اپنے اپنے کمروں میں اپنی اپنی عورتوں کے پاس چلے گئے۔

☆☆☆

ابھی جوجو ہمارے ساتھ زبردست رسہ کشی میں مصروف تھا۔ موجودہ حالات میں اس کا ذکر مسلسل ہونا چاہیے۔ میں انوشے کے ساتھ جہاں ہوں' وہاں کے حالات بیان کرنا بھی لازمی ہے۔ مقدر ہمیں وقت بے وقت بھٹکاتا رہتا ہے پھر بھٹکاتے ہوئے ایسی جگہ پہنچا دیتا ہے جو توقع کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔

اس وادی میں ہمارے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ وہاں کے جو زمیندار چائے کے باغات کے مالک تھے۔ وہ بظاہر چائے کے کاروباری تھے لیکن پس پردہ اسمگلنگ کا دھندا جاری رکھتے تھے۔ تبت کی سمت سے آنے والے اسمگلر افیون اور چرس کا ذخیرہ لاتے تھے اور زمینداروں کے ذریعے بھارت کے اندرونی علاقوں تک اپنا مال پہنچاتے تھے۔

ایک بار میں نے خیال خوانی کے ذریعے پولیس پارٹی کو

ں پھیلادیا۔ انہوں نے اچانک ہی آکر چھاپا مارا۔ تقریباً ...لاکھ روپے کی افیون اور چرس برآمد ہوئی۔ انہوں نے ...س کو دو لاکھ روپے دے کر اپنی جان چھڑائی۔ ایک ...دار نے دوسرے سے کہا۔ ''یہ جوگی مہاراج تو سچ مچ ...ان کا اوتار ہے یا پھر بہت بڑا بہروپیا ہے۔''

دوسرے زمیندار نے کہا۔ ''ہم یہاں دو لاکھ روپے کا ...سان اٹھا رہے ہیں۔ ایسے وقت تمہیں وہ جوگی مہاراج ...یوں یاد آرہا ہے؟''

''اس لیے یاد آرہا ہے کہ اس نے کل ہی پیش گوئی کی ...ی۔ مجھ سے کہا تھا، میں غلط دھندے سے باز آجاؤں۔ ...ورنہ آنے والا کل مجھ پر بھاری پڑے گا اور تم دیکھ ہی رہے ہو' ...س کی بات کس قدر سچ نکلی ہے؟ آج کا دن ہم دونوں پر ...ھاری پڑ چکا ہے۔ ایک لاکھ تمہارے گئے۔ ایک لاکھ میرے ...بھی جا چکے ہیں۔''

دوسرے نے اسے تھوڑی دیر تک سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ ''یہ ہمارے دیش کا بہروپیا جاسوس ہے۔ ...سی نے پولیس کو اطلاع دی ہو گی ورنہ کون جانتا ہے کہ ہم کیا دھندا کرتے ہیں؟ اپنا مال کہاں چھپا کر رکھتے ہیں؟''

''تم درست کہہ رہے ہو۔ پولیس والے ٹھیک اسی جگہ ...پہنچے تھے' جہاں مال چھپا کر رکھا تھا۔ آخر ان لوگوں کو یہاں ...پہنچتے ہی یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ مطلوبہ مال وہاں رکھا گیا ...ہے؟''

وہ دونوں غصے سے طنطناتے ہوئے میرے پاس آئے۔ تمام بستی والے میرے عقیدت مند تھے۔ جیسے میری پوجا کرتے تھے۔ وہ دونوں وہاں آکر مجھ سے بدتمیزی نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے دوسروں کی موجودگی میں میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر کہا۔ ''مہاراج! ہم آپ سے اکیلے میں باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

میں نے دوسرے عقیدت مندوں کو باہر جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلے گئے تو ایک زمیندار نے گھورتے ہوئے مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ''سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ آج کا دن ہم پر بھاری پڑنے والا ہے؟ اس سے پہلے پولیس نے ہماری طرف کبھی رُخ نہیں کیا۔ انہوں نے اچانک ہی آکر چھاپا مارا ہے۔ ہمیں دو لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے۔''

''اگر غلط دھندے سے باز نہیں آؤ گے تو اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔''

''یعنی تم چیلنج کر رہے ہو کہ پولیس کو پھر ہمارے پاس بھیجو گے؟''

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ پولیس والوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اپنے دھیان گیان سے معلوم کر لیتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں کیا ہونے والا ہے؟''

ایک نے پوچھا۔ ''کیا ہونے والا ہے؟''

دوسرے نے کہا۔ ''ہمارے بارے میں بولو۔ آنے والے دنوں میں ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟''

''میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اب بھی یہی کہتا ہوں' غلط دھندے سے باز نہیں آؤ گے تو آج سے تیسرے دن بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

وہ بہت ہی بری گالی دیتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی زبان دانتوں تلے لے آیا پھر تکلیف سے بلبلانے لگا۔ میں نے دوسرے زمیندار سے کہا۔ ''تمہارے پارٹنر کے منہ سے گالیاں نکلنے والی تھیں۔ اس سے پہلے ہی اس کی زبان زخمی ہو گئی ہے۔ تم دونوں اپنی بھلائی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ ورنہ...''

میں بات ادھوری چھوڑ کر انہیں گھور کر دیکھنے لگا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ تمام راستے بڑبڑاتے رہے۔ میں نے ان کے چور خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ آج سے تیسرے دن ان کے پاس دس لاکھ روپے کا مال پہنچنے والا ہے۔ اسی لیے میں نے وارننگ دی تھی کہ وہ دونوں میں اپنی غلطیوں سے باز نہیں آئیں گے۔ غلط دھندے سے پرہیز نہیں کریں گے تو تیسرے دن ان پر آفت نازل ہو گی۔

ایک زمیندار نے دوسرے سے کہا۔ ''اس جوگی کو کسی طرح پتا چل گیا ہو گا کہ ہم نے پچھلا مال کہاں چھپایا تھا؟ اب اس کے باپ کو بھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔ وہ مال جو کل پہنچنے والا ہے۔ ہم اسے چائے کے باغات والے گودام میں چھپائیں گے۔''

وہ اپنی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں تھے۔ اس رات جب وہ پولیس افسر گہری نیند میں تھا تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں آکر اسے مخاطب کیا۔ وہ خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ ''پچھلی بار میں نے بتایا تھا کہ افیون اور چرس کہاں چھپائی گئی ہیں؟ اس کے بعد تمہیں دو لاکھ روپے کا منافع ہوا تھا۔ اس بار تنی وار کی شام چائے کے باغات والے گودام میں جا کر چھاپا مارو۔ وہاں سے دس لاکھ کا مال برآمد ہو گا۔ تم کم سے کم پانچ لاکھ روپے ان سے وصول کر سکو گے۔ اس بار اچھے خاصے مسلح سپاہیوں کو لے جاؤ۔ وہ

www.pdfbooksfree.pk

مقابلہ بھی کر سکتے ہیں۔''

وہ دوسری صبح سو کر اٹھا تو خواب یاد آرہا تھا۔ پچھلی بار بھی اس نے مجھے خواب میں دیکھا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا سپنا سچ ہوگا لیکن میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کشاں کشاں وہاں لے گیا تھا۔ اس بار وہ سوچ رہا تھا۔ ''پہلا خواب سچا تھا تو یہ دوسرا خواب بھی سچا ہوگا۔ مجھے شنی وار کی شام وہاں چھاپا مارنا چاہیے۔''

وہ دونوں زمیندار مطمئن تھے کہ ان کے مال تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا لیکن میری پیش گوئی کے مطابق تیسرا دن ان پر بھاری پڑ گیا۔ وہ افسر مسلح سپاہیوں کے ساتھ وہاں آیا اور سیدھا اسی گودام میں پہنچ کر بولا۔ ''اسے کھولو۔ تمہارے پاس نئے مال کی کھیپ آئی ہے۔''

دونوں زمینداروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انہوں نے کہا۔ ''یہاں صرف چائے کی پتیاں پڑی ہوئی ہیں۔ کوئی ایسا ویسا مال نہیں ہے۔ آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔''

''اگر اطلاع غلط ہوگی تو ہم تلاشی لینے کے بعد ناکام لوٹ جائیں گے۔''

دونوں زمینداروں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک نے کہا۔ ''آپ خوامخواہ تلاشی لینے کی زحمت کریں گے۔ ایسا کریں، ہم سے ایک لاکھ روپے لیں اور چلے جائیں۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ ''ہرگز نہیں، اس بار میں پانچ لاکھ روپے لوں گا۔ یا پھر مال کے ساتھ تمہیں گرفتار کرکے لے جاؤں گا۔''

وہ دونوں اسے سمجھاتے رہے۔ دو لاکھ پھر تین لاکھ دے کر ٹالنے کی کوششیں کرتے رہے لیکن میں افسر کے اندر تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ اس نے سختی سے کہا۔ ''اب مجھ سے بحث نہ کرنا۔ آگے کچھ بولو گے تو میں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دوں گا۔''

انہوں نے مجبور ہو کر کہا۔ ''ٹھیک ہے، آپ یہاں انتظار کریں۔ ہم اپنے گھروں سے رقم لے کر آتے ہیں۔''

انہوں نے طے کیا کہ دونوں زمیندار اپنے اپنے گھروں سے ڈھائی لاکھ روپے لے کر آئیں گے۔ لیکن جب وہ گھر پہنچ کر اپنی تجوری سے رقم نکالنے لگے تو میں باری باری ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ انہیں غائب دماغ بنا دیا۔ وہ ڈھائی لاکھ کی جگہ پانچ پانچ لاکھ روپے اپنے بیگ میں رکھ کر لے آئے۔ اس طرح وہ پانچ لاکھ کی جگہ دس لاکھ ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے افسر کے سامنے دونوں بیگ رکھتے ہوئے کہا۔ ''لیں، یہ رقم گن لیں۔''

افسر نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ''میرے پاس گننے کا وقت نہیں ہے۔ رقم ٹھیک ہی ہوگی۔''

یہ کہہ کر وہ بیگز اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔ ان دونوں نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے پوچھا۔ ''ایک بات بتاتے جائیں، آپ کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس نئے مال کی کھیپ آئی ہے اور ہم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''مجھ پر جوگی مہاراج کا آشیرواد ہے۔ وہ خوابوں میں آکر مجھے بتاتے ہیں اور میں یہاں پہنچ جاتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی وہ دونوں سر سے پاؤں تک سلگ گئے۔ انہوں نے پولیس افسر کے جانے کے بعد فیصلہ کیا کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میرے کاٹج کو آگ لگا دیں گے۔

اب سے پہلے ایک بنیئے دھرم داس نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ میرے کاٹج کو آگ لگوانا چاہتا تھا۔ میں نے جواباً اس کے گودام میں آگ لگوا دی۔ اس بار بھی میں ان کے چائے کے باغات میں آگ لگا سکتا تھا۔ لیکن اس رات علی اسد اللہ تبریزی نے کہا۔ ''وہ جگہ چھوڑ دو۔ راجستھان کے علاقے میں جاؤ۔ یہاں تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔''

انہوں نے مختصر سی ہدایت کی پھر میرے دماغ سے چلے گئے۔ میں نے انوشے سے کہا۔ ''اپنا ضروری سامان سفری بیگ میں رکھو۔ ہم رات کے وقت یہاں سے نکلیں گے۔''

ان دونوں زمینداروں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ آج آدھی رات کے بعد وہ میرے کاٹج میں آگ لگا دیں اور مجھے اس کے اندر جل کر مرنے کے لیے چھوڑ دیں۔

جب میں آدھی رات سے پہلے انوشے کے ساتھ کاٹج سے نکلا تو دور دور کے مکانوں میں بتیاں بجھ چکی تھیں۔ کوئی ہمیں وہاں سے جاتے ہوئے دیکھ نہ سکا۔ ہمارے جانے کے ایک گھنٹے بعد دشمنوں نے اس کاٹج میں آگ لگوا دی۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ انہوں نے جھانک کر نہیں دیکھا کہ ہم موجود ہیں یا نہیں؟ انہیں یقین تھا کہ جوگی مہاراج اپنی ننھی دیوی کے ساتھ سو رہے ہیں۔ وہ آگ لگانے کے بعد دور جا کر تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے۔ جلتے ہوئے کاٹج سے کوئی باہر نہیں آیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم اندر جل کر مر گئے ہیں۔

جب کاٹج پوری طرح جلنے لگا تو اس کی روشنی وادی میں دور دور تک پھیلنے لگی۔ گاؤں والے اٹھ گئے۔ شور مچانے لگے۔ ''جوگی مہاراج کا کاٹج جل رہا ہے۔ دوڑو... آگ

...''

ب ہی اپنے اپنے گھروں سے بالٹیوں اور مٹکوں میں بھر کر لانے لگے۔ آگ بجھانے کی کوششیں کرنے گ ایسی تیزی سے بھڑک رہی تھی کہ شعلے آسمان سے رتے دکھائی دے رہے تھے۔ عورتیں، مرد، بچے، سب ہی رو پڑے۔ دیکھتے رہے اور روتے رہے۔ روتے کہتے رہے۔ ''نہ مہاراج باہر آئے ہیں۔ نہ ننھی کھائی دے رہی ہے۔ ہے رام! وہ بیچارے زندہ جل ہیں۔''

ایک بوڑھے نے روتے ہوئے کہا۔ ''چپ ہو جاؤ۔ جوگی مہاراج کو کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بھگوان کا اوتار انہیں آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ تم سب دیکھ لینا، جب بجھ جائے گی تو وہ اپنی ننھی دیوی کے ساتھ اس راکھ کے سے چلتے ہوئے ہمارے پاس آئیں گے اور ہمیشہ کی ح ہمارے سروں پر ہاتھ رکھیں گے۔''

میں اور انوشے اس بستی سے بہت دور نکل آئے تھے۔ جانے کے لیے وہاں سے رات کو بس نہیں چلتی تھی۔ میں پہلے ہی ایک زمیندار کے ڈرائیور کو اپنا آلہ کار بنا کر رکھا تھا۔ ادھر وہ لوگ اس سے دشمنی کرنے میں مصروف تھے۔ ادھر یہ ڈرائیور میرے لیے گاڑی لے آیا تھا۔ میں انوشے کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر شملہ کی طرف چل پڑا۔

کاٹج کی آگ کئی گھنٹوں تک بھڑکتی رہی پھر رفتہ رفتہ مدھم پڑ گئی۔ صبح ہوتے ہوتے آگ بجھ گئی۔ بستی والوں نے بھی پانی پھینک پھینک کر رہی سہی آگ بجھائی پھر اس راکھ کے ڈھیر میں ہماری جلی ہوئی لاشیں تلاش کرنے لگے۔ ہم وہاں ہوتے تو ملتے۔ انہیں ایک جلا بھنا چڑیا کا بچہ بھی نہیں ملا تب وہ اطمینان سے رام نام جپنے لگے۔ کہنے لگے۔ ''ہمارے مہاراج سچ مچ بھگوان کے اوتار ہیں۔ بھگوان نے انہیں جلنے مرنے سے بچا لیا ہے۔ انہیں ننھی دیوی کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے۔''

وہ خوش ہو رہے تھے اور بڑے دکھ سے سوچ رہے تھے کہ جوگی مہاراج پھر واپس آئیں گے یا نہیں؟ مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔ لیکن انہیں تو زندہ اٹھایا گیا ہے۔ شاید وہ واپس آجائیں۔

وہ سب ہمارے لیے نیک جذبات رکھتے تھے۔ دل سے ہمارے عقیدت مند تھے۔ ہمارے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ ایسے وقت وہ دونوں زمیندار اور تبت کی سمت سے آنے والے اسمگلر وہاں پہنچ گئے۔ میں اور انوشے ان کے دماغوں پر مسلط تھے۔ وہ سب اونچے ٹیلے پر میرے کاٹج کے پاس آکر رونے لگے۔ سینہ پیٹ کر کہنے لگے۔ ''ہائے ہائے! ہم نے یہ کیا کیا؟''

زمینداروں نے کہا۔ ''بستی کے لوگو...! اس کاٹج میں ہم نے آگ لگوائی تھی۔ ہم نے انہیں زندہ جلا کر مار ڈالا ہے۔ اب ہمیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم بھی یہیں اپنی جان دیں گے اور یہ تبت کے باشندے ہیں۔ افیون اور چرس کا کاروبار کرتے ہیں۔ مہاراج نے ہمیں سمجھایا تھا کہ ہم یہ غلط دھندا نہ کریں مگر ہم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے اور بار بار نقصان اٹھاتے رہے۔ اب ہم اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے خود اپنے ہاتھوں سے سزا پا رہے ہیں۔''

انہوں نے ریوالور نکال کر پہلے ان اسمگلروں کو گولیوں کا نشانہ بنایا پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ''بستی کے لوگو! ہم آخری بار مہاراج کی جے جے کار سننا چاہتے ہیں۔ بولو۔ جوگی مہاراج کی جے۔''

وہ سب میری جے جے کار کرنے لگے۔ اسی وقت انہوں نے ٹریگر دبائے۔ ایک کی گولی دوسرے کو لگی۔ دونوں وہیں راکھ کے ڈھیر میں گر کر ہمیشہ کے لیے اوپر پہنچ گئے۔

میں انوشے کے ساتھ شملہ پہنچ گیا تھا۔ ہم ایئر پورٹ کے ویٹنگ روم میں بیٹھے اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے سامنے والے صوفے پر ایک تیس برس کا جوان سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ کوئی خاص بات متوجہ کرنے والی ہو تو انوشے کو قدرتی طور پر اشارہ مل جاتا ہے۔ وہ میرے قریب ذرا جھکتے ہوئے سرگوشی میں بولی۔ ''گرینڈ پا! وہ جو سامنے جوان بیٹھا ہے۔ اس کے خیالات پڑھیں۔''

میں نے کہا۔ ''میں نے ابھی تک اس کی آواز نہیں سنی۔ اسے مخاطب کرنا ہوگا۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میرے اندر آئیں۔''

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے مجھے سامنے والے جوان کے اندر پہنچا دیا۔ وہ بہت مغموم تھا۔ اس کی محبوبہ کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے تلاش کرتے کرتے تھک ہار گئے تھے۔ اس کی واپسی کی امید نہیں رہی تھی۔ وہ جوان وہاں بیٹھا صدمے سے ٹوٹ رہا تھا اور اسے یاد کر رہا تھا۔

اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ اس کی محبوبہ کی اور پانچ بہنیں تھیں۔ ایک رات اچانک ہی ان چھ بہنوں کو بیک وقت اغوا کیا گیا تھا۔ چھ جوان لڑکیوں کو ایک ہی گھر سے اغوا کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن تو کوئی شور ہنگامہ ہوا اور نہ ہی بستی والوں کو خبر ہوئی تھی۔ وہ چھ بہنیں ایسی خاموشی سے غائب ہوئی تھیں۔ جیسے انہیں بیک وقت زمین نگل گئی ہو یا آسمان کھا گیا ہو۔

وہ سوچ رہا تھا اور ان چھ لڑکیوں کے باپ کو کوس رہا تھا۔ ان کے باپ کا نام مرلی دھر تھا۔ وہ جے پور شہر کا بہت بڑا مہاجن تھا۔ شہر سے دور ایک بستی میں رہتا تھا۔ وہاں اس کے اناجوں کا گودام تھا۔ شہر سے دور رہنے کے باعث اخراجات کم ہوتے تھے۔ وہ بہت ہی کنجوس تھا۔ اپنی بیٹیوں کی شادیاں نہیں ہونے دیتا تھا۔ ان کی شادی ہوتی تو ہر بیٹی کو لاکھوں روپے کا جہیز دینا پڑتا۔ وہ گھاٹے کا سودا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کبھی کبھی ان سب سے کہتا تھا۔ ''میرے گھر میں کیوں پیدا ہوگئیں؟ اور پیدا ہو کر جوان کیوں ہوگئیں؟ اور جوان ہوگئیں ہو تو مر کیوں نہیں جاتیں؟ کسی کے ساتھ بھاگ کیوں نہیں جاتیں؟''

اس کی سب سے چھوٹی بیٹی نرملا اس جوان کی محبوبہ تھی۔ اس کی عمر پچیس برس تھی۔ اس حساب سے باقی پانچ بہنوں کی عمر کا حساب کیا جاتا۔ تو وہ بیچاریاں تیس، بتیس، چھتیس اور چالیس برس کی عمر کو پہنچ رہی تھیں اور اب تک بن بیاہی بیٹھی ہوئی تھیں۔

اس بار اس جوان نے نرملا کو پیغام بھیجا تھا۔ ''جب تمہارا باپ کہتا ہے، کسی کے ساتھ بھاگ جاؤ تو میں تمہیں بھگا کر لے جانے آرہا ہوں۔ تیار رہو۔ ہم کہیں جا کر کسی مندر میں شادی کرلیں گے۔''

اس جوان نے بڑی حسرت سے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک ڈائری کو دیکھا پھر اسے اٹھا کر کھولا۔ اندر نرملا کی ایک تصویر رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اس تصویر کو اٹھا کر بڑی محبت سے دیکھا۔ اسے چوما پھر سینے سے لگالیا۔

انوشے نے کہا۔ ''گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے مجھے غیر ضروری معاملات میں خیال خوانی کرنے سے منع کیا ہے۔ تاکید کی ہے کہ میں کبھی قدرتی معاملات میں مداخلت نہ کروں۔ آپ اس بیچارے کی مدد کریں۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اس کی محبوبہ کو تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ آپ اس کے لیے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔''

میں نے اس جوان کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر نرملا کی تصویر مجھے پیش کی۔ میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ اچھی خوبصورت سی لڑکی تھی۔ میں اس تصویر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ زندہ سلامت تھی۔ ایک ایسے وسیع و عریض کمرے میں تھی۔ جس کی دیواریں پتھروں اور چٹانوں سے تراشی گئی تھیں۔ چھت بھی چٹانوں اور پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ تین اجنبیوں نے ان چھ بہنوں کو اغوا کیا تھا۔ کس طرح کیا تھا وہ یہ نہ جان سکیں۔ کیونکہ بے ہوش تھیں۔ ان میں سے تین بہنوں کو کوئی من اناج کے ساتھ کہیں بھیج دیا گیا ہے۔

نرملا اپنی دو بہنوں کے ساتھ ایک تہ خانے میں ہے۔ وہ تینوں افراد بھی وہیں تہ خانے میں ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایسے ہوس پرست ہیں کہ تینوں بہنوں کو بری طرح استعمال کرتے ہیں۔ وہ کسی ایک کے لیے مختص نہیں ہیں۔ آپس میں ان کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔

میں نے اس کے ذہن میں سوال پیدا کیا۔ ''آخر وہ تینوں کون ہیں؟ عیاشی کے علاوہ وہ دن رات کیا کرتے ہیں؟''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''وہ تینوں کوئی بہت ہی ذہین سائنس داں معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس عجیب و غریب مشینیں ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے، وہ کسی سیارے سے آئے ہیں۔ یہ بات اس لیے بتائی گئی ہے کہ ہمارے ذریعے ان کا راز فاش نہیں ہوگا کیونکہ ہم کبھی اس تہ خانے سے باہر جا کر سورج کی روشنی نہیں دیکھ پائیں گی۔''

اس کے یہ خیالات پڑھتے ہی میں ایکدم سے چونک گیا۔ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ نرملا میری مرضی کے مطابق اس کمرے سے چلتی ہوئی تہ خانے کے دوسرے حصوں سے گزرنے لگی۔ میں نے اس کے ذریعے وہاں عجیب و غریب مشینیں دیکھیں پھر وہ ایسے حصے میں پہنچی۔ جہاں وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ''تم یہاں کیوں آئی ہو؟''

اس کی آواز سنتے ہی میں پھر ایک بار چونک گیا۔ جو جو کرانتے بول رہا تھا۔

میں نے خوش ہو کر انوشے کو دیکھا پھر اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ ''بے شک! اعلیٰ حضرت نے بہت سوچ سمجھ کر تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں اس وقت جوجو کرانتے کی خفیہ پناہ گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ خدا کی قسم...! اب مزہ آئے گا...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

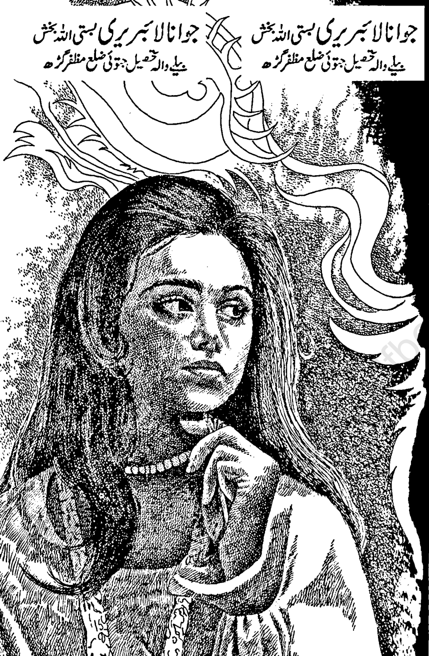

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو سڑسٹھ ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کی
اُس بے تاج بادشاہ کی
سحر انگیز کہانی جس
نے اپنی بھرپور زندگی
میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں
چکھا۔ وہ جب اور جس کے ذہن میں
جھانکتا، جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار
تھا۔ دو نسلوں پر محیط وہ طلسمِ ہوش رُبا
جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے
پڑھ رہی ہے۔ اپنی اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال
خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا
دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

جب میں الوشے کے ساتھ وادی میں تھا اور جناب علی اسداللہ تبریزی نے مجھے راجستھان کے علاقے میں جانے کی تاکید کی تھی تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہاں ضرور کچھ اہم معاملات پیش آئیں گے لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی جلدی اچانک ہی جوجو کرانتے کی خفیہ پناہ گاہ کا سراغ مل جائے گا۔

صرف سراغ ہی نہیں ملا تھا بلکہ انتہائی خوشی اور کامیابی کی بات یہ تھی کہ میں نرملا کے اندر جا کر جوجو کی خفیہ پناہ گاہ تک بھی پہنچ گیا تھا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں... اور میں خیال خوانی کی آنکھوں سے اس تہ خانے میں جوجو کے علاوہ گواگوا اور جانانا کو بھی دیکھ رہا تھا۔

اسے کہتے ہیں، کسی کی خوش بختی اور کسی کی بدبختی۔

وہ بدبخت لوگ بابا صاحب کے ادارے کا دروازہ کھلوانا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس ان کی پناہ گاہ کا چور دروازہ کھل گیا تھا مگر وہ اپنی جگہ بے خبر اور مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں بڑا ناز تھا کہ وہ دوسروں کو ننگا کر سکتے ہیں۔ انہیں کوئی بے لباس نہیں کر سکتا۔ اب تو ہم انہیں ننگا نچانے والے تھے۔

میں نے الوشے کو اس کامیابی کے متعلق بتایا تو وہ خوشی سے کھل گئی۔ میرے ذریعے وہ بھی نرملا کے اندر آگئی وہاں اس کی دو بہنیں اور تھیں۔ ہم بڑی خاموشی سے ان کے اندر بھی پہنچ گئے۔ باقی وہ تینوں یوگا کے ماہر تھے۔ میں نے ان کے دماغوں کو نہیں چھیڑا۔ خوامخواہ وہ سانسیں روک لیتے اور قریب آنے والے خطرے کی بو سونگھ لیتے۔

الوشے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے اندر کسی وقت بھی پہنچ سکتی تھی۔ اس نے پہلے بھی جوجو کی آواز سنی تھی لیکن جناب علی اسداللہ تبریزی نے اسے محدود خیال خوانی کی اجازت دی تھی۔

اس نے کہا۔ ”گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے تاکید کی ہے میں اپنے طور پر کوئی بھی کارروائی نہیں کر سکتی۔ کسی دشمن کے دماغ میں جا کر اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی لیکن جب وہ آپ کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن جائیں گے اور آپ کو ان سے نمٹنے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا تب میں آپ کی خاطر روحانی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتی رہوں گی۔“

میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے دادا کی جان...! تم فضائی سفر کو انجوائے کرو۔ میں اپنے طور پر مصروف رہوں گا۔“

ہم جہاز میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ وہ راجستھان کے شہر جے پور کے لیے پرواز کرنے والا تھا۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پھر نرملا اور اس کی بہنوں کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے نرملا میری مرضی کے مطابق اپنے کمرے سے نکل کر تہ خانے کے مختلف حصوں سے گزرتی رہی تھی اور میں اس کے ذریعے وہاں کے مناظر دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ پتھروں اور چٹانوں کی چار دیواری میں کہاں پہنچی ہوئی ہے؟

اس بیچاری کے خیالات بتا رہے تھے کہ جب سے وہاں آ کر قیدی بنی ہے تب سے ان پتھروں اور چٹانوں سے باہر اس نے سورج کی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ نہیں جانتی کہ ہندوستان کے کسی علاقے میں ہے؟ یا کسی دوسرے ملک کی کال کوٹھڑی میں زندگی گزارنے آئی ہے؟ اس کی دو بہنیں بملا اور اُرمیلا بھی اپنے اُن صیادوں سے وہاں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر پائی تھیں۔

جب نرملا وہاں کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی جوجو، واگوا اور جانانا کے وسیع و عریض کمرے میں پہنچی تو جوجو نے پوچھا۔ ”تم یہاں کیوں آئی ہو؟“

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ تہ خانے میں کیوں بھٹک رہی ہے؟ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ”میرا دل گھبرا رہا ہے۔ اس تہ خانے میں گھٹن سی ہو رہی ہے۔ اِدھر اُدھر جا کر دل بہلا رہی ہوں۔“

جانانا نے کہا۔ ”تمہیں یہاں پر کتنے دن ہو چکے ہیں اب تمہیں یہاں کا عادی ہو جانا چاہیے۔“

ایسے وقت اس کی دونوں بہنیں بھی وہاں آگئیں۔ اُرمیلا نے کہا۔ ”جوجو...! تم نے وعدہ کیا تھا' مجھے تھوڑی دیر کے لیے کھلی فضا میں لے جاؤ گے اور سورج کی روشنی دکھاؤ گے۔ بھگوان کے لیے... ہمیں کچھ دیر تک کھلی فضا میں سانس لینے دو۔“

جوجو نے کہا۔ ”میں اپنا وعدہ پورا کروں گا مگر ابھی حالات موافق نہیں ہیں۔ ہم تمہیں باہر نہیں لے جا سکتے۔“

وہ بولی۔ ”حالات تمہارے موافق نہیں ہیں پھر بھی تم تینوں باہر جاتے رہتے ہو۔“

بملا نے کہا۔ ”ہمیں تو یہاں پتا ہی نہیں چلتا کہ کب دن نکلتا ہے' کب رات ہو جاتی ہے؟ میں تو گھبرا کر مر جاؤں گی۔“

وہ گواگوا کی داشتہ تھی۔ جوجو نے مسکرا کر کہا۔ ”بملا...! مرنے کی بات نہ کر۔ اگر واقعی مر جائے گی تو تجھے باہر پھینک کر دوسری لانی ہوگی مگر انسانی آبادی میں جا کر کسی عورت کو اُٹھا کر لانا ایک مسئلہ ہے۔ ہم کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے۔“

...جو نے کہا۔ ”تم بہنوں کی وجہ سے ہم جے پور اور آس پاس کی بستیوں میں نہیں جا سکتے۔ پولیس اور ...ں والے ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔“

”تم میرے بستر پر آتے ہو تو بڑی ڈینگیں مارتے ہو۔ ...کہ یہاں کی سپر پاور اور بڑے بڑے ملکوں کے ...ں کو اپنا غلام بنا چکے ہو۔ اتنے بڑے لوگوں کے ...یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے کچھ نہیں ہیں۔ کیا ...ر کر کے یہاں حکومت نہیں کر سکتے؟ ہمیں ڈنکے کی ...ے باہر کھلی فضا میں نہیں لے جا سکتے؟“

وہ بولا۔ ”تم نہیں سمجھو گی۔ حکمران تعداد میں چند ...ہیں۔ انہیں تابع دار بنا کر کنٹرول کیا جا سکتا ہے لیکن ...لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ یہاں کے ...ہماری برتری قبول نہیں کریں گے۔ ہم روپوش رہ کر ہی ...حاوی ہوتے رہتے ہیں۔“

ارمیلا نے کہا۔ ”تم سب اپنے معاملات میں بہت ...رہتے ہو۔ اس لیے تمہیں گھٹن نہیں ہوتی۔ یہاں ...رضی سے وقت گزارتے ہو۔ ایک طریقے سے ہمارا ...ہی اچھا گزر سکتا ہے۔“

”ہاں بولو، کیا چاہتی ہو؟ یہاں تہ خانے کے اندر ...ہر ضرورت' ہر خواہش پوری کی جائے گی۔“

وہ تینوں بہنیں میری مرضی کے مطابق بول رہی تھیں۔ ...ہانا تھا کہ وہاں ان سیارے والوں کی دن رات کی ...فیات معلوم کرتا رہوں۔ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا تھا' ...تینوں بہنیں ان کی مصروفیات کے وقت ان کے آس ...ہا کریں۔ یوں میں ان کے اندر رہ کر اپنا مقصد حاصل ...تا تھا۔

ارمیلا نے کہا۔ ”تم اپنے معاملات میں مصروف ...ہو۔ ایسے وقت مجھے بھی اپنے ساتھ رکھا کرو۔“

...رملا نے کہا۔ ”جانانا! میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ ...ہتی ہوں۔“

...ملا نے گواگوا سے کہا۔ ”اور میں بھی تمہارے ساتھ ...وں گی تو دل بہلتا رہے گا۔“

ارمیلا نے کہا۔ ”اس طرح ہم تینوں' تم تینوں کو چائے ...ماری خدمت کر کے تمہیں فریش رکھا کریں گی۔“

...جوجو نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یہ تینوں ہماری دیوانی ...ہیں۔ ایک پل بھی ہمارے بغیر رہنا نہیں چاہتیں۔“

...جانانا نے کہا۔ ”چلو اچھا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ ماتحت ...کام کرتی رہیں گی۔“

میں نے انہیں اپنی نظروں میں رکھنے کے لیے کسی حد تک راہ ہموار کر لی تھی پھر بھی فوری طور پر مزید کامیابیاں حاصل نہ ہو سکیں۔ کیونکہ وہ کسی قدر محتاط بھی تھے۔ برین ماسٹر اور اکابرین کے معاملات پر اپنی عورتوں کے سامنے سیارے کی نہ سمجھ میں آنے والی زبان بولتے تھے۔

میں بہت پہلے اکابرین کو بڑی رازداری سے اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا تھا۔ ان کے اندر پہنچ کر جوجو وغیرہ کی مصروفیات کو سمجھ لیتا تھا اور بہت ضروری ہوتا تو الوشے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے برین ماسٹر اور دوسرے یوگا جاننے والے کے اندر پہنچ جایا کرتی تھی۔

لیکن جب وہ اپنی مخصوص زبان میں ہمارے خلاف پلاننگ کرتے تھے تو میں ان کی باتیں سمجھ نہیں پاتا تھا۔ الوشے کہتی تھی۔ ”گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں' دشمنوں کا ہر بھید معلوم کرنا ضروری نہیں ہے۔ آپ رفتہ رفتہ بہت کچھ معلوم کرتے رہیں گے۔“

ان کی ذاتی مصروفیات کے بارے میں معلوم ہوا کہ جوجو نے ارمیلا کو اپنی داشتہ بنایا تھا۔ بملا کو گواگوا نے اور نرملا کو جانانا نے پسند کیا تھا۔ وہ شادی بیاہ کے حوالے سے ازدواجی رشتوں کو نہیں مانتے تھے۔ اپنے دستور کے مطابق سیارے میں کسی ایک عورت کے ساتھ اس وقت تک دن رات گزارتے تھے' جب تک وہ عورت ان سے حاملہ نہ ہو جاتی اور ان کے لیے ایک بچے کو جنم نہ دیتی۔ جب ان سے ایک بچہ ہو جاتا تو وہ اس بچے کو اپنے نام کرنے کے بعد اس عورت کو چھوڑ دیتے تھے۔

چونکہ سیارے میں عورتیں بہت کم تھیں۔ اس لیے اگر ایک مرد کسی عورت کو فارغ کر دیتا تھا تو دوسرے کئی مرد اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے تھے۔ اگرچہ وہاں کی عورتوں میں کوئی کشش اور جاذبیت نہیں ہوتی تھی لیکن فطری تقاضے پورے کرنے کے لیے سیارے میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔

اب وہ تینوں ارضی دنیا کی تین حسین عورتوں کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ جیسا کہ مرد حضرات کی فطرت ہوتی ہے اور اس فطرت کے مطابق یہ کہاوت بھی دُرست ہے کہ دوسروں کی بیویاں خوبصورت لگتی ہیں۔ جسے نہیں پایا ہے، اسے پالینے کی حسرت پکارتی رہتی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر جوجو چونکہ ارمیلا کو حاصل کرتا رہتا تھا۔ باقی دو اس کی دسترس میں نہیں تھیں۔ اس لیے وہ ان کے لیے للچاتا تھا۔ اسی طرح گواگوا اور جانانا بھی اپنی اپنی داشتاؤں کے ساتھ رہتے تھے لیکن اُن دوسری بہنوں کے لیے بھی للچاتے رہتے

www.pdfbooksfree.pk

تھے۔

ان کے لیے یہ کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ جب چاہتے ان عورتوں کا آپس مین تبادلہ کرسکتے تھے لیکن یہ طے کیا گیا تھا کہ جب تک اپنی اپنی داشتہ کے ذریعے ان کی اولاد نہیں ہوگی۔ اس وقت تک وہ اپنی والی کو دوسرے کے پاس نہیں بھیجیں گے۔

سیارے میں ان کے ساتھ ایسا ہوتا تھا کہ وہاں کسی مرد کے پاس کوئی عورت آتی تو دو چار ماہ کے اندر اس کے پاؤں بھاری ہو جاتے تھے پھر اگلے نو دس ماہ تک ایسی حاملہ عورتوں کو قرنطینہ میں رکھا جاتا تھا۔ یعنی ماں بننے والیوں کے لیے وہ ایسا میٹرنٹی ہوم تھا جہاں کوئی مردان کے پاس نہیں آسکتا تھا۔ جب وہ زچگی سے فارغ ہو جاتی تھیں تو زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھیں پھر اسے اُس کے باپ کے حوالے کرکے کسی دوسرے کے پاس چلی جاتی تھیں۔

وہاں کی خرگوش نما عورتوں کا کام بس اتنا ہی تھا کہ وہ مردوں کی ضروریات پوری کرتی تھیں۔ ان کے بچے پیدا کرتی تھیں اور وہ زیادہ سے زیادہ چالیس یا پچاس برس تک زندگی گزارنے کے بعد مرجاتی تھیں۔ ایک ماہ کے بعد ہی بملا کو اُلٹیاں ہونے لگیں۔ ماں بننے کے آثار پیدا ہوگئے۔

گواگوا نے خوش ہوکر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”میں نے تو بازی مار لی۔ یہ سیارے کی مخلوق کا پہلا بچہ ہے جو ارضی دنیا میں پیدا ہوگا۔“

جوجو اور جانانا نے اسے مبارکباد دی۔ بملا نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”یہاں میری زچگی کیسے ہوگی؟ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ اس گھٹن میں طبیعت اور خراب ہوتی جائے گی۔ زچگی ہونے تک میڈیکل چیک اپ ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟“

”جیسا تم چاہتی، ہو ویسا ہی ہوگا۔ میری بھی پوری کوشش یہ ہوگی کہ یہ بچہ زندہ سلامت پیدا ہو اور یہاں رہنے والوں کی طرح اسے بھی ایک لمبی زندگی ملتی رہے۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا مجھے اس تہ خانے سے باہر کسی شہر میں، کسی اسپتال میں یا میرے رشتہ داروں کے پاس پہنچایا جائے گا؟“

جوجو نے کہا۔ ”ہاں، تمہاری اور تم سے ہونے والے بچے کی سلامتی کے لیے تمہیں اس تہ خانے سے باہر لے جایا جائے گا۔ تم جس بستی میں رہتی ہو۔ اس کے پاس جے پور شہر ہے۔ وہاں ہم میں سے کوئی نہیں جاسکے گا۔ وہاں سے دور تم کسی دوسری جگہ دوسرے رشتے داروں کے پاس جا کر رہنا چاہو گی تو ہم تمہیں وہاں پہنچادیں گے۔“

وہ خوش ہوکر گواگوا سے لپٹ گئی۔ کہنے لگی۔ ”یہ بچہ تو میرے لیے آزادی کا پیغام لا رہا ہے۔“

گواگوا نے اسے چومتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے ہاں کا دستور ہے، جب ہماری عورت ایک بچے کو جنم دیتی ہے۔ اسے ایک یا دو ماہ تک دودھ پلاتی ہے تو اس کے بعد ہم اس سے بچہ لے لیتے ہیں اور عورت کو آزاد کر دیتے ہیں۔ تمہیں بھی اسی طرح آزاد کر دیا جائے گا پھر تمہاری جگہ کسی دوسری کو لے آؤں گا۔“

جانانا نے کہا۔ ”بھئی گواگوا! تم بہت ہی لکی ہو۔ ایک حسین عورت سے مزے لوٹتے رہے۔ اب تمہیں ایک بچہ بھی ملے گا اور بملا کی جگہ نئی عورت بھی مل جائے گی۔ ہمارے مقدر میں یہ پرانی عورتیں ہی رہیں گی۔“

اُرمیلا اور نرملا دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھیں کہ وہ بھی حاملہ ہو جائیں پھر بملا کی طرح انہیں بھی اس تہ خانے سے رہائی مل جائے اور ان سیارے والوں سے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔

جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں، میں نے نرملا کے ایک عاشق کے پاس اس کی تصویر دیکھی تھی۔ اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر میں نرملا اور اس کی دونوں بہنوں تک پہنچا تھا پھر ان تینوں کے ذریعے سیارے والوں تک رسائی ممکن ہوئی تھی۔ نرملا کے اس عاشق کا نام جے پرکاش تھا۔ اس نے انجانے میں مجھ پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ میں اس کے احسان کا بدلہ اسی طرح چکا سکتا تھا کہ اس کی نرملا کو اس کے پاس پہنچادیتا۔

دوسرے ہی دن میں نے نرملا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنے بال بکھیرے پریشانی ظاہر کی اور خوامخواہ اُبکائیاں لینے لگی۔ یہ انکشاف کیا کہ وہ بھی ماں بننے والی ہے۔

جانانا نے خوشی سے اُچھل کر کہا۔ ”وہ مارا... یہ میری والی بھی مجھے ایک بچے کا باپ بنانے والی ہے۔ اب میری بھی یہ پرانی یہاں سے جائے گی اور نئی آئے گی۔“

جوجو نے بڑی مایوسی سے اُرمیلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم مجھے کب خوشخبری سناؤ گی؟“

وہ بھی مایوس ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میں تو ہمیشہ بھگوان سے پرارتھنا کرتی رہتی ہوں کہ میرے بھی پاؤں بھاری ہو جائیں۔ مجھے بھی باہر کا سورج دیکھنے کو ملے۔

...ب میرے بھاگ جاگیں گے؟“

بملا نے گواگوا سے کہا۔ ”تم کہہ رہے تھے، بچہ ہوگا تو ...مجھ سے لے لو گے پھر مجھے ہمیشہ کے لیے آزاد کردو ...مجھے میری دنیا میں چھوڑ دو گے؟“

”ہاں، ہمارا دستور یہی ہے اور میں یہی کروں گا۔“

...وہ بولی۔ ”تم تینوں جے پور کی طرف نہیں جانا ...۔ کوئی بات نہیں، اُودے پور میں میرا ننھیال ہے۔ ...رے بہت سے رشتے دار ہیں۔ میں وہاں جا کر رہوں گی ...وہیں میری زچگی ہوگی۔ کیا تم وہاں میرے ساتھ رہو ...؟“

”ہم اتنے احمق نہیں ہیں۔ روپوش رہنے میں ہی ...ری سلامتی ہے۔ میں اور جانانا تم دونوں بہنوں کو اُودے ...پہنچا دیں گے پھر روپوش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے ...اری نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب ہمارے بچے پیدا ہوں گے اور تم انہیں ایک دو ماہ تک دودھ پلاؤ گی تو اس کے ...بعد ہم اپنے بچوں کو اس طرح لے آئیں گے کہ تمہیں اور ...ارے رشتے داروں کو خبر تک نہ ہوگی۔“

جانانا نے کہا۔ ”اور تم دونوں یہ تمام باتیں اپنے کسی ...ی رشتے دار کو نہیں بتاؤ گی۔ اگر زچگی ہونے تک اور ہمارا ...ہمیں ملنے تک تم زبان بند رکھو گی تو سمجھ لو، ہمیشہ کے لیے ...آزاد رہ کر اپنی دنیا میں مزے سے زندگی گزارو گی اور اگر کسی ...اس تہ خانے کے بارے میں اور یہاں کی مشینوں کے ...بارے میں کچھ کہو گی تو ہم تمہیں پھر اغوا کرکے اس تہ خانے ...میں لاکر ہمیشہ کے لیے قید کر دیں گے۔ پھر مرتے دم تک کھلی ...فضا میں سانس لینے اور سورج کی روشنی دیکھنے کے لیے ترستی ...رہو گی۔“

ان دونوں نے کان پکڑ کر قسم کھاتے ہوئے کہا۔ ”ہم ...آزاد رہ کر اپنی دنیا میں زندگی گزارنا چاہتی ہیں۔ کبھی ...تمہارے خلاف کچھ کہنے کی غلطی نہیں کریں گی۔“

گواگوا نے کہا۔ ”ہم آج ہی آدھی رات کے بعد تم ...دونوں کو اُودے پور پہنچا دیں گے۔ جاؤ، ہمارے لیے کھانا ...تیار کرو۔“

وہ تینوں وہاں سے چلی گئیں۔ جوجو نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ ”تم آدھی رات کے بعد انہیں اُودے پور ...پہنچا دو گے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، ان کے بعد عورت کے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ وہاں سے دو عورتیں شکار کرکے ...ضرور لاؤ گے۔“

جانانا نے کہا۔ ”یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ تم یہاں اُرمیلا کے ساتھ رہو گے۔ ہم ایک عورت کو تمہارے پاس دیکھتے رہیں گے اور ترستے رہیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔“

”پھر کیا کرنے کا ارادہ ہے؟“

گواگوا نے کہا۔ ”کوئی ضروری نہیں ہے کہ آج ہی رات ہمیں دو نئی عورتیں مل جائیں پھر یہ کہ ہم نے جلد بازی میں اغوا کی واردات کی تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ میں تو اُودے پور میں کچھ روز بیرونی ملک کے سیاح کی حیثیت سے رہوں گا۔ تم کیا کہتے ہو جانانا...!“

وہ بولا۔ ”میں بھی عورت کے بغیر نہیں رہوں گا۔ اب ہم ایک ساتھ اپنا شکار لے کر یہاں آئیں گے۔“

جوجو نے کہا۔ ”پھر میں تم دونوں سے پیچھے کیوں رہوں گا؟ تمہارے پاس نئی عورتیں ہوں گی اور میں انہیں دیکھ کر للچاتا رہوں گا لہٰذا میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا اور اپنے لیے نئی عورت لے کر آؤں گا۔“

گواگوا نے کہا۔ ”بے شک، تم ایسا کرو لیکن یہاں عورتوں کی بھیڑ نہ لگاؤ۔ اگر نئی لانا چاہتے ہو تو اس پرانی کو بھی وہیں اُودے پور میں چھوڑ دو۔“

وہ تینوں آپس میں بول رہے تھے۔ جو پلاننگ کر رہے تھے، اس کے ہر پہلو پر غور کرتے جا رہے تھے پھر جوجو نے کہا۔ ”ہم نئی عورتوں میں مصروف اور مست رہیں گے۔ ہمیشہ پرانی عورتوں کے دماغوں میں جا کر ان کے حالات معلوم نہیں کرسکیں گے۔ نہ ہی تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ کے لیے ان کے دماغوں کو لاک کرسکیں گے کیونکہ تنویمی عمل کا اثر دیرپا نہیں ہوتا ہے۔“

جانانا نے کہا۔ ”ہم تمہاری بات سمجھ رہے ہیں مگر وہ تینوں پرانی عورتیں اپنے رشتے داروں کے پاس جا کر اپنی دنیا میں رہیں گی تو رفتہ رفتہ یہاں کی ساری باتیں وہاں کے لوگوں کو بتاتی رہیں گی لہٰذا جب ہم اپنے بچے ان کے پاس سے لے آئیں گے تو پھر ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

جوجو نے کہا۔ ”میں تو اُرمیلا کو اُودے پور پہنچانے کے بعد ہی مار ڈالوں گا۔“

گواگوا نے کہا۔ ”ایسی غلطی نہ کرنا۔ وہ طبعی موت نہیں مرے گی تو باقی دو بہنوں کو شبہ ہوگا کہ ہم نے اُرمیلا کو مار ڈالا ہے پھر انہیں یہ خوف رہے گا کہ جب وہ بچے پیدا کرکے انہیں ہمارے حوالے کریں گی تو انہیں بھی مار دیا جائے گا۔“

جانانا نے کہا۔ ”اُرمیلا کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔ تینوں بہنوں کو ایک ساتھ ہی اس دنیا سے رُخصت کیا جائے

گا۔“

ابھی میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ان تین بہنوں کے سلسلے میں کیا منصوبہ بنا رہے ہیں اور کس طرح اس پر عمل کرنے والے ہیں؟ میں تو جناب اعلیٰ حضرت کے متعلق سوچ رہا تھا اور عقیدت سے سر جھک رہا تھا۔ وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ انہیں آیندہ پیش آنے والے واقعات کا علم ہو جاتا تھا۔

اعلیٰ حضرت جانتے تھے کہ وہ سیارے والے ان تینوں بہنوں کو ہمیشہ تہ خانے میں قید کر کے نہیں رکھ سکیں گے۔ ان کے ساتھ ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ وہ انہیں باہر لے جانے پر راضی خوشی آمادہ ہو جائیں گے۔ اپنا بچہ حاصل کرنے کی خوشی بھی ہوگی اور نئی عورتوں کو پانے کی ہوس بھی... وہ ان تین بہنوں کے ساتھ باہر نکلنے پر مجبور جائیں گے پھر یہ مجبوری انہیں ایسی جگہ پہنچائے گی۔ جہاں میں پہنچنے والا تھا۔

اسی لیے اعلیٰ حضرت نے ہدایت فرمائی تھی کہ مجھے اس وادی کو چھوڑ کر راجستھان کے علاقے میں جانا چاہیے۔ اس علاقے میں پہنچنے سے پہلے ہی میں ان تینوں کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں ان کی مصروفیات اور دیگر تماشے دیکھ رہا تھا۔ بڑی معلومات حاصل ہو رہی تھیں لیکن یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ ان کی وہ خفیہ پناہ گاہ کہاں ہے؟

چھ بہنوں کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے مجرموں کو کئی کلومیٹر دور تک تلاش کیا تھا۔ انہیں ایسی کوئی چار دیواری نظر نہیں آئی تھی‘ جہاں مجرموں کی روپوشی کا شبہ ہوتا۔ مجھے اتنا معلوم ہوا تھا کہ ان کی پناہ گاہ زیرِ زمین ہے۔ وہ زمین کی سطح پر نہ دکھائی دیں گے، نہ کبھی پکڑے جائیں گے۔

راجستھان کا ویران ریگستانی علاقہ سیکڑوں کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اگر وہاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے دیکھا جاتا تب بھی زمین کا وہ حصہ نظر نہ آتا۔ جہاں تہ میں ان کی پناہ گاہ تھی۔ جب فلائنگ ساسر انہیں زمین کی تہ میں پہنچاتا تھا تو وہاں دو ہزار گز کے رقبے تک گہرا گڑھا پڑ جاتا تھا پھر وہ فلائنگ ساسر واپس چلا جاتا تھا تو ایک مشین کے ذریعے دو ہزار گز کی زمینی سطح ہموار کر دی جاتی تھی۔

اس تہ خانے سے باہر جاتے وقت اسی مشین سے چور راستہ بنایا جاتا تھا پھر باہر کی مصروفیات سے نمٹ کر تہ خانے میں واپس آنے کے بعد اس چور راستے کی زمینی سطح کو بھی ہموار کر دیا جاتا تھا۔ یہ ایسی تکنیک تھی‘ ایسا طریقہ کار تھا کہ دنیا کی کوئی سراغ رساں ٹیم اس پناہ گاہ کو ڈھونڈ نہیں سکتی تھی۔

ہمیں اُمید تھی کہ جوجو اور اس کے ساتھیوں سے کوئی غلطی ہوگی تو اس کے نتیجے میں ہی ان کی پناہ گاہ کی نشاندہی ہو سکے گی۔ فی الحال ان تین بہنوں کے اندر رہ کر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آدھی رات کے بعد انہیں اُودے پور پہنچانے والے ہیں اور میں پہلے ہی وہاں پہنچا ہوا تھا۔ آدھی رات کے بعد ہی شاید ان کی گردنیں میری گرفت میں آنے والی تھیں۔

☆☆☆

تمام چھوٹے بڑے ممالک‘ تمام فوجی قوتیں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں کسی بھی غیر مسلم کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کبھی کسی ملک سے دوستانہ سمجھوتا ہو اور وہاں کے اکابرین یا فوج کے اعلیٰ افسران ادارے میں آنا چاہیں تو ان کے خیالات اچھی طرح پڑھنے کے بعد بڑی خوشدلی سے ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔ انہیں ادارے کے ہر شعبے کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جاتی تھی پھر وہ بڑے ہی دوستانہ انداز سے رُخصت ہو جاتے تھے۔

اس بار ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ادارے کے اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ ان تینوں سے نہ تو کسی طرح کا لین دین کرنا تھا‘ نہ ہی کسی بات پر کوئی سمجھوتا ہوا تھا۔ دراصل جوجو کو اس کی مکاری کا منہ توڑ جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں گوا گوا اور جانا نا کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں گھس کر وہاں کے بھید معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر جگہ بنائی تھی۔ انہیں اپنا آلۂ کار بنا کر بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔

ادارے کے انچارج نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ تینوں اندر گئے تھے اور جوجو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دماغی طور سے اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔ تینوں کی خیال خوانی کی لہروں کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ وہ اپنے منصوبے میں بری طرح ناکام رہا تھا۔

جوجو‘ گوا گوا اور جانا نا اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لیے فی الوقت تین عورتوں سے خود کو بہلا رہے تھے۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ان عورتوں کے ساتھ اچھا خاصا رنگین و سنگین وقت گزارنے کے بعد ذہنی طور پر فریش ہو کر اپنی ناکامی کے سلسلے میں اپنا محاسبہ کریں گے پھر بابا صاحب کے

ادارے کے خلاف کوئی ٹھوس منصوبہ بنانے کے بعد اس پر عمل کریں گے۔

پھر ان کے سامنے نئے معاملات درپیش ہوئے۔ بملا اور نرملا نے مائیں بننے کی خوشخبری سنائی تو ان تینوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اب ان تینوں کو اُودے پور پہنچا کر تین نئی عورتیں وہاں لائی جائیں گی۔ یعنی وہ اب تک اسی معاملے میں اُلجھے ہوئے تھے۔ وہ نئی عورتیں لاتے تو نئی عیاشیوں اور نئی رنگینیوں میں ڈوبے رہتے۔ ابھی وہ کچھ عرصے تک بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

اُدھر بابا صاحب کے ادارے میں ٹونی جے اور دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ انہیں گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا تھا۔ سونیا نے آکر ان سے ملاقات کی پھر ٹونی جے سے کہا۔ ”ہم سب یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم فرہاد سے محبت کرتے ہو اور اس سے دلی عقیدت رکھتے ہو۔ اسی لیے تمہیں عارضی طور پر اس ادارے میں آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تاکہ تم جوجو کی انتقامی کارروائی سے محفوظ رہ سکو۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”میں آپ سب کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ جوجو ہماری زمین پر اس طرح بلا بن کر نازل ہوا ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے خود کو کہیں چھپا نہیں پاتے ہیں۔ اس کی گرفت میں آجاتے ہیں۔“

سونیا نے کہا۔ ”ہاں، اسی لیے میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ اس ادارے میں آگئی ہوں۔ اس کی ٹریسنگ مشین کا توڑ کرنے کے بعد ہی اس سے نمٹا جائے گا۔“

اس نے پوچھا۔ ”کیا میں بھی اسی ادارے میں رہ کر محفوظ رہ پاؤں گا؟“

”سوری، تم یہودی ہو اور بابا صاحب کے ادارے کے اصول بہت سخت ہیں۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں تحفظ دیں گے لیکن تم یہاں نہیں رہ سکو گے۔“

”میں باہر جا کر ان سیارے والوں سے کس طرح محفوظ رہ سکوں گا؟“

وہ بولی۔ ”تمہاری شخصیت، تمہارا لب و لہجہ تبدیل کیا جائے گا پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے۔ جب بھی جوجو تمہیں ٹریسنگ مشین کے ذریعے ڈھونڈنا چاہے گا تو اس مشین کو عارضی طور پر ناکارہ بنا دیا جائے گا۔ جس طرح وہ ہم سے مایوس ہو چکا ہے‘ ہمیں تلاش نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ تم سے بھی مایوس ہو کر تمہارا خیال اپنے ذہن سے نکال دے گا۔“

”میں اپنے گاڈ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ میں یہودی ہوں۔ آپ سب مسلمان ہیں۔ ہم آگ اور پانی سمجھے جاتے ہیں۔ کبھی ایک نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود مجھے بابا صاحب کے ادارے سے تحفظ اور سلامتی مل رہی ہے۔ میں آپ سب کے نیک جذبوں کو اور اس مقدس ادارے کو سلام کرتا ہوں۔“

سونیا نے کبریا کو بلا کر کہا۔ ”تم ٹونی جے پر تنویمی عمل کرو گے۔ اس کی شخصیت اور لب و لہجہ تبدیل کرو گے۔ جب یہ نیند سے بیدار ہوگا تو اسے یہاں سے رُخصت کیا جائے گا۔“

یہ کہہ کر وہ ادارے کے انچارج کے پاس آئی پھر اس سے کہا۔ ”امریکن آرمی کے اس اعلیٰ افسر سے بات کراؤ جو یوگا کا ماہر ہے۔“

امریکن آرمی کے مختلف شعبوں میں ایسے دس اعلیٰ افسران تھے‘ جو یوگا میں مہارت رکھتے تھے۔ اس دنیا میں جتنے بھی دوست اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ وہ ان سب سے محفوظ رہتے تھے۔ کوئی ان کے دماغوں میں نہیں آسکتا تھا اور نہ ہی ان کے اہم فوجی راز کے متعلق کچھ جان سکتا تھا۔

ان کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان کے اندر پہنچ نہیں پاتے تھے۔ نہ ہی ان کو اس بات کی اجازت دی جاتی تھی۔ جوجو کرانتے کی ایک مشین میں پوری دنیا کا ریکارڈ موجود تھا کہ یہ دنیا کتنی بڑی ہے؟ یہاں کتنے ممالک ہیں؟ کتنے حکمران شہ زور ہیں؟ کتنے کمزور ہیں؟

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صحیح تعداد نہیں جانتے تھے۔ لیکن یہ بات ان کے ریکارڈ میں تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں سب سے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ ان کی وہ معلومات فراہم کرنے والی مشین جو انسائیکلوپیڈیا مشین کہلاتی تھی۔ اُس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود سب کچھ نہیں تھا۔

جیسا کہ وہ مشین اعلیٰ بی بی اور ایمان علی کے بارے میں مکمل معلومات فراہم نہیں کر پائی تھی۔ ایمان علی کے بارے میں تو کوئی معلوماتی فائل اس مشین میں نہیں تھی اور ثنا کے بارے میں بھی کوئی ہسٹری محفوظ نہیں تھی۔ اسی طرح اس مشین میں ان امریکن آرمی کے یوگا جاننے والے افسران کے بارے میں بھی کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا۔

بابا صاحب کے ادارے کے انچارج نے ایسے ہی ایک

امریکن آرمی کے اعلیٰ افسر سے فون پر کہا۔ ”ہماری میڈم سونیا آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ پلیز ہولڈ آن۔“

سونیا نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ ”ہیلو مسٹر کیری گرانٹ...! جب سے یہ سیارے والے ہماری زمین پر آئے ہیں۔ تب سے ہم سب ان سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ کیا یہ دُرست ہے؟“

وہ بولا۔ ”بالکل دُرست ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ جیسی آسمان سے کڑکنے والی بجلی بھی ان سے منہ چھپا رہی ہے۔“

”میں چھپ نہیں رہی ہوں۔ دراصل جوجو کو چیلنج کیا جا رہا ہے کہ پہلے وہ ایک فرہاد کو ہی ڈھونڈ نکالے۔ کم از کم اس کے سائے تک ہی پہنچ کر دکھادے۔ اس کے بعد میری باری آئے گی تو کوئی بھی سیارے سے آنے والا ہماری دنیا میں رہ نہیں پائے گا۔ یا تو مرے گا یا زمین چھوڑ کر بھاگے گا۔“

اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ”وہ قیامت کا دن کب آئے گا؟“

”جب وہ تم سب کی گردنیں دبوچ لے گا۔“

اس نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔ ”تم کہنا کیا چاہتی ہو؟“

”تم دس یوگا جاننے والے افسران یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ تم سب کی ہسٹری فائل اس کی ٹریسنگ مشین میں نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو وہ اب تک تم جیسے اہم افسران کو بھی اپنا غلام بنا چکا ہوتا۔“

”آپ دُرست فرما رہی ہیں۔“

”میں ابھی تم لوگوں کی ہسٹری فائل جوجو تک پہنچا سکتی ہوں۔“

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا۔ ”نہیں میڈم! آپ ہم سے ایسی دشمنی نہیں کریں گی۔“

”ابھی تو طنزیہ انداز میں بول رہے تھے۔ یہ لہجے میں عاجزی کیسے آگئی؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ”سوری... مجھ سے غلطی ہوگئی۔ یہ بھول گیا تھا کہ آپ اور مسٹر فرہاد ہماری مخالفت پر آئیں گے تو ہم آہنی پردوں کے پیچھے بھی چھپ نہیں پائیں گے۔“

”ہم نے پہلے بھی کسی موقع پر مخالفت کرنے میں پہل نہیں کی۔ نہ اب کریں گے۔ نہ ہم نے کبھی ایسی دشمنی کی، جیسی سیارے والے کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو تمہارے تمام اکابرین کو تابع دار بنالیا ہے۔ اپنے ان اہم افراد کو نجات دلانے کے لیے کیا کر رہے ہو؟“

”فی الحال سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا آپ گائیڈ کرنا پسند کریں گی؟“

”سیدھی سی بات ہے۔ ان کی ذہانتوں، صلاحیتوں اور قوتوں کے علاوہ ان کی کمزوریوں تک پہنچنے کی کوششیں کرو۔ تمہارے سائنس داں چاند تک پہنچ گئے ہیں۔ ستاروں پر کمند ڈال رہے ہیں۔ کیا وہ معلوم نہیں کر سکتے کہ یہ جوجو وغیرہ کس سیارے سے آئے ہیں؟“

سونیا نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ”جب وہ یہاں تک پہنچ سکتے ہیں تو کیا تم لوگ اُن کے سیارے تک نہیں پہنچ سکتے؟ اگر وہاں پہنچ گئے تو ان کے بہت سے راز، بہت سی کمزوریاں تمہیں معلوم ہوتی رہیں گی۔ جس طرح انہوں نے تمہارے اکابرین کو تابع دار بنایا ہے۔ اسی طرح تم ان کے اکابرین کو، سائنس دانوں کو اور ان کے دیگر اہم افراد کو اپنے دباؤ میں رکھ کر برتری حاصل کر سکتے ہو۔“

”آپ یقین کریں ہم یہی کر رہے ہیں۔ ہمارے سائنس داں اور سراغ رساں ان کے سیارے کو کھوج نکالنے میں دن رات مصروف رہتے ہیں۔“

”کیا وہ لامحدود کائنات میں ایک نامعلوم سیارے کا محلِ وقوع معلوم کر سکیں گے؟“

”یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہو سکتا ہے، کوئی دھندلا سا ہی سراغ مل جائے۔ بائی داوے۔ آپ اس سلسلے میں کوئی دوستانہ مشورہ دینا چاہیں گی؟“

سونیا نے کہا۔ ”ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ جوجو کے علاوہ اس سیارے کے دو اور باشندے آئے ہوئے ہیں۔ ان تینوں کی خفیہ پناہ گاہ ایک ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بڑی رازداری سے گرفتار کرو پھر اس کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ وہ اپنے سیارے کی ایک ایک بات بتانے پر مجبور ہو جائیں۔“

اس نے کہا۔ ”ایسی تدبیر ہمارے ذہن میں آئی تھی مگر آپ سمجھ سکتی ہیں، ہم ان میں سے کسی کو گرفتار کر کے کہیں بھی چھپائیں گے تو وہ ٹریسنگ مشین کے ذریعے خفیہ ٹارچر سیل تک پہنچ جائیں گے۔ اس طرح ہم دس یوگا جاننے والے بھی ان کی نظروں میں آجائیں گے۔“

سونیا نے کہا۔ ”ہاں، تم لوگوں کے ساتھ یہی پرابلم ہے۔“

”یہ پرابلم آپ لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو اغوا کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا

www.pdfbooksfree.pk

جائے گا تو وہ ٹریسنگ مشین ان کے اس ساتھی کا سراغ نہیں لگا سکے گی۔“

یہ ضروری نہیں تھا کہ ہم جوجو یا اس کے کسی ساتھی کو اغوا کرکے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاتے اور اس سے سیارے کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرتے۔ ایسا اس لیے ضروری نہیں تھا کہ جناب علی اسداللہ تبریزی اپنی روحانی صلاحیتوں کے ذریعے اس سیارے کے متعلق یقیناً بہت کچھ جانتے تھے لیکن قدرتی معاملات میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے تھے۔

اعلیٰ حضرت اس بنیادی حقیقت سے واقف تھے کہ روحانیت کو ختم کرنے کی ناپاک سازشیں شیطان کی جانب سے ہوں یا سیارے والوں کی شر پسندی سے۔ ان کی ایسی سازشوں کو اور کوششوں کو دنیا والوں کے سامنے تماشا بنانا ہے۔ لوگوں کو سمجھانا ہے کہ نیکی اور بدی کی جنگ ازل سے جاری ہے۔ ہر نئے دور میں‘ نئے زمانے میں جاری رہے گی۔ یوں سائنسی ترقیوں کی بلندیوں پر پہنچنے والوں کو یہ سبق حاصل ہوتا رہے گا کہ دین اور اس کی بنیاد روحانیت اٹل ہے۔ یہ ناقابل شکست رہے گی۔ انسان کو اس کی سائنسی فتوحات سمیت ایک خدا کے آگے جھکنے پر مجبور کرتی رہے گی۔

سونیا نے امریکن آرمی کے افسر کیری گرانٹ کو جواب دیا۔ ”بے شک، ہم ان میں سے کسی کو اغوا کریں گے تو ان کی ٹریسنگ مشین اس اغوا کیے جانے والے بندے کی نشاندہی نہیں کر سکے گی لیکن ہم نہ تو اغوا کی کوئی واردات کرنا چاہتے ہیں۔ نہ ہمیں سیارے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے۔“

وہ بولا۔ ”جوجو اور اس کے ساتھی فرہاد صاحب سے دشمنی کر رہے ہیں۔ انہیں ڈھونڈ کر نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے آپ سب کو ادارے میں چھپ کر رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کیا آپ کی طرف سے جوابی کارروائی نہیں ہوگی؟“

”ہم جوابی کارروائی کے طور پر انہیں منہ توڑ جواب دے چکے ہیں۔ آخری بار انہوں نے تمہارے دو گمشدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا تھا۔ انہیں آلۂ کار بنا کر ہمارے ادارے میں گھسنا چاہتے تھے مگر یہاں تک ان کی سوچ کی لہریں پہنچ نہ سکیں۔ جیسے ہی وہ دو امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ادارے کے اندر آئے۔ ان کی سوچ کی لہریں باہر بھاگ گئیں۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ ”ہم اس طرح ہر محاذ پر انہیں شکست دے کر احساس کمتری میں مبتلا کرتے رہیں گے۔ انہیں مایوس اور کمزور بناتے رہیں گے۔“

اس اعلیٰ افسر کیری گرانٹ نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔ ”کیا ہمارے دو گمشدہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں ہیں؟“

”ہاں، اس ادارے میں کسی غیر مسلم کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس لیے ہم انہیں تمہارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”میڈم! یہ آپ لوگوں کا بڑا پن ہے کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابع دار نہیں بناتے ہیں۔ آپ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو ہماری تحویل میں دے رہی ہیں۔ ہم اس احسان اور دوستانہ رویے کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔“

سونیا نے کہا۔ ”تمہارے ان دو خیال خوانی کرنے والوں کی ہسٹری فائل جوجو کی ٹریسنگ مشین میں نہیں ہے۔ میرا یہ نیک مشورہ ہے کہ تم ان دونوں کو رازداری سے اپنے ساتھ رکھو۔ اپنے اکابرین کو اس سلسلے میں کچھ نہ بتاؤ ورنہ جوجو اور اس کے ساتھی ان اکابرین کے دماغوں سے بہت کچھ معلوم کر لیں گے۔“

”بے شک، ہم یہی کریں گے۔ یہاں سے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرکے انہیں اپنے اکابرین سے بھی چھپا کر رکھیں گے۔“

”آج رات دس بجے روانہ ہونے والی ایک فلائٹ میں ان دونوں کی سیٹیں اوکے کرا دی گئی ہیں۔ تم انہیں نیویارک میں ریسیو کر سکتے ہو۔“

”ویری نائس آف یو میڈم...!“

سونیا نے کہا۔ ”ان کے دماغوں میں نہ کوئی دشمن ہے۔ نہ ہماری طرف سے تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس لیے وہ تم سے تعاون کریں گے اور آیندہ تمہارے ساتھ رازداری سے رہا کریں گے۔“

”بہت بہت شکریہ میڈم...! آپ جناب علی اسداللہ تبریزی تک ہماری نیک خواہشات پہنچا دیں۔ ہم ہمیشہ ان کے احسان مند رہیں گے۔“

”تمہاری نیک خواہشات اور نیک ارادے اسی لمحے ان تک پہنچ رہے ہیں۔ او کے... سو فار...“

اس نے رابطہ ختم کیا پھر انچارج کا شکریہ ادا کرکے اس ریسپشن روم سے باہر آگئی۔ ایک ٹو سیٹر ٹرالی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ ایسے وقت الپا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ ”مما...! آج میں بہت خوش ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میری بیٹی‘ میری جان الوشے میرے اندر آئی تھی۔ اوہ مما! میں کیا بتاؤں؟ اعلیٰ حضرت نے الوشے کو اتنی سی عمر میں انتہائی سنجیدہ‘ ذمے دار اور روحانی صلاحیتوں کا حامل بنا دیا ہے۔“

سونیا نے پوچھا۔ ”ہماری الوشے کیا کہہ رہی تھی؟“

”اس نے آپ کو وش کیا ہے۔ کہہ رہی تھی، اسے وہاں محض ایک بت بن کر رہنا چاہیے مگر آج کل وہ اپنے دادا جان کی دادی جان بنی ہوئی ہے۔“

اس بات پر وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ سونیا نے کہا۔ ”وہ یقیناً اپنی روحانی صلاحیتوں کے ذریعے فرہاد کو گائیڈ کر رہی ہوگی اور وہ حضرت اپنی پوتی کی انگلی پکڑے آگے بڑھ رہے ہوں گے۔“

الپا نے فرط مسرت سے جھوم کر کہا۔ ”میں تو خوشی کے مارے ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔ پارس کا سینہ فخر سے تن گیا ہے۔ ہماری بیٹی ناقابل شکست کہلانے والے فاتح اعظم دادا جان کی گائیڈ بنی ہوئی ہے۔“

سونیا نے کہا۔ ”آمنہ کے پاس جاکر شکریہ ادا کرو۔ وہی الوشے کو دن رات روحانی تعلیمات سے سنوارتی رہی ہے۔“

الپا نے کہا۔ ”میں اور پارس اس وقت ماما (آمنہ) کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتی ہیں‘ آپ نے بھی الوشے پر بڑی محنت کی ہے۔ اسے ہمہ وقت مستعد‘ چوکنا اور حاضر دماغ رہنے کی تربیت دیتی رہی ہیں۔“

سونیا نے پوچھا۔ ”الوشے نے یہ تو بتایا ہوگا‘ وہ اپنے گرینڈ پا کے ساتھ کہاں ہے اور وہ حضرت کیا کر رہے ہیں؟“

وہ ذرا مایوس ہو کر بولی۔ ”نہیں مما...! اعلیٰ حضرت نے اسے مجھ سے صرف دو باتیں کرنے کی اجازت دی ہے۔ تاکہ بیٹی کی طرف سے مجھے دلی سکون حاصل ہو جائے۔ اس نے مجھ سے رابطہ کرتے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ گرینڈ پا کے ساتھ اپنی مصروفیات کے سلسلے میں نہ کوئی سوال سنے گی۔ نہ کوئی جواب دے گی۔“

”پھر تو واقعی یہ پوتی ہماری دادی اماں بن گئی ہے۔“

سونیا نے جناب تبریزی کے حجرے کے سامنے موٹر ٹرالی روکتے ہوئے کہا۔ ”اعلیٰ حضرت سے ملاقات کا وقت مقرر ہے۔ یہاں سے نکل کر تمہارے اور پارس کے پاس آؤں گی۔ اچھا... خدا حافظ۔“

الپا اس کے اندر سے چلی گئی۔ وہ حجرے کے بند دروازے کے پاس آئی تو اندر سے اعلیٰ حضرت کی آواز سنائی دی۔ ”آجاؤ...!“

ان کے دروازے پر کوئی دربان‘ کوئی خدمت گار اور کوئی مرید موجود نہیں رہتا تھا۔ وہاں پیری مریدی کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ یہ اصول تھا کہ کسی ایک کو پیر نہیں ماننا چاہیے۔ کیونکہ وہاں جناب علی اسداللہ تبریزی کے علاوہ اور کئی علما کرام تھے جو روحانی علوم کے مراحل سے گزرتے گزرتے اپنی عمر کے آخری حصے تک آپہنچے تھے۔ وہ بزرگ حضرات دینی اور روحانی تعلیمات حاصل کرنے والوں کو مرید نہیں طلبا اور طالبات کہتے تھے۔ ایک معلم کی حیثیت سے انہیں درس دیتے تھے اور روحانیت کی روشنی میں ان کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

سونیا حجرے میں آکر ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ وہاں ثنا اور پورس پہلے سے سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ”جب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ فرہاد کہیں زندہ و سلامت ہے۔ تب سے سب ہی جوجو کے خلاف محاذ آرائی کرنے کے لیے یہاں سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں تم سب اپنے دلی جذبات بیان کر سکتے ہو۔“

پورس نے کہا۔ ”فی الوقت سیارے والوں کی پوری توجہ ہمارے پاپا پر ہے۔ اگر ہم یہاں سے نکل کر مختلف سمتوں سے ان کے لیے مسائل پیدا کرتے رہیں گے تو ان کی توجہ بٹ جائے گی۔“

انہوں نے کہا۔ ”بے شک، دشمنوں کو مختلف محاذوں پر منتشر کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ان کی طاقت بھی کم ہوگی اور وہ قدرے کمزور بھی ہوتے چلے جائیں گے لیکن...“

وہ ذرا چپ ہوئے۔ ان تینوں نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ ذرا توقف سے بولے۔ ”کچھ عرصے تک فرہاد کو صرف الوشے کے ساتھ رہنا ہے۔ اس کے قریب کسی کو نہیں جانا چاہیے۔“

ثنا نے کہا۔ ”میں وعدہ کرتی ہوں‘ جب تک آپ اجازت نہیں دیں گے۔ تب تک میں فرہاد کو تلاش نہیں کروں گی۔ ان کے قریب نہیں جاؤں گی۔ دور ہی دور سے ان کے لیے ڈھال بنتی رہوں گی اور دشمنوں کے لیے مشکلات پیدا کرتی رہوں گی۔“

اب سونیا کی باری تھی۔ اسے بھی میرے لیے اپنے جذبات کا اظہار کرنا تھا۔ اس نے سر اُٹھا کر اعلیٰ حضرت کو

www.pdfbooksfree.pk

دیکھا پھر سر جھکا لیا۔ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اعلیٰ حضرت نے اسے بڑی اپنائیت سے دیکھا۔ وہ اس بات کے معترف تھے کہ وہ بہت گہری ہے۔ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ موجودہ حالات کا تجزیہ کرکے یہ سمجھ چکی ہے کہ فرہاد کے لیے جو بھی جذبات ہیں' انہیں فی الحال تھپک کر سلا دینا چاہیے۔

انہوں نے پورس سے کہا۔ ''میرے علم کے مطابق تمہیں اس ادارے سے باہر جانا چاہیے۔''

اس نے خوش ہوکر سونیا اور ثنا کو دیکھا۔ اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''وہ لوگ اپنی مشینوں کے ذریعے یہ معلوم کرلیں گے کہ تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے پورس ہو۔''

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ ''وہ تمہیں ٹریپ کریں گے۔ ایسے وقت تم راضی خوشی ان کی گرفت میں آؤ گے پھر ان کے زیر اثر رہ کر ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکتے رہو گے۔''

پورس نے مسکراتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔ میری فیملی کے تمام افراد پر روحانی عمل کیا گیا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر آکر چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ سیارے والے بھی پورس پر تنویمی عمل کرتے تو وہ بظاہر ان کا معمول اور تابع دار بن جاتا لیکن درپردہ اپنی اصلی شخصیت کے مطابق آزاد اور خودمختار رہتا۔

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''اب تم جاسکتے ہو۔''

وہ سر جھکا کر سلام کرتا ہوا اُلٹے قدموں چلتا ہوا حجرے سے باہر چلا گیا۔ انہوں نے ثنا سے کہا۔ ''جوجو کی ٹریننگ مشین میں تمہاری ہسٹری نہیں ہے۔ جب تک تم گمنام اور پُراسرار بن کر رہوگی۔ تب تک سیارے والے اس مشین کے ذریعے تمہیں تلاش نہیں کرسکیں گے۔''

ثنا نے کہا۔ ''اگر میں زبان سے نہ بولوں۔ گونگی بن جاؤں۔ اپنا اصلی چہرہ کسی کو نہ دکھاؤں۔ ہمیشہ بہروپ میں رہوں تو کیا اس مشین سے محفوظ رہ سکوں گی؟''

انہوں نے کہا۔ ''اتنی احتیاط کے باوجود ایک اور پہلو رہ جاتا ہے۔''

وہ سیارے والے ایسی بلا تھے کہ ان سے دور اور محفوظ رہنے کے لیے ایک ایک پہلو کو پیشِ نظر رکھنا لازمی تھا۔ انہوں نے کہا۔ ''تم اپنے حالات کے مطابق کتنے ہی آلۂ کار بناتی رہوگی۔ خیال خوانی کے ذریعے ان کے اندر بولتی رہوگی تو وہ لوگ تمہارے کسی نہ کسی آلۂ کار کے اندر آکر تمہاری آواز اور لب ولہجہ سن لیا کریں گے۔''

ثنا نے کہا۔ ''میں اپنی آواز اور لب ولہجہ بدلتی رہوں گی۔''

''ان کی وہ ٹریننگ مشین آواز' لب ولہجہ اور شخصیت بدلنے کے باوجود اصل شخصیت اور لب ولہجے کو ڈھونڈ نکالتی ہے۔''

وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''میری تو عقل کام نہیں کررہی ہے... مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

اس نے سونیا کو دیکھا۔ سونیا نے کہا۔ ''سب مانتے ہیں' تم حد سے زیادہ ذہین ہو۔ میری طرح حاضر دماغی سے کام لینا جانتی ہو۔ بچاؤ کی اور بھی تدبیر ہے۔ تم اعلیٰ حضرت سے نہ پوچھو۔ خود سوچو اور سمجھو۔ جب سمجھ نہیں پاؤ گی۔ تھک ہار جاؤ گی تو میں تمہاری کشتی پار لگادوں گی۔''

اعلیٰ حضرت نے کہا۔ ''تم جاسکتی ہو۔ یہاں سے روانگی کی تیاری کرو۔''

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سر جھکا کر سلام کرتی ہوئی، اُلٹے قدموں چلتی ہوئی باہر جانے لگی۔ اعلیٰ حضرت نے سونیا سے کہا۔ ''تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ موجودہ حالات میں یہاں سے باہر جانا ضروری نہیں ہے۔ ابھی تم آرام کروگی؟''

وہ سر جھکا کر بولی۔ ''جوجو جیسے دشمن میرے سامنے بچے ہیں۔ میں ان کے منہ کیا لگوں؟ وہ تو میری بٹی عالی سے مات کھا گیا۔ اب سیارے سے دوسرے بھی آئے ہیں۔ ان سے ثنا اور پورس نمٹ لیں گے۔''

وہ سامنے دیوار کو تک رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''ہُوں، آیندہ اس سیارے سے اور بھی شیطانی قوتیں زمین پر نازل ہوتی رہیں گی۔ بڑی تباہی اور بربادی کے منظر دیکھنے میں آئیں گے۔ وہاں کے خطرناک اور چالباز سائنس داں ارضی دنیا کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو اپنی غیر معمولی مشینوں کے شکنجے میں لے لیں گے۔ ان کے خلاف آخری ہتھیار تم ہو... صرف تم۔ کچھ عرصے بعد تمہیں باہر جاکر ان سے ٹکرانا ہے۔ جاؤ۔ فی الحال حالات کا جائزہ لیتی رہو اور دشمنوں پر نفسیاتی حملے کرنے کے لیے ان کی اسٹڈی کرتی رہو۔''

وہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ کو تھام کر ان کی ہتھیلی کی پشت کا بوسہ لے کر وہاں سے جانے کے لیے اٹھ گئی۔

ثنا حجرے سے باہر آئی تو سامنے موٹر ٹرالی پر پورس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔ ثنا میری شریک حیات تھی۔ اس حوالے سے ان کے درمیان ماں بیٹے کا رشتہ قائم

ہوگیا تھا۔

وہ پورس کو دیکھ کر بولی۔ ''تم ابھی تک یہیں ہو۔ کیا مما کا انتظار کررہے ہو؟''

وہ ٹرالی سے اُترتے ہوئے بولا۔ ''صرف مما کا ہی نہیں۔ تمہارا بھی انتظار کررہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''کیوں منہ دیکھی بات کررہے ہو؟ تم پچھلے ہفتے سے اس ادارے میں ہو۔ ایک بار بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے۔''

''کیسے آتا؟ میں نے سنا تھا' تم عدت کے ایام گزار رہی ہو۔ تم سے کوئی مل نہیں سکتا پھر میں کیسے آکر ملتا؟''

''زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ یہاں آتے ہی تمہیں معلوم ہوگیا تھا کہ میرا سہاگ سلامت ہے۔ میں بیوہ نہیں ہوں۔ اب عدت کے دن نہیں گزار رہی ہوں۔''

''ہاں، یہ معلوم ہوگیا تھا مگر تم سے ملنے میں پھر ایک مسئلہ آڑے آگیا۔''

اس نے پوچھا۔ ''کیسا مسئلہ...؟''

''بڑا گمبھیر مسئلہ ہے۔ تم پاپا کے رشتے سے میری ماں ہو مگر میری ہم عمر ہو۔ فرض کرو۔ ابھی ہم کسی شاپنگ سینٹر یا کسی پارک یا کسی تقریب میں یوں ایک ساتھ دکھائی دیں گے تو سب ہی ہمیں دوست سمجھیں گے۔ میں تمہیں ماں کہوں گا تو سننے والے حیران ہوں گے۔''

''تو کیا ہوا...؟ انہیں حیران ہونے دو۔''

''کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ہم ماں بیٹے ہیں۔ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے پیدا ہوتے ہی مجھے پیدا کردیا تھا کہ ہم ماں بیٹے بن گئے ہیں؟''

اس بات پر دونوں ہنسنے لگے۔ وہ بولا۔ ''میری ماما (آمنہ) نے مجھے پیدا کیا۔ وہ میری دوست بن کر رہتی ہیں۔ میری مما (سونیا) نے مجھے تربیت دی۔ مجھے فولادی جوان بنادیا۔ وہ بھی ماں سے زیادہ دوست بن کر رہتی ہیں۔ تم بھی میری ماں ہو مگر ہم دوست بن کر رہیں گے۔''

وہ ثنا کے دونوں بازوؤں کو تھام کر بولا۔ ''آئی لو یو موی...!''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''موی...؟ کیا یہ میرا نیا نام رکھ رہے ہو؟''

وہ مسکرا کر بولا۔ ''یہ نام نہیں ہے۔ یہ تمہاری جیسی دوست ماں کے لیے ایک نیا اندازِ تخاطب ہے۔ میں دوسروں کے سامنے تمہیں ممی کہہ کر ہر جگہ خود کو اور تم کو سوالیہ نشان نہیں بنانا چاہتا۔''

''اچھا تو پھر...؟''

''پھر یہ کہ ماما اپنی جنم دینے والی کو کہتا ہوں۔ مما تو ساری دنیا میں ایک ہی ہیں۔ کوئی دوسری مما ایسی ہو نہیں سکتیں۔ اب حساب کرو۔ ممی، ماما اور مما کے بعد کہنے کے لیے موی رہ جاتا ہے۔ اس میں بھی دو میم ہیں۔''

وہ بڑی اپنائیت سے بولا۔ ''جب ایک بیٹے کے جذبے سے موی کہوں گا تو ماں کی خوشبو آئے گی اور موی نام کی دوست بھی کہلاؤ گی۔''

وہ قد آور تھا۔ ثنا نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف جھکایا پھر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ''آئی لو یو مائی سن...! اپائی وادے تم یہ کہہ رہو کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہم کہیں ساتھ ساتھ دیکھے جائیں گے؟''

''میں نے تو بس یوں ہی کہا تھا۔ میں ساتھ رہوں گا تو تمہیں نقصان پہنچے گا۔ اعلیٰ حضرت نے پیش گوئی کی ہے کہ سیارے والے مجھے قیدی بنا کر رکھیں گے۔ جب ایسا ہوگا تو میرے ساتھ تم بھی بری طرح پھنسو گی۔''

ثنا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''میں خیال خوانی کے ذریعے تو تمہارے ساتھ رہ سکتی ہوں؟''

''تم میرے اندر آکر بولو گی تو وہ دشمن میرے ذریعے تمہاری باتیں سنیں گے۔ انہیں معلوم ہوجائے گا کہ تم میری ماں اور فرہاد علی تیمور کی بیوی ہو پھر وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے تمہاری خفیہ پناہ گاہ تک بھی پہنچ جائیں گے۔''

وہ پریشان ہوکر بولی۔ ''ان سیارے والوں نے ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا کردی ہیں۔ مجھے یہاں سے باہر جانے کے بعد بہت محتاط رہنا ہوگا۔''

اسی وقت سونیا حجرے سے باہر آئی۔ انہیں دیکھ کر بولی۔ ''کیا تم دونوں میرا انتظار کررہے ہو؟''

پورس نے ثنا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ موی نہیں۔ صرف میں آپ کا انتظار کررہا ہوں۔''

سونیا نے ثنا کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''موی...؟''

وہ بولا۔ ''یس ماما! موی کا مطلب ہے نئی ماں...''

وہ اسے پیار سے گھور کر بولی۔ ''یہ مطلب اور معنی کس ڈکشنری میں ہیں؟''

''اس عالم فاضل بیٹے کی ڈکشنری میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک ماں کو ماما اور دوسری کو یعنی آپ کو مما کہتا ہوں۔ نئی ماں کو ممی اس لیے نہیں کہنا چاہتا کہ یہ ہم عمر ہیں۔ ماں نہیں'

www.pdfbooksfree.pk

چھوٹی بہن دکھائی دیتی ہیں لہٰذا انہیں موی کہا کروں گا۔''

سونیا نے اس کا ایک کان پکڑتے ہوئے کہا۔ ''باتیں بنانے میں تمہارا جواب نہیں ہے۔ تمہیں ایک خطرناک مہم پر روانہ ہونا ہے۔ اپنے نئے اہم معاملات پر توجہ دو۔ یہ بتاؤ' میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟''

''میں آج رات یہاں سے چلا جاؤں گا اس لیے آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، ابھی چلتے ہیں۔ پہلے ثنا سے باتیں کرلوں۔''

پھر وہ ثنا سے بولی۔ ''یہاں سے باہر جانے کے بعد تم سے دو غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ کیا تم ابھی سے ان غلطیوں کو سمجھ رہی ہو؟''

''ہاں، میں جوش اور جذبے میں عقل کو بالائے طاق رکھ کر فرہاد کو تلاش کروں گی۔ ان کے قریب جاؤں گی تو میرے ساتھ انہیں بھی نقصان پہنچے گا لہٰذا میں ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گی۔''

پورس نے پوچھا۔ ''اور دوسری غلطی کیا ہوسکتی ہے؟''

وہ بولی۔ ''ابھی ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے یا کسی بھی آلۂ کار سے رابطہ رکھوں گی اور اس کے اندر آکر بولوں گی تو دشمن مجھے ٹریس کرلیں گے۔''

پھر وہ سونیا سے بولی۔ ''آپ نے حجرے میں کہا تھا کہ میرے بچاؤ کی ایک تدبیر ہے؟''

سونیا نے کہا۔ ''ہاں ماشاءاللہ تم ذہین ہو۔ تدبیر سوچو یا میں بتاؤں؟''

وہ سونیا کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''حجرے میں آپ کا یہ مشورہ میرے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ وہاں سے باہر آتے ہی تدبیر ذہن میں آگئی۔''

پورس نے پوچھا۔ ''کیا ہمیں بتاؤ گی؟''

وہ بولی۔ ''اگر میں تمہارے اندر آؤں اور سوچ کی لہروں کے ذریعے کچھ نہ بولوں تو دشمنوں کو کبھی میری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔''

''تم سوچ کے ذریعے نہیں بولو گی تو میرے اندر آنے کا فائدہ کیا ہوگا؟''

''ہوگا، بڑے فائدے حاصل ہوں گے۔ میں تمہاری سوچ میں تمہارے لب و لہجے میں بولوں گی تو دشمن یہی سمجھیں گے کہ تم اپنی سوچ میں خود ہی سوال کر رہے ہو اور خود ہی جواب دے رہے ہو۔ میں کسی بھی آلہ کار کی سوچ یا لب و لہجے میں بولوں گی تو دشمن اسی طرح دھوکا کھائیں گے۔ کسی کو کبھی شبہ نہیں ہوگا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود ہوں۔''

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ ''شاباش! میرے ذہن میں بھی یہی تدبیر تھی۔''

اس نے سونیا کے شانے کو تھپک کر کہا۔ ''آؤ، آمنہ، الپا اور پارس کے پاس چلیں پھر میں پورس کے ساتھ تنہا وقت گزاروں گی۔''

وہ تینوں فور سیٹر موٹر ٹرالی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔

☆☆☆

برین ماسٹر اپنے مزاج کے خلاف جوجو کا تابع دار بن گیا تھا مگر اندر ہی اندر غصے اور بے بسی سے پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ جوجو اس کی بے بسی پر ہنستا رہتا تھا۔ کہتا رہتا تھا۔ ''سوچو، میرے خلاف دن رات سوچتے رہو۔ مجھ سے بھاگ کر دنیا کے آخری سرے تک چلے جاؤ مگر تمہیں راہ نجات نہیں ملے گی۔ تمہارے مقدر میں غلامی لکھی جا چکی ہے۔''

وہ سمجھتا تھا کہ نجات پانے کی کسی بھی تدبیر پر عمل کرے گا تو جوجو اس کے بیٹے اور بیوی کی زندگی حرام کردے گا پھر بھی وہ اس امید پر راہ نجات ڈھونڈ رہا تھا کہ جوجو دن رات اس کی طرف توجہ نہیں دیتا ہے۔ اپنے دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہتا ہے۔ ایسے وقت اس کی غیر موجودگی میں وہ کسی تدبیر پر کامیابی سے عمل کرے گا تو شاید بیٹے اور بیوی کو اس بلا سے دور رکھ سکے گا اور میری طرح روپوش رہنے میں کامیاب ہوسکے گا۔

یہ معلوم ہوا تھا کہ سیارے سے دو مصیبتیں اور آئی ہوئی ہیں۔ آئندہ ان کی تعداد بڑھنے والی تھی۔ ان سیارے والوں سے بچاؤ کی دو ہی تدابیر سوجھ رہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ہمارے سائنس داں ان کی ٹریسنگ مشین کے توڑ کے لیے کوئی منہ توڑ مشین تیار کریں۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ امریکی اور یورپی اکابرین اپنے سائنس والوں کو اس کام پر لگا چکے ہیں۔ یہ امید کر رہے ہیں کہ جلد ہی توڑ کرنے والی ایک مشین تیار ہوسکے گی۔ ان بلاؤں سے نجات حاصل کرنے کی دوسری تدبیر یہ تھی کہ کسی بہت ہی تجربہ کار خطرناک جادوگر کے ذریعے انہیں اپنی زمین سے بھگایا جائے۔ ان سیارے والوں کی غیر معمولی مشینیں بھی جادو سے کم نہیں تھیں۔

مصیبت کے ماروں کی مصیبتیں جب دور نہیں ہوتیں تو

دعائیں مانگتے ہیں یا پھر جادو ٹونہ کراتے ہیں۔ امریکی اور یورپی اکابرین بھی یہی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو طلب کیا تھا اور ان سے پوچھ رہے تھے کہ جب مسلمان روحانیت کے ذریعے سیارے والوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں تو ہمارے پیشوا بھی ہمیں تحفظ فراہم کرسکتے ہیں۔ کیا آپ سب ہمارے لیے ایسا نہیں کرسکتے؟''

ایک راہب اعظم نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے کے بارے میں ہمیں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جائیں۔ ہماری اب تک کی معلومات کے مطابق مسلمان علما نے مذہب کے نام پر ایک پُراسرار ادارہ قائم کیا ہے۔''

ایک پروہت نے کہا۔ ''کبھی کبھی چمتکار (معجزہ) دیکھنے میں آتا ہے۔ کوئی ہمیں دن رات چمتکار دکھائے تو وہ روحانیت نہیں ہوتی۔ سراسر جادو ٹونہ ہوتا ہے۔''

ایک بوڑھے پیشوا نے کہا۔ ''مسلمانوں کے اس ادارے کے اندر بیٹھے ہوئے علما یا اکابرین بہت ہی پُراسرار بازی گر ہیں۔ وہ لوگ جادو اور جدید سائنس کی ملی جلی ٹکنیک سے کامیابیاں حاصل کرتے ہیں اور اپنے طریقہ کار کو روحانیت کا نام دیتے ہیں۔''

ایک کلیسا کے بزرگ فادر نے کہا۔ ''ایک بار تمام مذاہب کے پیشواؤں کا وفد بابا صاحب کے ادارے میں گیا تھا۔ میں بھی اس وفد میں شامل تھا۔ وہاں ہم نے عبادت اور ریاضت کرنے والے عالموں سے باتیں کیں۔ وہاں تعلیم و تربیت دینے کے بہت سے طور طریقے دیکھے۔ ہم نے انہیں طرح طرح سے آزمایا۔ وہ سب سچ بولتے ہیں۔ جھوٹ اور فریب انہیں چھو کر بھی نہیں گزرتا۔''

ایک اور بزرگ پیشوا نے کہا۔ ''ہم نے اپنی آنکھوں سے وہاں ایک معلم کو دیکھا۔ اس معلم سے انجانے میں ایک جھوٹ بات زبان سے نکل گئی تھی۔ او گاڈ...! ہم کیا بتائیں وہ خوف خدا سے لرز رہا تھا۔ جناب تبریزی اور دوسرے علما نے اس معلم کو سمجھایا کہ تم نے فوراً ہی اپنا جھوٹ خود ہی پکڑ لیا ہے۔ اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس کی تلافی کرنا چاہتے ہو لہٰذا یقین رکھو اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ معبود تمہارے ضمیر کی سچائی کو سمجھتا ہے۔ تمہیں انجانی غلطی کی معافی ملے گی لیکن جھوٹ خواہ انجانے یا لاعلمی میں بولا جائے وہ ایک ایمان والے کو جھنجوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس معلم پر اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا طاری ہوا کہ لرزتے لرزتے اس کا دم نکل گیا۔''

یہ واقعہ سن کر اکابرین کے اجلاس میں خاموشی طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ فادر نے کہا۔ ''دراصل روحانیت دیکھنے اور چھونے کی چیز نہیں ہے۔ یہ بازار میں نہیں ملتی کہ اسے خرید کر لایا جائے۔ یہ سچائی اور ایمان کی پختگی کے مراحل سے گزرنے کا ایک مسلسل عمل ہے۔ ایمان کو مستحکم رکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اور تلوار کی دھار پر سچ بولنا بہت مشکل ہے۔ ہماری دنیا میں بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والے بے شمار ہیں لیکن آخری سانس تک سچ بولنے والوں کی تعداد بس اتنی ہی ہے کہ انہیں انگلیوں سے گنا جاسکتا ہے۔''

بزرگ فادر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''دنیا کے کسی بھی خاندان کسی بھی برادری کے تمام افراد سچے نہیں ہوتے۔ یہ مثال صرف بابا صاحب کے ادارے میں ملتی ہے۔ وہاں کا ایک ایک فرد سچا ہے اور اپنی ذات میں ایمان کامل رکھتا ہے۔ کسی کو جھوٹ اور فریب چھو کر بھی گزرے تو وہاں کے بزرگ معلموں کو خبر ہوجاتی ہے پھر غلطی کرنے والے کی تطہیر کی جاتی ہے۔ اسے ادارے سے باہر عبادت اور ریاضت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔''

بزرگ پیشوا نے تمام اکابرین سے پوچھا۔ ''کیا آپ بابا صاحب کے ادارے کی طرح کوئی ایسا ادارہ قائم کرسکتے ہیں جہاں کا بچہ بچہ سچ بولے؟ مستحکم ایمان کی مثالیں پیش کرتا رہے؟ نہیں، ہر ایک کا قبلہ دُرست کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو ہمیں پھر کبھی روحانی خوراک حاصل نہیں ہوسکے گی۔''

اکابرین میں سے ایک نے کہا۔ ''دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ جب مسلم علما ایسا ادارہ قائم کرسکتے ہیں تو ہم بھی کرسکتے ہیں اور ہم ایسا کرکے دکھائیں گے۔''

وہ تمام اکابرین اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کے ذریعے ایسے ادارے کی بنیاد ڈالنے کے سلسلے میں صلاح مشورے کرنے لگے۔ برین ماسٹر اس معاملے میں ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اس نے کہہ دیا کہ سچائی اور ایمان کی آزمائش ایک دو دن میں ایک دو برس میں نہیں ہوتی۔ بابا صاحب کے کتنے ہی علما کرام اور خدا کے برگزیدہ بندے برسہا برس سے سچائی کے کانٹوں پر چل کر ایمان کے پھول چنتے آئے ہیں۔ اتنے عرصے بعد انہیں روحانیت میں کمال حاصل ہو رہا ہے۔ ہمارے پیشواؤں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ اتنے عرصے تک روحانی مراحل سے گزریں۔ تب تک سیارے والے ہمیں غلام بنا کر ذلت کی پستیوں میں پھینک کر ہمارے مالک و مختار بن چکے ہوں گے۔

یہ سب نے تسلیم کیا کہ برین ماسٹر دُرست کہہ رہا ہے

لیکن کتنے ہی مذہبی پیشواؤں نے دعویٰ کیا کہ وہ سچے دیندار ہیں۔ وہ سب مل کر ایک مکمل اور مؤثر دینی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔ تمام اکابرین بڑے اعتماد کے ساتھ ایسے ادارے کے قیام میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر رہے تھے۔ انہوں نے تمام بزرگوں اور پیشواؤں سے کہا کہ وہ اس ادارے کے ذریعے خاطر خواہ نتائج چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ کوئی حیل وحجت سننا نہیں چاہیں گے۔

یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ میں جذباتی انداز میں آنکھیں بند کر کے اپنے دینی علما کو سچا اور ایماندار اور دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو جھوٹا اور بے ایمان نہیں کہہ رہا ہوں۔ اب تک میں نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے اور نہ ہی آیندہ مذہبی معاملے میں کسی کے بارے میں سوچے سمجھے بغیر انہیں کم تر کہوں گا۔

دراصل بابا صاحب کے ادارے کے پیش نظر جو حقائق ہمارے سامنے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اور سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں کہ وہاں جھوٹ اور فریب کا گزر نہیں ہوتا۔ ایسا کوئی ادارہ آج تک قائم نہیں ہوسکا۔ مسلمان بھی بہتر فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ دین اسلام کے علما بھی مختلف عقائد کے حامل ہیں اور مختلف مسالک پر گامزن رہتے ہیں۔ اگر مسلمان بھی بابا صاحب کے ادارے جیسا ایک اور صرف ایک ادارہ قائم نہیں کر پاتے تو یہ تمام مسلمانوں کے لیے بڑے شرم کی بات ہے۔ ہم اس بحث میں کیوں پڑیں کہ دوسرے مذاہب کے لوگ کیسے ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں؟

☆☆☆

وہ جتنی حسین تھی، اتنی ہی دل نشین تھی۔ ایسی صحت مند، ایسی قد آور، ایسی جاذب نظر اور ایسی منفرد شخصیت کی حامل تھی کہ اسے ایک بار دیکھنے والے دوسری بار دیکھنے کی ہوس کرتے تھے۔ اسے چھو کر دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ گلاب کی کلی ہے۔ خوشبو میں پلی ہے یا مصری کی ڈلی ہے؟ مگر وہ چھونے والوں کو ایسا کرنٹ مارتی تھی کہ وہ پلٹ کر گھر نہیں جاتے تھے۔ اسپتال پہنچ جاتے تھے۔

اس کا نام ماؤرا تھا۔ وہ ایشور لال کی بیٹی تھی۔ بیٹی کا اصل نام ماؤرارا اور باپ کا اصل نام ایشورارا تھا۔ اس مختصر سے تعارف نے واضح کر دیا ہوگا کہ یہ سیارے سے آنے والی بہ الفاظ دیگر آسمان سے اتر کر آنے والی ہستیاں ہیں۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سیارے کے لوگ خوبصورت نہیں ہوتے۔ ماؤرارا بھی جب پیدا ہوئی تو عجوبہ تھی۔ اس کا منہ بھی خرگوش کی تھوتھنی کی طرح آگے کو نکلا ہوا تھا۔ ایشورارا کا ایک اور بیٹا داموررارا تھا۔ وہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح عجوبہ تھا۔ باپ نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اپنے دونوں بچوں کو ارضی دنیا کے انسانوں کی طرح خوبرو اور دلکش بنائے گا پھر اس نے یہی کیا تھا۔

جب ماؤرارا اور داموررارا بچے تھے۔ تب ہی سے اس نے دونوں کے چہروں کی پلاسٹک سرجری کئی بار کی تھی۔ ہر دو برس، چار برس کے بعد انہیں خوب سے خوب تر بناتا رہا۔ اس کے پاس جس قدر سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم تھے۔ وہ سب ان دونوں کے ذہنوں میں نقش کرتا رہا۔ اس سیارے کی آب و ہوا ایسی تھی کہ سوچ کی لہریں ایک کے دماغ سے نکل کر باآسانی دوسروں کے دماغوں تک پہنچ جاتی تھیں۔ وہاں باقاعدہ ٹیلی پیتھی سیکھنا نہیں پڑتی تھی۔ یہ علم ماں کی کوکھ سے ہی ان کے ساتھ پیدا ہوتا تھا۔

سائنس، ٹیکنالوجی اور ٹیلی پیتھی کے علوم کے حوالے سے وہ دونوں بہن بھائی ارضی دنیا والوں سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ اس سیارے میں ایسی لینگویج مشین بھی تھی، جس میں ہماری دنیا کی تمام زبانوں کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا تھا۔ وہ اس مشین کو آن کر کے تنویمی عمل کے ذریعے کسی بھی زبان کو اپنے ذہن میں نقش کر لیتے تھے۔ ماؤرارا اور داموررارا نے ہماری دنیا کی دس زبانیں سیکھ لی تھیں۔

ایشورارا نے ان دونوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیم اور ماہرانہ تربیت دی تھی۔ انہیں طرح طرح کی بھرپور صلاحیتوں سے مالا مال کرتا رہا تھا۔ اس فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بتایا تھا کہ ماؤرارا اور داموررارا کو ارضی دنیا کے مشرقی ملک ہندوستان میں رہنا چاہیے۔ وہ دونوں مستقبل میں بڑا نام کمائیں گے۔ عروج حاصل کرتے رہیں گے اور طویل عمر تک زندگی گزارتے رہیں گے۔

اس سیارے کے باشندوں کو زیادہ سے زیادہ پچاس برس تک طویل عمر حاصل ہوتی تھی۔ اس سے زیادہ جینے کے لیے انہیں آکسیجن نہیں ملتی تھی۔ ارضی دنیا کے باشندے اگرچہ آلودہ آب و ہوا کے باعث پچاس برس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ تاہم کتنے ہی خوش نصیب سو برس بھی جی لیتے ہیں۔ ایشورارا نے اپنے بچوں کو طویل عمر دینے کے لیے ہندوستان کے شہر ممبئی میں ان کی رہائش کے انتظامات کیے تھے۔

اگرچہ وہ دونوں بچے انسانوں کی طرح خوبرو اور پُرکشش ہوگئے تھے لیکن کسی بھی ملک کا قانون یہ پوچھ سکتا تھا کہ وہ کون ہیں؟ دنیا کے کس حصے سے آئے ہیں؟

ان دونوں نے ہندی زبان اور ہندو تہذیب کو اس طرح اپنے اندر اتار لیا تھا کہ وہ وہیں کے پیدائشی ہندو لگتے تھے۔ اس نے اور اس کے بیٹا بیٹی نے خیال خوانی کے ذریعے انڈیا کے متعلقہ افسران کے اندر گھس کر ایسے دستاویزات شناختی کارڈز اور دیگر کاغذات تیار کرائے، جن سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ دونوں بھارت کے قدیم سورج جسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور حال ہی میں جنوبی افریقا سے آئے ہیں۔

انہوں نے اپنے ناموں سے دو حروف 'رے اور الف' ختم کر دیے تھے۔ اب باپ ایشور لال، بیٹی ماؤرا اور بیٹا دامودر کہلانے لگا تھا۔ انہوں نے ممبئی کے ایک مہنگے علاقے میں عالیشان کوٹھی خریدی تھی۔ اس کے احاطے میں قیمتی گاڑیاں کھڑی رہتی تھیں۔ وہاں سیکورٹی گارڈز کافی تعداد میں ہوتے تھے۔ کوٹھی کے اندر خادم اور خادماؤں کی کمی نہیں تھی۔ وہاں ایک تہ خانے میں سیارے سے لائے ہوئے ہیرے جواہرات اور سونے کی اینٹوں کا ذخیرہ موجود تھا۔ ماؤرا اور دامودر کسی ملک کی راجکماری اور راجکمار کی طرح زندگی گزارنے لگے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، فورکاسٹ کرنے والی مشین نے ایشورارا کے متعلق کہا تھا کہ اس کی موت طبعی نہیں ہوگی۔ وہ کسی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ سیارے میں کوئی اس کا دشمن نہیں تھا۔ سب ہی تابع دار اور عقیدت مند تھے۔ اس کے آگے جھکتے تھے۔ وہاں کسی کے ہاتھوں مارے جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ گمان غالب تھا کہ ارضی دنیا میں رہے گا تو بے موت مارا جائے گا۔

لہٰذا اس نے طے کیا تھا کہ سیارے میں ہی رہا کرے گا۔ وہیں سے زمین پر رہنے والی بیٹی اور بیٹے کو تحفظ فراہم کرتا رہے گا۔ کبھی بہت ضروری ہوگا تو چند دنوں کے لیے ان کے پاس جائے گا پھر سیارے پر واپس چلا آئے گا اور وہ یہی کر رہا تھا۔

ماؤرا اٹھارہ برس کی تھی اور دامودر سولہ برس کا تھا۔ ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث انہیں پختہ عمر کے تجربہ کار بوڑھے کہا جا سکتا تھا۔ وہ اتنے قابل تھے کہ زمین پر رہ کر علم و ہنر حاصل کرنا ضروری نہیں رہا تھا پھر بھی دکھاوے کے طور پر ایک بہت بڑے کالج میں داخلہ لیا گیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ان کے ماتا پتا جنوبی افریقا میں رہتے ہیں۔ وہاں وہ ایک ہیرے کی کان کے مالک ہیں۔

ایشورارا نے دونوں کو بچپن ہی سے ہوس پرستی کی طرف مائل ہونے نہیں دیا تھا۔ وہاں کے مرد ارضی دنیا کی عورتوں کے بھوکے تھے۔ باپ نے اپنے بیٹے دامودر کو اعتدال پسندی سکھائی تھی۔ یہی تربیت بیٹی کو بھی دی تھی۔ وہ دونوں کالج کے طلبہ اور طالبات سے دوستی تو کرتے تھے مگر عشقیہ انداز میں کسی کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ کتنی ہی فلرٹ کرنے والی لڑکیاں دامودر سے لفٹ لینا چاہتی تھیں۔ کتنے ہی عاشق، دلدار اور شہزور مرد ماؤرا کے لیے آہیں بھرتے تھے مگر وہ دونوں اُونہہ... کہہ کر چاہنے والیوں اور والوں کے سامنے سے گزر جاتے تھے۔

وہ اس طرح اُونہہ کہتے اور حقارت سے نظر انداز کرتے تھے کہ ان کے طلبگاروں کو توہین کا احساس ہوتا تھا۔ ماؤرا کتنے ہی شہزوروں کے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ ایک باڈی بلڈر نے اس کا راستہ روکتے ہوئے ناگواری سے پوچھا۔ ”تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا آکاش سے دھرتی پر آنے والی اپسرا ہو؟“

وہ غرور سے سینہ تان کر بولی۔ ”میرے آگے اپسرا کیا ہے؟ وہ تو میرے پاؤں دھو کر پیتی ہے۔“

وہ اپنی باڈی اور مسلز دکھاتے ہوئے بولا۔ ”میں فولاد ہوں فولاد... بڑے سے بڑے شہزوروں کو پچھاڑ دیتا ہوں۔ تجھے اُٹھا کر لے جاؤں گا تو کوئی مائی کا لعل میرا راستہ نہیں روک سکے گا۔“

ماؤرا نے وہاں کھڑے ہوئے کالج کے کتنے ہی نوجوانوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ ”کیا مجھے اس باڈی بلڈر سے بچانے والا کوئی ہے؟“

وہ سب بے بسی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک نوجوان نے ماؤرا سے کہا۔ ”اے لڑکی! بات نہ بڑھاؤ۔ اس سے معافی مانگ لو۔ یہ تمہیں معاف کر دے گا۔“

دامودر نے کہا۔ ”غلطی اس باڈی بلڈر کی ہے۔ اسے میری بہن سے معافی مانگنی چاہیے۔ یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ یہاں کوئی مرد نہیں ہے۔“

دوسرے نوجوان نے غصے سے کہا۔ ”تو بھی تو مرد ہے۔ اپنی بہن کی رکھشا کیوں نہیں کرتا؟ ہمیں کیوں طعنے دیتا ہے؟“

دامودر نے بہن سے دور جاتے ہوئے کہا۔ ”میری ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ ایسے سرپھرے سے خود ہی نمٹ لے گی۔“

ماؤرا نے اپنی پانچوں اُنگلیاں آگے بڑھاتے ہوئے باڈی بلڈر سے کہا۔ ”مرد ہے تو مجھ سے پنجہ لڑا اور مجھے یہاں

سے اُٹھا کر لے جا...''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''میں مرد ہو کر ایک چھوکری سے پنجہ لڑاؤں گا؟ تو میری باڈی بلڈنگ اور طاقت کا مذاق اُڑا رہی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ اسے اُٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد کر لے جانے کا ارادہ تھا لیکن قریب آتے ہی اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ ماؤرا کا ہاتھ فولادی نہیں تھا۔ نہ ہی اس نے فائٹنگ کی تربیت حاصل کی تھی۔ اس نے ایک ہلکا سا تھپڑ مارتے ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تھا۔ اس لیے وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا تھا۔ اسے یہ احساس دلایا گیا تھا کہ تکلیف دماغ میں نہیں منہ پر ہے۔ جہاں ایک لڑکی کا ہاتھ پڑا تھا۔

وہ دماغی تکلیف سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تمام لوگ حیرانی سے اس شہزور کو دیکھ رہے تھے۔ وہ جوابی حملہ نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ منہ پر ہاتھ رکھے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔

ماؤرا نے آگے بڑھ کر دوسرا ہاتھ مارا۔ اس بار دامودر نے اس کے اندر رہ کر اسے چیخنے پر مجبور کر دیا۔ جیسے ماؤرا کا زبردست ہاتھ پڑا ہو پھر وہ گول گھوم گیا۔ دوسری اور تیسری بار بھی اسی طرح گھوم کر زمین پر گر پڑا۔ جیسے چکرا کر زمین بوس ہو گیا ہو۔

تمام تماشائی ماؤرا کا ساتھ نہ دینے پر شرمندہ تھے۔ ایک خوبصورت اور نازک سی لڑکی کی جرأت اور طاقت دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ بولی۔ ''تم سب جاؤ اور شرم سے ڈوب مرو۔ تمہاری بیٹیوں اور بہنوں کو غنڈے اُٹھا کر لے جائیں گے تو تم سب متحد ہو کر ان سے نہیں لڑو گے؟ اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھے رہو گے؟ تھو ہے تم پر...''

وہ ان کی طرف تھوک کر زمین پر پڑے ہوئے باڈی بلڈر کو ٹھوکر مار کر بھاگی کے ساتھ ہجوم کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ تمام اسٹوڈنٹس نے ماؤرا کی جسمانی قوت کا مظاہرہ دیکھا تھا اور مرعوب ہو گئے تھے۔ اسے میری جان، چھمک چھلو کہنے والے اب بہن، دیدی اور سسٹر کہنے لگے تھے۔

اس کے برعکس دامودر کے بارے میں غلط تاثرات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ لڑکیوں میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ انہیں لفٹ نہیں دیتا تھا۔ انگور نہ ملیں تو کہا جاتا ہے کہ کھٹے ہیں۔ دامودر کے متعلق بھی لڑکیوں کا یہی خیال تھا۔ کالج کی ایک اسٹوڈنٹ نے کہا۔ ''وہ اوپر سے جتنا خوبرو، گبرو اور طاقتور دکھائی دیتا ہے۔ اندر سے اتنا ہی کھوکھلا اور بزدل ہے۔''

دوسری لڑکی نے کہا۔ ''اور نہیں تو کیا۔ اس کی بہن کو ایک مسٹنڈہ چھیڑ رہا تھا اور وہ بزدل دور کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا۔''

ایک اور دل جلی نے کہا۔ ''وہ صرف بزدل ہی نہیں۔ بے غیرت بھی ہے۔ میں تو کبھی اسے منہ نہ لگاؤں۔''

ایک منچلی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''جب وہ لگانا ہی نہیں چاہتا تو تم اسے کیا منہ لگا سکو گی؟ یہ کہو کہ دل کے پھپھولے پھوڑ رہی ہو۔''

اس کا نام کچھ اور تھا مگر وہ پورے کالج میں منچلی کے نام سے مشہور تھی۔ سب جانتے تھے، وہ بڑی دل پھینک ہے۔ جو نوجوان پسند آتا تھا، اسے چٹکیوں میں اڑا کر لے جاتی تھی۔ کچھ روز اس کے ساتھ رہتی تھی۔ پھر اسے اپنی ہوس کے دروازے سے باہر پھینک دیتی تھی۔

اس بڑے اور مہنگے کالج میں امیر کبیر گھرانے کی لڑکیاں اور لڑکے پڑھتے تھے۔ ان لڑکیوں نے منچلی سے کہا۔ ''ہم تمام لڑکیوں کی طرف سے تمہارے لیے پچاس ہزار روپے کا انعام ہے۔ تمہارا دعویٰ ہے، تم مغرور اور منہ زور جوانوں کو پھانس لیتی ہو۔''

دوسری اسٹوڈنٹ نے کہا۔ ''تمہارے ڈیڈ نے سیاسی غنڈے پال رکھے ہیں۔ اگر تم دامودر کو پھانس لو گی اور اس کی صورت بگاڑ کر اسے اپاہج بنا دو گی تو ہم تمہیں پچاس ہزار دیں گے۔''

منچلی یہ دیکھتی آ رہی تھی کہ دامودر لوہے کا چنا ہے۔ اسے چبا نہیں سکے گی لیکن یہ ضد تھی کہ ایک دن چبا کر ہی رہے گی۔ اب کالج کی تمام لڑکیاں اسے چیلنج کر رہی تھیں اور پچاس ہزار بھی دینا چاہتی تھیں۔ اس نے چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اسے اپنا دیوانہ بنا کر اس کا حلیہ بگاڑ دوں گی۔''

لڑکیاں خوش ہو گئیں۔ ایک نے کہا۔ ''تم جو تماشا کرو گی۔ اسے ہم آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے۔''

منچلی نے کہا۔ ''جب میں فون پر کال کروں تو ہوٹل سی ویو کارنر میں چلی آنا۔''

ایک لڑکی نے کہا۔ ''ہمیں پتا ہے، اس ہوٹل کا ایک کمرا تمہارے لیے بک رہتا ہے۔ جب چاہتی ہو، کسی بھی مرغے کو وہاں لے جاتی ہو۔''

اس بات پر سب ہنسنے لگیں۔ منچلی ایک کلاس اٹینڈ کرنے کے بعد کینٹین کی طرف جا رہی تھی۔ دامودر نے اسے مخاطب کیا۔ ''ہائے منچلی...! آج تمہارا یہ لباس غضب ڈھا رہا ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

منچلی کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ جوان کسی لڑکی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ کجا یہ کہ آج خود اسے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ اسے پھانسنا چاہتی تھی، وہ خود پھنسنے آرہا تھا۔ اس نے بڑی حیرانی سے کہا۔ ''ہائے دامودر! یقین نہیں آرہا ہے کہ تم مجھے مخاطب کررہے ہو اور میری تعریف کررہے ہو؟''

''تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے تمہاری نہیں۔ تمہارے لباس کی تعریف کی ہے۔''

وہ ذرا بجھ سی گئی پھر مسکرا کر بولی۔ ''چلو، میرے لباس کی ہی سہی مگر کسی نہ کسی جذبے سے بات تو کررہے ہو۔ آج میں بہت خوش ہوں۔''

''تم پھر غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اپنے کسی جذبے سے نہیں۔ اپنی بہن ماؤرا کے جذبات کے پیشِ نظر بول رہا ہوں۔''

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں کچھ سمجھی نہیں...؟''

''میں سمجھاتا ہوں۔ دراصل ماؤرا کو یہ کپڑا اور اس کا پرنٹ بہت پسند آیا ہے۔ میں ایسا ہی ایک اپنی بہن کے لیے خریدنا چاہتا ہوں۔''

وہ پھر بجھ گئی کیونکہ اسے ہر حال میں پھانسنا تھا۔ اس لیے جبراً مسکرا کر بولی۔ ''ایسا ہی ایک بالکل نیا ریڈی میڈ سوٹ میرے پاس ہے۔ میں نے استعمال نہیں کیا ہے۔ اگر میں ایک بہن کو وہ سوٹ گفٹ کروں تو یہ بھائی میری ایک بات مانے گا؟''

''میں اپنی بہن کی خاطر تمہاری کوئی بھی بات مان لوں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آؤ، وہاں درخت کے سائے میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

وہ دونوں درخت کے سائے میں ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ وہ بولی۔ ''تم نہیں جانتے، اس کالج کی لڑکیاں تمہاری بے رخی سے مایوس ہو کر تمہارے خلاف طرح طرح کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔''

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے سن گن ملتی رہتی ہے۔''

''یہ لڑکیاں تمہیں کسی نہ کسی کے آگے جھکا کر تمہاری انسلٹ کرنا چاہتی ہیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ تم بال بھرم جاری اور پاکباز فرشتہ بن کر رہو۔''

اس نے بے پروائی سے کہا۔ ''ان کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ اپنی شخصیت اور مردانگی صرف اپنی آئیڈیل کے لیے سنبھال کر رکھنا چاہتا ہوں۔''

منچلی نے دیدے مٹکاتے ہوئے پوچھا۔ ''وہ خوش نصیب آئیڈیل کون ہے؟''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''پتا نہیں، وہ کون ہے جو کبھی میرے سامنے آئے گی۔ مجھے متاثر کرے گی اور میری زندگی کا سب سے اہم حصہ بن جائے گی؟''

وہ بولی۔ ''ابھی تو وہ نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک گیم کھیل سکتے ہیں۔''

اس نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیسا گیم...؟''

''ان لڑکیوں نے تمہارے خلاف پچاس ہزار کا انعام رکھا ہے۔ وہ کہتی ہیں، جو لڑکی تمہیں پھانس کر ہوٹل سی ویو کارنر کے ایک کمرے میں لے جائے گی۔ اسے یہ انعام دیا جائے گا۔''

''نہ میں کسی کے ساتھ جاؤں گا، نہ یہ انعام کسی کو مل سکے گا۔''

''ہم انہیں بیوقوف بنا کر یہ انعام حاصل کرسکتے ہیں۔''

''انہیں کس طرح بیوقوف بنایا جائے گا؟''

''بہت آسان ہے مگر تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔ تم انہیں بیوقوف بنا کر ان کی انسلٹ بھی کرو گے اور خوب انجوائے بھی کرو گے۔''

''مگر کیسے...؟ تم چاہتی کیا ہو؟''

''دیکھو! تم نے وعدہ کیا ہے، میں ایسا نیا لباس تمہاری بہن کو گفٹ کروں گی تو تم میرا ایک کام کرو گے اور کام یہی ہے کہ آج رات آٹھ بجے میرے ساتھ ہوٹل سی ویو کارنر میں چلو۔ لڑکیاں وہاں آکر دیکھیں گی کہ میں نے تمہیں پھانس لیا ہے تو وہ مجھے انعام کی رقم دے کر چلی جائیں گی۔''

''مگر وہ تو جیت جائیں گی اور میرا سر جھک جائے گا۔''

''میں تمہارا سر کبھی جھکنے نہیں دوں گی۔ ہم کل یہاں کالج میں آکر ان لڑکیوں سے کہیں گے کہ ہم نے ہوٹل میں رات نہیں گزاری ہے۔ ہمارے درمیان جسمانی رشتہ قائم نہیں ہوا ہے۔ اس کے برعکس انہیں بیوقوف بنا کر پچاس ہزار روپے حاصل کیے گئے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''ہم سب رئیس زادے اور زادیاں ہیں۔ کسی کا باپ کروڑ پتی ہے، کسی کا ارب پتی ہے۔ ہمارے سامنے

پچاس ہزار کی کیا اہمیت ہے؟ پھر بھی ان لڑکیوں کو بیوقوف بنانے اور شرمندہ کرنے میں بڑا مزہ آئے گا۔ میں راضی ہوں۔ ہم یہ گیم پلے کریں گے۔''

منچلی خوشی سے اُچھل کر اس سے لپٹنا چاہتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے پھر بٹھا دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں رات کے ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل سی ویو کارنر میں پہنچ جاؤں گا۔''

وہ اس سے رُخصت ہو کر پارکنگ ایریا میں آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اسی وقت ماؤرا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ ''کہاں ہو؟ کیا کررہے ہو؟''

''ابھی کالج سے نکل رہا ہوں۔ اس دنیا کے لوگ ہمارے لوگوں کو عجوبہ کہتے ہیں لیکن خود عجیب و غریب ہیں۔ ہم ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں، انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں تب بھی یہ اپنے پرس سے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرکے ہمیں کمتر بنانا، ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔''

''آخر بات کیا ہے؟ کیا تم کسی معاملے میں اُلجھ رہے ہو؟''

وہ ماؤرا کو منچلی اور ان لڑکیوں کی پلاننگ کے بارے میں بتانے لگا پھر بولا۔ ''میں بہت پہلے ہی منچلی کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ میری صورت بگاڑنے اور مجھے اپاہج بنانے کی سازش کی جارہی ہے۔ وہ مجھے ٹریپ کرنا چاہتی ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ میں اسے ٹریپ کررہا ہوں۔''

ماؤرا نے تاکید کی۔ ''کچھ بھی ہو۔ تم ہوٹل سی ویو کارنر نہیں جاؤ گے۔''

''میں کوئی پاگل نہیں ہوں کہ دلدل میں پاؤں رکھوں گا۔ دور ہی دور سے ہلدی لگے گی نہ پھٹکری۔ رنگ چوکھا ہوگا۔''

منچلی بہت خوش تھی۔ اس نے تمام لڑکیوں کو یہ خوشخبری سنادی کہ جو فرشتہ پارسا بن کر رہتا تھا۔ اسے شیشے میں اتار لیا گیا ہے۔ جسے تماشا دیکھنا ہو، وہ رات کو آٹھ بجے اس ہوٹل میں چلی آئے۔ وہاں دامودر کا چہرہ بگاڑنے سے پہلے اسے بے لباس کرکے تصویریں اُتاری جائیں گی۔

دامودر نے ماؤرا سے رابطہ ختم کیا پھر منچلی کے دماغ میں آگیا۔ وہ اپنے باپ کے جن سیاسی غنڈوں سے کام لینا چاہتی تھی۔ ان سے فون پر باتیں کررہی تھی۔ انہیں حکم دے رہی تھی کہ وہ رات کے آٹھ بجے ہوٹل سی ویو کارنر میں آکر ایک نوجوان کے ساتھ بدترین سلوک کریں۔

دامودر نے اس کے ذریعے غنڈوں کے دادا کی آواز سنی پھر اس کے اندر پہنچ کر اس کے ان حواریوں کے دماغوں پر قبضہ جمانے لگا، جو رات کو ہوٹل میں آکر اس سے دشمنی کرنے والے تھے۔

وہ تعداد میں چار تھے۔ دامودر کی مرضی کے مطابق اپنے اپنے گھروں میں جاکر بیڈ پر لیٹ گئے۔ اس نے باری باری ان پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے یہ حکم دیا کہ وہ رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک بظاہر نارمل رہیں گے پھر اپنے اندر آنے والے عامل کی آواز سنتے ہی اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگیں گے۔

منچلی نے آٹھ بجے فون پر دامودر سے پوچھا۔ ''تم کہاں ہو؟ میں ہوٹل میں پہنچنے والی ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میں گھر سے نکل رہا ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔''

اس ہوٹل میں منچلی کے وہ چاروں غنڈے پہلے سے موجود تھے۔ وہ وزیٹرز لابی میں ان کے پاس آکر بولی۔ ''میں روم نمبر ایک سو بیس میں جارہی ہوں۔ جب وہ آئے گا تو میں تمہارے موبائل فون پر اطلاع دوں گی۔ تم چاروں فوراً وہاں چلے آنا۔''

وہ ہوٹل کے اس کمرے میں چلی گئی۔ پندرہ ایک غنڈے نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا۔ ''پہلے میں جارہا ہوں۔ اس کے بعد تم تینوں باری باری آؤ گے اور کیمرا بھی اپنے ساتھ لے آنا۔''

وہ وہاں سے چلتا ہوا۔ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دامودر نے منچلی کو غائب دماغ بنا دیا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آگیا۔ دامودر نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر اپنے پالتو غنڈے کو دیکھ کر بولی۔ ''تم ابھی کیوں آگئے؟ پہلے دامودر کو آنے دو۔''

وہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکال کر بولا۔ ''کوئی دامودر نہیں آئے گا۔ آج تمہاری جوانی کا دسترخوان ہمارے لیے ہے۔''

وہ غصے سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس نے ٹریگر دبایا۔ فائر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ گولی اس کے قریب سے گزر کر لکڑی کی دیوار میں پیوست ہوگئی۔ منچلی کے ہوش اُڑ گئے۔ اتنے میں دوسرا غنڈا کیمرا لے کر آگیا۔ ان دونوں نے منچلی کو اُٹھا کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ وہ کبھی ان کی خوشامدیں کررہی تھی۔ کبھی دھمکیاں دے رہی تھی کہ اس کے پتا جی لوک سبھا کے منتری ہیں۔ انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے لیکن دھمکیوں کا کوئی اثر

نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے دماغوں میں جو احکامات نقش کر دیے گئے تھے۔ وہ ان کی تعمیل کر رہے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد ایک بدمعاش وزیٹرز لابی میں واپس آ گیا۔ تیسرا بدمعاش اس کمرا نمبر ایک سو بیس میں جا کر احکامات کی تعمیل کرنے لگا، جو کچھ ہو رہا تھا۔ اس کی تصویریں بھی اتاری جا رہی تھیں۔ ایسے وقت کالج کی وہ تین لڑکیاں آ گئیں جو دامودر کی مخالفت میں پیش پیش رہتی تھیں۔ وہ منجھلی سے ملنے اور دامودر کی انسلٹ کرنے اس کمرے میں پہنچیں تو چاروں غنڈوں نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ ان سے کہا۔ ”منہ سے آواز نہ نکالنا۔ شور مچاؤ گی تو اس سے پہلے ہی ماری جاؤ گی۔“

وہ موت سے ڈرتی تھیں۔ جان بچانے کے لیے ان چاروں غنڈوں کی خوراک بننے لگیں۔ ان کی بھی ہیجان انگیز تصویریں اتاری جانے لگیں۔ وہ رو رہی تھیں۔ گڑگڑا رہی تھیں لیکن کسی کو ان پر ترس نہیں آ رہا تھا۔ وہ شرمناک کھیل آدھی رات تک جاری رہا پھر ان غنڈوں نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا۔ ”تم چاروں بہت دولت مند اور عزت دار گھرانے کی لڑکیاں ہو۔ کسی کا باپ سیاستداں، کسی کا باپ انڈیا کا سب سے بڑا بزنس مین ہے اور کسی کا باپ ڈپٹی کمشنر آف پولیس ہے۔ اگر کسی نے اپنے باپ سے ہماری شکایت کی تو اس کیمرے کی تمام تصویریں پورے شہر اور پورے دیش میں پھیلا دیں گے۔“

وہ دھمکی دے کر وہاں سے چلے گئے۔ منجھلی اور تینوں لڑکیاں ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں۔ اگر اس ہوٹل کی چار دیواری میں خاموشی سے عزت آبرو کا کباڑا ہوتا تو انہیں اتنا صدمہ نہ پہنچتا۔ وہ یوں بھی مرد مار تھیں۔ جو پسند آتا تھا۔ اسے اپنے بیڈ پر رات سے صبح تک ہوس کی مار مارتی رہتی تھیں اور مار کھاتی رہتی تھیں لیکن موجودہ حالات میں یہ سوچ کر دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ان کی شرمناک تصویریں اونچی سوسائٹی میں پہنچیں گی تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گی۔ ان کا سارا غرور خاک میں مل چکا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ غنڈے اس کمرے میں واپس آ گئے۔ وہ انہیں دیکھتے ہی خوف سے چیخ پڑیں لیکن وہ چاروں خلاف توقع منجھلی کے آگے ہاتھ جوڑ کر گھٹنے ٹیک کر گڑگڑانے لگے۔ ”ہمیں معاف کر دو۔ ہم نہیں جانتے، ہم سے اتنا بڑا پاپ کیسے ہو گیا؟ درگا میا کی قسم! ہم اس وقت ہوش میں نہیں تھے۔“

انہوں نے اپنی اپنی گن لڑکیوں کے آگے رکھ دی۔

ایک نے کہا۔ ”آپ ہمیں گولی مار دیں۔ یہی ہماری سزا ہے۔“

ایک لڑکی نے ریوالور اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ کہتے ہیں، ہوش میں نہیں تھے۔ کیا پتا پھر یہ دیوانے درندے بن جائیں۔ ان کو تو مار ڈالنا چاہیے۔“

منجھلی نے کہا۔ ”ایک تو ہم آبرو باختہ اور بے شرم کہلائیں گی۔ اوپر سے قاتلہ بھی کہلانا چاہتی ہو؟“

ایک غنڈے نے کہا۔ ”وہ نوجوان کوئی جادوگر تھا۔ اس نے ہماری کھوپڑی گھما دی تھی۔ ہم یہاں سے نکل کر وزیٹرز لابی میں پہنچے تو وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہم سے کیمرا لے کر کہا، ان لڑکیوں سے جا کر کہہ دو کہ اپنی اپنی تصویریں لینے کل صبح کالج ضرور آئیں۔ نہیں آئیں گی تو وہ تصویریں تمام اسٹوڈنٹس، پروفیسرز اور پرنسپل کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گی۔“

وہ چاروں پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ منجھلی نے پوچھا۔ ”وہ نوجوان کون تھا؟ کیا تم چاروں اسے پکڑ کر یہاں نہیں لا سکتے تھے؟“

”ماں قسم، اس وقت بھی ہم اپنے اختیار میں نہیں تھے۔ جب وہ ہم سے کیمرہ لے کر چلا گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا تب ہم کو ہوش آیا کہ ہم نے گھور پاپ کیا ہے۔ آپ کے پتا جی ہم کو زندہ نہ ہی چھوڑیں گے۔“

ایک لڑکی نے کہا۔ ”اب تو ہوش میں ہو۔ اُسے جا کر پکڑ سکتے ہو؟ اس سے کیمرا اور تصویروں کا وہ رول چھین کر لا سکتے ہو؟“

وہ چاروں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ ”ہم اسے ڈھونڈ کر اپنی چیزیں بھی واپس لا سکتے ہیں اور اسے نرک میں بھی پہنچا سکتے ہیں۔“

”تو پھر باتیں نہ بناؤ۔ جلدی جاؤ۔ وہ جہاں بھی ملے پہلے اس سے فلم کا رول چھین لو۔ اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم تمہیں ایک لاکھ روپے دیں گے۔“

وہ چاروں وہاں سے دوڑنے کے انداز میں چلے گئے۔ وہ چاروں آپس میں بولنے لگیں۔ ”یہ کہہ رہے تھے کسی نوجوان جادوگر نے ان پر جادو کیا تھا اور ابھی ہوٹل میں آ کر ان سے کیمرا لے گیا ہے۔ کیا دامودر نے ایسا کیا ہو گا؟“

وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خلاف توقع یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ دوسرے دن کالج میں دامودر نے انہیں ایک ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا۔

سب غرور میں آنکھیں بند کر کے دوسروں کو ذلیل کرتی ہو۔ لفافے کھول کر دیکھو۔ تمہاری آنکھیں کھل جائیں۔“

وہ چاروں اپنے اپنے لفافے کو مضبوطی سے تھامے، سر جھکائے بیٹھی رہیں۔ وہاں اور کئی لڑکیاں تھیں۔ وہ سب کے سامنے ننگی نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ دامودر نے کہا۔ ”ان تمام لڑکیوں سے نہ شرماؤ۔ یہ بھی میرے خلاف سازشوں میں شریک تھیں۔ انہیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اسی گڑھے میں گرتے ہیں۔“

منجھلی نے عاجزی سے کہا۔ ”ہمیں معاف کر دو۔ ایسی غلطی پھر کبھی نہیں ہو گی۔ ہمیں ان تصویروں کے نیگیٹو دے دو۔“

”نیگیٹو کبھی نہیں ملیں گے۔ چلو، میرے سامنے نہ سہی، میرے جانے کے بعد انہیں دیکھ کر ڈوب مرنا۔“

وہ ان کے درمیان سے گزرتا ہوا چلا گیا۔ اس دن سے مخالفت کرنے والی لڑکیاں اس کے سامنے سر جھکا کر چلنے لگیں۔ وہاں کے جوان مرد تو پہلے ہی ماورا سے مرعوب ہو چکے تھے۔ یوں ان بہن بھائی کا رُعب دبدبہ قائم ہو گیا تھا۔ ان کی ذہانت بے مثال سمجھی جاتی تھی۔ وہ امتحانات میں بے حد نمبر حاصل کرتے تھے۔ پرنسپل اور پروفیسر بھی ان کی عزت کیا کرتے تھے۔

ماورا نے بڑے فخر سے کہا۔ ”دامودر! اس دنیا کے لوگ عقل سے پیدل ہیں۔ ہمارے مقابلے میں کم تر ہیں۔ خیال ہے، مجھے اس زمین پر اپنا آئیڈیل نہیں ملے گا۔“

وہ بولا۔ ”ایسی بات نہیں ماورا! اس دنیا میں بڑے بڑے ذہین، شہ زور اور ناقابل شکست لوگ ہیں۔ یاد ہے، پاپا (شوارا) کی مشین نے پیش گوئی کی تھی کہ یہاں بڑے جی دار لوگوں سے سابقہ پڑے گا۔ ایسے وقت ہم ثابت قدم رہیں گے تو ہمیں کامیابی اور عروج حاصل ہو گا۔“

وہ بولی۔ ”جس طرح یہاں کے نجومی کھل کر مستقبل کی باتیں نہیں بتاتے۔ اسی طرح پاپا کی مشین بھی وضاحت سے نہیں بتاتی کہ ہمیں کن حالات سے گزرنا ہے؟“

”پاپا اس مشین سے لگے رہتے ہیں۔ کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتے ہیں پھر وہ مشین آئندہ کے حالات کے متعلق پوری تفصیل بتا سکے گی۔ یہاں کے مشہور جین مندر میں ایک یوگی مہاراج آئے ہوئے ہیں۔ وہ ہاتھ کی لکیریں پڑھ کر، چہرہ دیکھ کر اور آنکھوں میں جھانک کر سامنے والے کی اگلی پچھلی تمام باتیں بالکل دُرست بتا دیتے ہیں۔“

”جب آنکھوں میں جھانکتے ہیں تو وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہوں گے؟ سامنے والے کے دماغ میں گھس کر چور خیالات پڑھ کر سارا بھید معلوم کر لیتے ہوں گے۔ اس طرح سب ہی ان سے متاثر ہوتے ہوں گے۔“

دامودر نے کہا۔ ”کیوں نہ ہم ان کے دماغ میں گھس کر ان کی اصلیت معلوم کریں؟“

”وہ یوگا کے ماہر ہوں گے۔ سانس روک کر بھگا دیں گے۔“

”میں نے ایک میگزین میں ان کی تصویر دیکھی ہے۔ وہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچا ہیں۔ بہت کم کھاتے پیتے ہیں۔ دن رات تپسیا میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ مشکل سے سانس لیتے ہیں۔ ہماری آمد پر بھلا سانس کیسے روکیں گے؟“

”تو پھر آؤ جین مندر چل کر ان کے درشن کریں۔“

وہ بہن بھائی ایک کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ مندر کے بہت بڑے آشرم میں یوگی مہاراج کو قیام کرنے کے لیے ایک کمرا دیا گیا تھا۔ وہاں عقیدت مندوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ سب اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ اس دیش کے حکمران راشٹر پتی اور پردھان منتری بھی مہاراج کے عقیدت مند تھے۔ وہ سچے تھے۔ اسی لیے ادنا سے اعلیٰ سب ہی ان کو مانتے تھے۔

ماورا اور دامودر نے ان کے چیلے کے پاس آ کر اپنے نام لکھوائے پھر باری کا انتظار کرنے کے لیے آشرم کے ایک ویٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں انہوں نے اس چیلے کے ذریعے یوگی مہاراج کی آواز سنی پھر ان کے دماغ میں پہنچے تو آسانی سے جگہ مل گئی۔ مہاراج نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک عقیدت مند سے باتیں کر رہے تھے۔ اپنے اندر والوں سے بے خبر تھے۔

ان کے خیالات نے بتایا، وہ دنیا داری سے دور رہنا چاہتے تھے لیکن پورے بھارت میں ان کے اتنے عقیدت مند ہیں کہ وہ انسانی آبادی سے دور جنگلوں میں جا کر تپسیا کرنا چاہتے ہیں تو وہاں بھی لوگ ہجوم کی صورت میں پہنچ جاتے ہیں۔

ان کے خیالات بتا رہے تھے کہ گھور تپسیا کے نتیجے میں انہیں دھیان گیان کی شکتی حاصل ہوئی ہے۔ وہ ہاتھوں کی لکیریں اور چہرے پڑھ کر ماضی، حال اور مستقبل کی صحیح باتیں بتا دیتے ہیں۔ ان کی سوچ نے بتایا کہ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور نہ یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ ماورا نے قائل ہو کر

کہا۔ ''بے شک، یہ ایک سچے اور بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ میں ان سے معلوم کروں گی کہ میرا آئیڈیل محبوب مجھے کب اور کہاں ملے گا؟''

دامودر نے کہا۔ ''میری تو سمجھ میں نہیں آتا' مجھے کیا پوچھنا چاہیے؟ وہ اپنے طور پر جو بتاتے رہیں گے' میں سنتا رہوں گا۔''

☆☆☆

تقریباً دو گھنٹے بعد ان کی باری آئی۔ وہ دونوں یوگی مہاراج کے کمرے میں آگئے۔ وہ ننگے فرش پر پالتھی مارے بیٹھے ہوئے تھے۔ ماؤرا اور دامودر ان کے آگے جھک کر پیروں کو چھو کر کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ یوگی مہاراج نے کہا۔ ''یہاں سب اپنی اگلی پچھلی زندگی کے بارے میں معلوم کرنے آتے ہیں۔ اب یہ سلسلہ الٹ گیا ہے۔ تم دونوں میری اگلی پچھلی زندگی کے بارے میں بتاؤ' کیا جانتے ہو؟''

انہوں نے حیرانی سے یوگی مہاراج کو دیکھا۔ دامودر نے کہا۔ ''آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ بھلا ہم آپ کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں؟''

ماؤرا نے کہا۔ ''ہم پہلی بار آپ سے مل رہے ہیں۔ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ہم کچھ نہیں جانتے۔''

وہ بڑی گہری آواز میں بولے۔ ''جھوٹ انسان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ ہم انسان اپنی زندگی میں پیش آنے والے واقعات سے سبق کیوں نہیں سیکھتے؟ ابھی پچھلے دنوں تمہیں دھوکا دینے والے خود بری طرح دھوکا کھا گئے۔ یہ تمہارے ہی الفاظ ہیں کہ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اس گڑھے میں گرتے ہیں۔''

دامودر چونک گیا۔ اس نے منجلی اور دوسری لڑکیوں سے یہی کہا تھا۔ انہوں نے ماؤرا سے کہا۔ ''کیا تم نے میرے خیالات نہیں پڑھے؟''

اس بات پر وہ دونوں چونک گئے۔ جھینپ کر نظریں چرانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''تمہیں معلوم ہوا کہ میں ناگ پور میں پیدا ہوا تھا اور میری موت کے بارے میں معلوم ہوا کہ جس دن عجیب وغریب لوگ میرے سامنے آئیں گے' اسی دن میری ہتیا (قتل) ہوگی۔ مجھے اس سنسار سے مکتی ملے گی۔''

ماؤرا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''بے شک، آپ مہا گیانی ہیں۔ میں اپنے لیے کچھ پوچھنے سے پہلے آپ کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ وہ عجیب وغریب لوگ کون ہو سکتے ہیں؟ آپ کے سامنے کب آئیں گے؟''

وہ بولے۔ ''وہ وقت آگیا ہے۔ تم دونوں آچکے ہو۔''

دونوں کے ذہنوں کو ایک جھٹکا سا لگا۔ دنیا والے ان سیارے کے باشندوں کو عجوبہ کہتے تھے۔ وہ یوگی مہاراج بھی ان کو یہی کہہ رہے تھے جبکہ وہ مکمل کامیاب پلاسٹک سرجری کے بعد کسی پہلو سے بھی عجوبہ نہیں لگتے تھے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہماری دنیا میں جناب علی اسد اللہ تبریزی اور یوگی مہاراج جیسے مہا گیانی' پہنچے ہوئے لوگ ہیں۔ جو دنیاوی اور انسانی معاملات میں دور تک اور گہری جڑوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

دامودر نے کہا۔ ''آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ہم بہن بھائی آپ کو عجیب وغریب دکھائی دے رہے ہیں؟''

وہ بڑے اعتماد سے بولے۔ ''دکھائی نہیں دے رہے ہو۔ پردہ کر چکے ہو۔ اس دھرتی کے انسانوں جیسے ہو مگر نہیں ہو۔''

ماؤرا نے پوچھا۔ ''آپ کس بنیاد پر ہمیں دوسروں سے الگ کہہ رہے ہیں؟''

''یہ مجھ سے نہ پوچھو۔ تمہارے سوال کا جواب تمہارے اپنے ہی اندر ہے۔ میرے پاس اس دیش کے حکمران' بڑے بڑے سرکاری عہدیدار اور انٹیلی جنس والے آتے رہتے ہیں۔ میں نے کسی سے نہیں کہا کہ ہماری دھرتی پر ایسے لوگ بھی ہیں' جن کا تعلق ہم سے نہیں ہے۔ جب میں نے ان سے نہیں کہا تو تم سے کیا کہوں؟ کیا تم پردہ رکھنا نہیں چاہتیں؟''

ماؤرا نے بھائی کو دیکھا۔ کوئی اپنا بھید کھولنا نہیں چاہتا۔ دامودر نے پوچھا۔ ''اگر آپ کی دھرتی پر کچھ لوگ کہیں باہر سے آئے ہیں تو کیا آپ کو اعتراض نہیں ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں' وہ اس دھرتی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے؟''

''پہنچائیں گے۔ ہمیں بھی نقصان پہنچائیں گے اور خود بھی نقصان اٹھائیں گے۔''

''پھر آپ ان کے خلاف حکمرانوں اور انٹیلی جنس والوں سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ انہیں اپنی زمین سے اکھاڑ پھینکیں؟''

یوگی مہاراج نے ایک اُنگلی اوپر کی جانب اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''ایشور کی لیلا نیاری ہے۔ وہ اس سنسار کو اپنے ڈھنگ سے چلاتا ہے۔ ہم یوگی ہیں۔ مٹی کے ذرے ہیں۔ بھگوان کے کاموں میں دخل نہیں دیتے۔ وہ پربھو جو کرتا ہے، ہماری اور اس دنیا کی بہتری کے لیے کرتا ہے۔''

وہ بالکل وہی باتیں کہہ رہے تھے جو ہمارے دین اسلام

۔۔۔حانیت کے حامل کہتے ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ہو' ۔۔۔دھرم کرم کے حوالے سے جس کے اندر سچائی اور ایمان ۔۔۔اتی ہوتی ہے۔ اسے آتما شکتی ضرور حاصل ہوتی ہے۔ ۔۔۔تعالیٰ کی طرف سے اسے روحانیت میں کمال کا درجہ عطا ۔۔۔جاتا ہے۔ یوگی مہاراج کو بھی آتما شکتی حاصل تھی۔ وہ بھی ۔۔۔ اعلیٰ حضرت کے اصولوں کے مطابق قدرتی معاملات ۔۔۔ مداخلت نہیں کرتے تھے۔

وہ بول رہے تھے۔ ماؤرا نے ایسے وقت خیال خوانی ۔۔۔ذریعے اپنے باپ ایشورارا کو بلا لیا تھا۔ وہ بیٹی کے اندر ۔۔۔کر یوگی مہاراج کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ سوچ کر تشویش میں ۔۔۔ہو رہا تھا کہ یہ یوگی سیارے والوں کے متعلق بہت کچھ ۔۔۔تا ہے۔ کسی بھی وقت ہمارے لوگوں کی نشاندہی کر سکتا ۔۔۔۔ شاید یہ بھی جانتا ہے کہ جوجو' گوا گوا اور جانانا کی خفیہ ۔۔۔گاہ راجستھان کے علاقے میں ہے۔ یہ بوڑھا یوگی ۔۔۔رے لیے بہت خطرناک ہے۔

ماؤرا نے کہا۔ ''پاپا ایشورارا! تمہیں اس مہا گیانی کے ۔۔۔ جا کر اپنے طور پر بہت کچھ معلوم کرنا چاہیے۔''

اس نے کہا۔ ''تم دونوں اس بوڑھے کے اندر چھپ ۔۔۔خیال خوانی کر رہے تھے لیکن اسے معلوم ہو گیا تھا۔ ابھی ۔۔۔ یہ میری سوچ کی لہروں کو بھی محسوس کر لے گا۔''

یوگی مہاراج نے ماؤرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بیٹی! میں ۔۔۔آس پاس آنے والوں کی آہٹ سن لیا کرتا ہوں۔ اپنے ۔۔۔ سے کہو، مجھ سے پردہ نہ کرے۔''

ایشورارا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''بے شک، آپ ۔۔۔ گیانی ہیں۔ سیارے میں سب ہی مجھے دیوتا یا بھگوان ۔۔۔نتے ہیں۔ میرے آگے سجدہ یا ڈنڈوت کرتے ہیں۔ میں ۔۔۔ سے دور ہوں' پھر بھی سوچ کے ذریعے سر جھکا رہا ۔۔۔ں۔ میری جگہ میرے بچے ڈنڈوت کریں گے۔''

کسی بزرگ کے قدموں میں آکر اوندھے منہ لیٹ کر ۔۔۔ کرنے کو ڈنڈوت کہتے ہیں۔ ایشورارا کا حکم سنتے ہی ۔۔۔را اور دامودر' یوگی مہاراج کے آگے اوندھے لیٹ کر ۔۔۔نے لگے۔ ''جے ہو یوگی مہاراج کی.... ہم آپ کے داس ۔۔۔۔ آپ کے چرنوں کی دھول ہیں۔ ہماری عقیدت مندانہ ۔۔۔ داری سویکار کریں۔''

انہوں نے کہا۔ ''اُٹھو، آرام سے بیٹھو۔ تمہارا باپ مجھ ۔۔۔ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ہماری باتیں سنو۔ یہ بعد میں تمہارے ۔۔۔م آئیں گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''واقعی! میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ انتر گیانی ہیں۔ اندر کی باتیں جان لیتے ہیں۔ ابھی آپ کے پاس آنے سے پہلے میں سمجھتا تھا، اس دنیا میں صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی کو ہی آتما شکتی حاصل ہے لیکن آپ کا تو جواب ہی نہیں ہے۔ آپ تو ان کی روحانی قوتوں کا منہ توڑ جواب ہیں۔''

یوگی مہاراج نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ ''جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمارے لیے معزز اور محترم ہیں۔ تم ایسی باتیں نہ کرو۔ میں کسی کا منہ توڑنا تو کیا۔ کسی کا دل بھی نہیں دکھاتا۔ تم اپنی بات کرو۔ کیا چاہتے ہو؟''

وہ بولا۔ ''یہ تو میں بتا چکا ہوں کہ اپنے سیارے کا خدا ہوں۔''

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولے۔ ''توبہ کرو۔ کان پکڑو اور سارے جہاں کے اور کل کائنات کے ایک خدا سے معافی مانگو۔ وہ خدا کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ کسی سے مدد نہیں مانگتا اور تم مجھ سے مدد مانگنے آئے ہو؟''

''میں کیا کر سکتا ہوں؟ جبکہ سیارے والے مجھے خود ہی اپنا بھگوان مانتے ہیں۔''

''تم نے اپنی ذہانت سے، سائنس اور ٹیکنالوجی میں غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے خود کو منوایا ہے تب ہی وہ تمہیں بھگوان مانتے ہیں۔''

''چلو یہی سہی۔ سب ہی ایک دوسرے سے برتر رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنی برتری منوائی ہے تو یہ انسانی فطرت ہے۔ آپ میری مدد کریں گے تو ہم جناب علی اسد اللہ تبریزی سے برتر ہو کر ان کے پُراسرار ادارے کو ہمیشہ کے لیے نیست ونابود کر دیں گے۔''

انہوں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میرے پاس آکر کسی کی بربادی کی نہیں۔ آبادی کی' شادمانی وکامرانی کی باتیں کرو۔ بھگوان تمہیں بھی شاد وآباد رکھے گا۔''

ذرا دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ایشورارا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس مہان آتما شکتی والے کو کس طرح بابا صاحب کے ادارے کے خلاف استعمال کرے؟ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اسی مثال کے مطابق وہ آتما شکتی کے ذریعے روحانیت کو کاٹ چھانٹ کر ختم کرنا چاہتا تھا۔

ماؤرا نے پوچھا۔ ''مہاراج! آپ کی طرح اور جناب تبریزی کی طرح اور بھی اس دنیا میں آتما شکتی والے ہوں گے؟''

''بے شک ہیں، ایسے کئی ہیں جو خدائے واحد لاشریک سے لَو لگاتے رہتے ہیں۔ دن رات تپسیا کرتے

ہیں۔ دنیا والوں کو نیک ہدایات دیتے ہیں اور گمراہ ہونے والوں کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ تم باپ اور بچوں کو بھی یہ ہدایت ہے۔ ہماری زمین پر آئے ہو تو سب کی سلامتی چاہو پھر تم بھی سلامت رہو گے۔"

ایشورارا نے کہا۔ "آپ سے التجا ہے، ہمیں دوسرے آتما شکتی رکھنے والوں کے نام اور پتے بتائیں۔ ہم بڑی عقیدت سے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔"

"میرے سامنے جھوٹ نہیں چھپتا۔ تم عقیدت سے نہیں، اپنی ضرورت سے ان کے پاس جانا چاہتے ہو۔ تم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ روحانیت کو ختم کیے بغیر اس دھرتی پر حکمران بن کر نہیں رہ سکو گے۔"

دامودر نے کہا۔ "آپ کے متعلق سنا ہے کہ کسی کو مایوس نہیں کرتے؟ جو یہاں آتا ہے اس کی جھولی مرادوں سے بھر دیتے ہیں؟ کیا آپ ہماری ایک مراد پوری نہیں کریں گے؟"

ماؤرا نے کہا۔ "ہم آپ کو بھگوان کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہمیں دوسرے آتما شکتی والوں کے نام اور پتے بتا دیں؟"

"بھگوان کا واسطہ نہ دو تب بھی بتاؤں گا۔ یہ قدرت کی مرضی ہے کہ ابھی تمہاری رکاوٹیں دور کردوں۔ بعد میں کیا ہوگا؟ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

ایشورارا نے کہا۔ "آپ آنے والے وقت سے آگاہ رہتے ہیں۔ باقی دنیا والے بے خبر رہتے ہیں۔ جو اچھا برا وقت آتا ہے۔ اس سے گزر جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی جو ہوگا، ہم نمٹ لیں گے۔ پلیز، آپ ہمیں ان کے نام اور پتے بتا دیں؟"

یوگی مہاراج نے آنکھیں بند کرلیں۔ ذرا دیر چپ رہے پھر بولے۔ "شہر روم میں ایک زاہد گوشہ نشین فادر جوزف ہے۔ وہ اپنے گاڈ کے نیک بندے ہیں۔ کلیسا کے درویش کہلاتے ہیں۔ قدرت کے بھید جانتے ہیں مگر چپ رہتے ہیں۔ جب قدرت کی جانب سے اشارہ ملتا ہے، تب وہ کسی کو پیش آنے والے حالات سے آگاہ کرتے ہیں پھر خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوئے۔ ایشورارا نے کہا۔ "بہت بہت شکریہ۔ اس زمین پر اور بھی معرفت کل رکھنے والے بندے ہیں؟"

"بے شک ہیں، جنوب مغربی افریقا میں انگولا کے ایک شہر گوانزا کے قریب ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہے۔ وہاں کے لوگ ہم ہندوستانیوں کی طرح بت پرست ہیں۔

اس مندر کی ایک پجارن کو کاہنہ کہتے ہیں۔ وہ غیب کی باتیں بتاتی ہے۔ اس کی نوے فیصد باتیں دُرست ہوتی ہیں۔"

ماؤرا اور دامودر کے دماغوں میں رہنے والا ایشورارا خوش ہو رہا تھا۔ یوگی مہاراج نے ذرا ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ "کوہِ طور... جہاں حضرت موسیٰ نے خدا کو دیکھنے کی ضد کی تھی او... خدا کی جانب سے ایک تجلی کو برداشت نہ کرسکے تھے۔ اس... کوہِ طور کے ایک غار میں علم بسیط رکھنے والے یہودیوں کے پیشوا ابرائٹ موسس رہتے ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے خلاف زبردست محاذ آرائی کے لیے زبردست معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ ایشورارا خوش ہو رہا تھا۔ بیٹھے بٹھائے اس کے من کی مراد پوری ہو رہی تھی۔ یوگی مہاراج نے کہا۔ "ایسے کئی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ تم ایک سے ملاقات کا شرف حاصل کرو گے تو ایک کے بعد ایک کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم ہوتا رہے گا۔"

وہ بولا۔ "میں اور زیادہ کچھ نہیں پوچھوں گا۔ صرف ایک ایسا نام بتا دیں، جو تمام آتما شکتی جاننے والوں سے برتر ہو اور آپ سب ہی انہیں کامل رہنما تسلیم کرتے ہوں۔"

انہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ ذرا دیر چپ رہے پھر آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ "خدا کے ایک محبوب بندے ہیں۔ حضرت محمدؐ خدا کے محبوب بندے بھی ہیں اور آخری رسولؐ بھی... میں جن کی بات کر رہا ہوں۔ وہ رسول نہیں ہیں۔ صرف محبوب بندے ہیں۔ انہیں روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل ہے۔ وہ وفات پاچکے ہیں... مگر زندہ ہیں۔"

ماؤرا نے حیرانی سے پوچھا۔ "جب وفات پاچکے ہیں تو پھر زندہ کیسے ہیں؟"

"یہ قدرت کا کرشمہ ہے۔"

یوگی مہاراج نے خلا میں تکتے ہوئے کہا۔ "وہ دو ہم شکل بھائی تھے۔ دونوں ہی عالم کامل تھے۔ ان میں سے ایک عالم چھ ماہ کے لیے ایک غار میں عبادت کے لیے جاتے تھے۔ دوسرے عالم دنیا والوں کے درمیان موجود رہتے تھے۔ چھ ماہ بعد وہ واپس آتے تو دوسرے عالم چھ ماہ کے لیے اسی غار میں چلے جاتے تھے۔ دونوں ہی کامل روحانیت کے حامل تھے۔ ایک اب بھی ہیں۔ دوسرے وفات پاچکے ہیں۔ ان کے مسلمان عقیدت مند یہ نہیں جانتے کہ وہ زندہ ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ "صرف جناب علی اسد اللہ تبریزی اور ہم جانتے ہیں۔ انہوں نے ایک بھائی کی وفات سے پہلے ہی اس دنیا کو تیس برس کے لیے چھوڑ دیا تھا اور دن رات عبادت کرنے کے لیے اسی غار میں چلے گئے

وہ مدت پوری ہونے والی ہے۔ دو برس بعد وہ اس نامعلوم مقام سے نکل کر بابا صاحب کے ادارے میں آئیں گے۔"

ایشورارا نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا مصیبت ہے؟ وہ اس ادارے میں آئیں گے، جسے ہم ہمیشہ کے لیے ختم کردینا چاہتے ہیں۔ آخر وہ کون ہیں؟ کیا نام ہے ان کا...؟"

"میں اس سے آگے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جتنا بتایا ہے، اس کے پیش نظر انگلیوں پر گن لو، تمہارے پاس صرف دو برس ہیں۔ اس عرصے میں تم نے کامیابیاں حاصل نہ کیں تو ان بزرگ کے آتے ہی تم سیارے والوں کے قدم اس دھرتی سے اکھڑ جائیں گے۔"

"اگر میں زندہ رہا تو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کیا بتا سکتے ہو، میری زندگی کتنی ہے اور میری موت کیسے ہوگی؟"

"یہ تم اپنی فورکاسٹ کرنے والی مشین سے معلوم کرچکے ہو۔"

"یعنی آپ یہی کہتے ہیں کہ کسی کے ہاتھوں میری ہلاکت ہوگی؟"

"یہ سچ ہے..."

"مگر میں سمجھتا ہوں، طبعی موت مروں گا کیونکہ میں پلک جھپکتے ہی اپنا چہرہ، اپنی شخصیت بدل لیتا ہوں۔ چشم زدن میں مرد سے عورت، عورت سے بچہ اور بچے سے بوڑھا بن جاتا ہوں۔ کوئی قاتل مجھے کیسے پہچان سکے گا؟"

"دُرست کہتے ہو۔ تمہارے کئی دشمن ہوں گے۔ تمہیں تلاش کرتے رہیں گے۔ تمہارے قریب آکر بھی پہچان نہ پائیں گے۔ الٹا تمہارے ہاتھوں مارے جائیں گے۔"

"پھر کس میں اتنا دم خم ہوگا کہ مجھے قتل کرنے آئے گا؟"

"بے شک، تم سب ہی کے لیے چیلنج بن جاؤ گے۔ اس چیلنج کا جواب ایک عورت دے گی۔ تم ایک عورت کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

ایشورارا نے حقارت سے پوچھا۔ "عورت...؟ میں سیارے کا بھگوان ہوں۔ اس ارضی دنیا کو فتح کرنے والا ہوں اور مجھے ایک عورت مات دے گی؟ نہیں، میں نہیں مانتا۔"

انہوں نے سرد لہجے میں کہا۔ "مان جاؤ گے۔"

اس نے پوچھا۔ "آپ اس دنیا میں سب سے زیادہ کسے چاہتے ہیں؟"

"اپنے بھگوان کو..."

"میں اسی بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں، اس عورت کو راز میں نہ رکھیں۔ مجھے اس کا نام اور پتا بتائیں۔"

وہ ذرا چپ رہے۔ ایشورارا نے پوچھا۔ "کیا آپ کسی مشکل میں پڑ گئے ہیں؟"

"نہیں، تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اگر اسے چھیڑو گے تو تمہاری نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ کھانا پینا بھول جاؤ گے۔ اگر اس سے دور رہو گے تو یہ اندیشہ ستاتا رہے گا کہ پتا نہیں، وہ کب کہاں سے آکر شب خون مارے گی؟"

"مجھے اور تجسس میں مبتلا نہ کریں۔ اس کا نام بتائیں؟"

"تم اپنی انفارمیشن مشین میں اس کی پوری ہسٹری پڑھ چکے ہو۔ ساری دنیا مانتی ہے اور کہتی ہے، شی از اے اولڈ فرام دی بلیو۔ (وہ آسمان سے کڑکنے اور لپکنے والی بجلی ہے)"

ایشورارا نے چونک کر کہا۔ "اوہ یس، یہ اس کی لائف ہسٹری میں لکھا ہوا ہے۔ آپ فرہاد علی کی وائف سونیا سے ڈرا رہے ہیں؟ ہوسکتا ہے، اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سے مات نہ کھائی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے، وہ میرے ہاتھوں مرنے کے لیے اب تک زندہ ہو؟"

یوگی مہاراج نے کہا۔ "اب اس سلسلے میں نہ تم کچھ بولو، نہ ہی مجھے کچھ بولنا چاہیے۔ باہر دوسرے عقیدت مند اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔"

ماؤرا اور دامودر اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے چرنوں کو چھو کر وہاں سے باہر چلے آئے۔

ایشورارا ان کے اندر موجود تھا۔ ماؤرا نے کہا۔ "پاپا! تم نے اس عورت کی پوری ہسٹری پڑھی ہے۔ کیا وہ سچ مچ بہت خطرناک ہے؟"

"میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ بس پڑھا ہے۔ ہوسکتا ہے، کچھ بڑھ چڑھ کر ہسٹری بیان کی گئی ہو۔ ڈونٹ وری۔ جب سامنا ہوگا تو دیکھوں گا، وہ کتنے پانی میں ہے؟"

دامودر نے کہا۔ "پاپا! وہ بابا صاحب کا ادارہ تو اور زیادہ پُراسرار اور خطرناک ہوگیا ہے۔ پتا نہیں، وہ آتما شکتی والا کون ہے؟ کیا واقعی دو برس بعد اس ادارے میں آکر ہمارے قدم یہاں سے اکھاڑ دے گا؟"

"بیٹے! تم جب بھی کسی سے مقابلہ کرنے جاؤ گے تو وہ مقابلے پر آنے والا اپنے بارے میں خوب بڑھ چڑھ کر ڈینگیں مارے گا۔ فکر نہ کرو۔ ہمیں روحانیت کا توڑ کرنے کے

لیے کتنے ہی آتما شکتی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم ہو گئے ہیں۔ میں ان سب سے دوستی کروں گا یا انہیں زیرِ اثر لا کر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف استعمال کروں گا۔"

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ایشورارا نے کہا۔ "تم دونوں جاؤ۔ مجھے یوگی مہاراج سے نمٹنا ہے۔"

"پاپا! نمٹنے کا مطلب مخالفانہ کارروائی ہے؟"

"ہاں، اس یوگی نے جہاں زبردست معلومات فراہم کی ہیں۔ وہاں بہت سے اہم راز بھی چھپائے ہیں۔ اگر وہ تمام راز اگل دے گا تو میری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا یوگی مہاراج کے اندر پہنچ گیا۔ انہوں نے کہا۔ "آؤ ایشورارا! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا ہوں۔ یہ میرے جیون کی انتم گھڑیاں ہیں۔ مجھے تمہارے ہاتھوں اپنے بھگوان کے پاس جانا ہے۔"

"میری بات مانو گے تو زیادہ دن جیو گے۔"

"میرے ہاتھ کی ریکھا میں آج کے بعد زندگی کی سانسیں نہیں ہیں۔ تم جا ہو گے' میں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف تمہارے کام آتا رہوں اور میں اس ادارے کی مخالفت میں ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔"

"تم نے بہت سے اہم راز چھپائے ہیں۔ وہی بتا دو۔"

"میں کہہ چکا ہوں' قدرت کی منشا کے خلاف کوئی بات کسی کو نہیں بتا سکتا۔"

"پھر تو تم میرے دشمن ہو۔ یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو ہماری اصلیت بتا کر انہیں میری بیٹی اور بیٹے کے پیچھے لگا سکتے ہو۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں گا تو تمہیں خبر ہو جائے گی۔ تم رکاوٹیں پیدا کرو گے۔"

"بے شک، یہی کروں گا۔ دین دھرم کے اور سچے لوگوں کے کام آنا میرا کرتو (فرض) ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "تم اپنے کرتو کے ساتھ نرک میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے مہاراج کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے' اُچھل کر فرش پر گر پڑے۔ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اب بھی وقت ہے' راضی ہو جاؤ۔ میرے کام آؤ۔ اپنی عمر بڑھاؤ ورنہ یہ آخری ذہنی جھٹکا ..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ سوچ کی لہریں باہر نکل آئیں۔ یوگی مہاراج کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنی پیش گوئی کے مطابق اپنی سانسیں پوری کر چکے تھے۔

☆☆☆

اس زیرِ زمین خفیہ پناہ گاہ میں جوجو' گواگوا اور جانانا بہت خوش تھے۔ گواگوا کے ساتھ رہنے والی بملا نے خوشخبری سنائی تھی کہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

دوسرے دن نرملا نے جانانا کو یہ نوید دی کہ وہ بھی باپ بننے والا ہے۔ اُرمیلا نے جوجو کو کوئی اچھی یا بری خبر نہیں سنائی۔

ان تینوں نے فیصلہ کیا کہ بملا اور نرملا کو دس ماہ کے لیے اودے پور پہنچا دیا جائے۔ وہاں ان کی زچگی ہوگی پھر وہ دونوں اپنے بچے لے کر بملا اور نرملا کو آزاد کر دیں گے۔ انہیں زیرِ زمین پناہ گاہ میں قیدی بنا کر نہیں رکھیں گے۔ یہی فیصلہ جوجو نے کیا تھا۔ وہ تینوں ان تین استعمال شدہ عورتوں سے قطع تعلق کر کے تین نئی عورتوں کو اپنے خفیہ اڈے میں لانا چاہتے تھے۔

وہ سب آدھی رات کے بعد زیرِ زمین پناہ گاہ سے باہر آئے۔ تینوں بہنیں کھلی فضا میں آتے ہی گہری گہری سانسیں لینے لگیں۔ وہ بہت خوش تھیں۔ ان تینوں صیادوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ اس تہ خانے میں انہیں دوبارہ نہیں لایا جائے گا۔ بچے پیدا کرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہونے والی تھیں اور اپنی مرضی سے شادیاں کر کے اپنے رشتے داروں کے درمیان زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہی تھیں۔

میں ان بہنوں کے دماغوں میں تھا۔ جوجو وغیرہ نے روانہ ہونے سے کئی گھنٹے پہلے ان عورتوں پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ باتیں نقش کی تھیں کہ وہ اپنے رشتے داروں میں جا کر زیرِ زمین قیدی بن کر رہنے والی باتیں کسی کو نہیں بتائیں گی۔ ان تینوں کے نام بھول جائیں گی۔ تنویمی عمل دیرپا نہیں ہوتا۔ وہ آئندہ بھی ان پر عمل کرنے والے تھے۔

میں نے ان کے عمل کے دوران مداخلت نہیں کی تھی۔ میں ان عاملوں کے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے ان بہنوں کے اندر رہ سکتا تھا۔ جوجو نے ارمیلا سے پوچھا۔ "تمہارے رشتے دار اُودے پور میں کہاں رہتے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "اودے پور سے دور ایک چھوٹا سا شہر بجن گڑھ ہے۔ وہاں ہمارے ماما کی حویلی ہے۔"

"کیا وہاں رات کو بھی چہل پہل رہتی ہے؟"

بملا نے کہا۔ "نہیں، وہ ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ رات ہوتے ہی گھروں کی بتیاں بجھ جاتی ہیں۔ صرف

...لیمپس کی روشنی رہتی ہے۔"

نرملا نے کہا۔ "آدھی رات ہو چکی ہے۔ اس وقت ...گھر سے نکل کر تمہیں نہیں دیکھے گا۔"

جانانا نے کہا۔ "کسی نے دیکھ بھی لیا تو کیا فرق پڑے ...ہم تو بالکل یہاں والوں جیسے ہو گئے ہیں۔ کسی پہلو سے ...نہیں ہیں۔"

ارمیلا نے کہا۔ "تم سب ہمارے ساتھ دیکھے جاؤ گے ...ح طرح کے سوالات اٹھیں گے کہ ہمارے ساتھ یہ تین ...اجنبی کون ہیں؟ تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔"

"ہم اس جھمیلے میں نہیں پڑیں گے۔ تم تینوں کو بجن ...ھ کے قریب پہنچا کر دور ہو جائیں گے پھر دور ہی دور ...تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ اب چلو یہاں سے..."

پھر انہوں نے اپنی اپنی عورت کو اُٹھا کر کاندھے پر لاد ...۔ دونوں پیروں کو جوڑ کر پلکیں جھپکائیں۔ اس کے ساتھ ...وہ تیر کی تیز رفتاری سے ایک سمت جانے لگے۔ وہ ...ودے پور سے تقریباً دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھے اور ...ے گھنٹے میں بجن گڑھ پہنچنے والے تھے۔

میں اس وقت اُودے پور کے شیو نواس پیلس ہوٹل ...تھا۔ میرے ساتھ والے کمرے میں الوشے سو رہی تھی۔ اس وقت تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے بیدار ہو گئی تھی۔ اس ...نماز شروع کرنے سے پہلے مجھے مخاطب کیا۔ "گرینڈ ...وہ تینوں آ رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "جانتا ہوں بیٹی! تم عبادت میں ...مصروف رہو۔ فی الوقت مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"ضرورت ہے گرینڈ پا! وہ آنے والے آندھی طوفان ...رفتار سے فرار ہو جائیں گے۔ آپ ان کا تعاقب نہیں کر ...سکیں گے۔"

"وہ فرار نہیں ہوں گے۔ تین نئی عورتوں کو یہاں سے ...لے جانے کے لیے مناسب موقع کا انتظار کریں گے۔ وہ ...اسی شہر میں یا شہر سے باہر کہیں چھپ کر رہیں گے۔ تم عبادت ...سے فارغ ہو کر مجھے بتا سکتی ہو کہ وہ تینوں کہاں ہیں؟"

اب تک مجھے یہ سہولت حاصل تھی کہ ان بہنوں کے اندر ...رہ کر ان تینوں کی مصروفیات پر نظر رکھتا تھا۔ آئندہ بھی ان کے قریب رہنے کے لیے ان کی نئی عورتوں کے دماغوں میں ...جانا ضروری تھا اور وہ نئی عورتوں کو کہاں سے اُٹھا کر لے ...جائیں گے' یہ میں نہیں جانتا تھا۔

وہ تینوں بجن گڑھ پہنچ گئے۔ انہوں نے عورتوں کو ...کاندھوں سے اتارتے ہوئے کہا۔ "تم تینوں یہاں سے اپنے ماما کے گھر جاؤ۔ ہم تمہارے اندر رہ کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔"

بملا نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "میں نہیں چاہتی' تم کسی نئی عورت کے چکر میں پڑے جاؤ۔ ہمارے ماما کے محلے میں ایک سے ایک حسین عورت ہے۔ تم تینوں کو اگر یہیں سے عورتیں مل جائیں تو اُودے پور جا کر بھٹکنے سے اور لوگوں کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہو گے۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ گواگوا نے کہا۔ "یہ ٹھیک کہتی ہے۔ پہلے اسی علاقے میں کوشش کی جائے۔ یہاں کی عورتوں کو دیکھا جائے۔ کوئی پسند نہیں آئے گی تو ہم آگے جائیں گے۔"

نرملا نے کہا۔ "ہماری حویلی سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا لگژری ہوٹل ہے۔ وہاں تم بزنس مین یا سیاحوں کی حیثیت سے رہ سکتے ہو۔"

جانانا نے کہا۔ "ہم یہاں رُک جاتے ہیں مگر ہر لمحہ تم تینوں کے اندر رہیں گے۔ تم میں سے کسی نے بھی ہمارے خلاف سازش کی یا پولیس والوں کو ہمارے پیچھے لگایا تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ اس کے بعد تم تینوں کو اسی تہ خانے میں لے جا کر مرنے نہیں دیں گے مگر ہر روز آدھی جان نکالتے رہیں گے۔"

اُرمیلا نے کہا۔ "تم ہمیں ہمیشہ کے لیے آزادی دے رہے ہو۔ ہم اس احسان کے بدلے دغا نہیں دیں گے۔ تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے، تم تینوں آگے آگے چلو۔ ہم کچھ فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے آئیں گے۔ خیال خوانی کے ذریعے تم سے معلوم کریں گے کہ تمہاری حویلی کے قریب وہ لگژری ہوٹل کہاں ہے؟"

وہ سب کافی فاصلہ رکھ کر آگے پیچھے چلنے لگے۔ میں نے لباس تبدیل کیا پھر پہلی بار اپنے مزاج اور اپنے دستور کے خلاف ایک سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو لباس میں چھپا لیا۔ الوشے عبادت میں مصروف تھی۔ تہجد کی نماز کے بعد کلام پاک کی تلاوت کر رہی تھی پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سونے والی تھی۔ اسے کچھ بتانا ضروری نہیں تھا۔ وہ مجھے کمرے میں نہ پا کر خود ہی میری موجودہ مصروفیات کو سمجھ لیتی۔

باہر کرائے کی موٹر سائیکل تھی۔ میں نے بہت عرصے کے بعد بائیک کی سواری کی۔ بجن گڑھ کی طرف جانے لگا۔ وہاں تینوں بہنیں حویلی میں پہنچیں تو سارے رشتے دار نیند

سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ بڑی حیرت سے اور مسرت سے انہیں گلے لگا کر پوچھنے لگے کہ وہ اتنے دنوں تک کہاں تھیں اور اتنی رات کو کہاں سے آرہی ہیں؟

جوجو، گواگوا اور جانانا ان کے دماغوں میں تھے۔ وہ تینوں رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔ ''ہم نہیں جانتیں' ہمارے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے' جیسے بھیانک خواب دیکھتی رہی تھیں۔''

اُرمیلا نے کہا۔ ''وہ تین جادوگر تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک شاندار محل میں رکھا تھا۔ بملا اور نرملا ان کے بچوں کی مائیں بننے والی ہیں۔''

یہ سن کر عورتوں' مردوں اور تمام بزرگوں کے سر جھک گئے۔ ان کے ماما نے پوچھا۔ ''تم تینوں اس محل سے کیسے نکل آئیں؟''

نرملا نے کہا۔ ''ان کا دل بھر گیا تھا۔ انہوں نے ہم سے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ جب ہم نے آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں تو خود کو اس حویلی کے باہر پایا۔''

ایک بوڑھی عورت نے کہا۔ ''ہے بھگوان! ہماری بچیوں کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہیں کچھ کھانے پینے کے لیے تو دو۔''

ماما نے کہا۔ ''میں ابھی پولیس آفیسر کو فون کرتا ہوں۔ وہ ان جادوگروں کا کھوج لگائیں گے۔''

ان تینوں بہنوں نے سختی سے کہا۔ ''نہیں ماما! آپ ہماری بھلائی چاہتے ہیں تو پولیس والوں کو ہمارے بارے میں کچھ نہ بتائیں۔ وہ جادوگر پھر ہمیں جادو سے اُٹھا کر لے جائیں گے تو کیا پولیس والے واپس لاسکیں گے؟''

نرملا نے کہا۔ ''ہرگز نہیں، ہمارا معاملہ حویلی سے باہر جائے گا تو ہم یہاں سے چلی جائیں گی۔''

بملا نے کہا۔ ''وہ جادوگر کہہ رہے تھے کہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی تو وہ جادو کے زور سے اس حویلی کو جلا کر بھسم کردیں گے۔''

یہ سنتے ہی ماما اور مامی سہم گئے۔ مامی نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''وہ حویلی میں آگ لگائیں گے تو ہم سب جل مریں گے نہیں۔ ہم پولیس والوں کو نہیں بلائیں گے۔ محلے والوں سے یہی کہیں گے کہ تم تینوں جے پور سے آئی ہو۔''

ان تینوں نے خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں سے کہا۔ ''شاباش! ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہمارے احسان کے بدلے کبھی دغا نہیں کرو گی۔ ہم ہمیشہ تمہارا خیال رکھیں گے۔ بچوں کے باپ بننے کے بعد تمہیں سونے کی اینٹیں انعام میں دے کر جائیں گے۔''

وہ تینوں مطمئن ہو گئے تھے۔ ان بہنوں کے چور خیالات بھی بتا رہے تھے کہ وہ کبھی انہیں دھوکا نہیں دیں گی۔ جب اطمینان ہوگیا۔ کوئی اندیشہ نہ رہا تو مستی سوجھنے لگی۔ انہوں نے ہوٹل میں تین کمرے لیتے وقت کاؤنٹر کے پاس چھ عورتوں کو دیکھا۔ وہ سب دھندا کرنے والیاں تھیں۔ جب جوان تھیں تو ممبئی شہر میں سونے کے بھاؤ بکتی تھیں۔ جب بھاؤ گرنے لگا تو اُودے پور آگئیں۔ ممبئی سے بیماریاں لے کر آئی تھیں۔ اُودے پور میں زیادہ نہ چل سکیں۔ اس لیے اس کے مضافاتی شہر بجن گڑھ آگئیں۔ وہاں بھی رات کے وقت میک اپ کا گاڑھا لیپ چڑھا کر ہوٹلوں میں جاتی تھیں۔ عموماً شرابی کبابی نشے کی دھن میں ڈھول کا پول نہیں دیکھتے تھے۔ دو چار سو میں لے جاتے تھے پھر تھوڑی دیر بعد ہی انہیں کمرے کے باہر دھکا دے دیتے تھے۔

وہ تینوں اناڑی نہیں تھے۔ اُرمیلا، نرملا اور بملا کے باغات سے تازہ پھل کھا چکے تھے۔ باسی کی پہچان دور سے ہو گئی تھی۔ وہ عورتیں انہیں لبھانے کے لیے آس پاس منڈلا رہی تھیں۔ جوجو نے ایک سے کہا۔ ''ہم فریش آئٹم چاہتے ہیں۔ ایک رات کے دس ہزار دیں گے۔''

''دس ہزار...'' ان عورتوں کے منہ حیرانی سے کھل گئے۔ ایک عورت نے کہا۔ ''ہمیں پانچ برس پہلے ایک رات کے پندرہ ہزار روپے ملتے تھے۔ کچھ ریٹ بڑھاؤ۔''

دوسری عورت نے کہا۔ ''ہمارے برے دن آگئے ہیں۔ ہمیں تو کوئی پندرہ پیسوں میں بھی نہیں پوچھتا۔ میری ایک بہن ہے۔ ابھی کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ پچیس ہزار دو گے تو اسے لے آؤں گی۔''

جوجو نے کہا۔ ''ابھی لاؤ۔ ابھی رقم لو۔''

دوسری عورت نے کہا۔ ''اب تو ہم دو دو وقت کے فاقے کرنے لگے ہیں۔ میرا ایک بچہ بیماری سے مرگیا۔ میں اس کا علاج نہ کراسکی۔ میری چودہ برس کی کم سن بیٹی ہے۔ پچیس ہزار دو گے تو اسے لے آؤں گی۔''

ہندوستان میں اتنی غربت ہے کہ بھیک مانگنے والے قدموں سے لپٹ جاتے ہیں۔ دو وقت کی روٹی کے لیے اپنے بچوں کو فروخت کردیتے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر ان کے کمروں میں تین کوری کنواریاں پہنچا دی گئیں۔ انہوں نے ان کی ایک رات کی قیمت ادا کردی۔ ایسے وقت میں وہاں پہنچ گیا۔

رات کے تین بجے تھے۔ ہوٹل کے اندر اور باہر گہری

...ی۔ سب ہی گہری نیند میں تھے۔ کاؤنٹر مین بھی ایک ...بیٹھا سو رہا تھا۔ میں راستے میں ریڈی میڈ میک اپ ...یے خود کو تبدیل کر چکا تھا۔ میرے چہرے پر داڑھی ...ں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ ناک کے نتھنے پھیل گئے تھے اور ...ے نے آنکھوں کو چھپا لیا تھا۔

میں نے کاؤنٹر مین کو آواز دی تو وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو ...''یس سر...! آپ کو کمرا چاہیے؟''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما ...میری مرضی کے مطابق رجسٹر کھول کر پڑھتے ہوئے ...''ابھی رات کے ڈھائی بجے تین بزنس مین آئے ہیں۔ ...نمبر پچاس اکیاون اور باون میں ہیں۔''

...یہ کہہ کر اس نے رجسٹر بند کردیا پھر دراز کھول کر ایک ...ی نکالی۔ اس ایک چابی سے ہوٹل کے تمام کمروں کے ...ے کھل جاتے تھے۔ وہ مجھے ماسٹر کی دے کر کرسی پر ...بیٹھ گیا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ ...ے لے رہا تھا۔

میں لفٹ کے ذریعے پانچویں فلور پر آگیا۔ ارادہ تھا، ...سے پہلے جوجو کے سر پر پہنچوں گا۔ اس کم بخت کی وجہ ...میں در بدر کا ہوگیا تھا۔ اپنوں سے دور دیار غیر میں بھٹک ...رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ تینوں میں سے کس کمرے میں ...ہے؟ میں نے روم نمبر ففٹی کے سامنے آکر بڑی خاموشی ...مقفل دروازے کو کھولا پھر دبے قدموں اندر آگیا۔ میں ...چہروں سے نہیں پہچانتا تھا۔

ایک چودہ برس کی کم سن لڑکی دیوار سے لگی کھڑی ...تھی۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اس کا گاہک ...تے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا۔ ''آ...آجا...تُو کترا رہی ...مجھے دوڑا رہی ہے مگر تیرے ساتھ اس چوہے بلی کے ...کھیل میں مزہ آرہا ہے۔''

اچانک لڑکی نے مجھے دیکھا پھر روتی ہوئی گڑگڑاتی ...بولی۔ ''مجھے بچاؤ... میں پاپ نہیں کرنا چاہتی۔ بھگوان ...لیے میری عزت بچاؤ۔''

وہ شخص پلٹ کر مجھے دیکھتے ہی حیرت سے اُچھل پڑا۔ ...سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا یا مجھ پر حملہ کرتا۔ میں نے فائر ...کردیا۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے آواز نہیں گونجی۔ ...کے حلق سے ایک کراہ اُبھری۔ وہ زخمی ہوکر فرش پر گر ...مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

وہ گواگوا تھا۔ وہ لڑکی دوڑتی ہوئی آکر میرے پیروں ...لپٹ گئی۔ میں نے اسے الگ کیا۔ بستر سے چادر اُٹھا کر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اُدھر آرام سے بیٹھو۔ تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔''

وہ زمین پر پڑا' سہما ہوا سا' سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرکے انہیں خطرے سے آگاہ نہیں کرسکتا تھا۔ میں اس کے قریب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر بولا۔ ''چپ چاپ پڑے رہو۔ مجھے چور خیالات پڑھنے دو۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے ایک لات ماری وہ اٹھتے اٹھتے گر پڑا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں چور خیالات پڑھ کر ان کے اہم راز معلوم کروں۔ وہ پھر اٹھنے لگا۔ اس بار میں نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ اب اس میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں آرام سے خیالات پڑھنے لگا۔

میں نے سب سے پہلے ان کی خفیہ پناہ گاہ کا محل وقوع معلوم کیا۔ یہ طریقہ کار معلوم ہوا کہ وہ کس طرح ایک ننھی سی مشین کے ذریعے چور راستہ بنا کر زمین کے اندر تہ خانے میں جاتے ہیں پھر اسی مشین کے ذریعے اس چور راستے کو بند کردیتے ہیں۔ وہ ننھی سی مشین ان تینوں کے سفری بیگ میں رہتی ہے۔

پھر میں نے ان کے سیارے کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہ اپنی زبان میں اس سیارے کو بانُو راما کہتے تھے۔ وہاں کے باشندے ایک بھگوان یا بھگوان کے اوتار ایشورارا کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اس کے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہتے تھے۔ جب سیارے میں تین ماہ کے لیے رات ہوتی تھی تو ایشورارا کہیں چلا جاتا تھا پھر جب تین ماہ کے لیے سورج کی روشنی پھیلتی تھی تو وہ واپس آجاتا تھا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ تین ماہ تک کہاں گم رہتا ہے؟ وہ ان سے اتنا ہی کہتا تھا کہ اس کے اوپر بھی ایک زبردست ایشورارا ہے۔ کبھی وہ عظیم ایشورارا ان کے سیارے بانُو راما میں آئے گا تو سب کو اس کے آگے جھکنا پڑے گا۔ کبھی وہ ارضی دنیا میں جائے گا تو اس دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔ پوری دنیا کا حاکم مطلق بن جائے گا مگر ابھی وہ اندھیروں میں گم ہے۔ اس نے ارضی دنیا کو تسخیر کرنے کی ذمے داری موجودہ ایشورارا کو دی ہے۔

یہ بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایشورارا نے اپنی بیٹی مادرا اور بیٹے دامودر کو ارضی دنیا کا باشندہ بنا دیا ہے۔ ان کے لیے انڈیا کی شہریت حاصل کر چکا ہے۔ یہ بات گواگوا بھی نہیں جانتا تھا۔ اس لیے مجھے بھی اس وقت کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ بانورا ما کے باشندے ایشورارا کو پوجتے ہیں پھر پتا چلا کہ اس ایشورارا سے اوپر بھی ایک عظیم ایشورارا ہے' جو کہیں اندھیروں میں چھپا ہوا ہے۔ جب بانورا ما کے باشندے ارضی دنیا کو تسخیر کرنے میں ناکام رہیں گے' تب وہ عظیم ایشورارا منظر عام پر آئے گا۔

یہ ساری معلومات تجسس میں مبتلا کر رہی تھیں اور یہ تجسس اپنے مخصوص وقت سے پہلے ختم ہونے والا نہیں تھا۔ بہر حال یہ وقت تو آ گیا تھا کہ میں پراسرار بننے والوں کی شہ رگ تک پہنچ رہا تھا۔ ان کی خفیہ پناہ گاہ کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کر چکا تھا۔

گوا گوا کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ زیادہ دیر تک دماغی تکلیف اور کمزوری میں مبتلا نہیں رہتے ہیں۔ جلد ہی ان کی توانائی بحال ہو جاتی ہے۔ میں نے اسے گولی کا زخم دیا تھا پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس لیے وہ بری طرح نڈھال ہو گیا تھا۔

میں اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اور بہت سی اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ ''میں ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اپنے دونوں ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتا لیکن وہ کسی بھی وقت کسی بھی ضرورت سے میرے اندر آ کر میرا حالِ زار معلوم کر سکتے ہیں۔''

میں نے اہم معلومات حاصل کرنے کی دُھن میں اس پہلو پر دھیان نہیں دیا تھا کہ اس کے ساتھی کسی ضرورت سے ابھی اس کے پاس آ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ ہوس پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لیے ساری دنیا کو حتیٰ کہ اپنے ساتھیوں کو بھی بھولے ہوئے تھے۔

میں نے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''چل آنکھیں کھول۔ اپنی موت کو کھلی آنکھوں سے دیکھ...''

اس نے آنکھیں کھول کر مجھے اور ریوالور کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''تو دُرست سوچ رہا ہے' تیرے ساتھی کسی وقت بھی تیرے اندر آ سکتے ہیں اور اپنی آنے والی موت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ میں انہیں سلامتی حاصل کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ لڑکی سہمی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ میں نے گوا گوا کا سفری بیگ اٹھا لیا۔ اس کے اندر بڑی اہم چیزیں تھیں۔ میں نے ان تمام چیزوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ آیندہ وہ سب میرے کام آنے والی تھیں۔ میں نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''ڈرو نہیں۔ میرے ساتھ آؤ...''

وہ میرے ساتھ اس کمرے سے باہر آ گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''تم تنہا اپنے گھر جا سکتی ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہوٹل کے باہر ماں جی میرے لیے بیٹھی ہو گی۔''

میں نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر سونے کی ایک اینٹ نکالی پھر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ اصلی سونا ہے۔ تمہیں لاکھوں روپے ملیں گے۔ ماں سے کہنا کہ تم سے دھندا نہ کرائے شادی کر دے۔''

وہ خوشی سے روتی ہوئی میرے قدموں میں گرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روک کر کہا۔ ''تم میری پوتی جیسی ہو۔ قدموں میں نہ جھکو۔ ماں کے ساتھ فوراً یہاں سے ممبئی چلی جاؤ ورنہ مرڈر کیس میں پھنسو گی۔''

میں نے اس کی پیشانی کو چوم کر اسے رُخصت کر دیا۔ اس کے جاتے ہی کمرا نمبر اکیاون کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ بھی اندر سے مقفل تھا۔ میں نے ماسٹر کی سے اُسے کھولا۔ اگرچہ دبے قدموں اندر پہنچا تھا لیکن انہوں نے آہٹ سن لی۔ دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ جانانا بستر سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسے خود کو چادر سے ڈھانپنے کا موقع بھی نہ ملا۔ میں نے گولی چلا کر اسے زخمی کر دیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''کک... کون ہو تم؟ مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ لوٹنے آئے ہو تو اچھی خاصی رقم دوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''تم نہ دو۔ تب بھی تمہارا بیگ اُٹھا کر لے جاؤں گا۔ اس میں سونے کی اینٹیں' ہیرے جواہرات اور ایسے آلات ہیں' جو میرے بہت کام آئیں گے۔ مجھے تمہارے خفیہ تہ خانے میں پہنچا دیں گے۔''

وہ حیرت اور تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''تم کس خفیہ تہ خانے کی بات کر رہے ہو؟ ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''تم اتنا ہی جان لو کہ مجھے جوجو کی تلاش ہے۔ وہ پاس والے کمرے میں ہے۔ میں وہاں پہنچنے میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔''

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ وہ جوان عورت سہمی ہوئی تھی۔ جلدی جلدی لباس پہن رہی تھی۔ میں نے جانانا کے بیگ سے سونے کی ایک اینٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ اصلی سونا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے' اس علاقے سے دور چلی جاؤ۔ ورنہ پولیس والے پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔''

میں نے جانانا کے بیگ کا ضروری سامان اور ہیرے ...ات گوا گوا کے بیگ میں رکھے۔ وہ عورت وہاں سے ... ا ہی تھی۔ میں بھی بیگ اُٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔ تیزی ... کمرا نمبر باون کے سامنے پہنچا تو اس کا دروازہ کھلا ہوا نظر آیا۔ ایک جوان عورت اپنا لباس دُرست کرتی ہوئی باہر ... رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ میں نے پوچھا۔ ''کیا وہ ... ہے؟''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''نہیں، وہ اچانک ہی مجھے ... کر کمرے سے بھاگتا ہوا گیا ہے۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ...؟''

میں نے کمرے میں آ کر دیکھا۔ جوجو وہاں نہیں تھا۔ اس نے کسی ضرورت کے تحت اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرنا ... ہا ہو گا۔ ایسے وقت خطرے سے آگاہی مل گئی پھر اس نے ... ار ہونے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں کی۔ میں نے کمرے کی ... شی لی۔ وہ اپنا سفری بیگ ساتھ لے گیا تھا۔ وہاں اس نے ... کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔ اب اس کا تعاقب کرنا فضول ... ا۔ نہ جانے وہ بندوق کی گولی کی طرح کتنی دور نکل گیا ہو گا؟

میں ہوٹل سے باہر آ گیا۔ بائیک پر بیٹھ کر اُودے پور ... ہوٹل میں پہنچا۔ اس وقت تک صبح ہو چکی تھی۔ الوشے ... اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ پتا نہیں' جوجو کہاں گیا ہو گا؟ مجھ سے انتقام لینے کے لیے کہیں چھپا ہو گا یا اپنی سلامتی کے لیے ... پناہ گاہ کی طرف گیا ہو گا؟ میں نے سوچا۔ ''ابھی انتظار کرنا چاہیے۔ الوشے بیدار ہو گی تو مجھے بتائے گی کہ وہ کہاں ...ہے؟''

☆☆☆

ثنا بابا صاحب کے ادارے سے باہر آ گئی تھی۔ پیرس ... کے جھیل کنارے والے کاٹج میں بیٹھی اپنے منصوبے پر عمل ... کرنے سے پہلے نظر ثانی کر رہی تھی۔ یہ خوب سمجھتی تھی کہ ... تک سیارے سے آنے والے دشمنوں کی توجہ میری ... ف سے کم نہیں کرے گی' انہیں اپنے پیچھے نہیں لگائے گی۔ ... وقت تک میری مصروفیات کم نہیں ہوں گی اور جب مصروفیات کم ہونے لگیں گی تو میں روپوشی ترک کر کے اس ... کے پاس چلا آؤں گا۔

وہ مجھے پانے کے لیے ہی بابا صاحب کے ادارے سے ... کلی تھی۔ یہ پلاننگ کی تھی کہ جوجو نے جتنے اکابرین کو اور ... برین ماسٹر جیسے شہ زوروں کو تابع دار بنایا ہے۔ ان سب کے اندر جا کر جوجو کو چیلنج کرے گی۔ اسے ایسے سنگین مسائل میں اُلجھائے گی کہ وہ عارضی طور پر مجھے بھول کر اس کے پیچھے پڑ جائے گا۔

وہ ادارے سے باہر نکلتے ہی گونگی بن گئی تھی۔ اس نے طے کیا تھا کہ تنہائی میں دیواروں سے بھی نہیں بولے گی۔ کسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی سوچ کا لب و لہجہ بھی نہیں سنائے گی۔ یوں سیارے سے آنے والے اس کا نام، پتا، ٹھکانا معلوم نہیں کر پائیں گے۔ نہ اس کی آواز اور لب و لہجے کو سن پائیں گے اور نہ اپنی مشینوں کے ذریعے اسے ڈھونڈ سکیں گے۔

اس نے موبائل فون میں ایک نئی سم ڈالی۔ وہ سم گونگی بن کر فون کرنے اور دوسروں کی آواز سننے کے لیے تھی۔ اس نے ایک امریکی اعلیٰ عہدیدار کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو...!''

وہ جواباً چپ رہی۔ اُدھر سے پوچھا گیا۔ ''ہیلو، کون ہے؟''

وہ فون بند کر کے اس کے اندر پہنچ گئی۔ اعلیٰ عہدیدار سوچ رہا تھا۔ ''یہ رانگ کال نہیں تھی۔ کسی نے مجھ سے رابطہ کر کے خاموشی اختیار کی ہے پھر میری آواز سننے کے بعد اپنا فون آف کر دیا ہے۔ کیا یہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟''

ثنا نے اعلیٰ عہدیدار کی سوچ اور لب و لہجے میں کہا۔ ''یہ ضرور سیارے سے آنے والا جوجو ہو گا۔''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''نہیں، جوجو فون نہیں کرتا ہے۔ سیدھا دماغ میں چلا آتا ہے۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے اس نے رابطہ نہیں کیا ہے۔ دوسرے اکابرین بھی جوجو کی مسلسل خاموشی سے اُلجھے ہوئے ہیں۔''

ثنا نے باری باری کتنے ہی اکابرین سے رابطہ کیا۔ ان کے اندر پہنچ کر معلومات حاصل کیں۔ سب ہی کے خیالات نے بتایا کہ جوجو نے پچھلے چوبیس گھنٹوں میں کسی سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس کی طویل خاموشی اور لاتعلقی سے طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ''وہ عارضی طور پر سیارے میں گیا ہے۔ کسی دن کسی وقت بھی واپس آ سکتا ہے۔''

کسی کا خیال تھا کہ وہ کہیں مر کھپ گیا ہے۔ سب ہی کے دلوں سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ وہ مر ہی جائے۔ اس سلسلے میں ماسٹر سے بھی پوچھا گیا۔ اس نے جواب دیا۔ ''وہ ضرور فرہاد کے معاملے میں اُلجھا ہوا ہو گا۔ اسے ہم سے رابطہ کرنے کی فرصت نہیں مل رہی ہو گی۔''

کئی اکابرین نے برین ماسٹر کو ثنا کے موبائل فون کا نمبر بتایا پھر پوچھا۔ ''کیا اس نمبر سے تمہارے پاس گونگی کال

آ رہی ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "گونگی کال کا مطلب کیا ہوا؟"

جواباً کہا گیا۔ "کوئی ہماوے نمبر پنچ کرتا ہے۔ ہماری ہیلو ہیلو سنتا ہے پھر فون بند کر دیتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "نہیں، میرے پاس ایسی کوئی گونگی کال نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے کال کرنے والے کے پاس میرا نمبر نہ ہو۔"

ماسٹر نے رابطہ ختم کیا۔ ثنا اس اعلیٰ افسر کے اندر رہ کر اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر وہ فون کو کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو...!"

ثنا خاموش رہی۔ برین ماسٹر نے اپنے فون کی ننھی اسکرین کو دیکھا۔ ابھی ایک اعلیٰ حاکم نے اسے جو فون نمبر بتایا تھا وہی نمبر اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ وہ اسے پھر کان سے لگا کر سخت لہجے میں بولا۔ "کون ہو تم؟ کتنے ہی معزز افراد نے تمہاری شکایت کی ہے۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ کسی کی آواز سن کر دماغوں میں پہنچ جاتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو تمہیں مایوسی ہوگی۔ تمہیں میرے اندر جگہ نہیں ملے گی۔"

وہ چپ ہو کر کسی کے بولنے کا انتظار کرنے لگا پھر خود ہی بولا۔ "میرے اندر پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہو تو اپنا فون بند کیوں نہیں کرتے؟"

اس نے پھر انتظار کیا۔ آخر جھنجلا کر اپنا فون بند کر دیا۔

جوجو کی طویل خاموشی نے سب ہی کو بے چین کر دیا تھا۔ ایسے وقت گونگی کال نے ایسا تجسس پیدا کیا تھا کہ بے چینی اور بڑھ گئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا پھر اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر فون اُٹھا کر میسج لکھا۔ "تم بول نہیں سکتے۔ لکھ تو سکتے ہو؟ پلیز ریپلائے۔"

اس نے وہ میسج ثنا کے فون نمبر پر ڈلیور کیا۔ دو منٹ کے اندر جواب موصول ہوا۔ "یس...؟"

اس کے بعد میسج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ برین ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"یس...؟"

"کیا یوگا میں مہارت رکھتے ہو؟"

"نو...!"

"کیا اپنا نام اور کام بتانا پسند کرو گے؟"

"سوری...!"

"تمہاری گونگی کال کا کوئی تو مقصد ہوگا؟"

"انفارمیشن... جوجو اسی زمین پر ہے۔ فرہاد نے اسے دلدل میں پہنچا دیا ہے۔ وہ دلدل سے نکلے گا' تب تم سے رابطہ کرے گا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ غلامی کی زنجیریں توڑنے کا یہی وقت ہے۔"

اس نے میسج کے ذریعے پوچھا۔ "تم نے فرہاد اور جوجو کے متعلق کہاں سے انفارمیشن حاصل کی ہے؟"

جواب موصول ہوا۔ "سوری...!"

"میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری...!"

"دوستی نہ سہی۔ کیا جوجو کے خلاف میری تھوڑی سی مدد کر سکتے ہو؟"

"سوری...!"

اس نے جھنجلا کر لکھا۔ "کیا سوری سوری کر رہے ہو؟ پوری طرح بات تو کرو۔"

"سوری...!"

وہ تپ کر رہ گیا۔ جی میں آیا' فون کو فرش پر دے مارے مگر اپنا ہی نقصان ہوتا پھر زیادہ غصے میں آنے والی بات نہیں تھی۔ ثنا نے اسے نیک مشورہ دیا تھا کہ موقع غنیمت ہے۔ جوجو کی عدم موجودگی میں اسے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ثنا نے یہی نیک مشورے میسج کے ذریعے دوسرے تمام اکابرین کو بھی دیے۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد اسے ذاتی طور پر کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ وہ برین ماسٹر اور دوسرے اکابرین کو چھیڑ کر جوجو کے لیے ایک چیلنج بننا چاہتی تھی مگر اس کی عدم موجودگی اور طویل خاموشی کہہ رہی تھی کہ اسے صبر و تحمل سے جوجو کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔

اس کے اندر ایک کھلبلی سی تھی۔ میرے پاس آنے کی جلدی تھی۔ جوجو کی غیر موجودگی مجھے اس سے دور کر رہی تھی۔ یہ بات نہیں تھی کہ صرف وہی میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ میں بھی اسے یاد کرتا رہتا تھا۔ وہ مجھے حاصل کرنے کے لیے ڈمی سونیا بن کر جھوٹ بولتی رہی تھی۔ فریب دیتی رہی تھی۔ مجھے پالینے کی دیوانگی میں اس نے بدترین دشمنی بھی کی تھی اور جب راہِ راست پر آئی تو دین اسلام قبول کر کے بہترین شریک حیات ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

میں اپنی بیویوں اور بچوں سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے تاکید کی تھی کہ ابھی اور کچھ عرصے تک ان سے دور رہوں۔ کسی کو اپنی آواز بھی نہ سناؤں۔ میں ان حالات میں الوشے سے پوچھتا تھا۔ وہ سب ہی کی خیر خیریت اور ان کی مصروفیات بتاتی رہتی تھی۔ اس نے ثنا کے متعلق بھی بتایا۔ مجھ سے ملنے کے لیے اس کی بیتابی بیان کی۔

میں نے کہا۔ "بیٹی! تمہارے بیان کے مطابق وہ جوجو لیے چیلنج بن کر مجھ تک پہنچنے کی راہ نکال رہی ہے۔ اب کی طویل خاموشی اور عدم موجودگی سے پریشان ہو رہی "

"یہی بات ہے گرینڈ پا! وہ میری چھوٹی گرینڈ مدر ان کی پریشانی دور کرنی چاہیے۔"

میں سوچنے لگا۔ پچھلی رات بجن گڑھ میں گوا گوا اور ...ا کو ہلاک کرنے کے بعد اُدے پور کے ہوٹل میں واپس ...ا تھا۔ جوجو فرار ہو گیا تھا۔ الوشے نے کہا۔ "گرینڈ ...پ دو چار گھنٹے کی نیند پوری کر لیں۔ اس کے بعد جوجو ...نا مناسب ہوگا۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے مگر سونے سے پہلے ثنا کی ...یاں کم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں براہِ راست اس سے بول نہیں سکتا مگر اس کی ایک اجنبی انفارمر بن کر جوجو کے بارے میں کچھ کہہ ...ہوں۔ مجھے اس کا موبائل نمبر بتاؤ؟"

الوشے نے آنکھیں بند کیں پھر چند سیکنڈ بعد آنکھیں ...ول کر نمبر بتا دیے۔ میں نے ایک میسج لکھا۔ "...طلاع... اٹینشن پلیز... جوجو کے دو ساتھی گوا گوا اور ...ا مارے گئے ہیں۔"

ثنا نے تڑپ کر میسج لکھا۔ "تم کون ہو...؟"

میں نے اسی کے انداز میں لکھا۔ "سوری...!"

"کیا تم صحیح اطلاع دے رہے ہو؟"

"یس...!"

"کیا تم بتا سکتے ہو' وہ دونوں کہاں مارے گئے ہیں؟"

"انڈیا کے شہر اُدے پور کے ایک مضافاتی ٹاؤن بجن ...ے ایک لگژری ہوٹل کے دو کمروں میں دونوں کی ...یں پائی گئی ہیں۔ ہوٹل کے رجسٹر میں ان کے فرضی نام ...ہوئے ہیں۔"

"کیا فرہاد نے انہیں جہنم میں پہنچایا ہے؟"

"سوری...!"

"پلیز، کچھ اور انفارمیشن دو؟"

"اس لگژری ہوٹل کے قریب راجا مُرلی دھر کی حویلی ... اس حویلی میں اُرمیلا' بملا اور نرملا نامی تین عورتیں ... ان کے چور خیالات پڑھو۔"

میں نے میسج میں اس ہوٹل کے دو نمبر لکھے۔ ثنا خوش ہو ...ی تھی۔ اسے بڑی اہم اطلاع مل رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔

"پلیز، جوجو کے بارے میں بتاؤ؟"

"چند گھنٹوں بعد انفارمیشن ملے گی۔ ڈیٹس آل..."

میں فون بند کر کے سونے کے لیے بیڈ پر آ گیا۔ ثنا نے اسی وقت ہوٹل کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر منیجر کی آواز سنائی دی۔ وہ فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے وہاں کے ملازم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہوٹل سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا دو چار گلیوں سے گزرتا ہوا راجا مُرلی دھر کی حویلی کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں ایک ملازم تالاب میں جھاڑو لگا رہا تھا۔ ثنا کے آلۂ کار نے حویلی کے ملازم سے کہا۔ "اندر جا کر بولو۔ ڈاک خانے سے ہرکارہ آیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "ابھی جا کر بولتا ہوں۔"

وہ حویلی کے اندرونی حصے میں گیا پھر ان بہنوں کے ماما راجا مُرلی دھر سے بولا۔ "ڈاک خانے سے ایک ہرکارہ آیا ہے۔ آپ کو بلاتا ہے۔"

مُرلی دھر نے کہا۔ "اسے اندر بلاؤ۔"

ملازم چلا گیا مگر باہر کوئی نہیں تھا۔ جو آیا تھا، وہ جا چکا تھا۔ ثنا حویلی کے اندر ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے اندر پہنچتی ہوئی اُرمیلا تک پہنچ گئی۔

جب اس کے خیالات پڑھے تو یہ معلوم کر کے خوشی کا ٹھکانا نہ رہا کہ جوجو کی خفیہ پناہ گاہ کا پتا مل رہا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ راجستھان کے ایک علاقے میں زیرِ زمین رہا کرتا تھا۔ وہ تینوں بہنیں وہاں ان تینوں کی داشتائیں بن کر رہتی تھیں۔

پورے بجن گڑھ میں خبر پھیل گئی تھی کہ ایک لگژری ہوٹل کے کمروں میں دو لاشیں پائی گئی ہیں۔ ان کی شناخت نہیں ہو رہی ہے۔ وہ قتل ہونے والے کون تھے اور کہاں سے آئے تھے؟ لیکن فرار ہونے سے پہلے جوجو نے خیال خوانی کے ذریعے ان بہنوں کو بتا دیا تھا کہ اس ہوٹل میں گوا گوا اور جانا نا مارے گئے ہیں۔ پتا نہیں، وہ دشمن قاتل کون ہے؟ اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ فوراً ہی ہوٹل سے نکل بھاگا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو وہ قاتل اسے بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

اُرمیلا کے خیالات پڑھ کر ثنا نے دل ہی دل میں کہا۔ "میرا دل کہتا ہے' ان کم بخت سیارے والوں کو میرے فرہاد نے ہی ہلاک کیا ہے۔ جوجو اسی سے خوفزدہ ہو کر بھاگتا پھر رہا ہے اور... اور یقیناً میرے فرہاد نے ہی اجنبی انفارمر بن کر مجھے وہ میسج دیا تھا۔"

وہ خوشی سے جھومتی ہوئی ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گئی پھر فون

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.pdfbooksfree.pk

کے ذریعے ایک ٹریولنگ ایجنسی سے رابطہ کرنے لگی۔ وہ انڈیا جانے والی کسی بھی پہلی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرنا چاہتی تھی۔ عموماً فوری طور پر سیٹ نہیں ملتی مگر اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرا پھیری کر کے اپنے لیے ایک سیٹ اوکے کرالی۔

☆☆☆

سمندر کے ساحل پر بڑی رونق تھی۔ رنگ برنگے ملبوسات میں ہر عمر کی عورتیں دور دور تک دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔ بچے، جوان اور بوڑھے سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ ساحل پر ہونے والے کھیل تماشوں سے دل بہلا رہے تھے۔ ماوٗرا بھی ساحل کی کھلی فضا میں آکر خوشی سے کھل جاتی تھی۔ وہ کبھی ناچ رہی تھی، گا رہی تھی۔ کبھی دونوں بانہیں پھیلا کر اِدھر سے اُدھر یوں دوڑتی پھر رہی تھی جیسے ہوا میں اڑتی جارہی ہو۔ پورس دور ہی دور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ شیوانی کی موت کے بعد اس نے پھر کسی حسینہ کو کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا مگر اس وقت ماوٗرا کو دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں، وہ منفرد سی مختلف سی لگ رہی تھی؟ جی چاہتا تھا، اسے دیکھتا رہے اور سمجھنے کی کوشش کرتا رہے۔

پھر اس نے بھی ماوٗرا کی طرح اُڑنے کے لیے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ اسی کی طرح مستی و سرشاری میں اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگا۔ پہلی بار ماوٗرا نے اسے دیکھا تو ایک جگہ رُک گئی۔ ذرا گھبرا سی گئی۔ وہ مست ہاتھی کی طرح مستی میں دوڑتا ہوا اسی کی طرف آرہا تھا۔ وہ ٹکراؤ سے بچنے کے لیے بھاگتی ہوئی جدھر گئی، اُدھر وہ بھی چلا آیا۔ بس یوں لگا کہ اب ٹکر ہونے ہی والی ہے۔ وہ چیخ کر بولی۔ "اے...! تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟"

اس نے قریب پہنچتے ہی فضا میں اُچھلتے ہوئے ایک قلابازی کھائی پھر اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے جاکر ریتیلی زمین پر کھڑا ہوگیا۔ ماوٗرا نے پلٹ کر اسے گھورا۔ وہ پھر اُچھل کر فضا میں قلابازی کھاتا ہوا اس کے پیچھے چلا گیا۔ اس نے پھر پلٹ کر دیکھا تو وہ ریت پر کھڑا ہوا تھا۔

پورس نے ایک بار پھر وہی حرکت کی۔ ماوٗرا خوش ہوکر اسے دیکھنے لگی۔ اسے یہ تماشا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ سامنے دیکھتی تھی تو وہ فضا میں قلابازی کھاتا ہوا اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے چلا جاتا تھا۔ وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتی تھی تو وہ پھر قلابازی کھاتا ہوا اس کے پیچھے چلا جاتا تھا۔ کتنی ہی عورتیں، مرد اور بچے وہ تماشا دیکھنے کے لیے قریب آتے جارہے تھے اور تالیاں بجاتے جارہے تھے۔

ماوٗرا کچھ بوکھلا سی گئی کیونکہ بار بار گھوم گھوم کر اسے د... رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ خود بھی تماشا بنتی جارہی تھی... وہ رک گیا۔ عورتوں، مردوں اور بچوں کے سامنے ... گزرتے ہوئے کہنے لگا۔ "بہنو! بھائیو! بچو! اور بزرگو... بندہ ناچیز آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ تماشا کر رہا ہے۔ ... پورس ہوں۔"

اس نے ماوٗرا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "... یہ میری پوری ہے۔ ہم پاپی پیٹ کی خاطر آپ کو اور ... تماشے دکھائیں گے۔"

اس نے سر پر رکھا ہوا گلف کیپ اتار کر بھیک ما... کے انداز میں کہا۔ "بھگوان کے نام پر ہمیں کچھ دیتے ر... اور آگے بھی تماشا دیکھتے رہو۔"

لوگ گلف کیپ کے کانسے میں چھوٹے بڑے نوٹ ا... سکے ڈالنے لگے۔ ماوٗرا نے گھور کر پوچھا۔ "اے! یہ پوری ... ہوتی ہے؟ تم نے مجھے پوری کیوں کہا ہے؟"

وہ ہجوم میں ایک ایک فرد کے سامنے سے گزر... ہوئے بولا۔ "مائی ڈیئر پوری! دھندے کے وقت سوا... جواب نہیں کرتے۔ اب ہم بازی گری کا اگلا آئٹم پیش کر... جارہے ہیں۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "کوئی اگلا آئٹم نہیں ہوگا... اپنے ساتھ مجھے بھی بھکاری بنا رہے ہو۔"

"ہم بھیک نہیں مانگ رہے ہیں۔ بازی گری ایک... بہت بڑا آرٹ ہے۔ ہم آرٹ کے، یعنی کلا کے، یعنی فن ا... ہنرمندی کے ذریعے کمائی کرنے یہاں آئے ہیں۔ گھر م... بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ کم سے کم اپنے بچوں ... خاطر ہی چپ رہو۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی۔ "بچے...؟ میرے ... بھی...؟ شٹ! ابھی میری شادی نہیں ہوئی اور..."

پورس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہاں، شاد... نہیں ہوئی... بہنو! بھائیو! دیوی اور دیوتاؤ! یہ لڑکیاں ... سے زیادہ بازی گر ہوتی ہیں۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہیں ... شادی کے بغیر بچے پیدا کرتی چلی جاتی ہیں۔"

اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ وہ چیخ چیخ ... کہنے لگی۔ "یہ جھوٹا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ میرا کوئی ... نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بچے کے رونے کی آ... سنائی دی۔ وہ روتے ہوئے "ماں ماں" پکار رہا تھا۔ پور... نے جذباتی انداز میں اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا...

...ہمارا پپو بھوک سے بلکتا ہوا آگیا ہے۔ اب اتنے ...کے سامنے دودھ کیسے پلاؤ گی؟"

...تمام تماشائی آواز کی طرف گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ ...ں کا ایک بچہ ننھے ننھے پیروں سے چلتا ہوا، روتا ...طرف آرہا تھا۔ پورس نے دوڑ کر اسے بازوؤں میں ...ے جذبے سے چومتے ہوئے کہا۔ "میرے بچے! ...! تُو بھوکا نہیں رہے گا۔ تُو اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا..."

...اس نے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "لوگو! ...کیسا زمانہ آگیا ہے؟ ایک ماں اپنے بچے کی ماں ...سے انکار کر رہی ہے۔ بھگوان کی لیلا نیاری ہے۔ اس ...کو ماں کے پاس پہنچا دیا ہے۔"

...وہ بچے کو اٹھائے ماوٗرا کے پاس آیا پھر بولا۔ "کنواری ...کے شوق میں اپنی ممتا کو نہ مار۔ اسے سینے سے لگاؤ اور..."

...وہ غصے سے بولی۔ "کیا پلاؤں...؟"

"سمجھا کرو، بچے کیا پیتے ہیں؟"

ایک عورت نے کہا۔ "اے بیٹی! ایسی کٹھور (سنگدل) ...اِدھر جاکر، منہ پھیر کر اسے دودھ پلاؤ۔"

...وہ غصے میں تلملا رہی تھی۔ پورس نے اس کی طرف ...رونی سی آواز میں کہا۔ "مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔"

...وہ بولی۔ "ہوں، اب تمہیں احساس ہو رہا ہے۔ چلو... ...کے سامنے کہو کہ تم جھوٹ بول رہے تھے۔"

"یہ سب کے سامنے بولنے کی بات نہیں ہے۔"

...وہ جھنجلا کر بولی۔ "آخر بات کیا ہے؟"

...وہ اس کے قریب اور جھک کر رازدارانہ انداز میں ..."میں نے ابھی نیکر کے اندر دیکھا ہے۔ یہ پپو نہیں ...ہے۔"

...اس کا غصہ انتہا کو پہنچ رہا تھا۔ وہ پورس کو مارنے کے ...گے بڑھی۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "ایک تو غلطی ...ہو۔ اوپر سے غصہ دکھاتی ہو۔ میں نے بیٹا مانگا تھا۔ تم ...ی کیوں پیدا کی؟"

ایسے ہی وقت ایک عورت پریشانی سے آوازیں دیتی اِدھر آگئی۔ "ڈولی...! میری بچی! تم کہاں ہو...؟"

پھر اس نے پورس کے پاس آکر بچی کو اپنی آغوش میں ...لیا۔ اسے چومنے لگی۔ ماوٗرا نے کہا۔ "لوگو! دیکھو اس ...ی اصلی ماں آگئی ہے۔ یہ جھوٹا اور مکار ہے۔ اسے ...اس کی پٹائی کرو۔"

پورس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "بہنو! اور بھائیو! جھوٹ اور ہیرا پھیری کے بغیر کوئی تماشا دلچسپ نہیں ہوتا۔ بازی گر کبھی فریب نظر سے اور کبھی اپنی باتوں سے جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ میں ابھی تماشا کر رہا تھا۔ کیا آپ دلچسپی نہیں لے رہے تھے؟ کیا آپ کو مزہ نہیں آرہا تھا؟ کیا ابھی آپ کا وقت اچھا نہیں گزر رہا تھا؟"

سب نے بیک وقت کہا۔ "ہاں... ہاں، بہت مزہ آیا۔ تم نے زبردست ناٹک کیا ہے۔ ہم جھوٹ کو سچ سمجھ رہے تھے۔"

ماوٗرا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ سب ہی پورس کی واہ واہ کر رہے تھے۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "یہ ہینڈسم جوان لوگوں کے سامنے مجھے تماشا بنا کر بہت خوش ہو رہا ہے۔ اب میں اسے تماشا بناؤں گی۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اُونچی آواز میں بولی۔ "بہنو! بھائیو! بچو اور سجنو! ابھی تماشا ختم نہیں ہوا ہے۔ اس جوان کی طرح میں بھی آپ سب کو خوش کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ دلچسپ اور زبردست تماشا دیکھنا چاہیں گے؟"

سب نے یک زبان ہوکر کہا۔ "ہاں ہاں، ہم دیکھیں گے۔ ضرور دیکھیں گے۔"

ایسے ہی وقت پورس چونک گیا۔ وہ اس کے اندر آکر بولی۔ "تم کیا سمجھتے ہو؟ مجھے بیوقوف بنا کر آسانی سے چلے جاؤ گے؟"

پورس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ حیرانی سے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ارے یہ تو کمال ہوگیا۔ میں اس حسینہ کی آواز اپنے اندر سن رہا ہوں۔ یہ تو زبردست جادو ہے۔"

وہ سمجھ گیا تھا۔ اس نے دل میں کہا۔ "ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی حسینہ سے ٹکرا گیا ہوں۔ اب حقیقتاً میری زندگی میں دلچسپ تماشے ہوتے رہیں گے۔"

میرے خاندان کے تمام افراد پر ایسا روحانی عمل کیا گیا تھا کہ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ تو ان کے اندر زلزلہ پیدا کرسکتا تھا۔ نہ ہی کامیابی سے تنویمی عمل کرسکتا تھا۔ اگر کر بھی لیتا تو وہ عمل دیرپا نہ ہوتا۔

پورس کے بارے میں جناب علی اسداللہ تبریزی نے یہ پیشگوئیاں کی تھیں کہ وہ دشمنوں کے شکنجے میں جائے گا اور اسے راضی خوشی ان کے زیر اثر آکر ان کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک کر رہنا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ وقت آچکا ہے۔

ماوَرا کہہ رہی تھی۔ ''اب یہ جوان آپ کے سامنے زمین پر گر کر یوں تڑپنے لگے گا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔''

پورس سمجھ گیا تھا کہ وہ دماغ کے اندر زلزلہ پیدا کرے گی اور اس نے یہی کیا۔ وہ ایک چیخ مارتا ہوا اُچھل کر زمین پر گر پڑا۔ یوں تڑپنے لگا جیسے مشکل سے جان نکل رہی ہو۔ سب ہی پریشان ہوکر اسے دیکھ رہے تھے۔ سمجھنے کی کوششیں کررہے تھے کہ یہ تماشا ہے یا صحیح معنوں میں اس کی جان نکل رہی ہے؟

ماوَرا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''تم نے مجھے بیوقوف بنایا تھا۔ سب کے سامنے میری انسلٹ ہورہی تھی اور تم خوش ہورہے تھے۔ اب بتاؤ' خوش ہونے کی سزا کیسے مل رہی ہے؟ کیا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے؟''

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، بہت تکلیف ہورہی ہے مگر بڑا مزہ آرہا ہے۔''

وہ بہت حیران ہوئی۔ کیا یہ ایسا سخت جان اور جی دار ہے کہ شدید دماغی تکلیف کے بھی مزے لے رہا ہے؟

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کو تھپکتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں اب آرام آرہا ہے۔ تم میرا حکم سنتے ہی اٹھ کر کھڑے ہوجاؤ گے۔''

پھر وہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ''آپ دیکھ رہے ہیں یہ جان لیوا تکلیف میں مبتلا ہے لیکن میرا حکم سنتے ہی اٹھ کر کھڑا ہوجائے گا۔ خوشی سے ناچنے لگے گا۔''

پھر اس نے حکم دیا۔ ''ارے او بازیگر! چل اُٹھ کر کھڑا ہوجا...''

سب نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ اچانک یوں اُچھل کر کھڑا ہوگیا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ ماوَرا ابھی یہ سوچ کر حیران ہورہی تھی کہ ایک دماغی جھٹکے کے بعد اسے کمزور اور نڈھال ہوجانا چاہیے تھا لیکن وہ بڑا ہی چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ حاضرین کو جھک جھک کر سلام کررہا تھا۔

وہ اتنے بڑے مجمع میں اسے ایک مذاق بنانا چاہتی تھی۔ اس کی توہین کرکے خوش ہونا چاہتی تھی۔ وہ بولی۔ ''تمہاری تکلیف دور ہوگئی ہے۔ خوش ہوکر ناچ دکھاؤ۔''

وہ ناچنے لگا۔ ناچتے ناچتے ماوَرا کے قریب آتے ہوئے بولا۔ ''میں بہت خوش ہوں۔ لوگ تو خوشی سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ میں بھی پاگل ہوکر اپنے مسیحا کو پیار کررہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی اس نے ماوَرا کو دبوچ کر اپنے ہونٹوں سے اس کے لبوں پر مہر لگادی۔ پورا مجمع تالیاں بجانے لگا۔ دل پھینک افراد کہنے لگے۔ ''اس سے زیادہ دلچسپ اور زبردست تماشا کوئی نہیں ہوسکتا۔''

وہ تڑپ رہی تھی۔ اس کی فولادی گرفت سے نکلنے کی ناکام کوششیں کررہی تھی اور نڈھال ہورہی تھی پھر اس نے خود ہی اسے چھوڑ دیا۔ وہ ہانپنے لگی۔ گہری گہری سانس لیتے ہوئے اسے یوں دیکھنے لگی جیسے سر چکرا رہا ہو اور ڈگمگا کر اسی صیاد کے بازوؤں میں گرنے والی ہو مگر وہ دماغی توانائی کو کام میں لاتے ہوئے سنبھل رہی تھی۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ اس سے دور ہوجانا چاہیے ورنہ پھر کچھ ہوجائے گا تو اپنے لیے کچھ نہیں کرپائے گی۔

وہ ایک دم سے پلٹ کر اپنا بیگ اٹھا کر وہاں سے جانے لگی۔ ان لمحات میں خیال خوانی بھول گئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں بے حال ہورہی تھیں۔ جذبے کچھ عجیب سی زبان میں بول رہے تھے۔ جنہیں وہ سمجھتے ہوئے بھی سمجھنے سے انکار کررہی تھی۔ ضدی بن کر سوچ رہی تھی۔ ''دیکھ لوں گی اُسے... اُس کی ساری شوخیاں بھلادوں گی۔ وہ خود کو سمجھتا کیا ہے؟ میں ذرا سنبھل جاؤں پھر اس سے نمٹ لوں گی۔''

لیکن یہ سنبھلنے کی نہیں۔ ڈگمگانے کی' بہکنے اور بھٹکنے کی عمر ہوتی ہے۔ وہ گھر آکر اپنے بیڈ پر گر پڑی۔ اس وقت اندر کی بات سمجھ میں آئی کہ وہ تو ایسے ہی فولادی جواں مرد آئیڈیل کے لیے سوچتی رہتی تھی۔ اب وہ آچکا ہے تو جھنجلا کیوں رہی ہے؟ اگر اس کا انداز جارحانہ تھا تو عورت جانے انجانے میں جارحیت سے ہی مغلوب ہوتی ہے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف جھکتی جارہی تھی۔ اوپر سے ناں... ناں کررہی تھی۔ اندر سے ہاں ہوتی جارہی تھی۔

اس نے سوچا۔ ''میں بعد میں انتقامی کارروائی کروں گی۔ پہلے معلوم تو کروں' وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کیا کرتا ہے؟''

اس کے اندر سے ایک ہائے نکلی۔ ''ہائے...! کیسے عجیب انداز سے آیا ہے؟ میں متاثر نہیں ہونا چاہتی تھی مگر یوں لگتا ہے' جیسے وہ اِدھر اُدھر سے مجھے جکڑتا جارہا ہے۔''

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر آگئی۔ وہ ساحلی ریت پر بیٹھا سمندر کی آتی جاتی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرچکا تھا مگر انجان بنا ہوا تھا۔ ماوَرا کی مرضی کے مطابق سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ ''میرا نام پورس ہے۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔''

ماوَرا کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ

بیٹھی۔ اگرچہ وہ اپنے باپ ایشورارا کے معاملات کو زیادہ نہیں جانتی تھی مگر یہ معلوم تھا کہ اس کا باپ ارضی دنیا کا حکمران بننے کے لیے سیاسی چالیں چل رہا ہے اور اس کے راستے میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ ایک تو بابا صاحب کا ادارہ ہے اور دوسری رکاوٹ فرہاد علی تیمور ہے۔

ایشورارا کسی بھی حربے سے' کسی بھی ہتھکنڈے سے جوجو وغیرہ کے ذریعے مجھے زیر کرنا چاہتا تھا لیکن اب ناکام ہوتا آرہا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی اور بیٹے کے سامنے ایک بار کہا تھا کہ فرہاد کی کوئی کمزوری ہاتھ آجائے تو اسے کچل ڈالنا آسان ہوگا۔

اس وقت وہ پورس کے دماغ میں میرا نام سنتے ہی ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی تھی۔ فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ''پاپا ایشورارا! بہت بڑی خبر ہے۔ فرہاد علی تیمور کی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ آرہی ہے۔''

وہ بے یقینی سے بولا۔ ''فرہاد کی کوئی کمزوری اچانک ہمارے ہاتھ کیسے آرہی ہے؟''

وہ بولی۔ ''تم فرہاد کے تمام فیملی ممبرز کو جانتے ہو۔ اس کا ایک بیٹا پورس ہے۔''

''ہاں، پارس اور پورس دو ہم شکل بھائی ہیں اور تیسرا بیٹا کبریا ہے۔''

''میں ابھی پورس سے سمندر کے ساحل پر مل کر آرہی ہوں اور تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ اسے تمہاری موجودگی کا بھی پتا نہیں چلے گا۔''

ایشورارا دوسرے ہی لمحے بیٹی کے اندر آکر بولا۔ ''مجھے ابھی وہاں پہنچاؤ۔''

وہ باپ بیٹی پورس کے اندر پہنچ گئے۔ وہ ساحل کی ریت پر اسی طرح انجان بنا بیٹھا تھا البتہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس بار ماؤرا کے ساتھ اس کا باپ بھی اس کے خیالات پڑھنے پہنچا ہوا ہے۔ وہ ریت پر چاروں شانے چت لیٹ کر خراماں خراماں گزرتے ہوئے بادلوں کو دیکھنے لگا۔

انہوں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ ''میں اب تک کہاں تھا اور کہاں سے آرہا ہوں؟''

پورس نے اپنی سوچ میں کہا۔ ''میں عالمِ ارواح میں تھا اور ماں کے پیٹ سے آیا ہوں۔''

وہ دونوں اس جواب سے اُلجھ گئے۔ ماؤرا نے کہا۔ ''اے مسٹر بازی گر! میں بول رہی ہوں۔ مجھ سے سیدھی طرح بات کرو۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''ہائے میری پوری! تم تو میرے پاپا کی طرح دماغ میں آکر بولتی ہو۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہارے پاپا کہاں ہیں؟''

''ان ہی کی تلاش میں گھر سے نکلا ہوں۔ میرے پاپا بڑے وہ ہیں۔ کئی بار مر چکے ہیں پھر زندہ ہو کر چلے آتے ہیں۔''

''احمقانہ باتیں نہ کرو۔ آدمی ایک بار مر جائے تو زندہ ہو کر واپس نہیں آتا۔''

اس نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے' تم اس دنیا میں نہیں رہتی ہو؟ کسی سیارے سے آئی ہو؟''

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ یوں لگا' جیسے اس کا بھید کھل گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''بڑے بڑے ممالک کے ریکارڈ روم میں میرے پاپا کی پوری لائف ہسٹری موجود ہے۔ تمہارا کوئی بھی رشتے دار وہاں جاکر پڑھ سکتا ہے اور معلوم کرسکتا ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔''

ایشورارا نے بیٹی کے دماغ میں آکر کہا۔ ''یہ سچ کہہ رہا ہے۔ فرہاد نے کئی بار بڑی کامیابی سے اپنی موت کا ڈراما پلے کیا ہے۔ آخری بار اس نے موت کا ناٹک کھیل کر ہمیں بھی اُلو بنایا ہے۔ اب میں تمہاری آواز اور لب و لہجے میں اس جوان سے بات کرتا ہوں۔''

اس نے بیٹی کا لب ولہجہ اختیار کیا پھر کہا۔ ''میں مانتی ہوں' تمہارے پاپا کئی بار مر کر زندہ ہو چکے ہیں۔ یہ بتاؤ' تم انہیں کہاں ڈھونڈو گے؟ کیسے ان کے پاس پہنچو گے؟''

''کیسے پہنچنا ہے؟ یہ معلوم ہوتا تو اب تک ان کی گود میں بیٹھا تاتی کھار ہا ہوتا۔''

''کیا تمہارے پاپا تم سے رابطہ نہیں کرتے ہیں؟''

''کرتے ہوں گے۔ چپ چاپ دماغ میں آکر خیریت معلوم کر کے چلے جاتے ہوں گے۔''

''تم اپنے پاپا کی کسی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کے پاس پہنچ سکتے ہو۔''

''تم میرے پاپا کے بارے میں بولتی جارہی ہو۔ تمہیں ایک بزرگ سے کیا دلچسپی ہے؟ میں جوان ہوں۔ تم جوان ہو۔ تم مجھ پر مہربان ہو۔ میں تم پر قربان ہوتا رہوں۔ چلو اب سہاگ رات کی باتیں کریں۔''

ایشورارا نے جھینپ کر بیٹی سے کہا۔ ''باپ جتنا ذہین ہے' بیٹا اتنا ہی احمق ہے۔ الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ ہمیں فرہاد کے متعلق اس سے کوئی اہم بات معلوم نہیں ہو سکے گی۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''کیا ہم بیٹے کو باپ کی کمزوری نہیں بنا سکتے؟''

''بے شک بنا سکتے ہیں۔ ہم اسے اپنا قیدی بنا کر فرہاد کو سمجھوتا کرنے پر اور اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرسکیں گے۔ فی الحال تم اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بناؤ۔ یہ ہمارے بہت کام آئے گا۔''

اس نے باپ کی ہدایت کے مطابق پورس سے کہا۔ ''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''تم یہاں غصہ دکھا رہی تھیں۔ کیا دوبارہ مل کر میری پٹائی کرنا چاہتی ہو؟''

''میں غصے اور نفرت سے نہیں۔ محبت سے بلا رہی ہوں۔ میرے بنگلے میں آجاؤ۔''

''کہاں ہے تمہارا بنگلا...؟''

''تم کسی ٹیکسی میں بیٹھو۔ میں تمہیں گائیڈ کردوں گی۔''

''میں اپنی کار چھوڑ کر ٹیکسی میں جاؤں گا تو کوئی اسے چرا کر لے جائے گا۔''

''عجیب احمق ہو۔ جب کار ہے تو ٹیکسی میں کیوں آؤ گے؟''

''تم جو کہہ رہی ہو۔''

''تم وہاں بھیک مانگ رہے تھے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے پاس کار ہوگی۔''

''میں فرہاد کا بیٹا ہوں۔ چٹکی بجا کر ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر خرید سکتا ہوں۔ بس ابھی آیا۔''

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے کس سمت میں جانا ہے؟''

''بالی ہل کی طرف چلتے رہو۔''

وہ اس کی ہدایت کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا اس کے بنگلے کے احاطے میں پہنچ گیا۔ وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ پورس نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ''یہ عالیشان بنگلا کم از کم اسّی کروڑ روپے کا ہوگا۔''

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''میرے پاپا ہیروں کے سوداگر ہیں۔ ہم اربوں کھربوں میں کھیلتے ہیں۔''

''ابھی تمہارے کھانے، کھیلنے کے دن ہیں۔ میں بھی کھیلنے آیا ہوں۔''

''اندر آؤ۔ ایسا کھیل کھیلوں گی کہ مجھ سے زندگی بھر پیچھا نہیں چھڑا سکو گے۔''

''کیا بات ہے؟ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔''

وہ اس کے ساتھ بنگلے کے اندر چلا گیا۔ دونوں کھلاڑی جانتے تھے کہ اپنا اپنا کھیل کس ڈھنگ سے کھیلنا ہے؟

☆☆☆

ابھی صورتِ حال یہ تھی کہ بانو راما سیارے کے دو باشندے مارے گئے تھے۔ جوجو جان بچا کر نکل بھاگا تھا۔ اس کے پاس اپنا ایک سفری بیگ تھا جس میں سونے کی چند اینٹیں اور کچھ ہیرے جواہرات تھے۔ اس میں ایک ایسی ننھی سی مشین تھی جس کے ذریعے وہ چور راستہ بنا کر زیرِ زمین پناہ گاہ میں جاتے تھے پھر اسی مشین کے ذریعے اس چور راستے کو بند کر دیتے تھے۔

اس خفیہ پناہ گاہ میں ایک بڑے سے ڈرم کے اندر دھماکا خیز مواد بھرا ہوا تھا۔ اس ڈرم سے ایک ریموٹ کنٹرولر کو منسلک کیا گیا تھا۔ زیرِ زمین پناہ گاہ سے دو کلومیٹر کی دوری تک پہنچ کر اس ریموٹ کنٹرولر کو آپریٹ کیا جاتا تو ایک زبردست دھماکے کے ساتھ وہ تہ خانہ تمام غیر معمولی مشینوں سمیت تباہ ہو جاتا پھر وہاں سیارے سے لایا ہوا ایک تنکا بھی ہمارے لیے نہ بچتا۔ جوجو نے ہمیں اپنی تمام اہم چیزوں سے محروم رکھنے کے لیے ایسے تباہ کن انتظامات کیے تھے۔

وہ سیارے والے جانتے تھے' کبھی ان پر برا وقت آسکتا ہے۔ ایسے وقت وہ ہمیں اپنی غیر معمولی مشینوں سے استفادہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لیے ان میں سے جو بھی زیرِ زمین پناہ گاہ سے باہر جاتا تھا۔ اپنے پاس ایک ایسا ریموٹ کنٹرولر ضرور رکھتا تھا۔ گوا گوا اور جاناناکے پاس بھی تھا۔ اب یہ تمام آلات اور ننھی مشینیں میرے پاس تھیں۔

انوشے نے کہا۔ ''مجھے اجازت نہیں ہے کہ جوجو کو تلاش کرنے کے سلسلے میں آپ کو گائیڈ کردوں۔ آپ جوجو کے فون پر رابطہ کریں۔ کچھ معلومات حاصل ہوسکیں گی۔''

میں نے فون پر رابطہ کیا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو کون...؟''

میں نے کہا۔ ''میں وہی ہوں جس سے ڈر کر بھاگتے پھر رہے ہو۔''

''ہُوں...'' اس نے ایک لمبی ہُوں کے ساتھ کہا۔ ''تو تم فرہاد ہو؟ ماننا پڑتا ہے، واقعی خطرناک ہو۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یوں اچانک موت بن کر پہنچو گے؟ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم نے ہمارا سراغ کس طرح لگایا؟ کیسے معلوم ہوا کہ ہم تجن گڑھ کے اس ہوٹل میں ہیں؟''

میں نے کہا۔ ''ہماری دنیا میں بڑے سے بڑے شہزوروں کو عورتیں لے ڈوبتی ہیں۔ تم سب کو وہ تین بہنیں لے ڈوبیں...''

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ''وہ کیسے...؟''

میں نے کہا۔ ''تمہاری کھوپڑی میں یہ بات نہیں آئی کہ ان بہنوں کی تصویریں ان کے رشتے داروں کے پاس ہوں گی اور میں کسی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے اندر پہنچ جاؤں گا۔ اس طرح ان عورتوں کے اندر رہ کر تمہاری شہ رگ تک پہنچتا رہوں گا۔''

وہ میری باتیں سن کر چپ رہا۔ شاید پچھتا رہا تھا پھر بولا۔ ''بے شک، ہم پر عورتوں کا ایسا نشہ طاری تھا کہ خیال خوانی کا یہ اہم پہلو ہمارے ذہن سے نکل گیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری خفیہ پناہ گاہ میں جا سکو گے؟''

''یہی سوال تم سے کرتا ہوں۔ کیا چھپنے کے لیے اس زیر زمین رہائش گاہ میں جا سکو گے؟''

''میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ یہ خوب سمجھتا ہوں، تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کے چور خیالات پڑھے ہوں گے۔ زیر زمین اڈے کی تفصیلات معلوم کی ہوں گی۔ ان کے بیگ میں جو ریموٹ کنٹرولر تھا۔ وہ اب تمہارے پاس ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گا تو تم ایک دھماکے سے میرے ساتھ اس پناہ گاہ کو نیست و نابود کر دو گے۔''

''اور میں وہاں جاؤں گا تو تم بھی یہی کرو گے؟''

''بے شک، میں اپنی آخری سانس تک تمہیں ان غیر معمولی مشینوں کے قریب پہنچنے نہیں دوں گا۔''

''اس خفیہ پناہ گاہ کے چاروں طرف کئی کلومیٹر دور تک میرے جاسوس تمہاری تاک میں رہیں گے۔ نہ تم ادھر جا سکو گے۔ نہ ریموٹ کنٹرولر کو استعمال کر سکو گے۔''

اس نے کہا۔ ''میں تمہاری اس بات کا جواب آدھے گھنٹے بعد دوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''سنا ہے، تم تیز رفتار ہو' میلوں کا فاصلہ منٹوں میں طے کرتے ہو؟''

اس نے جواب نہیں دیا۔ فون بند کر دیا۔ دراصل وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اس کے مقتول ساتھیوں کا ریموٹ کنٹرولر اپنے پاس رکھا ہے یا نہیں؟ میں اس کا استعمال جانتا ہوں یا نہیں؟ جب میری باتوں سے یقین ہو گیا کہ میں بہت کچھ جانتا ہوں تو اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو گیا کہ اپنی خفیہ پناہ گاہ کی مشینوں کو تباہ کر دیا جائے۔

اس کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس زیر زمین پناہ گاہ کی تباہی کے بعد وہ پھر زمین کے اندر اپنے لیے نئی پناہ گاہ نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ ایسی خفیہ جگہ بنانے والی مشین سیارے سے فلائنگ ساسر کے ذریعے آتی تھی پھر واپس چلی جاتی تھی۔

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے اکابرین سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں کشش ثقل کے باعث ہماری دنیا کی آب و ہوا تک محدود رہتی ہیں۔ اس سے پرے کسی سیارے تک نہیں جاتیں۔ اس لیے وہ تہ خانے میں کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اپنے اکابرین سے باتیں کیا کرتا تھا اور اب وہ سلسلہ ختم ہو رہا تھا۔ وہ تمام مشینوں اور اس خفیہ اڈے کو تباہ کرنے جا رہا تھا۔

وہ دونوں پیروں کو جوڑ کر پلکیں جھپکاتے ہی بندوق کی گولی کی طرح خفیہ پناہ گاہ کی سمت جانے لگا۔ یہ یقین تھا کہ ایشورارا ابھی کہیں مصروف ہے۔ جب اسے اس کی شکست خوردگی اور بدحالی کا پتا چلے گا تو وہ فلائنگ ساسر بھیج کر یا تو اسے واپس بلائے گا یا پھر زمین کی تہ میں اس کی دوسری رہائش گاہ بنا دے گا۔

وہ جہاں تھا۔ وہاں سے بیس منٹ کے اندر اپنے ٹارگٹ تک پہنچ گیا۔ وہیں رک گیا۔ زیر زمین پناہ گاہ اس سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ اس نے دیر نہیں کی۔ ریموٹ کنٹرولر کو آپریٹ کیا تو چشم زدن میں دو کلومیٹر دور ایک زبردست دھماکا ہوا۔ وہاں کی زمین پھٹ گئی۔ ریت دھوئیں کی طرح اُڑتی ہوئی آسمان کی بلندیوں کی سمت جانے لگی۔ اس علاقے میں جیسے ریت کا طوفان آ گیا تھا۔ وہ پلٹ کر دونوں پیروں کو جوڑ کر تیر کی طرح سنسناتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

پھر آدھے گھنٹے بعد فون پر مجھ سے بولا۔ ''سب کچھ تباہ ہو چکا ہے۔ وہاں سے کسی مشین کا ایک پرزہ بھی تمہیں نہیں ملے گا۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تو میں جانتا تھا کہ مشینوں تک پہنچنا چاہوں گا تو تم ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا دو گے۔ میں نے ایسی کوئی غلطی نہیں کی۔ میری پلاننگ کے مطابق تم نے غلطی کی۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو تباہ کر دیا۔ اب کہاں چھپو گے؟ جب تک سیارے سے مدد نہیں آئے گی، تم کوئی زیر زمین پناہ گاہ نہیں بنا سکو گے۔ اب بھاگو۔ اس زمین کے اوپر چھپتے رہو اور بھاگتے رہو۔ تم مجھے اپنے پیچھے پاؤ گے۔''

اسے چپ لگ گئی۔ میں نے کہا۔ ''اور ہاں، اپنے اکابرین سے کہہ دینا، تمہارے لیے کوئی دوسری زیر زمین پناہ گاہ نہ بنائیں کیونکہ ایسی پناہ گاہوں کو تباہ کرنے والا ریموٹ کنٹرولر اب میرے پاس بھی ہے... تم اپنے ہی ہتھیار سے مارے جاؤ گے... چلو بھاگو...''

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو اڑسٹھ ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں
رنگینیوں
اور تحیر کے اُس
بے تاج بادشاہ کی
سحرانگیز کہانی جس نے
اپنی بھرپور زندگی میں کبھی
شکست کا ذائقہ نہیں چکھا. وہ جب
اور جس کے ذہن میں چاہتا جھانک لیتا
اور یہی اُس کا مُہلک ترین ہتھیار تھا. دو نسلوں
پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی
دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے. اپنے
اور مُلک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک
ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی
تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو
کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار رہے.

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

www.pdfbooksfree.pk

ایشو رارا جیسے سچ مچ بھگوان بن گیا تھا۔ وہ باٹو راما کے باشندوں کا اَن داتا بن کر ان سے بے نیاز رہتا تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ جو ضرورت مند ہوتے ہیں، وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے قدموں میں جھکنے چلے آتے ہیں۔ ازل سے خدائی کا دعویٰ اسی طرح کیا جا رہا ہے کہ خود لبالب کنواں بن جاؤ، اپنی جگہ جم جاؤ، کسی کے پاس نہ جاؤ۔ پیاسے خود ہی کھنچے آتے ہیں۔

اس نے ہماری دنیا کو تسخیر کرنے کی ذمے داری جوجو کو اور سیارے کے دیگر اکابرین کو دی تھی پھر ان سے لاتعلق ہو گیا تھا۔ دنیاوی معاملات میں کوئی رُکاوٹ پیش آتی تو اکابرین خود ہی اس سے رابطہ کر کے مدد مانگتے تھے۔ ایک کمیونیکیشن مشین کے ذریعے اس سے رابطہ کیا جاتا تھا یا پھر ایشو رارا خود اپنی مرضی کے مطابق مختلف ذرائع سے رابطہ کیا کرتا تھا۔

اب حالات بدل گئے تھے۔ تمام غیر معمولی مشینیں اس خفیہ پناہ گاہ کے ساتھ ہی تباہ ہو گئی تھیں۔ جوجو دربدر ہونے کے بعد ایشو رارا اور سیارے کے دیگر اکابرین سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اس سیارے تک نہیں جاتی تھیں۔ سب سے بے نیاز رہنے والا ایشو رارا اپنی بیٹی، بیٹے اور پورس کے معاملات سے دلچسپی لے رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ گوا گوا اور جانا نا میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ خفیہ پناہ گاہ تباہ ہو چکی ہے اور میں موت بن کر جوجو کا پیچھا کر رہا ہوں۔

لوگ اپنی ہی موت سے غافل رہتے ہیں۔ دوسروں کی طرف کیا دھیان دیں گے کہ موت کس کا پیچھا کر رہی ہے؟ ایشو رارا تو ہوس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ کسی جوان عورت کو اغوا کر کے سیّارے میں لے جاتا تو وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ پاتی تھی۔ ان حالات میں ایشو رارا کو زمین پر آنا پڑتا تھا۔ جبکہ وہ اپنی سلامتی کی خاطر اور طویل عمر تک جینے کی ہوس میں زمین سے دور رہنا چاہتا تھا۔

حالات مجبور کر دیتے تھے۔ اس کی بھی دو اہم مجبوریاں تھیں۔ ایک تو بیٹی اور بیٹے کی نگرانی ہمیشہ دور سے نہیں کی جا سکتی تھی۔ اکثر ان کے پاس آنا پڑتا تھا پھر ایک حسین اور گدرائے ہوئے بدن کی عورت نے اسے دیوانہ بنا دیا تھا۔ وہ کلاونتی کہلاتی تھی۔ کلا (فن) کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ غضب کی رقاصہ تھی۔ ایشو رارا نے ایک چینل پر اسے رقص کا جادو جگاتے دیکھا تھا۔ کیا بدن کا لوچ تھا؟ انگ انگ لچکتا تھا۔ لپک جھپک کہتا تھا، اگر وہ خزانہ نہ ملا تو وہ ہمیشہ کنگال رہے گا۔

جب اسکرین پر کلاونتی کا کلوز اپ آیا تو وہ اس کی آنکھوں میں ڈوبتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چور خیالات پڑھنے لگا۔ جیسا انگ انگ غضبناک تھا، ویسے اس کے تیور غضب کے تھے۔ ایسی مغرور تھی کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ کسی مرد کو پاس بھٹکنے نہیں دیتی تھی۔ چار بنے کٹے مسٹنڈے باڈی گارڈز اس کے اردگرد فولادی دیوار بنے رہتے تھے۔ کسی کو قریب پھٹکنے نہیں دیتے تھے۔

جسے بڑے سے بڑے شہزور غنڈے موالی چھو نہیں سکتے، اُسے قانون کے رکھوالے اور عیاش حکمران جھپٹ لینا چاہتے ہیں۔ اس دیش کا ہوم منسٹر اسے حاصل کرنے کے لیے للچا رہا تھا۔ کلاونتی کا انکار اسے تڑپا رہا تھا۔ طیش دلا رہا تھا۔ اس نے فون پر کہا۔ "کلاونتی...! میں ٹیڑھی اُنگلی سے گھی نکالنا جانتا ہوں۔ تمہیں قانونی شکنجے میں اس طرح پھنساؤں گا کہ تم پھڑ پھڑاتی رہ جاؤ گی تب رہائی کا ایک ہی راستہ ہو گا۔ تم اپنی ایک رات مجھے دینے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

وہ بولی۔ "مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تم منسٹر ہو کر کس طرح اپنے اختیارات کے ذریعے مجھے مجبور کر سکتے ہو؟"

وہ بڑے فخر سے بولا۔ "بہت آسان ہے، تم نے جو نیا سیکریٹری رکھا ہے، وہ مسلمان ہے۔"

"تو کیا ہوا...؟"

"میں نے اُس مسلمان شخص جواد کے خلاف ایسی خفیہ دستاویزات اور تصاویر تیار کرائی ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ پاکستانی جاسوس ہے۔ ہمارے دیش کے فوجی راز چرانے آیا ہے۔ درپردہ تخریبی کارروائیاں کرتا رہتا ہے اور تم نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کی اصلیت چھپانے کے لیے اسے دکھاوے کے طور پر اپنا پرسنل سیکریٹری بنا رکھا ہے۔"

وہ بولی۔ "یہ تو مجھ پر بہت ہی سنگین الزام ہو گا۔ کیا بتا سکتے ہو، اس کی سزا کیا ہو گی؟"

"یوں تو سات یا دس برس کی قید بامشقت کی سزا ہو سکتی ہے لیکن غیر ملکی جاسوسوں کو حراست میں لے کر انہیں بڑی رازداری سے گولی مار دی جاتی ہے۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں مرنا نہیں چاہتی۔ اگر تمہاری بات مان جاؤں تو کیا جواد کی تمام دستاویزات اور تصویریں نیگیٹیو کے ساتھ واپس کر دو گے؟"

وہ فاتحانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔ "آج اپنی ایک رات دو۔ آج ہی تمام چیزیں واپس کر دوں گا۔"

وہ اچانک ہی قہقہے لگانے لگی۔ منسٹر نے حیرانی سے اپنے ریسیور کو دیکھا پھر پوچھا۔ "تمہیں کس بات پر ہنسی آ رہی ہے؟"

وہ تلخ لہجے میں بولی۔ "میں تم جیسوں کو اُلو بنانا خوب جانتی ہوں۔ میرے ٹیلی فون سے ایک آڈیو ریکارڈر منسلک ہے۔ تمہاری تمام باتیں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ ریکارڈنگ کی ایک کاپی عدالت میں پیش کروں گی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ پیروں تلے سے زمین کھسک جائے گی۔ اقتدار کی کرسی سے اوندھے منہ نیچے گر پڑو گے۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔ آخ تھو...!"

منسٹر نے فوراً ہی اپنا ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ رومال سے چہرے کو پونچھنے لگا۔ غصے سے تلملا کر قسمیں کھانے لگا کہ اس مکار حسینہ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ نرک میں پہنچانے سے پہلے اس کے حسن و شباب کی ایسی کی تیسی کر دے گا۔

ایشو رارا کو کلاونتی کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اتنی چالاکی دکھانے کے باوجود سہمی ہوئی ہے۔ وہ منسٹر بہت ہی طاقتور اور وسیع اختیارات کا مالک تھا۔ اس کے گھر میں گھس کر آڈیو ٹیپ چھین کر ضائع کر سکتا تھا پھر اسے بھی ایسا ضائع کرتا کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "جن کے ہاتھوں میں ملک و قوم کی باگ ڈور ہوتی ہے، جو قانون بنانا اور بگاڑنا جانتے ہیں، میں ان کے خلاف کچھ نہیں کر پاؤں گی۔"

ایشو رارا نے دھیمی سرگوشی میں کہا۔ "میں ہوں نا...!"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ سمجھ میں نہیں آیا، وہ آواز اندر سے ابھری تھی یا کسی نے قریب آ کر کان میں سرگوشی کی تھی؟ یا یونہی کان بجنے لگے تھے؟

پھر اس نے سر جھٹک کر سوچا۔ "یہاں میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے پھر سرگوشی کون کرے گا؟ ضرور مجھے دھوکا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "میں دھوکا نہیں... ایک حقیقت ہوں... تمہارے اندر کی شکتی ہوں۔"

وہ حیرانی سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بڑبڑانے لگی۔ "یہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے، کوئی بول رہا ہے۔"

"یہ سچ ہے... میں بول رہا ہوں... مجھ سے نہ ڈرو۔ مجھے اپنا سمجھو۔ میں تمہیں پچھلا جنم یاد دلانے آیا ہوں۔"

کلاونتی نے حیرانی سے پوچھا۔ "پچھلا جنم...؟"

"ہاں، تمہیں یاد نہیں ہے۔ اب سے بائیس برس پہلے دشمنوں نے ہمیں پیار کرنے کی سزا دی تھی۔ ایک اونچی پہاڑی سے گرا کر مار ڈالا تھا۔"

وہ ہندو تھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد سات بار جنم لیتا ہے۔ جو اچھے کرم کرتے ہیں، من سے تپسیا کرتے ہوئے ہر جنم میں جان دیتے ہیں، ان کا پُنر ملن ساتویں جنم میں ہوتا ہے۔ ہندو دھرم کی یہ تمام باتیں ایشو رارا انفارمیشن مشین کے مانیٹر پر پڑھ چکا تھا۔

اس نے کہا۔ "میری جان...! یہ ہمارا ساتواں اور آخری جنم ہے۔ یہاں ہمارا پُنر ملن ہو گا پھر ہم مرنے کے بعد سیدھے سورگ میں چلے جائیں گے۔"

وہ ڈوبتے ہوئے دل سے بولی۔ "کیا میرا آخری وقت آ گیا ہے؟ کیا تم مجھے لینے آئے ہو؟"

"نہیں... تمہارے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے آ رہا ہوں۔ تمہیں اس سنسار سے ڈرنا نہیں چاہیے۔"

اس نے کہا۔ "مجھے اپنے پچھلے جنم کی کوئی بات یاد نہیں ہے۔ میرے بھاگ (قسمت) میں ہو گا تو اس جنم میں تم سے ملن ہو جائے گا۔ ورنہ میں کسی کی قربت نہیں چاہتی۔ البتہ ایک ایسا محافظ چاہتی ہوں جو مجھے منسٹر جیسے خطرناک شہزوروں سے تحفظ دیتا رہے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "تم میرے قریب نہ آؤ تو بہتر ہے۔ منسٹر قانون سے کھیلنا جانتا ہے۔ وہ تمہیں اس جنم میں بھی کچل کر....."

وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "مجھے پتا ہے، تم نے اس پر تھوک دیا ہے۔ میری پروا نہ کرو۔ وہ ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"تم حوصلہ تو دے رہے ہو مگر میں یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم اس شیطان سے مجھے تحفظ دے سکو گے۔"

"فکر نہ کرو۔ یقین بھی آ جائے گا اور مجھ پر بھروسا بھی کرنے لگو گی۔ رات گزر رہی ہے۔ اب سو جاؤ۔ باقی باتیں کل ہوں گی۔"

وہ خاموش ہو کر پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے، میرے اندر آ کر بولتا ہے پھر تو یہ دشمن کے اندر بھی جا کر اس کی بہت سی کمزوریاں معلوم کر سکتا ہے اور پتا نہیں کیا کچھ کر سکتا ہے؟ اگر یہ میرا دوست بن کر رہے گا تو مجھے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی مگر ہاں... صرف دوست بن کر رہے۔ پچھلے جنم کا پریمی بننے کی کوشش نہ کرے۔ نہ میں پریم کروں گی، نہ اپنے بدن کو چھونے دوں گی۔"

اس کی سوچ اور مزاج کی سختی کہہ رہی تھی کہ وہ گرم نوالہ ہے، پھونک پھونک کر کھانا ہو گا۔ ایشو رارا کے پاس اتنا وقت

نہیں ہوتا تھا پھر وہ ہمیشہ گرم کھانے کا ہی عادی تھا۔

وہ بستر پر ایسے پڑی ہوئی تھی' جیسے بکھر گئی ہو' سمیٹنے والے کو پکار رہی ہو۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق سوچنے اور محسوس کرنے لگی۔ پہلے تو یوں لگا' جیسے کوئی آگیا ہے۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا... مگر کوئی تھا۔

وہ اسے اپنی سانسوں کے قریب محسوس کررہی تھی۔ وہ خیال خوانی کی اُنگلیوں سے چھو رہا تھا اور وہ صاف طور پر یہی محسوس کررہی تھی کہ اَن دیکھی' انجانی اُنگلیاں اس کے چہرے کو آہستہ آہستہ سہلا رہی ہیں' گلابی بے داغ لبوں کو چھو رہی ہیں۔

وہ سحر زدہ سی ہو رہی تھی۔ جو ہو رہا تھا، اس پر اعتراض نہیں تھا۔ اگر سچ مچ کوئی ہوتا تو وہ چیخ پڑتی۔ گارڈز کو بلا لیتی یا اپنے ہی ہاتھوں سے اسے گولی مار دیتی۔ اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ یہ حیرانی بھی تھی کہ کوئی نہیں تھا' اس کے باوجود وہ صاف طور پر اسے محسوس کررہی تھی اور اب تو اس کے احساسات میں ایک نادیدہ پہاڑ جیسا جسم تھا' جو اس کے بدن سے لگ رہا تھا۔

اُنگلیاں چہرے سے گردن پر اتر رہی تھیں، کچھ زیادہ ہی شوخ اور شریر ہو رہی تھیں۔ جب وہ اور بھٹکنے لگیں تو اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ ذرا بدحواس سی ہوکر اسے دونوں ہاتھوں سے ہٹانے لگی مگر وہ تھا کہاں جو ہٹ جاتا...؟ اور وہ تھا کہ ہٹائے نہیں ہٹ رہا تھا۔

ایسی زور زبردستی تو اس نے نہ کسی فلم میں دیکھی تھی' نہ کسی سے سنی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی جن اس پر عاشق ہوگیا ہے۔ اسے حال سے بے حال کررہا ہے۔ وہ سمٹ رہی ہے اور وہ اسے بکھیر رہا ہے۔ اس کے پُرزے پُرزے کررہا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا' وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

وہ دکھائی دیتا تو ایسی بدحواسی طاری نہ ہوتی۔ جذبات کا تیز رو سیلاب تھا' وہ پوچھ بھی نہیں پارہی تھی کہ بندہ کون ہے۔ وہ دکھائی نہیں دیتا' نہ دے... سنائی تو دے۔ ایسا اَن دیکھا طوفان تو شاید کسی کی زندگی میں نہیں آیا ہوگا۔ نہ تھم رہا تھا' نہ ذرا دم لے رہا تھا۔

آخر وہ تھم ہی گیا۔ تھکن سے اس کا برا حال تھا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ بستر کی چادر پر اتنی شکنیں پڑی ہوئی تھیں جیسے وہ بری طرح نچوڑ کر گیا ہو۔ وہ ایسی نڈھال ہوگئی تھی کہ آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ کوئی اس کے ذہن کو متا

بھرے انداز میں تھپک رہا تھا۔ وہ خیال خوانی کی لوری سنتے سنتے سوگئی۔

دوسری صبح وہ شاور لے رہی تھی اور بری طرح اُلجھی ہوئی تھی۔ بار بار یہی بات ذہن میں آرہی تھی کہ پچھلی رات کوئی آیا تھا۔ وہ شاید گہری نیند میں یا گہری غفلت میں تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکی۔ ایسا تو کوئی جن ہوتا ہے یا بلا ہوتی ہے۔ جو دکھائی نہیں دیتی اور پیچھا بھی نہیں چھوڑتی۔ یہ خوف بھی تھا کہ کوئی بری آتما اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

دوسری رات جب وہ اس کے دماغ میں آکر بولنے لگا تو اسے یوں لگا جیسے پچھلی رات کا وہ نادیدہ شخص آگیا ہے۔ وہ رات کو بھی نظر نہیں آیا تھا اور اب بھی نہیں آرہا ہے۔ کیا اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کیا ہوگا؟

وہ اس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور انجان بن کر کہہ رہا تھا۔ ''تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہوم منسٹر کتنے اختیارات اور وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ یہ لوگ خود قانون بناتے ہیں اور خود بگاڑتے ہیں۔ تمہیں بھی اچھی طرح بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ میں ہی ان حالات میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کرسکتا ہوں۔ ان سب کو تمہارے سامنے گھٹنوں کے بل گرا سکتا ہوں۔''

کلاونتی نے کہا۔ ''تمہاری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ تم کہاں ہو؟''

''میں تم سے دور نہیں ہوں۔ تمہارے پاس ہی آرہا ہوں۔''

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ ''اتنی رات کو آؤ گے؟''

وہ بولا۔ ''گھبراؤ نہیں۔ میں کسی جنم میں تمہارا پریمی اور کسی جنم میں تمہارا پتی رہ چکا ہوں۔ مجھے تمہارے بدن کا پورا جغرافیہ یاد ہے۔ کیا مجھ سے بھی ہچکچاؤ گی؟''

وہ سر جھٹک کر بولی۔ ''ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے بدن کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا ہے۔''

''میں نے کہا نا... پچھلے چھ جنموں سے تمہیں سر سے پاؤں تک دیکھتا آرہا ہوں۔ تمہارے دائیں کولہے پر ایک زخم کا نشان ہے جسے تم ماڈلنگ کے وقت ساری دنیا سے چھپاتی ہو۔''

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہے بھگوان! تم کیسے جانتے ہو؟''

''میں کیا نہیں جانتا؟ سنو... میں کیا کیا جانتا ہوں؟''

وہ سنانے لگا۔ وہ سن رہی تھی اور حیران ہو رہی تھی۔ کبھی شرما رہی تھی، کبھی بل کھا رہی تھی۔ یہ مان رہی تھی کہ وہ اس

کے جنم جنم کا ساتھی ہے اور اسے کئی جنموں سے اسے اچھی طرح کھنگال چکا ہے۔

وہ پوری زندگی تنہا نہیں گزار سکتی تھی۔ کسی کو تو اپنی تنہائیوں کا ساتھی بنانا ہی تھا اور ایشورارا کی باتوں سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہی اس کا محرمِ راز رہ چکا ہے۔ اسی کو اپنا ساتھی بنانا ہوگا۔ وہ شرماتے ہوئے' جھجکتے ہوئے بولی۔ ''وہ... میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس جنم میں ہماری پہلی ملاقات ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ...''

''تم کچھ نہیں چاہتی ہو۔ تمہیں یاد نہیں ہے کہ میں کتنا ضدی ہوں؟ ہمیشہ اپنی بات منواتا ہوں۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ اب تم میرے آنے پر اُٹھو گی۔''

ایشورارا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بیڈ پر آکر لیٹ گئی پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنالیا۔ وہ بہت ہی مستقل مزاج اور ضدی تھی۔ یہ طے کرچکی تھی کہ اپنے طلب گاروں کو دور ہی دور سے للچائے گی۔ کبھی کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اسے کسی مرد کی ہوس نہیں تھی۔ یہ شدید خواہش تھی کہ للچانے والوں کو ٹھینگا دکھاتی رہے۔ ایسا کرتے ہوئے اسے دلی اور روحانی سکون حاصل ہوتا تھا۔ وہ خوب انجوائے کرتی تھی۔

عورت کو سب کچھ کرنا چاہیے مگر مردوں کی دنیا میں رہ کر انہیں چیلنج نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اسے کوئی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے زیر کرے گا اور وہ سارا غرور بھول کر اپنا سب کچھ ہارتی چلی جائے گی۔

اس نے معمولہ بننے کے بعد کوٹھی کے اندر اور باہر سکیورٹی گارڈز کو حکم دیا کہ ابھی ایک مہمان آرہا ہے۔ اسے گیٹ پر نہ روکا جائے۔ عزت سے کوٹھی کے اندر پہنچا دیا جائے۔

وہ ایسا حکم دینے اور اس کا انتظار کرنے کے دوران سوچتی رہی۔ ''میں ایسا کیوں کررہی ہوں؟ کیا سچ مچ میرے جنم جنم کا ساتھی آنے والا ہے؟''

جب وہ آگیا تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس آنے والے کو کیا دیکھ رہی ہے؟ کیا سمجھ رہی ہے؟ اس سے کیوں متاثر ہو رہی ہے؟ اس کے احکامات کیوں مان رہی ہے؟ وہ جیسے برت رہا ہے' اس پر اعتراض کیوں نہیں کررہی ہے؟ اسے کھلی چھٹی کیوں دے رہی ہے؟

اس کی عجیب حالت تھی، وہ مست بھی ہو رہی تھی اور

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات اور احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

اپنے مزاج سے گر کر پست بھی ہو رہی تھی۔

اسے پتا نہ چلا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے؟ جب ایشورارا نے اس کے دماغ پر گرفت ڈھیلی کی' اسے آزاد چھوڑا تو وہ چونک گئی۔ پہلی بار اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ اِدھر اُدھر پڑے ہوئے لباس کو اُٹھا اُٹھا کر پہنتے ہوئے' چیختے ہوئے بولی۔ ''تم کون ہو؟ میرے بیڈ روم میں کیسے آگئے؟''

وہ بڑے آرام سے بستر پر نیم دراز تھا۔ انگور کا ایک ایک دانہ چباتے ہوئے بولا۔ ''یاد کرو... مجھے پہچانو' میں تمہارے پچھلے جنم کا پریمی ہوں۔''

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اگر تم پریمی ہو تو ڈاکو بن کر میری عزت کیوں لوٹی؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''تم میری چیز ہو۔ میں جس طرح چاہوں' تمہیں برت سکتا ہوں۔ تم مجھے غصہ دکھا رہی ہو۔ مجھ سے دور ہوگئی ہو۔ یہ ادائیں اچھی لگ رہی ہیں۔ تمہیں بھی بڑا مزہ آئے گا۔ دیکھو ناراضگی بھول کر پھر میرے پاس چلی آؤ گی۔''

اس نے اندر آکر اسے پچکارا۔ وہ اس کے اثر میں آکر ناراضگی بھول گئی۔ پاس آکر پھر گلے کا ہار بن گئی۔ اس نے اسے ذرا آزاد چھوڑا تو وہ پھر ایک دم سے چونک کر الگ ہوئی۔ اسے گھور کر دیکھا پھر ہنستی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ یہ مان گئی کہ اس کے آگے ہارنا ہی ہوگا۔

ہارتے ہوئے بھی عجیب سرشاری کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ مست ہوکر بولی۔ ''تم نے میرا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ تم بڑے وہ ہو...''

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی۔ ''جب تمہارے جادو کا اثر ختم ہوگا تو میں تمہیں گولی مار دوں گی۔ ابھی تو تم مجھے مار ڈالو۔ اچھی طرح کچل ڈالو۔''

صبح تک یہی تماشا ہوتا رہا۔ وہ کبھی پتھر بنتی رہی' کبھی موم کی طرح اس کی آغوش میں پگھلتی رہی۔ صبح ہوتے ہی وہ اسے گہری نیند سلا کر چلا گیا۔ اسے خود سے غافل کردیا۔

دن کے بارہ بجے آنکھ کھلی تو وہ سوچنے لگی۔ ”رات بھر کیا ہوتا رہا؟ کیا میں خواب دیکھتی رہی تھی؟“

وہ اُٹھ کر آئینے کے سامنے آئی تو آئینے نے کہا۔ ”تیری صبح کہہ رہی ہے' تیری رات کا فسانہ۔“

وہ آکر جانے والا جگہ جگہ اپنے نشانات چھوڑ گیا تھا۔ صرف چہرہ بے داغ تھا اور یہ غنیمت تھا۔ چہرے سے کوئی چوری پکڑ نہیں سکتا تھا۔ باقی بدن تو لباس میں چھپا رہتا ہے۔

وہ باتھ روم میں شاور کے نیچے آگئی۔ خود کو سمجھانے لگی۔ ”کیا کیا جائے؟ عورت کو کسی نہ کسی مرد کے سامنے ہارنا ہی پڑتا ہے۔ میرے نصیب میں اسی طرح ہارنا لکھا تھا۔ مجھے حالات سے سمجھوتا کرنا ہوگا۔“

ایک گھنٹے بعد وہ ناشتے کی ٹیبل پر تھی۔ ایک ملازم نے آکر کہا۔ ”منسٹر صاحب آئے ہیں۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔“

ایشورارا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب بھی کوئی دشمن اس کے قریب آئے گا تو وہ فوراً ہی ایک مخصوص فون نمبر پر اس سے رابطہ کرے گی۔ اس نے وہ فون نمبر اس کے دماغ میں نقش کیا تھا۔ وہ موبائل فون کے ذریعے اس سے رابطہ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ کلاونتی نے کہا۔ ”وہ منسٹر مجھ سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہوا ہے۔“

اس نے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں۔ اس سے ملاقات کرو۔ باتیں کرو۔ میں بس ابھی پہنچ رہا ہوں۔“

وہ فون بند کر کے ڈرائنگ روم میں آگئی۔ منسٹر اپنے ساتھ دو فوجی افسروں کو لایا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا۔ ”جب موت آتی ہے تو چیونٹی کے پر نکل آتے ہیں۔ تمہارے بھی پر نکل آئے ہیں۔ یہ آرمی کے افسران ہیں۔ تمہارے مسلمان سیکریٹری کے ساتھ تمہیں بھی گرفتار کر کے لے جائیں گے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”میرا قصور کیا ہے؟“

ایک آرمی افسر نے کہا۔ ”معصوم نہ بنو۔ تم نے ایک مسلمان کو اپنے گھر میں...“

وہ بولتے بولتے چیخ پڑا۔ اس کی زبان دانتوں کے نیچے آگئی تھی۔ منسٹر نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

وہ ہائے ہائے کر رہا تھا۔ جواب نہیں دے پا رہا تھا۔ دوسرے افسر نے کلاونتی سے کہا۔ ”تم اس جاسوس کے ساتھ بدنام ہونا اور جیل جانا چاہتی ہو یا منسٹر صاحب سے سمجھوتا کرنا چاہتی ہو؟“

کلاونتی نے منسٹر کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ”تم نے میری جو فون کال ٹیپ کی ہے۔ اسے میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمہیں یہیں ننگا کر کے...“

بولتے بولتے زبان دانتوں کے درمیان آکر کچل گئی تھی۔ وہ صوفے پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایشورارا نے کلاونتی کے اندر کہا۔ ”تم مجھے جادوگر کہتی ہو' دیکھو میرے جادو کا تماشا... یہ تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکیں گے۔“

وہ مطمئن ہو کر مسکرانے لگی۔ دوسرے آرمی افسر نے کلاونتی سے کہا۔ ”تم نے سنا نہیں... منسٹر صاحب کا وہ آڈیو ٹیپ ابھی لے آؤ۔“

وہ بولی۔ ”ان دونوں کی حالت دیکھو۔ کیا تم بھی ہائے ہائے کرنا چاہتے ہو؟“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا پھر پوچھا۔ ”کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہاری طرف سے انہیں سزا مل رہی ہے؟“

”ہاں، تمہیں یہی سمجھانا چاہتی ہوں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو انہیں یہاں سے لے جاؤ۔“

”بکواس مت کرو۔ وہ آڈیو ٹیپ...“

وہ بھی اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ دونوں ہاتھوں کو منہ پر رکھ کر ہائے ہائے کرنے لگا۔ اس وقت تک منسٹر اور دوسرے آرمی افسر کو ذرا آرام آگیا تھا۔ اس افسر نے ریوالور نکال کر کلاونتی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ ”تم کوئی جادو کر رہی ہو۔ جانتی ہو' میں تمہیں کس طرح گولی ماروں گا...؟ دیکھو... اس طرح...“

یہ کہتے ہی اس نے منسٹر کی ٹانگ پر فائر کیا۔ گولی لگتے ہی وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ شدید حیرانی کے باعث افسر کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ دونوں افسران جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سنبھالنے لگے۔ کلاونتی نے کہا۔ ”اس کے بعد تم دونوں کو بھی گولیاں لگیں گی۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اسے اٹھا کر یہاں سے چلے جاؤ۔“

منسٹر نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔ ”یہ عورت نہیں ہے۔ کوئی بلا ہے۔ یہاں سے نکل چلو۔“

دونوں افسر اسے سہارا دے کر لے جانے لگے۔ کلاونتی نے کہا۔ ”یاد رکھو، اگر تم نے میرے اور اس مسلمان سیکریٹری کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہی تو دوسری گولی ٹانگ میں نہیں' سینے میں لگے گی۔ ٹھیک دل کی جگہ پر...“

وہ کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے چلے گئے۔ ایشورارا

نے کہا۔ ”اتنی بڑی دنیا میں کوئی عورت ایک مرد کے بغیر صحیح سلامت نہیں رہ سکتی۔ ذرا سوچو' میں نہ ہوتا تو تمہارا کیا انجام ہوتا...؟“

اس نے پوچھا۔ ”کیا تم ہمیشہ اسی طرح میرے کام آتے رہو گے؟“

”ہمیشہ... مرتے دم تک کوئی مائی کا لال کبھی تمہیں چھو بھی نہیں سکے گا۔“

اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ کہیں تو جھکنا ہوتا ہے۔ حالات نے اسے جھکا دیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے اپنا جیون ساتھی قبول کر لیا۔

☆☆☆

جوجو فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میرے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ہی اس کی گردن دبوچ لوں گا۔ زیرِ زمین پناہ گاہ نہیں رہی تھی اور زمین کی سطح پر وہ زیادہ عرصے تک مجھ سے آنکھ مچولی نہیں کھیل سکتا تھا۔

انوشے نے میرے پاس آکر کہا۔ ”گرینڈ پا! میں آپ سے جدا ہونے والی ہوں۔“

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر اسے بازوؤں میں لے کر کہا۔ ”دادا کو چھوڑ کر جانے کی بات کر رہی ہو؟ اگر میں جدا نہ ہونا چاہوں تو...؟“

وہ سر جھکا کر بولی۔ ”فاصلہ رکھنے میں ہماری بہتری ہے۔“

میں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ”ہوں... کوئی خاص بات ہے؟“

”جی ہاں، مجھے ادارے میں واپس جانا ہوگا۔ یہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت ہے۔“

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”اس کا مطلب ہے' میری زندگی میں پھر کوئی بڑی تبدیلی آنے والی ہے؟“

وہ بولی۔ ”ممکن ہے' ایسی ہی کوئی بات ہو۔ میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ آپ کی سکیورٹی کے لیے میرا ساتھ رہنا ضروری نہیں رہا ہے۔“

میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ جوجو نے پہلی بار سیارے سے آکر جس زور و شور سے اچانک ہی حملہ کیا تھا، اس وقت میرا روپوش ہونا اور اپنی موت کا ناٹک کھیلنا ضروری ہو گیا تھا۔ اب اس کا زور ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے پاس ٹریننگ مشین تھی۔ اب وہ نہیں رہی۔ آئندہ جب ایسا کوئی خطرہ پیش آئے گا تو دیکھیں گے کہ اعلیٰ حضرت ہمارے لیے کیا کرتے ہیں؟“

انگبیں

چائے جو سچ مچ کی چائے ہے وہ تو ایک ہی ہے یہ اور بات ہے کہ مشرقی اچھوانی پینے والوں نے چائے کی بھی متعدد قسمیں پیدا کر دی ہیں۔ ہری چائے، کشمیری چائے، دیسی چائے اور انگریزی چائے اور انہی اقسام کی بنا پر چائے کی متعدد خصوصیات بھی قرار دے دی گئی ہیں مثلاً چائے کی خصوصیات میں سے یہ فارسی قسم کی خصوصیتیں ہیں کہ چائے لب بند، لب ریز، لب سوز ہو لیکن کشمیری چائے میں یہ تین صفات ایک اضافے کے بعد چار ہو جاتی ہیں یعنی لب بند، لب ریز، لب سوز اور لب دھڑ کہ اس کو بالائی کے ملغوبے سے خدا جانے کیا بنا دیا جاتا ہے۔ وہ چائے کیا ہوتی ہے ایک قسم کا میٹھا سالن ہوتا ہے جن میں سیکڑوں قسم کے تو مسالے ڈالے جاتے ہیں اور جوش اس قدر دیا جاتا ہے کہ گویا گوشت دیگ تیار ہو رہی ہے۔ شیرینی کا یہ حال ہوتا ہے کہ گویا امرتیوں کا قوام ڈالا گیا ہے اور ان ترکیبوں سے تیار ہو کر جو چیز بنتی ہے اس پر وہ لوگ چائے کی تہمت لگاتے ہیں اور اسی کی یہ خصوصیات قرار دی گئی ہیں کہ لب ریز، لب بند، لب سوز ہو لیکن ہماری خاطر سے ایک خصوصیت کا اور اضافہ کر لیا جائے کہ لب دھڑ ہو لیکن یہ چائے اگر کسی حقیقی چائے نوش کو پلا دی جائے تو وہ ناک بھوں چڑھا کر فوراً حضرت ریاض کا شعر اس طرح پڑھے گا:

ارے بیرا ذرا لپٹن کی چائے دم تو کر لانا
یہ دیسی چائے بالکل انگبیں معلوم ہوتی ہے

شوکت تھانوی کی کتاب بحرِ تبسم سے کھلکھلاتا انتخاب،

مرسلہ: رفعت رضا، کراچی

میں نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ”مجھے اپنی پوتی پر فخر ہے۔ جاؤ بیٹی! ویسے میں تمہیں بہت مس کروں گا۔“

”اور گرینڈ پا...! میں بھی آپ کو بہت مس کروں گی۔“

میں نے صبح آٹھ بجے اُودے پور کے ایئرپورٹ پر اسے الوداع کہا۔ ممبئی سے پیرس جانے والی ایک فلائٹ سے اس کی فلائٹ منسلک تھی۔ کوئی فکر و پریشانی کی بات نہیں تھی۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے والے تھے۔ جب اس کا جہاز وہاں سے پرواز کرنے لگا تو اس نے میرے اندر آکر کہا۔ ”گرینڈ پا! اعلیٰ حضرت نے مجھے سختی سے

www.pdfbooksfree.pk

تاکید کی ہے کہ میں کبھی قدرتی معاملات میں مداخلت نہ کیا کروں۔"

"بے شک، تمہیں ان کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔"

"میں تو سختی سے عمل کرتی ہوں مگر آپ کی محبت تڑپانے لگتی ہے۔ شاید اسی لیے اعلیٰ حضرت مجھے واپس بلا رہے ہیں؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "کوئی بات نہیں..."

"کوئی بات کیسے نہیں ہے؟ اس بڑھاپے میں آپ کو آرام کرنا چاہیے اور دشمن ناحق پریشان کرنے آجاتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ جوجو آپ کو اور زیادہ پریشان کرے۔"

"میری بچی! میری جان! تمہارا دادا ابھی بوڑھا نہیں ہوا ہے۔ میری فکر نہ کرو۔"

"نہیں کروں گی مگر جاتے جاتے یہ ضرور بتاؤں گی کہ جوجو ممبئی میں ہے۔ وہ کل رات پنابائی کے کوٹھے پر ملے گا۔"

"اوہ گاڈ! تم نے ہدایات کے خلاف مجھے اطلاع دی...؟"

"سوری گرینڈ پا! میں اپنے دل سے مجبور ہوں... او کے فی امان اللہ..."

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں ایرپورٹ سے نکل کر ہوٹل میں چلا آیا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والی تھی۔ میں نے سوچا، اسی وقت اس سے رابطہ کروں گا مگر سوچنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہوتا تو وہی ہے جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

وہ ڈومیسٹک فلائٹ میں سفر کر رہی تھی۔ کھڑکی کے پاس بیٹھی باہر سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ طیارہ ان صاف وشفاف بادلوں کے اندر سے گزر رہا تھا اور وہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پرنور چہرے میں تبدیل ہو رہے تھے۔ وہ بڑی عقیدت سے انہیں دیکھ رہی تھی پھر اس کے اندر ان کی آواز سنائی دی۔ "بیٹی...! راہیں بدلتی رہتی ہیں۔ تم بھی راہ بدل دو۔ اوارے میں واپس نہ آؤ۔ جس شہر میں پہنچ رہی ہو۔ اسی شہر میں قیام کرو۔ تمہیں وقتاً فوقتاً ہدایات ملتی رہیں گی۔"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "اعلیٰ حضرت! شکریہ... آپ مجھے اس قابل بنا رہے ہیں کہ میں چھوٹی سی عمر میں عملی زندگی گزار رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی ہدایات پر عمل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

ان کی ایمان افروز آواز سنائی دی۔ "آمین..."

وہ باہر بادلوں میں انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ بولے۔ "فرہاد سے ایک بار رابطہ کرو پھر کچھ عرصے کے لیے دادا پوتی کے رشتے کو بھول جاؤ۔"

پھر اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ ان کا پرنور چہرہ بادلوں میں تحلیل ہو گیا۔ وہ نگاہوں کے سامنے سے گم ہو گئے تھے مگر ان کی شخصیت، ان کی آواز اور لب ولہجہ اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ بڑی عقیدت مندی سے سر جھکائے بیٹھی رہی پھر اس نے میرے اندر آکر کہا۔ "گرینڈ پا...! میں ممبئی پہنچنے والی ہوں۔ آپ سے آخری بار رابطہ کر رہی ہوں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "آخری بار کیوں...؟"

"آپ سمجھ سکتے ہیں۔ مجھے ہدایات مل رہی ہیں۔ ہم کچھ عرصے تک ایک دوسرے کی خیریت بھی دریافت نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "ان ہدایات سے اندازہ ہوتا ہے، اِدھر میرے ساتھ اور اُدھر تمہارے ساتھ بہت کچھ ہونے والا ہے۔"

"جی ہاں... اور ایسے وقت ہم ایک دوسرے سے بے خبر رہیں گے۔ او کے گرینڈ پا...! فی امان اللہ..."

وہ واپس چلی گئی۔ میرے لیے تاریکیوں میں گم ہو گئی۔ میں ٹیلی پیتھی کی ٹارچ روشن کر کے بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ویسے میں اپنی پوتی پر، پارس اور الپا اپنی اس بیٹی پر فخر سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت اسے پُراسرار بنانے کے مراحل سے گزار رہے تھے۔

ابھی فرصت تھی۔ جوجو سے آج کے بعد کل رات ممبئی میں ٹکراؤ ہونے والا تھا۔ میں نے وہاں جانے کے لیے دوسرے دن کی فلائٹ میں ایک سیٹ او کے کرالی تھی۔ ویسے دیکھا جائے تو میری داستان کے تمام اہم کردار ممبئی شہر پہنچ رہے تھے۔ پورس پہلے ہی ماؤرا اور دامودر کے ساتھ وہاں رہائش اختیار کر چکا تھا۔ ایشورار اپنی کلاوتی کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ انوشے وہاں قیام کرنے والی تھی اور میں بھی وہیں پہنچنے والا تھا۔ وہ شہر دوستوں اور دشمنوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

مگر یہ بارہ مصالحے کی چاٹ ذرا پھیکی تھی۔ تب اس میں ذرا اور نمک شامل ہو گیا۔ چٹخارا بڑھ گیا۔ وہ ایسے کہ ثنا بھی ممبئی پہنچ گئی۔ میں نے پچھلی بار اپنا نام ظاہر کیے بغیر اسے ایس ایم ایس کے ذریعے بتایا تھا کہ جوجو راجستھان کے علاقے میں کہیں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ انڈیا چلی آئی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ جوجو کو تلاش کرتے کرتے مجھ تک پہنچ جائے گی۔

اگرچہ میں نے اجنبی بن کر اس سے رابطہ کیا تھا لیکن

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ اجنبی میں ہی ہوں۔ چونکہ مجھے اپنوں سے دور رہنے کی ہدایات دی گئی تھیں۔ اس لیے میں نے ایس ایم ایس کے بہانے اس سے رابطہ کیا تھا۔

اس کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ میں گمنام اور روپوش رہنے کے باوجود اسے یاد کرتا رہا ہوں۔ ادھر جوجو کا زور ٹوٹ رہا تھا۔ اپنوں سے دور رہنے والی پابندیاں ختم ہونے والی تھیں۔ میں نے ثنا کے نام ایک ایس ایم ایس لکھ کر بھیجا۔ "میں ہوں تمہارا انفارمر..."

اس نے جواب لکھا۔ "میرے انفارمر! تم اس ننھی سی اسکرین پر آتے ہو تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ پتا نہیں کیوں...؟ کیا تم بتا سکتے ہو؟"

"میں دلوں کا انفارمر نہیں ہوں۔ تمہارے دل کا حال تم جانو۔"

"میں تو اتنا جانتی ہوں کہ ایک اجنبی انفارمر سے باتیں کرتے وقت اس دل کی دھڑکنیں میرے فرہاد تک پہنچ رہی ہیں۔"

میں نے انجان بن کر جواب لکھا۔ "خدا کرے، پہنچتی رہیں۔ کبھی راہ چلتے فرہاد ملا تو اسے تمہارے دل کا حال سناؤں گا۔"

"میری محبت تمہارا اور نہ ہی کسی اور کا سہارا ڈھونڈتی ہے۔ یہ آپ ہی آپ میرے یار کو ابھی... ہاں، ابھی چھو رہی ہے۔"

اس کے بولنے کا یہ انداز مجھے اس کی جانب کھینچ رہا تھا۔ عقل نے سمجھایا، صبر کیا جائے۔ جذبات میں خود اُلجھنا اور اسے اُلجھانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے لکھا۔ "پلیز، اپنے جذبات اپنے میاں کے لیے سنبھال کر رکھو۔ مجھ سے صرف کام کی باتیں کرو۔ ابھی تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔"

"تم بہت مہربان ہو۔ پہلے بھی ایک اہم اطلاع دی تھی۔ جوجو کی خبر ملتے ہی میں ممبئی پہنچ گئی ہوں۔ اب راجستھان کی طرف جانے والی ہوں۔"

"اُدھر نہ جاؤ۔ وہ دشمن اسی شہر میں ملے گا۔ جہاں تم پہنچی ہوئی ہو۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی...؟"

"ہاں، ایک اور اہم اطلاع ہے۔ جوجو کی زیرِ زمین پناہ گاہ تباہ ہو چکی ہے۔ ابھی وہ ایک عرصے تک ایسی دوسری پناہ گاہ بنانے میں ناکام رہے گا اور یہاں کے مختلف علاقوں میں بھٹکتا رہے گا۔"

"اور تمہاری انفارمیشن کے مطابق وہ اسی شہر میں بھٹک رہا ہے۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔ جب تم اتنی معلومات رکھتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ اس شہر میں کہاں مل سکتا ہے؟"

"سوری، میں نہیں جانتا۔"

"تم اچھے انفارمر ہو۔ چاہو تو ایک صحیح اطلاع دے سکتے ہو۔"

"جو بات مجھے معلوم ہے اُسے نہیں چھپاؤں گا۔"

"میں پورے یقین سے کہتی ہوں، وہ بات تمہیں معلوم ہے۔"

"تو پھر پوچھو..."

"دیکھو! تم نے وعدہ کیا ہے، نہیں چھپاؤ گے۔ اس لیے پوچھ رہی ہوں، کیا تم بھی اسی شہر میں ہو؟"

میں اس وقت اُدے پور میں تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔ "نہیں۔"

وہ بے یقینی سے بولی۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بدترین دشمن یہاں آئے اور تم اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے اس شہر میں نہ رہو؟ کیا واقعی دور ہو؟"

"فی الوقت اس سے دور رہنا میری حکمتِ عملی ہے۔ اس سے آگے میرے متعلق کوئی سوال نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے، میرے متعلق بتاؤ، مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"اچھے دنوں کا انتظار کرو۔"

"میری زندگی کا سب سے اچھا دن وہ ہوگا، جب میرا فرہاد مجھے ملے گا۔"

"سب ہی محبت کرنے والوں کے لیے وصال کا دن عید اور وصال کی رات شب برات ہوتی ہے۔ تم کام کی بات کرو۔"

"وصال کی بات چل نکلے تو بات کرنے والے کسی کام کے نہیں رہتے۔"

"ایک کام کرو۔ اگرچہ برین ماسٹر ہمارا بدترین دشمن ہے پھر بھی اس کے کام آؤ۔ جوجو اس کی بیوی اور بیٹے کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہا ہے۔ اب تم برین ماسٹر سے کہہ سکتی ہو کہ وہ جوجو کے موجودہ بدترین حالات سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے اور تمام اکابرین کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ زیرِ زمین پناہ گاہ کے ساتھ ٹریننگ مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔ فی الحال وہ اس مشین کے بغیر اپنے کسی بھی مطلوبہ شخص تک پہنچ نہیں پائے گا۔"

پھر میں نے دوسرا میسج بھیجا۔ "اب میں رابطہ ختم کر رہا ہوں پھر کوئی اہم انفارمیشن ہوگی تو ایس ایم ایس کروں گا۔"

مینیج کی آنکھ مچولی ختم ہوگئی۔ ثنا ایک مہنگے ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ یہ اطلاع اسے بے چین کررہی تھی کہ جوجو اسی شہر میں ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ''اس دشمن کو ڈھونڈ کر کسی طرح جہنم میں پہنچاؤں گی تو اپنے فرہاد کی محبت کا قرض ادا کرسکوں گی مگر اسے کہاں ڈھونڈوں؟ وہ کہاں چھپا ہوگا؟''

پھر فوراً یاد آیا کہ سیارے کے باشندے ہوس پرست ہوتے ہیں۔ وہ ضرور عورتوں کے جھمیلے میں، حسینوں کے میلوں میں کہیں ہوگا۔ اسے ایسی ہی کسی جگہ ڈھونڈنا ہوگا۔

وہ ہوٹل کے کمرے سے نکلنے کے لیے لباس بدلنے لگی۔ ایک سوال پیدا ہوا کہ وہ جوجو کو کیسے پہچانے گی؟ اس کی صورت عالی اور ایمان علی نے دیکھی ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے، جب جوجو اور سیارے کے دیگر اکابرین نے اپنے چہروں کا آپریشن نہیں کرایا تھا۔ اب ان کا منہ خرگوش کی تھوتھنی جیسا نہیں ہوگا۔ وہ عام انسانوں کی طرح دکھائی دیتے ہوں گے۔

اس نے پھر ایس ایم ایس کے ذریعے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''پلیز، مجھے جوجو کی کوئی پہچان بتادو۔''

میں نے جواباً لکھا۔ ''چہرے کی تھوتھنی والے حصے کو الگ کرکے ہم انسانوں جیسے ہونٹ، ٹھوڑی اور جبڑے بنائے گئے ہیں۔ اب جوجو کا چہرہ ہماری طرح ہے۔ بس ذرا سا فرق ہے۔ ناک اور ہونٹوں کا درمیانی حصہ ذرا چوڑا ہے۔ دیکھنے میں عجیب سا لگتا ہے مگر ہم سے الگ نہیں لگتا۔''

اس نے پوچھا۔ ''کوئی اور پہچان ہے؟''

میں نے لکھا۔ ''ہاں، پورے چہرے پر پلاسٹک سرجری ہوئی ہے لہٰذا پلاسٹک کی جلد سے داڑھی مونچھیں نہیں اُگتی ہیں۔ چین اور تبت کے باشندوں کی طرح اس کا چہرہ چکنا سا ہوگا۔''

''تھینک یو مسٹر انفارمر...! جلد ہی ہماری ملاقات ہوگی۔''

میں نے جواب نہیں دیا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں ہی انفارمر بن کر اس سے بولتا رہتا ہوں۔ اس نے ہوٹل سے ایک رینٹڈ کار حاصل کی پھر شہر کے مختلف علاقوں اور گلیوں کوچوں سے گزرنے لگی۔

وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکلتے وقت گونگی بن گئی تھی۔ کسی کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے بھی نہیں بولتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ ٹریسنگ مشین اس کی آواز اور لب و لہجے کو کیچ کرلے گی پھر اس کی لائف ہسٹری بھی اس مشین میں محفوظ ہوجائے گی۔ اب عارضی طور پر ہی سہی، یہ اندیشہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ جوجو کو ڈھونڈنے کے سلسلے میں کسی نہ کسی سے کچھ پوچھ لیتی تھی۔

ویسے وہ زیادہ تر خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کے اندر پہنچ کر اپنا کام کررہی تھی۔ رات کے وقت جہاں جہاں عورتوں کا میلہ لگا رہتا ہے، وہاں جارہی تھی۔ بازارِ حسن میں جسم فروشی کے اڈوں میں اور نائٹ کلبز میں پہنچ رہی تھی۔ آخرکار آدھی رات کے قریب پنا بائی کے کوٹھے پر پہنچ گئی۔

انوشے نے پیش گوئی کی تھی کہ دوسری رات جوجو اسی کوٹھے پر ملے گا۔ ثنا ایک رات پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔ پنا بائی کو خبر پہنچی کہ ایک حسین و جمیل عورت بہت مہنگی گاڑی میں آئی ہے اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اسی کوٹھے پر آرہی ہے۔

وہ اس کے استقبال کے لیے دروازے پر آگئی۔ ثنا کی بلائیں لیتے ہوئے بولی۔ ''میں صدقے... میں واری... ہم نے ساری جوانی یہاں مردگاہکوں کو آتے دیکھا ہے۔ جندگانی میں پہلی بار ایک عورت دروجے پر آئی ہے۔ آؤ... پدھارو... بولو کا سیوا کریں؟''

ثنا نے ایک کاغذ اسے دیا۔ وہ اس کاغذ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ای کا ہے؟''

ثنا نے اشارے سے سمجھایا کہ اس کاغذ پر جو لکھا ہے، وہ اسے پڑھے۔ پنا بائی اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کا تم بول نہیں سکتیں؟''

اس نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ وہ گونگی ہے۔ بول نہیں سکتی۔ پنا بائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم بول نہیں سکتیں اور ہم پڑھ نہیں سکتے۔ پر پھکر نہ کرو۔ ہماری بھانجی شلپا ہے نا... ہماری بہن نے اسے دس جماعتیں پڑھائی ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ یہاں آئی ہوئی ہے۔ ہم ابھی اسے بلاتے ہیں۔ وہ پڑھ لے گی۔''

پھر اس نے اندرونی کمروں کی طرف منہ کرکے بلند آواز میں کہا۔ ''شلپا! اری او شلپا...! ادھر آ۔''

تھوڑی دیر بعد ہی ایک نازک اندام سی لڑکی نپے تلے قدموں سے چلتی ہوئی ان کے پاس آگئی۔ پنا بائی نے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''جرا اسے پڑھ کے سُنا...''

وہ بلند آواز میں پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا۔ ''میں گونگی ہوں۔ بول نہیں سکتی تھی۔ میرا پتی مجھے چھوڑ کر کسی کوٹھے میں رہتا ہے۔ میں روٹھے ہوئے کو منا کرلے جانا چاہتی ہوں۔ کیا وہ یہاں آیا ہے؟''

پنا بائی نے یہ سن کر گہری سانس لیتے ہوئے بڑے دکھ

سے کہا۔ ''آئے ہائے... اتنی سُندر اور مالدار عورت کو اس کا پتی چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ یہ مُوئے پتی ہوتے ہی ہرجائی ہیں...''

پھر اس نے ثنا سے کہا۔ ''تمہارا پتی نہ ہمارے پاس ہے' نہ آس پاس کے کسی کوٹھے پر ہے۔ تمہاری طرح وہ بھی مالدار ہوگا۔ اسے کسی مہنگے نائٹ کلب میں ڈھونڈو...''

ثنا بظاہر مایوس ہو کر سیڑھیاں اترتی ہوئی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ ببنا بائی کے چور خیالات نے بتایا کہ ایک شخص پچھلی رات کوٹھے پر آیا تھا۔ وہ بہت مالدار تھا۔ اس کے پاس سونے کی اینٹیں تھیں۔ اس لیے ببنا بائی نے اسے اپنے ایک کمرے میں پناہ دی تھی اور اپنی ایک سندر بیٹی کو اس کے حوالے کیا تھا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اتنی مالدار اسامی ہاتھ سے نکل جائے لہٰذا اس نے ثنا کو ٹرخا دیا تھا۔ وہ کار میں بیٹھ گئی اور پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جا کر رُک گئی۔ ببنا بائی کی اس سوچ نے چونکا دیا تھا کہ اس شخص کے پاس سونے کی اینٹیں ہیں۔ ثنا نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر معلومات حاصل کی تھیں کہ ان سیارے والوں کے پاس اس دنیا کی کوئی کرنسی نہیں ہے۔ صرف سونے کی اینٹوں اور ہیرے جواہرات کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ جن کے عوض وہ اس دنیا کی کرنسی حاصل کرتے ہیں۔

پھر ببنا بائی کی سوچ نے بتایا کہ اس شخص کا چہرہ کچھ عجیب سا ہے۔ ناک اور ہونٹوں کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ ہے اور اس کی داڑھی مونچھیں بھی نہیں ہیں۔ یوں پوری طرح تصدیق ہوگئی کہ وہی جوجو ہے۔ اس وقت وہ کوٹھے پر موجود نہیں تھا۔ ببنا بائی کی بیٹی نمو کے ساتھ گووا گیا ہوا تھا۔ اسے کہتے ہیں' مقدر کی ہیرا پھیری... وہ ثنا کے ہاتھ آتے آتے دور ہو چکا تھا۔

وہ اس کا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اس نے ببنا بائی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ یہ معلوم کیا کہ اس کی بیٹی نمو کی ایک ویڈیو کیسٹ ہے جو اس کی سالگرہ کی تقریب میں بنائی گئی تھی۔ ببنا بائی ثنا کی مرضی کے مطابق اسے وی سی آر میں لگا کر دیکھنے لگی۔ ٹی وی اسکرین پر نمو ہنستی بولتی دکھائی دے رہی تھی۔

ثنا اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی نمو کے اندر پہنچ گئی۔ وہ جوجو کے ساتھ گووا کے ایک شہر ماپساں میں تھی۔ وہ دونوں دریائے مُنداوی کے کنارے ایک بنگلے میں عیش کر رہے تھے۔ ثنا نے اپنی کار کی ٹنکی فل کرائی پھر ممبئی سے 594 کلومیٹر دور گووا کی سمت جانے لگی۔

اب سے پہلے میں تین بہنوں کے دماغوں میں رہ کر جوجو اور اس کے ساتھیوں کی مصروفیات پر نظر رکھتا تھا۔ یہی موقع ثنا کو مل رہا تھا۔ وہ نمو کے اندر رہ کر اپنے شکار پر نظریں رکھے ہوئے تھی۔

یہ نہیں جانتی تھی کہ جوجو نے بھی اپنے طور پر حفاظتی انتظامات کیے ہوئے ہیں۔ اس نے پچھلی رات کوٹھے میں آ کر ببنا بائی اور نمو پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنی معمولہ اور تابع دار بنا لیا تھا۔ ان ماں بیٹی نے اس کے بیگ میں سونے کی اینٹیں اور ہیرے جواہرات دیکھے تھے مگر اپنے غنڈوں کے ذریعے اسے لوٹ نہ سکیں کیونکہ دونوں اس کی تابع دار بن چکی تھیں۔ اپنے عامل کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھیں۔

جوجو گووا آنے کے بعد بھی ہر دو چار گھنٹوں کے بعد ببنا بائی کے دماغ میں جاتا آتا رہتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ وہ مجھ سے بری طرح خوفزدہ تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ میں اچانک موت کی طرح کہیں سے بھی آ کر دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہوں۔ اس نے رات کو سونے سے پہلے ببنا بائی کے خیالات پڑھے پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

ببنا بائی کی سوچ کہہ رہی تھی کہ آج رات دس بجے ایک حسین اور مالدار عورت قیمتی گاڑی میں وہاں آئی تھی۔ وہ گونگی تھی اور اپنے ہرجائی پتی کو تلاش کر رہی تھی۔ جوجو نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ ''کیا اس نے اپنے پتی کا حلیہ بیان کیا تھا؟''

ببنا بائی کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں، وہ گونگی تھی۔ اس نے تحریر کے ذریعے اپنے پتی کے بارے میں پوچھا پھر یہاں سے چلی گئی۔''

''کیا آج سے پہلے کوئی کسی کو تلاش کرتا ہوا کوٹھے پر آیا تھا؟''

''نہیں... پہلی بار ایک عورت اپنے پتی کے بارے میں پوچھنے آئی تھی۔''

وہ بے چین ہوگیا۔ اس کے اندر اندیشے سر اٹھانے لگے تھے۔ یہ سوال چبھ رہا تھا کہ ببنا بائی کے پاس کوئی عورت واقعی اپنے پتی کی تلاش میں آئی تھی یا فرہاد اس عورت کو آلۂ کار بنا کر اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہے؟

اس نے سر گھما کر نمو کو دیکھا' وہ تھک ہار کر اس کے پہلو میں گہری نیند سو رہی تھی۔ عقل نے سمجھایا۔ ''کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔ اس عورت کا بھوکا ہو کر یہاں پڑا رہوں گا تو دھوکا کھا جاؤں گا۔ مجھے نمو سے دور رہ کر خیال خوانی کے

ذریعے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟''

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر دبے قدموں چلتا ہوا اس بنگلے سے باہر چلا آیا۔ وہ ایک رینٹڈ کار میں نمو کے ساتھ وہاں آیا تھا' اسی کار میں بیٹھ کر ممبئی کی سمت واپس جانے لگا۔ ادھر سے ثنا کار ڈرائیو کرتی آرہی تھی۔ وہ باگا کے پٹرول پمپ پر رک کر پٹرول ڈلوانے لگی۔ ایسے ہی وقت جوجو دوسری طرف سے آ کر اپنی کار کی ٹنکی فل کروانے لگا۔

دونوں کی گاڑیاں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار ایک دوسرے کو بالکل آمنے سامنے دیکھ سکتے تھے لیکن دونوں گاڑیوں کے اندر لائٹ بجھی ہوئی تھی۔ تاریکی میں صورتیں واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ مقدر کی مرضی کے بغیر ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

ثنا اس کے چہرے کی جھلک دیکھ لیتی تو شاید پہچان لیتی لیکن انوشے پیش گوئی کر چکی تھی کہ جوجو مجھے دوسری رات ببنا بائی کے پاس ملے گا۔ اس کی پیش گوئی اٹل تھی۔ وہ میرے ہی ہاتھ لگنے والا تھا۔ اس لیے ثنا اپنے قریب سے گزرنے والے کار کو دیکھ نہ سکی۔ وہ بار بار نمو کے اندر جا رہی تھی اور اسے گہری نیند میں پا رہی تھی۔

جوجو کے لیے سب سے پریشان کن مسئلہ یہ تھا کہ کمیونیکیشن مشین کے بغیر سیارے کے اکابرین سے کس طرح رابطہ کرے؟ خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ نہیں پاتی تھیں۔ اس کی معلومات کے مطابق ایشورارا کبھی کبھی زمین پر آتا تھا مگر یہ علم نہیں تھا کہ وہ کب آتا ہے اور کب جاتا ہے؟ اس لیے وہ ہر چار چھ گھنٹوں کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرتا تھا' ہر بار سوچ کی لہریں واپس آجاتی تھیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ زمین پر نہیں ہے۔ سیارے میں ہے۔

اور وہ ایسا بے نیاز رہتا تھا کہ جوجو وغیرہ سے خود کبھی رابطہ نہیں کرتا تھا۔ بس ایک ہی صورت تھی کہ وہ زمین پر آئے گا تو اس کا مسئلہ حل کرے گا یا سیارے کے لوگ جب یہ دیکھیں گے کہ کمیونیکیشن مشین سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے اور جوجو کی خبر نہیں مل رہی ہے تو وہ ایشورارا کے پاس جا کر تشویش ظاہر کریں گے تب ہی اس سے رابطہ کیا جائے گا اور اس کے مسائل حل کیے جائیں گے۔

اس نے دوبارہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی تو خوشی سے اُچھل پڑا۔ ایشورارا کے دماغ میں جگہ مل رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ زمین پر پہنچا ہوا ہے۔

وہ اپنی کار کو سڑک کے کنارے روکتے ہوئے بولا۔ ''اے ایشورارا...! میں بری طرح برباد ہوگیا ہوں۔ گوا گوا اور جانانا مارے گئے ہیں۔ زیرِ زمین پناہ گاہ ہماری تمام غیر معمولی مشینوں کے ساتھ تباہ ہوگئی ہے۔ فرہاد نے مجھے اس حال کو پہنچایا ہے کہ میں اس سے جان بچانے کے لیے چھپتا پھر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے کوئی مستقل محفوظ پناہ گاہ نہیں مل رہی ہے۔''

ایشورارا کو یہ اطلاع شاک پہنچا رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا فرہاد نے ایسا کیا ہے؟ وہ تم لوگوں تک کیسے پہنچ گیا تھا؟''

وہ بولا۔ ''اے ایشورارا...! تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تم یوگا جاننے والوں کے اندر کی باتیں بھی جان لیتے ہو۔ اس لیے میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ ہم نے جن عورتوں کو داشتہ بنا کر اس پناہ گاہ میں رکھا تھا' فرہاد ان کی تصویریں دیکھ کر ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔''

پھر وہ تفصیل سے بتانے لگا کہ میں نے کس طرح گوا گوا اور جانانا کو ہوٹل میں قتل کیا تھا؟ ان دونوں کے بیگ کا سامان میرے پاس ہے۔ وہ ریموٹ کنٹرولر بھی ہے جس کے ذریعے میں ان کی پناہ گاہ کو تباہ کر دیتا یا ایک ننھی مشین کے ذریعے چور راستہ بنا کر اس پناہ گاہ کے اندر پہنچ جاتا اور ان تمام غیر معمولی مشینوں کا راز معلوم کر لیتا لہٰذا جوجو نے اپنے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اس پناہ گاہ کو خود ہی تباہ کر دیا تھا۔

ایشورارا نے غصے سے کہا۔ ''تم پر اور تمہارے مرنے والے ساتھیوں پر لعنت ہے۔ ہم پوری زمین کے حکمران بننا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ہی وہ زیرِ زمین سیٹ اَپ قائم کیا گیا تھا۔ وہ پناہ گاہ ہماری بنیاد تھی۔ تم تینوں نے عورتوں کی ہوس میں اس بنیاد کو تباہ کر ڈالا ہے۔''

''اے ایشورارا...! میں شرمندہ ہوں۔ اپنی غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں۔''

''اتنا بڑا نقصان پہنچا کر معافی کی توقع کر رہے ہو؟ تمہیں تو ایسی سزا ملے گی کہ بانُو راما کے دوسرے باشندے عبرت حاصل کریں گے۔''

وہ سر جھکائے سن رہا تھا۔ ایشورارا کہہ رہا تھا۔ ''تمام غیر معمولی مشینیں دو دو کی تعداد میں تھیں۔ اب بانُو راما میں ایک ایک کی تعداد میں رہ گئی ہیں۔ ان آخری مشینوں کو ہم زمین پر لا کر مزید نقصان اٹھانا نہیں چاہیں گے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ زمین والے لوہے کا چنا ہیں۔ انہیں چباتے ہوئے دانت ٹوٹ رہے ہیں۔ ہماری رہی سہی مشینیں یہاں

لائی جائیں گی تو وہ بھی تباہ ہو جائیں گی۔ ہم ان سے محروم ہونا نہیں چاہیں گے۔"

وہ بولا۔ "ایشورارا! تمہاری ذہانت۔ تمہاری طاقت لا محدود ہے۔ تم پھر ایسی مشینیں بنا سکتے ہو۔"

"ایسی مشینیں تو ہر حال میں تیار کرنی ہوں گی لیکن اس کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہوگا۔ تم نے میری مشکلات بڑھا دی ہیں۔ تمہاری سزا یہی ہے کہ تم بے یار و مددگار اس زمین پر بھٹکتے رہو۔ تمہیں کہیں پناہ نہ ملے۔"

"رحم ایشورارا.....! رحم..."

"فرہاد تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ تمہارے تعاقب میں ہوگا اگر تم اس سے سبقت لے جاؤ گے' اسے مار ڈالو گے تو تمہاری غلطیاں بھی معاف کر دی جائیں گی اور تمہیں میرے خاص مصاحب کا درجہ بھی حاصل ہوگا۔"

وہ سر جھکا کر بولا۔ "یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا۔ میں اس دشمن کو ختم کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں' تمام طاقتیں صرف کر دوں گا۔ ابھی تم سے تھوڑی سی مدد چاہتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ فرہاد ابھی کہاں ہوگا؟ میں اچانک ہی اس کی شہ رگ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"بے وقوف...! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ فرہاد کہاں ہے تو ہمیں ٹریسنگ مشین کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ میں ہانورا ما میں مشین کے بغیر مطلوبہ افراد تک پہنچ جاتا ہوں لیکن میری یہ صلاحیت زمین پر اور خصوصاً روحانی علوم جاننے والوں کے خلاف کام نہیں آرہی ہے۔ تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں' مر جاؤ... یا دشمن کو مار ڈالو... بس اب میرے پاس مدد مانگنے نہ آنا۔ تم زندہ رہے تو میں خود تمہیں انعام دینے آؤں گا۔"

ایشورارا اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اس وقت کلاونتی کی خوابگاہ میں تھا۔ اپنی زندگی کے بڑے ہی خوبصورت لمحات گزار رہا تھا۔ ایسے میں دل و دماغ کو جھنجھوڑ دینے والی یہ خبر ملی تھی کہ زیرِ زمین پناہ گاہ کے ساتھ تمام غیر معمولی مشینیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ایسی تباہی نے اس کی بہت سی ذمے داریوں میں اضافہ کر دیا تھا۔

اب تو کئی پہلوؤں سے اس کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ پہلی مصروفیت یہ تھی کہ اسے اپنی بیٹی ماڈرا اور بیٹے دامودر کی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ دوسرا ذاتی معاملہ تھا۔ وہ کلاونتی سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارتا تھا۔ ایسے وقت یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ سیارے پر جائے اور نئے سرے سے وہ تمام غیر معمولی مشینیں تیار کرے۔ اگر وہ دن رات لگا رہتا تو چھ ماہ میں مشینیں تیار ہو جاتیں مگر دوسری مصروفیات کے پیشِ نظر کئی برس لگ سکتے تھے۔

پھر سب سے اہم کام یہ تھا کہ روحانیت کے خلاف محاذ آرائی کو مستحکم اور تیز تر کرنا تھا۔ جس جوگی مہاراج کو اس نے قتل کیا تھا۔ اس جوگی نے اسے دوسرے عظیم روحانی عامل اور مہا آتما شکتی جاننے والوں کے نام بتائے تھے۔ وہ ان کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو کمزور بنا سکتا تھا لہٰذا رشی جوگیوں' راہبوں اور کاہنوں کے پاس جانا لازمی تھا۔ مسلمانوں کے خلاف انہیں اپنا ہم خیال اور دوست بنانے کے لیے ارضی دنیا میں اچھا خاصا وقت گزارنا ضروری ہو گیا تھا۔

اس نے سر گھما کر کلاونتی کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ جوجو نے بتایا تھا کہ میں ان تین بہنوں میں سے کسی کی تصویر دیکھ کر ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ اگر جوجو اور اس کے ساتھی ان بہنوں کے دماغوں کو لاک کر دیتے تو جان سے بھی نہ جاتے اور مشینیں بھی تباہ نہ ہوتیں۔ ایشورارا نے یہ غلطی نہیں کی تھی۔ پہلے ہی دن کلاونتی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اب بھی وہ ہر دوسرے تیسرے دن اس پر عمل کرتا رہتا تھا۔ تاکہ میں کبھی اس کے اندر آ کر یہ معلوم نہ کر سکوں کہ کلاونتی کو کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی داشتہ بنا رکھا ہے۔

بہت بڑی تباہی سے دوچار ہونے کے بعد اب وہ اہم معاملات میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ وہاں سے جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے پھر ایک بار کلاونتی پر عمل کیا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد اطمینان ہوا تو وہ وہاں سے اپنی ایک خفیہ پناہ گاہ کی طرف چلا گیا۔

ثنا رات کو تین بجے گوا پہنچ گئی۔ ایک لگژری ہوٹل میں کمرا حاصل کر کے وہاں آرام سے بیٹھ گئی پھر نمو کے اندر پہنچ کر دیکھا، وہ بدستور گہری نیند میں تھی۔ ثنا یہ سوچ کر آئی تھی کہ نمو کے ذریعے جوجو کو زخمی کرے گی پھر اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا اسیر بنا لے گی۔ مجھے خوشخبری سنائے گی کہ اس نے میرے بدترین دشمن کو ٹریپ کر لیا ہے۔

نمو کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ اس کے پرس میں ایک چھوٹا سا چاقو رکھا ہوا ہے' وہ اس کے ذریعے جوجو کو زخمی کر سکتی ہے۔ وہ نمو کے دماغ میں تھی۔ ایسے ہی وقت اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ نیند سے بیدار ہو کر سر گھما کر دیکھا تو اس کے بیڈ پر جوجو نہیں تھا۔

ثنا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ کہاں ہے؟ شاید دوسرے کمرے میں یا باہر برآمدے میں ہوگا؟"

نمو بیڈ سے اتر کر اسے ڈھونڈنے لگی۔ وہ کسی کمرے یا

[بر]آمدے میں نہیں تھا۔ اس نے واپس اپنی خوابگاہ میں آ کر [د]یکھا تو اس کا سفری بیگ بھی وہاں نہیں تھا۔ تب یہ سمجھ میں آیا کہ وہ اچانک ہی اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ نمو نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو...! تم کہاں ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "تم گہری نیند میں تھیں۔ کیسے بیدار ہو گئیں؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے پورا بنگلا دیکھ لیا ہے۔ تم یہاں نہیں ہو۔ سچ بتاؤ' مجھے چھوڑ کر کس کلموہی کے پاس چلے گئے ہو؟"

"میں کسی دوسری کے پاس نہیں ہوں۔ ایک ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ تم کل صبح ممبئی چلی جاؤ۔ مجھے اپنے معاملات سے فرصت ملے گی تو میں تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔"

"مجھے کیوں بلاؤ گے؟ میرے کوٹھے پر کیوں نہیں آؤ گے؟"

وہ بولا۔ "تم میرے معاملات کو نہیں سمجھتی ہو۔ ایک دشمن میری جان کا عذاب بنا ہوا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے تمہارے کوٹھے کو تاڑ لیا ہے لہٰذا میں کسی دوسری جگہ تم سے ملاقات کروں گا۔ فی الحال لمبی باتیں نہیں کر سکوں گا۔ فون بند کر رہا ہوں۔ شبھ راتری..."

اس نے فون بند کر دیا۔ ثنا سوچ میں پڑ گئی کہ اس کم بخت کو اچانک کیسے شبہ ہو گیا؟ آسانی سے ہاتھ آنے والا شکار خلافِ توقع کہیں دور چلا گیا تھا۔ وہ تقریباً پونے چھ سو کلومیٹر کی لانگ ڈرائیو کے بعد وہاں پہنچی تھی اور خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر آ کر گر پڑی۔ اتنی بھاگ [دو]ڑ کے بعد آرام کرنا لازمی تھا۔ وہ دماغ کو ہدایت دے کر سو [گئ]ی۔ دوسری صبح نو بجے تک گہری نیند کے مزے لیتی رہی پھر [آ]نکھ کھل گئی۔ ایسے وقت فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے نمبر [پڑ]ھے۔ برین ماسٹر کال کر رہا تھا۔ اب سے پہلے ثنا نے گونگی [ب]ن کر اسے اور کئی اکابرین کو فون پر خاموش کال کی تھی۔ بعد [م]یں ایس ایم ایس کے ذریعے ان سے تحریری گفتگو کرتی رہی تھی۔

اس نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے برین ماسٹر نے کہا۔ "یہ جانتا ہوں کہ تم گونگی بن کر رہو گے۔ کوئی بات نہیں... تم نے ایس ایم ایس کے ذریعے بڑی اہم معلومات فراہم کی تھیں۔ ہم نے اور دیگر اکابرین نے تصدیق کی ہے۔ واقعی انڈیا کے ایک علاقے میں جوجو کے دونوں ساتھی مارے گئے ہیں۔ تم کمال کے انفارمر ہو۔ تمہاری انفارمیشن کے مطابق جوجو ابھی زندہ ہے۔ کیا بتا سکتے ہو' وہ اس وقت کہاں ہے؟ کیا انڈیا میں ہی کہیں ہے؟ بے شک، گونگے بن کر رہو۔ میسج کے ذریعے جواب دے دو۔"

وہ بولی۔ "اب میں گونگی نہیں رہی۔"

اس کی آواز سنتے ہی وہ خوش ہو کر بولا۔ "میں سمجھ رہا تھا' کوئی مرد انفارمر ہے۔ تم تو عورت ہو۔ شکریہ کہ تم بولنے لگی ہو۔"

"اس لیے بول رہی ہوں کہ فی الحال سیارے والوں سے خطرہ نہیں ہے۔ وہ ہم میں سے کسی کو ٹریسنگ مشین کے ذریعے تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

"کیوں تلاش نہیں کر سکیں گے؟ کیا وہ لوگ کسی پرابلم میں ہیں؟"

"بہت بڑی پرابلم سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ان کی زیرِ زمین پناہ گاہ اور ٹریسنگ مشین جیسی دوسری تمام غیر معمولی مشینیں بھی تباہ ہو گئی ہیں۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ "کیا واقعی...؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ ان پر اتنی بڑی تباہی کیسے آ گئی؟"

"ایک ہی جیالا ہے جو ایسے کارنامے انجام دیتا ہے۔"

"اوہ گاڈ...! یقیناً فرہاد نے ان سیارے والوں کے ہوش اڑائے ہیں۔"

"پھر بھی اس کا احسان نہیں مانو گے۔ اس نے تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جب تک جوجو مصیبت میں مبتلا ہے' تب تک اپنی بیوی اور بیٹے پر عمل کر کے ان کی شخصیت اور لب و لہجہ تبدیل کر دو تاکہ جوجو آئندہ ان کے ذریعے تمہیں کمزور نہ بنا سکے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ... تم نے میری بہتری کے لیے معلومات فراہم کیں۔ میری بیوی اور بیٹے کو بھی تحفظ دینے کا مشورہ دے رہی ہو۔ تم کون ہو؟ پلیز، خود کو مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

وہ بولی۔ "میرا ایک مشورہ اور ہے' وہ یہ کہ نہ مجھے ظاہر ہونے کو کہو' نہ خود کو ظاہر کرو۔ ہو سکے تو اپنی شخصیت اور لب و لہجہ بھی بدل ڈالو۔ آج ان دشمنوں کے پاس ٹریسنگ مشین نہیں ہے۔ جلد ہی وہ دوسری لا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے خود کو اور اپنی فیملی کو روپوش رکھنے کے انتظامات کر لو۔"

"میں یہی کروں گا۔ کیا تمہیں جوجو کا فون نمبر معلوم ہے؟"

ثنا نے اسے نمبر بتائے۔ وہ بولا۔ "یہ نمبر میرے اور

دوسرے تمام اکابرین کے پاس ہے لیکن اس سے رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ اس کا فون گم ہو چکا ہے یا وہ اسے آف رکھتا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فوراً نمبر پنچ کرو۔ رابطہ ہو جائے گا...او کے سو فار..."

ثنا نے پچھلی رات کو نمو اور جوجو کی ٹیلی فونک باتیں سنی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ جوجو اپنا فون آن رکھنے لگا ہے۔ برین ماسٹر نے رابطہ ہونے پر کہا۔ "ہیلو مسٹر جوجو...! کہاں گم ہو؟ کیا فون کے ذریعے ہم سے رابطہ کرنا بھول گئے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں ابھی بہت مصروف ہوں پھر کسی وقت بات کروں گا۔"

برین ماسٹر نے پوچھا۔ "پھر کسی وقت کیسے باتیں کرو گے؟ کیا فرہاد آیندہ کسی لمحے میں تمہیں سانس لینے کی اجازت دے گا؟"

وہ غصے سے بولا۔ "وہ کوئی موت کا فرشتہ نہیں ہے۔ بہت جلد ساری دنیا سنے گی کہ وہ میرے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

"اگر خوش فہمی سے نکل آنا چاہو گے تو میں تمہاری جان بچا سکتا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "تم میرے لیے کیا کرسکو گے؟"

"بہت کچھ... یہ سب ہی جانتے ہیں کہ میری طرح روپوش رہنا کوئی نہیں جانتا۔ فرہاد بھی آج تک میری کسی خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ ذرا سوچو! میں تمہیں جہاں چھپاؤں گا' وہ کبھی وہاں پہنچ نہیں پائے گا۔"

اس نے جلدی سے پوچھا۔ "تم مجھے کہاں چھپاؤ گے؟"

"فی الحال نہیں بتا سکتا۔ جب چھپنے آؤ گے تو تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔"

"کیا مجھے اُلّو سمجھتے ہو؟ میں تمہارے پاس آؤں تو تم مجھے مار ڈالو یا زخمی کر کے مجھے اپنا غلام بنالو؟ یعنی فرہاد کے آسمان سے گر کر تمہارے کھجور میں اٹک جاؤں؟"

"اپنی سلامتی کے لیے کسی پر تو بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں اپنی سلامتی کے لیے تم جیسوں پر بھروسا نہیں کروں گا۔"

"جوجو...! حالات کو سمجھو۔ میں تمہارے دباؤ میں ہوں۔ تم اپنی بدحالی کے باوجود میری بیوی اور بیٹے کے دماغوں میں جا کر انہیں نقصان پہنچا سکتے ہو۔ کیا میں ایسی صورت میں تمہیں نقصان پہنچانے کی جرأت کرسکوں گا؟"

"ہاں، ایسے ہی وقت میں پناہ لینے تمہارے پاس آؤں گا تو تم ایک لمحہ بھی ضایع کیے بغیر مجھے گولی ماردو گے پھر تمہاری بیوی اور بیٹے کو ہمیشہ کے لیے مجھ سے نجات مل جائے گی۔ ایسی احمقانہ باتوں سے مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ برین ماسٹر مایوس ہوگیا۔ وہ اس کے دام میں نہیں آرہا تھا۔ اس نے یہ طے کیا کہ پہلے اپنا اور بیوی بیٹے کا لب ولہجہ اور شخصیت تبدیل کرے گا پھر جوجو کی تلاش میں انڈیا جائے گا۔

اس نے سب سے پہلے بیوی اور بیٹے کے دماغوں کو مختصر سے تنویمی عمل کے ذریعے لاک کردیا تاکہ جوجو ان کے اندر نہ پہنچ سکے۔ یوں عارضی طور پر اطمینان حاصل ہوگیا۔ فی الوقت جوجو اس کی کسی کمزوری سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

ثنا نے اس سے رابطہ ختم کر کے نمو کی خبر لی تھی۔ پتا چلا' اس نے ممبئی جانے والی ایک ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ او کے کرائی ہے۔ وہ واپس جارہی تھی۔ فی الوقت ثنا کے کسی کام کی نہیں رہی تھی۔ جوجو اس سے کترا کر نکل گیا تھا۔ جب تک اس کے اندیشے دور نہ ہوتے' وہ نمو کے قریب آنے والا نہیں تھا۔ ثنا ایک بار پھر تاریکی میں پہنچ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس فرار ہونے والے کے تعاقب میں کہاں جانا چاہیے؟

وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں آگئی۔ ناشتا کرنے کے دوران ایک میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی۔ ایسے ہی وقت ایک صفحے پر رُک گئی۔ وہاں ہوم منسٹر اور کلاونتی کی تصویروں کے ساتھ ان دونوں کے متعلق ایک مضمون بھی شایع کیا گیا تھا۔ مضمون کا عنوان تھا "جادو یا ٹیلی پیتھی...؟"

وہ پڑھنے لگی۔ مضمون نگار نے لکھا تھا۔ "پورا ہندوستان جانتا ہے' کلاونتی ایک حسین وجمیل ٹاپ کی ماڈل ہے۔ اس کے بے شمار دیوانے ہیں مگر وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔ اس کے بارے میں کبھی کوئی اسکینڈل شایع نہیں ہوا ہے۔ اس کا غرور اور حسن وشباب بڑے بڑوں کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہمارے ہوم منسٹر بھی اس کے دیوانے ہیں بلکہ ایسے پروانے ہیں کہ اس حسینہ کی آگ میں جلنے کے لیے اس کے گھر پہنچ گئے تھے پھر وہاں سے گولی کا زخم کھا کر واپس آئے تھے۔

ہوم منسٹر کا بیان ہے کہ انہیں کلاونتی پر شبہ ہے۔ اس نے ایک پاکستانی جاسوس کو اپنا سیکریٹری بنا کر پناہ دی ہے۔ اس

سلمان جاسوس کے خلاف ٹھوس دستاویزات اور اہم تصاویر بھی موجود ہیں۔ اس بنیاد پر ہوم منسٹر آرمی افسران کے ساتھ اسے گرفتار کرنے گئے تو وہ حسین بلا ان پر جادو کرنے لگی۔

ایک آرمی افسر نے اس کے جادو کے زیرِ اثر آکر ہوم منسٹر کی ٹانگ پر گولی ماردی۔ وہ کلاونتی کے خلاف کچھ کہنا چاہتے تھے تو ان کی زبانیں دانتوں تلے آکر کچلی جاتی تھیں۔ دونوں آرمی افسران کا بیان ہے کہ وہ جادو نہیں ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ان کے دماغوں میں آکر ان کی کھوپڑی گھمارہی تھی۔ وہ خوفزدہ ہوکر وہاں سے چلے آئے تھے۔

برسرِ اقتدار پارٹی نے ہوم منسٹر سے کہا تھا کہ وہ کلاونتی اور پاکستانی جاسوس کے خلاف تمام دستاویزات عدالت میں پیش کریں لیکن وہ ایسا نہ کرسکے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ تمام اہم ڈوکومنٹس ان کے مقفل سیف سے چرالی گئی ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے سیف میں جھاڑو پھیردی گئی ہے۔

عدالت اور برسرِ اقتدار پارٹی ٹیلی پیتھی کے حوالے کو تسلیم نہیں کررہی ہے۔"

اس پر الزام لگایا جارہا تھا کہ وہ معزز ہوم منسٹر ہوکر ایک ماڈل گرل کی کوٹھی میں جبراً گھس گیا تھا۔ اس حسینہ پر جھوٹے الزامات لگا رہا تھا۔ چونکہ وہ اپنی برسرِ اقتدار پارٹی کی بدنامی کا باعث بن گیا تھا لہٰذا اسے منسٹر کے اعلیٰ عہدے سے استعفیٰ دینا پڑا۔

ثنا نے سوچا۔ "اصل کہانی کچھ اور ہے۔ صحیح حقیقت ہوم منسٹر اور کلاونتی کے ذریعے ہی معلوم ہوسکے گی۔"

وہ معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوگئی۔ میگزین میں ہوم منسٹر اور کلاونتی کی تصویروں کو دیکھنے لگی پھر کلاونتی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہاں پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی۔ ثنا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ میگزین کی تصویر میں وہ ماڈل گرل ایک بھرپور صحت مند عورت دکھائی دے رہی تھی۔ ثنا نے سوچا۔ "اسے یوگا میں مہارت ہوگی یا پھر کسی عامل نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔"

یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ ماڈلنگ کرنے والی ٹیلی پیتھی جانتی ہوگی۔ وہ ہوم منسٹر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اُس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات ثنا کو وہ ساری باتیں بتانے لگے' جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ وہ تمام باتیں سن کر یقین ہوگیا کہ کلاونتی کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔

ہوم منسٹر نے ثنا کی مرضی کے مطابق کلاونتی کے گھر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر ایک نوکرانی نے کہا۔ "مالکن ریکارڈنگ کے لیے گئی ہیں۔ شام تک آئیں گی۔"

ثنا اس ملازمہ کے اندر پہنچ گئی۔ وہ وہاں کی باورچن تھی۔ ریسیور رکھنے کے بعد کچن میں آکر رات کا کھانا تیار کررہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ "مالکن جب بھی شوٹنگ اور ریکارڈنگ سے تھک کر آتی ہیں تو فروٹ جوس ضرور پیتی ہیں۔ وہ جوس ہمیشہ فریج میں تیار رکھا رہتا ہے۔"

کلاونتی ذہنی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی نشے کی ایک دوا استعمال کرتی تھی۔ ثنا نے ملازمہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے غائب دماغ ہوکر فروٹ جوس میں وہ دوا ملادی پھر دماغی طور پر حاضر ہوکر کچن کا کام کرنے لگی۔ ثنا کو کلاونتی کے تمام فون نمبرز اور کوٹھی کا پتا معلوم تھا۔ وہ گوا سے پھر ممبئی واپس جانے لگی۔

ایشورارا جیسا سب سے بڑا مہرہ اس کے ہاتھ لگ سکتا تھا۔ اس کے سامنے جوجو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر ممبئی آگاہی لینے آئی جہاں اسے انتہائی عروج ملنے والا تھا۔ یہ مقدر کی بات ہوتی ہے۔ کبھی پتھر ملتے ہیں' کبھی ہیرا مل جاتا ہے۔

وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی ممبئی پہنچ گئی۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ اس نے ایک ہوٹل میں کمرا لیا پھر وہاں بیٹھ کر کلاونتی کے اندر پہنچ گئی۔ وہ جوس پینے کے بعد کمزوری محسوس کررہی تھی۔ کیونکہ ملازمہ نے نشے کی وہ دوا مقررہ خوراک سے کچھ زیادہ ہی ملادی تھی۔ کلاونتی نے اپنے ایک خاص ڈاکٹر کو بلالیا تھا۔ اس وقت وہ اسے انجکشن لگاتے ہوئے تسلی دے رہا تھا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ اس انجکشن سے جلد ہی کمزوری دور ہوجائے گی۔ آپ پہلے کی طرح توانائی محسوس کریں گی۔"

ثنا اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم کر کے حیران ہورہی تھی کہ کوئی پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر حاوی ہو چکا ہے۔ یہ تفصیل معلوم ہورہی تھی کہ اس شخص نے کس طرح کلاونتی کو ٹریپ کیا تھا؟ وہ اپنے مزاج کے خلاف اس کے زیرِ اثر آکر اس کی داشتہ بن گئی تھی۔

ثنا دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ "ہماری ٹیلی پیتھی کی دنیا میں ایسا کون ہے جو پُراسرار بن کر کلاونتی کے بیڈروم میں پہنچ جاتا ہے؟ رات کو آتا ہے اور صبح ہونے سے پہلے چلا جاتا ہے۔"

وہ ثنا کی مرضی کے مطابق اس کا حلیہ بتانے لگی۔ "اس آنے والے کا نام ایشور لال ہے۔ اس کا چہرہ کچھ عجیب سا

ہے۔ ناک اور ہونٹوں کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ ہے۔"

یہ خیال پڑھتے ہی وہ چونک گئی۔ اس نے سوال پیدا کیا۔ "کیا اس کی داڑھی مونچھیں ہیں؟"

کلاونتی کی سوچ نے جواب دیا۔ "میں نے ہمیشہ اسے کلین شیوڈ دیکھا ہے۔ چہرے کی چکناہٹ سے اندازہ ہوتا ہے' اس کی داڑھی مونچھیں نہیں اُگتی ہوں گی۔"

یہ تصدیق ہوگئی کہ وہ بانو راما سیارے کا باشندہ ہے۔ ثنا اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ گوا گوا اور جانا نا کی ہلاکت کے بعد صرف جوجو اس زمین پر رہ گیا ہے۔ کلاونتی کے خیالات اور حالات بتا رہے تھے کہ کوئی اور ابھی ارضی دنیا میں ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے یہاں روپوش رہتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے ایس ایم ایس کے ذریعے مجھ سے پوچھا۔ "کیا جوجو کے علاوہ بانو راما کے دوسرے باشندے بھی ہماری دنیا میں روپوش رہتے ہیں؟"

میں نے جواباً لکھا۔ "ہوسکتا ہے' سیارے کے دوسرے لوگ بھی یہاں کئی خفیہ پناہ گاہیں بنا کر رہتے ہوں؟ لیکن ان کے پاس غیر معمولی مشینیں نہیں ہیں۔ اگر ہوتیں تو وہ ہمارے خلاف کچھ نہ کچھ کرتے رہتے۔ کیا تمھیں شبہ ہے کہ جوجو کے علاوہ سیارے کا کوئی اور باشندہ بھی اس شہر میں موجود ہے؟"

وہ مجھے کلاونتی اور اس کے پُراسرار عامل کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔ میں نے وہ تمام حالات اور واقعات سننے کے بعد کہا۔ "یقیناً وہ پُراسرار عامل بانو راما سیارے سے آیا ہے۔ ہم اب تک اس سے بے خبر تھے۔ فی الوقت وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ تم اس کے قریب پہنچنے والی ہو۔ تمھیں اس کی غفلت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔"

"پلیز' کوئی مشورہ دو۔ میں کیا کرسکتی ہوں؟"

میں نے لکھا۔ "اس سیارے کے باشندوں کی سب سے بڑی کمزوری ہم جانتے ہیں۔ وہ عورتوں کے معاملے میں بہت زیادہ ہوس پرست ہیں۔ اس پُراسرار شخص کو کسی دوسری حسین عورت کے ذریعے ٹریپ کرنے کی کوشش کرو اور مجھے کلاونتی کے تمام فون نمبرز بتاؤ۔"

اس نے ایس ایم ایس کے ذریعے تمام فون نمبرز لکھ بھیجے پھر رابطہ ختم کرکے کلاونتی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرنے لگی کہ ماڈلنگ کی دنیا میں اس کی ٹکر کی حسینہ کون ہے؟

کوئی عورت اپنے مقابلے میں کسی دوسری عورت کو حسین نہیں مانتی۔ کلاونتی بھی خود کو سب سے برتر اور نمبر ون ماڈل کہتی تھی مگر اندر ہی اندر ایک حسین اور پُرکشش ماڈل دلربا سے جلتی کڑھتی رہتی تھی۔ ماڈلنگ کی دنیا میں دلربا رفتہ رفتہ کلاونتی کو پیچھے چھوڑتی جارہی تھی۔

ثنا نے اس ماڈل گرل کے فون نمبرز معلوم کیے پھر اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو... کون...؟"

وہ فون بند کرکے اس کے اندر پہنچ گئی۔ دلربا کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ارب پتی سیٹھ کی داشتہ ہے۔ مہینے میں صرف ایک رات اس کے ساتھ گزارتی ہے اور ماہانہ ایک کروڑ روپے لیتی ہے۔ دوسرے بڑے بڑے سرمایہ داروں کی طرف سے بھی بڑی بڑی آفرز آتی رہتی ہیں لیکن وہ اپنے بدن کے حسن پر داغ دھبے نہیں چاہتی۔ اپنے حسین سراپا کو بہت سنبھال کر رکھتی ہے اور دنیا والوں کی نظروں میں اَن ٹچڈ بنی رہتی ہے۔

ثنا کو یقین ہوگیا کہ وہ پُراسرار شخص دلربا کو دیکھے گا تو ضرور للچائے گا۔ اسے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرنا چاہے گا۔ ثنا نے اسی رات دلربا پر تنویمی عمل کیا' اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی۔ "کبھی کوئی تم پر تنویمی عمل کرے گا تو تم اس کی معمولہ اور تابع دار بن جاؤ گی لیکن تمہارا دماغ میرے لب و لہجے کو سنتے ہی مقفل نہیں رہے گا۔ ان لمحات میں تم میری تابع دار بن کر میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

یہ اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اُدھر کلاونتی کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ عامل ایشور لال کچھ دنوں کے لیے کہیں گیا ہوا ہے۔ اس سے کہہ گیا ہے کہ جلد ہی لوٹ کر آئے گا۔ ثنا نے اسے ٹریپ کرنے کی تمام تیاریاں کرلی تھیں۔ بس اس کی واپسی کا انتظار تھا۔

☆☆☆

ایشورارا شہر روم پہنچا ہوا تھا۔ ہندوستان کے ایک جوگی مہاراج نے اسے مختلف مذاہب کے عالموں' راہبوں اور کاہنوں کے نام اور پتے بتائے تھے۔ ان کے بارے میں کہا تھا کہ وہ تمام بزرگ عالم و عامل اپنے اپنے دھرم کے مطابق روحانیت کے حامل ہیں۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ اسی طرح ایشورارا نے طے کرلیا تھا کہ وہ تمام عامل حضرات اس سے تعاون کرنے کے لیے راضی ہوجائیں گے تو وہ سب اپنی آتما شکتی سے بابا صاحب کے ادارے کو خاک میں ملادیں گے۔

بانو راما کے باشندے بڑی عقیدت مندی سے مانتے تھے کہ ایشورارا خدائی قوتوں کا مالک ہے۔ خود اسے بھی یہ گمان تھا اور یہ یقین تھا کہ ارضی دنیا کے آتما شکتی رکھنے والوں کے تعاون سے وہ روحانیت کا خاتمہ کرسکے گا۔ اس نے روم پہنچ کر ٹائبر کے علاقے میں پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے قیام کیا تھا۔ وہاں اس نے کتنے ہی لوگوں سے دریافت کیا کہ کس چرچ میں فادر جوزف سے ملاقات ہوسکے گی؟

فادر جوزف اکثر گوشہ نشینی اختیار کرتے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں پائے جاسکتے ہیں؟ ایک بزرگ نے کہا۔ "سادھو' سنت اور عبادت گزار بندے عبادت گاہوں میں ہی مل سکتے ہیں۔"

اس بزرگ نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔ "روم گرجا گھروں کا شہر کہلاتا ہے۔ ہر کلیسا میں جاتے رہو۔ کہیں نہ کہیں ان کے درشن ہوجائیں گے۔"

وہ سب سے پہلے سینٹ پیٹر کے کلیسا میں گیا۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا چرچ کہلاتا ہے۔ وہاں مصور و سنگ تراش مائیکل اینجلو کے ایسے ایسے شاہکار مجسمے اور ایسی بے مثال مصوری کے نمونے ہیں کہ وہ پورے چرچ کے اندر اور باہر گھوم گھوم کر بڑی دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ فادر جوزف کے متعلق پوچھتا رہا۔ ایک راہب نے کہا۔ "ہمارے وہ عظیم فادر کل تک یہیں تھے پھر چرچ میریا کی طرف گئے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ ملاقات ہوجائے گی۔"

مائیکل اینجلو کو دنیا کا سب سے بڑا ماہر سنگ تراش کہا جاتا ہے۔ اس نے موسیٰؑ کا ایک مجسمہ بنایا تھا۔ پتا نہیں وہ حضرت موسیٰؑ کا مجسمہ ہے یا کسی یہودی پیشوا کا...؟ وہاں صرف موسیٰؑ کا مجسمہ کہا جاتا ہے۔ یہ روایت ہے کہ مائیکل اینجلو نے اسے تراش کر کاریگری اور ہنرمندی کی انتہا کردی ہے۔ اسے دیکھتے ہی یوں لگتا ہے' جیسے سچ مچ جیتا جاگتا ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اب تب میں بول پڑے گا۔

مائیکل اینجلو مجسمے کے ایک گھٹنے کو چھینی اور ہتھوڑے سے تراش رہا تھا۔ ایسے وقت اس نے مغرور ہوکر خدائی دعویٰ کیا اور ہتھوڑی کی ایک ضرب لگاتے ہوئے اس مجسمے کو حکم دیا۔ "اب تُو بول پڑے گا۔ میں نے تجھ میں مکمل ہنرمندی کی روح پھونک دی ہے۔ بول مجسمے بول..."

اسی لمحے میں ہتھوڑی کی ضرب ذرا بہک گئی اور مجسمے کے گھٹنے میں نقص پیدا ہوگیا۔ مائیکل اینجلو نے اپنی تمام فنکارانہ صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے اس نقص کو دور کرنا چاہا لیکن ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود جو خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ دور نہ ہوسکی۔ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی اس مجسمے کے گھٹنے میں آج بھی وہ عیب موجود ہے۔

انسانی تاریخ میں کتنے ہی خدائی دعویٰ کرنے والوں کو شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ کتنے ہی دعویدار عبرتناک انجام کو پہنچے مگر آج بھی خدا بن کر حکومت کرنے والے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ انسان بڑا ضدی ہے۔ خدا بننے کی ضد کرتا رہتا ہے اور ہر دور میں اپنا ایک عبرتناک انجام چھوڑ جاتا ہے۔

ایشورارا فادر جوزف کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ وہ چرچ میریا میں پہنچا تو وہاں بھی مایوسی ہوئی۔ اس نے ایک نوجوان راہبہ کو دیکھ کر پوچھا۔ "ایکسکیوز می... کیا تم مجھے فادر جوزف تک پہنچا سکتی ہو؟"

اگرچہ اس راہبہ نے ڈھیلا ڈھالا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود بھرپور لگ رہی تھی۔ وہ باتیں کرتے وقت اس کی طرف کھنچا جارہا تھا۔ راہبہ نے کہا۔ "جو لوگ دل کے سچے ہوتے ہیں اور یہاں نیک نیتی سے آتے ہیں فادر انہی کو دکھائی دیتے ہیں۔ اس کوریڈور کے آخری موڑ پر جو حجرہ ہے' وہاں ان سے ملاقات ہوسکتی ہے۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس نے کہا "سنو..!"

ایشورارا اس کی طرف کھنچا جارہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "تم بہت خوبصورت ہو۔ میں چاہتا ہوں' اس حجرے تک میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا آج رات میرے ساتھ کھانا پسند کرو گی؟"

"کیا تم نہیں جانتے' ہم دنیاداری کو ترک کرکے راہبانیت اختیار کرتے ہیں۔ کسی سے دوستی اور رشتہ داری نہیں رکھتے مگر دکھی انسانیت کے کام آتے رہتے ہیں۔"

عورت کا انکار مرد کو ضدی بنادیتا ہے۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اسے ایک مردانہ بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "اے ایشورارا! تجھے اس معصوم راہبہ کے اندر نہیں' میرے حجرے میں آنا چاہیے۔"

اس نے حیرانی سے راہبہ کو دیکھا۔ اس کی آواز مردانہ نہیں تھی۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے سریلی آواز میں بولی۔ "اندر آجاؤ۔"

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا حجرے میں داخل ہوگیا پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ راہبہ واپس جارہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "فادر کہاں ہیں؟"

وہ دروازے پر رُک کر بولی۔ "وہ دکھائی دیں تو باتیں کرو ورنہ باہر آجاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اس نے پھر حیرانی سے گھوم گھوم کر دیکھا۔ حجرہ خالی تھا۔ اسے وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "جو دل

کے سچے ہوتے ہیں اور یہاں نیک نیتی سے آتے ہیں' میں انہیں دکھائی دیتا ہوں۔ یہ بات راہبہ تم سے کہہ چکی ہے۔''

وہ بولا۔ ''محترم فادر! میں یہاں نیک نیتی سے آیا ہوں۔''

وہی آواز سنائی دی۔ ''تم سچے نہیں ہو۔ کھلا جھوٹ بول رہے ہو۔ راہبہ پر تمہاری نیت خراب ہوگئی ہے۔ جاؤ... پہلے دل و دماغ کو تمام غلاظتوں سے پاک کرو پھر آؤ...''

وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے دروازے کی طرف دھکیل رہا ہے۔ وہ بے اختیار لڑکھڑاتا ہوا حجرے سے باہر آگیا۔ اسے شدت سے اپنی توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ سچ مچ یہی لگ رہا تھا کہ اسے دھکا دے کر حجرے سے باہر کیا گیا ہے۔

وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ''یہ میری انسلٹ ہے۔ کوئی مجھے ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہیں کرسکتا اور یہاں مجھے دھکے دیے گئے ہیں۔''

وہ سوچنے لگا۔ ''مگر دھکے دینے والے ہاتھ دکھائی نہیں دیئے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود نظر نہیں آئے۔ یہ زمین پر روحانیت کا پرچار کرنے والے بڑے ہی باکمال ہوتے ہیں۔ ایسے کمالات دکھاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہو رہا ہے؟ اور کیسے ہو رہا ہے؟''

وہ اپنے عظیم ایشورارا کے متعلق سوچنے لگا۔ بانورامامیں اس سے اوپر' اس سے برتر ایشورارا تھا۔ وہ بھی فادر جوزف کی طرح باکمال تھا۔ سامنے آکر بولتا تھا مگر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ روحانیت کے ذریعے نہیں' ایک مشین کے ذریعے ایسا کرتا تھا۔ اس مشین کو اس طرح آپریٹ کرتا تھا کہ پلک جھپکتے ہی نادیدہ ہوجاتا تھا۔ موجود ہوتے ہوئے بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

وہ مشین مسلسل بیس گھنٹے تک آن رہتی تھی پھر بند ہوجاتی تھی۔ اس کے بند ہوتے ہی عظیم ایشورارا نظر آنے لگتا تھا۔ دوبارہ نادیدہ ہونے کے لیے وہ مشین پھر سے آپریٹ کی جاتی تھی۔

وہ حجرے سے نکلنے کے بعد اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اسے فادر جوزف پر غصہ آرہا تھا مگر وہ ظاہر نہیں کررہا تھا۔ اسے اس رُوحانی عامل سے دشمنی نہیں کرنی تھی۔ اسے دوست بنانے کے لیے صبر کرنا لازمی تھا۔ یہ کہاوت اچھی طرح یاد تھی کہ پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں کرنا چاہیے لہٰذا وہ زمین پر رہ کر آتما شکتی جاننے والوں سے مخالفت مول نہیں لے سکتا تھا۔

اس سلسلے میں دشواری پیش آرہی تھی۔ اس دنیا میں اس کی ملاقات سب سے پہلے جوگی مہاراج سے ہوئی تھی۔ وہ بھی آتما شکتی رکھتے تھے لیکن انہوں نے ایسی باتیں کی تھیں' جو ایشورارا کے مزاج اور مقاصد کے خلاف تھیں لہٰذا اس نے جوگی مہاراج کو قتل کردیا تھا۔ اب دوسرے روحانیت کے حامل فادر جوزف سے ملاقات ہوئی تھی مگر ادھوری.... کیونکہ وہ ملے تھے لیکن دکھائی نہیں دیے تھے۔ ان کا رویہ ایشورارا کو مشتعل کرتا رہا تھا۔ وہ آرام سے سوچنے لگا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ واقعی اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اس نے راہبہ کو بری نیت سے دیکھا تھا۔ فادر سے بھی جھوٹ بول رہا تھا۔ اسی لیے اپنے اعمال کے باعث دھتکارا گیا تھا۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ جب تک فادر کو اپنا دوست اور مددگار نہیں بنائے گا' تب تک کسی عورت کو بری نظر سے نہیں دیکھے گا۔ کسی سے جھوٹ نہیں بولے گا۔ اسی طرح فادر کا اعتماد حاصل کرسکے گا۔

تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو آنکھیں روشن اور دل باغ باغ ہوگیا۔ نگاہوں کے سامنے ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ بڑی ادا سے بل کھاتے ہوئے بولی۔ ''ہائے...! میں مالک مکان کی بیٹی ہوں۔ تمہاری ضرورت پوری کرنے آئی ہوں۔''

اس نے خوش ہوکر پوچھا۔ ''میری ضرورت پوری کرنے...؟''

ایسے وقت اس کے اندر یہ سوچ پیدا ہوئی۔ ''ابھی میں نے عہد کیا ہے کہ یہاں کسی کو بری نظر سے نہیں دیکھوں گا۔''

وہ اپنی سوچ کے خلاف بولا۔ ''میں اسے پھانسنے نہیں گیا۔ یہ مجھے پھانسنے آئی ہے۔ اگر پکا ہوا پھل خود ہی درخت سے ٹوٹ کر جھولی میں آئے تو وہ اوپر والے کی دین ہوتی ہے۔''

اس کی پہلی مثبت سوچ نے کہا۔ ''اوپر والا دے رہا ہے تو اسے بہن بیٹی بھی بنایا جاسکتا ہے۔ اس طرح فادر جوزف خوش ہوجائیں گے۔''

اس کی منفی سوچ نے کہا۔ ''فادر جوزف یہاں دیکھنے نہیں آرہے ہیں اور میں ان کی کسی راہبہ پر نیت خراب نہیں کررہا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''ہائے... کس سوچ میں پڑ گئے؟ اندر آنے کو نہیں کہو گے؟''

وہ جلدی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا۔ ''ہاں، ہاں، آؤ۔ اندر آجاؤ۔''

www.pdfbooksfree.pk

وہ اندر آتے ہوئے بولی۔ ”میں نے کہا نا کہ ضرورت پوری کرنے آئی ہوں.. تو بولو! کیا چاہتے ہو؟ کھانے کا وقت ہے' کھانا لے آؤں؟ یہ بتاؤ' کھانے سے پہلے وائن پیو گے یا وہسکی... تمہیں کون سی شراب پسند ہے؟“

مجھے جوانی کی شراب پسند ہے۔“

وہ اس کی طرف بڑھا۔ حسینہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ”مجھ سے دور رہو۔ میں کسی نوجوان باڈی بلڈر کے سپنے دیکھتی ہوں اور تم کچھ عمر رسیدہ ہو۔“

وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ ”میرے ظاہری روپ پر نہ جاؤ۔ میں پلک جھپکتے ہی جوانوں سے بھی زیادہ جوان بن جاتا ہوں۔“

ایشورارا کو یہ کمال آتا تھا۔ وہ کسی نامعلوم عمل سے چشم زدن میں مرد سے عورت' عورت بچہ یا بوڑھا بن جاتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کوئی سا بھی روپ اختیار کرلیتا تھا۔ وہ بولی۔

”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کوئی اچانک بوڑھے سے جوان کیسے بن سکتا ہے؟ تم خوامخواہ ڈینگیں مار رہے ہو۔“

”میں جو کہتا ہوں، کر دکھاتا ہوں۔ وعدہ کرو، میں جان باڈی بلڈر بن جاؤں گا تو تم میری آغوش میں آجاؤ گی۔“

”اگر تم ایسا کمال کر دکھاؤ گے تو میں تمہارے گلے کا ہار بن جاؤں گی۔“

اس نے دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر سینہ تان کر کہا۔ ”تو پھر ایک بار اپنی پلکیں جھپکاؤ اور تماشا دیکھو۔“

لڑکی نے پلکیں جھپکائیں۔ ایک ساعت کے لیے آنکھیں بند کیں پھر کھولیں تو سامنے ایک صحت مند باڈی بلڈر کھڑا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”چلو آؤ' میری گردن میں بانہیں ڈالو اور سینے سے لگ جاؤ۔“

وہ بولی۔ ”میں اپنا وعدہ پورا کروں گی' اپنے اصلی روپ میں آکر تمہارے سینے سے لگ جاؤں گی۔ تم نے تو پلک جھپکانے کو کہا تھا۔ میں تو تمہاری پلک جھپکنے سے پہلے ہی....“

اس نے بات پوری کرنے سے پہلے ہی روپ بدل لیا۔ وہ اسی بلاؤز اور اسکرٹ میں تھی مگر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔ سر سے پاؤں تک ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں۔ گوشت کا ایک ریشہ بھی نہیں تھا۔ گوری چٹی جلد بھی نہیں رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

وہ ڈھانچے نے اپنی استخوانی بانہیں پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ”آؤ... مجھے آغوش میں لو اور اپنی ہوس پوری کرو۔“

وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ ”تم... تم بھی میری طرح روپ بدل لیتی ہو...؟“

ڈھانچے نے کہا۔ ”یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں میجک شو کرنے والے ایسے تماشے دکھاتے رہتے ہیں۔“

پھر آواز بدل گئی۔ فادر جوزف کا لب و لہجہ سنائی دے رہا تھا۔ ”یہ تیری خوش فہمی ہے۔ تُو سمجھتا ہے' بار بار روپ بدل کر اپنے دشمنوں کو دھوکا دیتا رہے گا۔ تجھے جوگی مہاراج نے کہا تھا' میں بھی کہتا ہوں' تُو لاکھوں بھیس بدل کر بھی اُس موت کو دھوکا نہیں دے سکے گا' جو ایک عورت کے ہاتھوں ملنے والی ہے۔“

وہ ڈھانچہ بولتا ہوا' دروازے سے باہر جاتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ گم صم کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دماغ کے اندر ایک بجلی کڑک رہی تھی۔ ”اے تھنڈر بولٹ فرام دی بلیو... (آسمان سے کڑکنے والی بجلی)“... ایسا صرف سونیا کو کہا جاتا ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ وہاں اس نے دور تک دیکھا۔ نہ وہ لڑکی دکھائی دے رہی تھی' نہ ڈھانچہ... اس نے اس خوبصورت لڑکی پر نیت خراب کرتے ہوئے سوچا تھا کہ یہاں فادر جوزف دیکھنے نہیں آرہے ہیں جبکہ وہ دیکھ رہے تھے اور اس کے سامنے آکر چلے گئے تھے۔ اس بار بھی وہ انہیں دیکھ نہیں پایا تھا۔

وہ مان گیا کہ واقعی فادر پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہوکر' ان سے دور رہ کر بھی انہیں دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ اس نے عہد کرلیا کہ آئندہ نہ دھوکا دے گا' نہ جھوٹ بولے گا اور جب تک اس شہر میں ہے تب تک عورتوں سے دور رہے گا۔ کچھ دنوں تک عورتوں سے پرہیز کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ وہ صبر کرتا رہے گا' دل پر جبر کرتا رہے گا۔

وہ اپنے کمرے میں واپس جانا چاہتا تھا پھر رُک گیا۔ وہی حسین اور شباب سے بھرپور لڑکی اس کی طرف آرہی تھی۔ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ ”ہیلو مسٹر پے انگ گیسٹ...! میں مالک مکان کی بیٹی جینی ہوں۔ تمہاری ضرورت پوری کرنے آئی ہوں۔“

وہ ادب سے سر جھکا کر بولا۔ ”میں جانتا ہوں' مانتا ہوں' آپ بڑی کرامات دکھاتے ہیں۔ اب ہزار بار میرا امتحان لیں۔ میں کامیاب رہوں گا۔ یقین کرلیں' میں جھوٹ اور فریب سے توبہ کرچکا ہوں۔“

ایسے وقت مالک مکان نے آکر بیٹی سے کہا۔ ”جینی! تم یہاں ہو...؟ وہاں میں پریشان ہو رہا ہوں۔ گاڑی خراب

...اب ہے۔ کسی مکینک کو بلانا ہوگا۔“

جینی نے ٹھنک کر کہا۔ ”او پاپا! مجھے ابھی نیپلز جانا ہے۔ ...میں لیٹ ہوجاؤں گی۔“

باپ نے کہا۔ ”ٹیکسی سے چلی جاؤ یا کسی سے لفٹ لے ...“

وہ چور نظروں سے ایشورارا کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تو ...ا میں کسی سے لفٹ لوں گی تو وہ مجھ سے لفٹ لینا شروع کر ...ے گا۔“

وہ ان کی باتیں سن رہا تھا اور یہ یقین ہو رہا تھا کہ واقعی ...وہ مالک مکان کی بیٹی ہے اور نیپلز جانے کے سلسلے میں پریشان ہو رہی ہے۔ کسی کی پریشانی دور کرنا نیکی ہے اور وہ نیکی کرکے ...ادر جوزف کو خوش کرسکتا ہے۔ وہ بولا۔ ”یہ کوئی پرابلم نہیں ...ہے۔ میں اپنی گاڑی میں تمہیں لے جاسکتا ہوں۔“

وہ خوش ہوکر بولی۔ ”تھینک یو... مگر...“

”مگر کیا...؟“

باپ نے کہا۔ ”یہ کہ تم اجنبی کرایہ دار ہو۔ ہم نہیں ...جانتے کہ تمہاری نیت کیسی ہے؟“

”میں بہت نیک اور پرہیزگار بندہ ہوں۔ میں نے ...ادر جوزف سے وعدہ کیا ہے یہاں کسی عورت پر نیت خراب ...نہیں کروں گا۔“

”جب تم نے فادر جوزف سے وعدہ کیا ہے تو میں آنکھ ...کر کے اپنی جوان بیٹی کو تمہارے ساتھ جانے کی اجازت ...تا ہوں۔“

وہ اس کم سن الہڑ دوشیزہ کے ساتھ اپنی گاڑی میں آکر ...گیا۔ اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے اپنے دل ...کو سمجھانے لگا۔ ”میں وعدے کے مطابق اسے حاصل کرنے ...کے لیے نہیں للچاؤں گا۔ دور ہی دور سے حسن و شباب کا نظارہ ...کرتا رہوں گا۔ میری تسلی ہوتی رہے گی اور یہ کوئی گناہ نہیں ...ہے۔“

تسلی کیا ہونی تھی؟ یہ تو بھڑکانے والی بات تھی کہ وہ اس ...کے ساتھ اگلی سیٹ پر ٹانگیں پھیلائے بیٹھی ہوئی تھی۔ بلاؤز کا ...گریبان اتنا کھلا ہوا تھا کہ اس کے بعد کھولنے کی ضرورت ہی ...نہیں تھی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ونڈ اسکرین کے ...پار دیکھنا بھول جاتا تھا۔ بار بار سورج کے طلوع ہونے کا ...منظر دیکھنے لگتا تھا۔ وہ اسے ٹوکتی تھی۔ ”آگے دیکھو۔ نہیں تو ...ایکسیڈنٹ ہوجائے گا۔“

...نظریں بھی بہک رہی تھیں۔ اسٹیرنگ بھی بہکتے بہکتے رہ ...جاتا تھا۔ ایسی حالت میں وہ راستے سے بھٹک گیا تھا۔ شہر سے نکلتے ہی کسی دوسری سڑک پر آگیا تھا۔ اب وہ پہاڑی کے دامن سے گزرنے والے ایک راستے پر تھے۔ وہ پریشان ہوکر بولی۔ ”یہ تم مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ میں دیکھ رہی ہوں' تمہاری نیت بدلتی جارہی ہے۔“

”تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں یہاں کے راستے نہیں جانتا۔ تمہیں گائیڈ کرنا چاہیے۔“

”جب راستہ نہیں جانتے تو مجھے اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟ گاڑی روکو...“

وہ گاڑی روک کر بولا۔ ”میری جان جینی!“

وہ کچھ سننے سے پہلے ہی دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر آگئی۔ سامنے ایک بڑا سا غار دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بڑے ہی کافرانہ انداز میں چلتی ہوئی اُدھر جانے لگی۔ ایشورارا نے پہلے آواز دی پھر اسے روکنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ ان لمحات میں اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

”یہ تو بالکل ہی اناڑی ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ لڑکیاں زبان سے نہ نہ کرتی ہیں۔ نخرے دکھاتی ہیں مگر دل سے چاہتی ہیں کہ کوئی ان کے پیچھے آئے۔“

اس کی سوچ ایسی جذباتی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے نہ روک سکا۔ وہ غار کے اندر جاکر نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا۔ غار کے اندر نیم تاریکی اور دھیمی دھیمی سی روشنی تھی۔ دور تک دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟“

اس کی آواز گونجنے لگی۔ ”کہاں ہو... ہو۔ ہو۔ ہو...؟“

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ سنبھل سنبھل کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ چھپ کر اسے للچا رہی تھی۔ اپنی اداؤں سے یہ بھلا رہی تھی کہ اس نے کسی سے کیا وعدہ کیا ہے؟ وہ نیم تاریکی میں ذرا آگے بڑھا تو ٹھٹک گیا۔ پتھریلی زمین پر اس کا بلاؤز پڑا ہوا تھا۔ آگے جانے والی پیچھے دہکتا ہوا اشارہ چھوڑ گئی تھی۔ اس کی تو کھوپڑی ہوا میں اڑنے لگی۔ وہ بلاؤز کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے دیوانہ وار آگے بڑھنے لگا۔ ”جینی...! جینی...! تم کہاں ہو...؟ پلیز، مجھے نہ تڑپاؤ۔ آجاؤ...“

وہ اندھا دھند آگے بڑھتے بڑھتے لڑکھڑا گیا۔ گرنے سے پہلے سنبھل گیا۔ نیچے زمین پر اس کا اسکرٹ پڑا ہوا تھا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگا۔ دوڑنے کے انداز میں ادھر سے اُدھر جانے لگا۔ اس غار میں سُرنگ کی طرح کئی راستے کئی سمتوں میں گئے تھے۔

وہ اس کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ معلوم کررہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ مگر اس غار کی بھول بھلیوں میں وہ خود نہیں جانتی

تھی کہ کہاں پہنچی ہوئی ہے؟ لہٰذا خیال خوانی کے ذریعے بھی رہنمائی نہیں مل رہی تھی۔ ایشورارا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ایک جگہ روک دیا۔

ایسی جذباتی بھاگ دوڑ نے اسے تھکا مارا تھا۔ وہ ایسے ہانپ رہا تھا‘ جیسے صدیوں سے اس کے پیچھے دوڑتا آرہا ہو۔ وہ ایک جگہ رک کر یہ طے کرنے لگا کہ کس سُرنگ میں جانا چاہیے۔ اس کی آواز سنائی دی۔ ”میں یہاں ہوں... مگر سمجھ میں نہیں آتا، کن راستوں سے گزر کر یہاں تک آئی ہوں؟“

وہ گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگا کیونکہ آواز چاروں سمتوں میں گونج رہی تھی۔ وہ ایک سُرنگ میں داخل ہوکر جھکتا ہوا آگے بڑھا۔ آگے جاکر وہ سُرنگ ختم ہوگئی۔ وہ غار کے ایک کشادہ حصے میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں تاریکی کچھ زیادہ تھی۔ صرف ایک شگاف سے روشنی اندر آرہی تھی۔

ایک جانب ایک اُونچے سے پتھر پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ واضح نہیں تھی۔ سایہ سایہ سی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے‘ ہانپتے ہوئے بولا۔ ”تم نے تو مجھے دوڑا دوڑا کر ہلکان کردیا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ محنت کے بعد چارہ ملے تو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔“

وہ بہت بھر گیا تھا۔ چھلکتا ہوا جام ہوگیا تھا۔ بڑی مستی میں آگے بڑھ رہا تھا پھر ایک دم سے ٹھٹھک گیا۔ اس اونچے سے پتھر پر ہڈیوں کا ڈھانچہ بیٹھا ہوا تھا۔

وہ جیسے چکرا کر رہ گیا۔ فادر جوزف کی آواز سنائی دی۔ ”ڈھانچے کسی لباس کے محتاج نہیں ہوتے۔ یہ پہچانے بھی نہیں جاتے کہ عورت ہیں یا مرد...؟ یہ میں ہوں یا جینی...؟“

وہ جینی کا لباس ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ ”وہ... میں اس کا یہ لباس دینے کے لیے ہی اسے ڈھونڈ رہا تھا۔“

”پھر جھوٹ بول رہے ہو۔ جسے اتارنا چاہتے تھے‘ وہ خود ہی اتر گیا۔ لباس کی طرح کھال اور گوشت بھی اتر جائے تو یہ ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ پتا نہیں کیوں‘ انسان اپنی اوقات بھول جاتا ہے؟“

”فادر...! آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ میں بھی آپ کی طرح سادھو سنت اور فرشتہ بن جاؤں؟“

”میرے پاس آئے ہو تو ایسا چاہتا ہوں۔ نہیں آؤ گے تو تم سے کچھ نہیں چاہوں گا۔ پہلے کی طرح مجھ سے دور رہو گے تو میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا۔“

”یہی تو مشکل ہے۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ اسی لیے آیا ہوں۔“

”آئے ہو تو یہ سمجھو کہ صرف آواز کیوں سن رہے ہو؟ مجھ سے سامنا کیوں نہیں ہو رہا ہے؟“

”پلیز، مجھے سمجھا دیں۔“

”تم روحانیت کے خلاف محاذ آرائی کے لیے آئے ہو۔ مجھ سے تعاون چاہتے ہو۔ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے ہی خلاف تم سے تعاون کروں گا؟“

”میں آپ کے نہیں، مسلمانوں کے خلاف مدد چاہتا ہوں۔“

”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں مسلمان ہوں۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ نہیں، آپ تو کرسچن ہیں۔“

”ہاں، عیسائی بھی ہوں۔ ہندو اور یہودی بھی ہوں۔ جو روحانیت کے حامل ہوتے ہیں‘ ان کے درمیان دین دھرم کی سرحدیں نہیں ہوتیں۔ ہم سب کا ایک اور صرف ایک خدا ہوتا ہے۔ وہی ہماری روحانیت کا سرچشمہ ہے۔ وہی بنیاد ہے۔ وہی اول ہے اور وہی آخر کے بعد بھی ہے۔ اس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔“

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ”آپ تو مجھے مایوس کررہے ہیں۔“

”کیا مجھ سے پہلے جوگی مہاراج نے مایوس نہیں کیا تھا؟ میں جو کہہ رہا ہوں‘ وہی انہوں نے کہا تھا۔ انہوں نے بھی اس ادارے کے خلاف تم سے تعاون نہیں کیا تھا اور تم نے انہیں ہلاک کردیا تھا۔“

غار کی نیم تاریکی میں فادر کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ”تم کیا سمجھتے ہو‘ ان کی موت تمہاری مرضی سے ہوئی تھی؟ نہیں... کاتب تقدیر نے یہی لکھا تھا اور کاتب تقدیر نے یہی تمہارے لیے بھی لکھا ہے۔“

”ہاں، میری فورکاسٹ کرنے والی مشین نے بھی یہی بتایا ہے۔“

”تم اس دنیا پر اپنی اور اپنے گریٹ ایشورارا کی حکمرانی چاہتے ہو اور اس مقصد کے لیے روحانی قوتوں کو ختم کردینا چاہتے ہو۔“

”آپ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ یہی بتا دیں‘ کیا اس زمین پر ہماری حکومت قائم ہوسکے گی؟“

”ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہوسکتی...“

”پلیز، کوئی ایک بات بتائیں۔“

”میں اتنا جانتا ہوں‘ تمہاری کامیابی اور ناکامی کا انحصار بدلتے ہوئے حالات پر ہے۔ اگر دو برس کے اندر تمہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو پھر کبھی نہیں ہوسکے گی۔“

”ہمارے لیے دو برس بہت ہیں۔ بائی دا وے... برس بعد ناکامی کیوں ہوگی؟“

فادر نے کہا۔ ”کیا جوگی مہاراج نے یہ نہیں بتایا تھا کہ روحانیت کے سب سے بڑے عامل پچھلے تیس برسوں سے ایک غار میں ہیں۔ وہ دن رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں؟“

”ہاں، جوگی مہاراج نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ دو برس بعد بابا صاحب کے ادارے میں آئیں گے۔“

”بے شک پھر بانو راما کے تمام اکابرین اور بڑے بڑے شہ زوروں کو یہاں سے واپس جانا ہوگا۔“

”پلیز، یہ بتا دیں بابا صاحب کے ادارے میں آنے والے وہ عظیم عامل کون ہیں؟ ابھی کس غار میں رہتے ہیں؟“

”سوری، نہ میں بتاؤں گا اور نہ تمہیں کبھی معلوم ہوسکے گا۔ اب جاؤ یہاں سے... یہ شہر‘ یہ ملک چھوڑ دو۔ یہاں تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

وہ سر جھکا کر وہاں سے جانے لگا۔ اندر ہی اندر فادر جوزف پر غصہ آرہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ جوگی مہاراج کی طرح انہیں بھی قتل کردیتا... مگر کسے قتل کرتا؟ وہ تو پہلے ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے ہوئے تھے۔ اپنی موت کا منظر پیش کررہے تھے۔ یہ کمال تھا کہ زندہ بھی تھے۔

☆☆☆

الوشے ابھی بارہ برس کی تھی۔ قدآور ہونے کے باوجود ایک بچی ہی تھی۔ کم سن دکھائی دیتی تھی۔ ایسی صورت میں کہیں تنہا آنا جانا اور کسی جگہ قیام کرنا ایک مسئلہ تھا۔ سب ہی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ ”یہ بچی کون ہے؟ تنہا کہاں سے آرہی ہے؟ کہاں جارہی ہے؟“

وہ مجھ سے رُخصت ہوکر ممبئی جارہی تھی۔ جہاز میں جس خاتون کے برابر بیٹھی تھی‘ اس نے بھی یہی پوچھا۔ ”تم اکیلی ہو؟“

اس نے مختصر سا جواب دیا۔ ”نہیں...“

”تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”نہ ہوتے تو پیدا کیسے ہوتی؟“

وہ جھینپ کر بولی۔ ”میرا مطلب ہے‘ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟“

”ساتھ ہوتے تو دکھائی دیتے...“

خاتون نے جھنجلا کر کہا۔ ”تم سمجھتی کیوں نہیں؟“

”آپ سمجھاتی کیوں نہیں...؟ بچی ہوں‘ سمجھانے سے سمجھوں گی۔“

وہ ناگواری سے بولی۔ ”خدا کی پناہ... تم بچی ہو؟“

”جی ہاں، کسی سے بھی پوچھ لیں۔“

پھر وہ اپنی سیٹ سے اُٹھ کر آگے پیچھے بیٹھے ہوئے مسافروں سے بولی۔ ”ویل جنٹلمین! میں ابھی بچی ہوں نا...؟“

ایک نے کہا۔ ”یس، آف کورس...“

دوسرے نے کہا۔ ”ویری کیوٹ بے بی ہو۔“

تیسرے نے کہا۔ ”اینڈ ویری سویٹ بے بی ہو۔“

وہ خاتون کے پاس بیٹھ کر بولی۔ ”سن لیا آپ نے...؟“

وہ منہ پھیر کر بولی۔ ”مجھے کچھ نہیں سننا ہے۔ جب کسی فراڈ مرد یا عورت سے پالا پڑے گا تو ساری شوخیاں بھول جاؤ گی۔“

ممبئی کی فلمی دنیا میں اتنی کشش ہے کہ اسّی فیصد جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ہیرو اور ہیروئن بننے کا شوق بھڑکاتا ہے۔ ہندوستان کے ہر حصے سے بے شمار لڑکیاں اور لڑکے اس شہر میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس شہر کی بندرگاہ‘ ریلوے اسٹیشن اور ایئرپورٹ میں ایسے شکاری موجود ہوتے ہیں جو وہاں آنے والے رنگروٹوں کو فلمی ہیرو ہیروئن بنانے کے سبز باغ دکھا کر لوٹ لیتے ہیں۔

الوشے جہاز سے اُتر کر ایئرپورٹ کی عمارت میں آئی تو ایک عمر رسیدہ خاتون اسے تنہا دیکھ کر خوش ہوگئی۔ یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ تنہا کیوں ہے؟ صاف ظاہر ہورہا تھا‘ فلموں میں کام کرنے اور نام کرنے کے لیے گھر سے بھاگ کر آئی ہے۔

وہ آگے بڑھ کر بولی۔ ”آؤ بیٹی...! آؤ... ممبئی بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں اتنے غنڈے بدمعاش ہیں کہ تمہیں قدم قدم پر لوچ کھسوٹ کر مار ڈالیں گے۔ تم میرے ساتھ عزت آبرو سے محفوظ رہو گی۔“

الوشے نے ایک جگہ بیٹھ کر کہا۔ ”میں تو ایک چھوٹی سی بچی ہوں۔ مجھے بھلا کون لوٹے گا اور مارے گا؟“

وہ اس کے پاس بیٹھ کر بلائیں لیتے ہوئے بولی۔ ”بہت ہی بھولی اور نادان ہو۔ یہاں چھوٹی لڑکیوں کو پھانس کر دھندا کرنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ میں تمہیں کسی کے چکر میں پڑنے نہیں دوں گی۔ تم میرے ساتھ چلو۔“

”اچھا چلوں گی۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے‘ پہلے بوتل پلاؤ۔“

”تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی لائی۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر قریبی اسٹال کی طرف جانے لگی۔
ایشورارا کے بیٹے دامودر کی نظر انوشے پر پڑی تو وہ اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے بے اختیار اس کی طرف کھنچا جا رہا ہو۔ حالانکہ وہ جوان بھی نہیں ہوئی تھی مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سا نور تھا۔ شخصیت میں ایسی پاکیزگی اور ایسا تقدس تھا جو دیکھنے والوں کو متاثر کرتا تھا۔

دامودر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیوں اچھی لگ رہی ہے؟ کچھ سمجھے بغیر دل کیوں اِدھر کھنچا جا رہا ہے؟

پہلے تو اس نے یہی سمجھا کہ وہ اس خاتون کی بیٹی ہے' جو سافٹ ڈرنک لینے اسٹال پر آئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر خاتون سے کہا۔ ''نمستے ماں جی! کیا وہ آپ کی بیٹی ہے؟''

خاتون نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہی سمجھا کہ وہ بھی کوئی شکاری ہے۔ لڑکیوں کو پھانسنے آیا ہے۔ اس نے گھور کر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ جب وہ میرے ساتھ ہے تو میری بیٹی ہی ہو سکتی ہے۔''

وہ پلٹ کر دوسری طرف جاتے ہوئے خاتون کے خیالات پڑھنے لگا۔ سارا بھید کھل گیا۔ اس بڑھیا کا نام صنم بائی تھا۔ وہ ایک نائیکہ تھی۔ لڑکیوں کے دھندے میں لاکھوں روپے کماتی رہتی تھی۔ ابھی اس نے اس کمسن لڑکی کو پھانسا تھا۔

وہ بوتل لے کر انوشے کے پاس آ گئی۔ ''لو بیٹی..! اسے پیو... یہ پسند نہ آئی تو دوسری لے آؤں گی۔''

انوشے نے ایک گھونٹ پی کر کہا۔ ''یہ کافی ہے۔''

دامودر نے اس خاتون کے ذریعے انوشے کی آواز اور لب و لہجے کو سنا پھر چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں نور ہی نور تھا۔ کوئی وہاں چوری چھپے نہیں آ سکتا تھا۔ آنے والے کی سوچ کا بھی لب و لہجہ ہوتا ہے۔ اسے انوشے کی روحانی ٹیلی پیتھی نے اپنی گرفت میں لے لیا مگر جواباً کوئی ردِعمل پیش نہیں کیا۔ خاموش تماشائی بنی رہی۔

دامودر نے اس کی سوچ پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ ایک مسلمان گھرانے کی لڑکی ہے۔ اس کا نام شبانہ ہے۔ وہ فلموں میں کام کرنے آئی ہے۔ اگرچہ ہیروئن بننے کی عمر نہیں ہے لیکن فلمی جنون اسے وہاں لے آیا ہے۔ وہ گھر سے بھاگ کر آئی ہے اب کبھی واپس نہیں جائے گی۔

صنم بائی کو بھی یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہے۔ وہ خوشی سے کھل گئی تھی۔ ایسی بھگوڑی لڑکیاں جلد ہی قابو میں آ جاتی تھیں۔ اُدھر دامودر نے یہ طے کر لیا کہ اس معصوم لڑکی کو برباد نہیں ہونے دے گا۔

انوشے کو دامودر اور صنم بائی کے ارادے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ مطمئن ہو گئی تھی کہ اسے کچھ نہیں کرنا ہوگا۔ وہ دونوں اسے اپنا بنائے رکھنے کے لیے آپس میں لڑتے رہیں گے۔

دامودر کا دماغ اگرچہ مقفل رہتا تھا لیکن روحانی ٹیلی پیتھی کی لہریں اس کے اندر پہنچ گئیں۔ تب انوشے کو معلوم ہوا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے اس شہر میں رہنے کی ہدایت کیوں کی تھی؟ وہ باتو راما سیارے والوں تک پہنچ گئی تھی۔

اسے معلوم ہوا کہ ایشورارا نے اپنی بیٹی ماڈرا اور بیٹے دامودر کی مستقل رہائش کے انتظامات ممبئی میں کیے ہیں اور یہ اہم بات بھی معلوم ہوئی کہ اس کے انکل پورس نے ماڈرا اور دامودر سے دوستی کر لی ہے۔ آج کل انہی کے ساتھ رہتے ہیں۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان باپ بیٹی اور بیٹے نے پورس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا کہ وہ میرا بیٹا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا تھا۔ ایشورارا نے بیٹی اور بیٹے سے کہا تھا کہ اسے بدستور تابع دار بنا کر رکھا جائے۔ یہ بیٹا اپنے باپ فرہاد علی تیمور کی کمزوری بن کر ان کے پاس رہے گا پھر کسی خاص موقع پر فرہاد کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

انوشے جانتی تھی کہ اس کے انکل پورس پر کسی کے تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنی پلاننگ کے مطابق نمائشی طور پر ان کے تابع دار بن کر رہتے ہوں گے پھر بھی اس نے احتیاطاً پورس کے اندر جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ ایشورارا' اس کی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ تماشا کر رہا ہے۔

وہ صنم بائی کے عالیشان کوٹھے پر آ گئی۔ وہاں کا آرائشی سامان اور شان و شوکت بتا رہی تھی کہ وہ نائیکہ لاکھوں روپے کماتی ہے۔ وہاں چار بہت ہی حسین اور جوان عورتیں تھیں۔ ان کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ مجبوراً وہاں رہتی ہیں۔ ناچتی' گاتی اور اپنے جسموں کا سودا کرتی ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جب نئی آنے والیاں پہلے پہل انکار کرتی ہیں تو صنم بائی کے پالتو ہٹے کٹے مشٹنڈے انکار کرنے والیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے ہیں اور انہیں دھندا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

انوشے کو رہنے کے لیے قیمتی ساز و سامان سے آراستہ بیڈروم دیا گیا تھا۔ صنم بائی اسے کہہ کر گئی تھی۔ ''تم ابھی آرام ...ہ۔ آج رات فلمی پروڈیوسر اور ڈائریکٹر آئیں گے تو ان سے تمہارا تعارف کراؤں گی۔''

انوشے ایک صوفے پر آ کر آرام سے بیٹھ گئی۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ وہ پروڈیوسر ڈائریکٹر کون لوگ ہوں گے؟ ...یسے وقت دامودر نے اس کے اندر آ کر اسے مخاطب کیا۔ ''...یلو شبانہ...!''

وہ سمجھ گئی کہ کون آیا ہے؟ پھر بھی اس نے انجان بن کر ...نکتے ہوئے کہا۔ ''یا اللہ! یہ میرے اندر کیسی آواز تھی؟ کس ...نے میرا نام لیا ہے؟''

وہ بولا۔ ''تمہیں ڈرنا یا پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں ...تمہارا دوست ہوں۔''

وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ ''میرا تو کوئی دوست نہیں ...ہے۔ ہاں، دہلی میں میری سہیلیاں ضرور ہیں۔''

''میں تمہارا نیا دوست بننا چاہتا ہوں۔ تم بہت اچھی ...ہو۔ بہت پیاری پیاری سی' من موہنی سی لڑکی ہو۔ مجھ سے ...دوستی کرو گی تو بہت فائدے میں رہو گی۔''

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ ''کیا تم مجھے فلمی ہیروئن بنا ...سکتے ہو؟''

''یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر تمہیں صنم بائی جیسی مکار عورت پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لڑکیوں سے ...دھندا کراتی ہے۔''

اس نے پھر معصومیت سے پوچھا۔ ''یہ لڑکیوں سے کیا ...دھندا کرایا جاتا ہے؟''

''تم بچی ہو۔ ابھی نہیں سمجھو گی۔ تمہیں اس گندے ...ماحول میں نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں گندے لوگ آتے ہیں اور ...لڑکیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔''

''پھر تو سچ مچ یہ برے لوگ ہیں مگر میں یہاں سے نکل ...کر کہاں جاؤں گی؟''

''فکر نہ کرو۔ فی الحال میں کسی ہوٹل میں تمہاری رہائش ...کا بندوبست کروں گا پھر تمہارے لیے ایک خوبصورت سا بنگلا ...خریدوں گا۔''

''پھر تو تم بہت اچھے ہو۔ میں ابھی یہاں سے نکلتی ...ہوں۔''

''پہلے میری بات سنو۔ یہ لوگ تمہیں آسانی سے جانے ...نہیں دیں گے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں مجبور کروں ...گا۔''

وہ حیرانی سے بولی۔ ''ہاں، میں نے ٹیلی پیتھی کے ...بارے میں سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے۔ تم میرے اندر آ کر بول رہے ہو یہی ٹیلی پیتھی ہے نا...؟''

''ہاں، ابھی میں تماشا دکھاتا ہوں۔ تم اپنا سفری بیگ اُٹھا کر صنم بائی کے پاس جاؤ۔ اس لمحے سے تم یہاں جسے بھی' جس طرح نچانا چاہو گی' وہ ناچے گا۔ سب یہی سمجھیں گے کہ تم کوئی جادوگرنی ہو۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔ تم واقعی بہت اچھے دوست ہو۔''

وہ اپنا بیگ اُٹھا کر کمرے سے باہر آ گئی۔ ایک نوجوان عورت نے پوچھا۔ ''یہ بیگ اٹھا کر کہاں جا رہی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں یہاں نہیں رہوں گی۔ یہ بہت گندی جگہ ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''جب میں پہلی بار آئی تھی تو یہی کہتی تھی' یہاں نہیں رہوں گی مگر صنم بائی کے خطرناک غنڈوں نے میری ایسی دُرگت بنائی کہ میں رام دہائی دینے لگی۔ تم بھی اللہ اللہ کرنے لگو گی۔''

وہاں دوسری عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ اسے سمجھانے لگیں کہ نئی آنے والیاں مرنے کے بعد ہی وہاں سے نکالی جاتی ہیں۔ زندگی میں کبھی رہائی نہیں ملتی۔

انوشے نے پوچھا۔ ''اگر میں تم سب کو رہائی دلاؤں تو گناہوں سے توبہ کرو گی؟''

ایک نے کہا۔ ''ہم اپنی مرضی سے ایسا نہیں کرتی ہیں۔ تم ہمیں رہائی کے سہانے سپنے نہ دکھاؤ۔''

اس نے کہا۔ ''تم سب کے لیے اب تک جو سپنا تھا' وہ ابھی حقیقت بن جائے گا۔ آؤ دیکھو' میں کیا کرتی ہوں؟''

وہ وہاں سے چلتی ہوئی ایک وسیع و عریض ہال میں آ گئی۔ اس کے پیچھے وہ عورتیں بھی تھیں' وہ سب ایک نئی لڑکی کی دُرگت بننے کا تماشا دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس بڑے ہال میں راتوں کو مجرا ہوا کرتا تھا۔ صنم بائی ایک شاہانہ طرز کی اُونچی کرسی پر بیٹھی دو غنڈوں سے کہہ رہی تھی۔ ''میں تم لوگوں کو اچھی خاصی رقم دیتی رہتی ہوں۔ تم لوگوں کو چربی چڑھ گئی ہے۔ ایک ہفتہ گزر چکا ہے اور تم اس لڑکی کو اٹھا کر نہ لا سکے۔''

انوشے نے وہاں آ کر پوچھا۔ ''تم کس لڑکی کو اغوا کرانا چاہتی ہو؟''

وہ چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اری شبانہ! تم یہ بیگ اُٹھا کر کیوں آئی ہو؟''

وہ تن کر بولی۔ ''میں جا رہی ہوں اور جانے سے پہلے تمہارا یہ دھندا چوپٹ کر کے جاؤں گی۔''

صنم بائی نے ذرا چونک کر اسے دیکھا پھر ناگواری سے

کہا۔ ''بچی ہو۔ بچوں جیسی ہی باتیں کرو گی۔ اب جاؤ اور اچھے بچوں کی طرح اپنے کمرے میں رہو۔''

وہ پلٹ کر جاتے ہوئے بولی۔ ''میں تو یہاں سے جا رہی ہوں۔''

بائی نے اسے غصے سے دیکھا پھر ایک غنڈے کو حکم دیا۔ ''اسے پکڑو اور اٹھا کر کمرے میں پھینک آؤ...''

ایک غنڈا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ انوشے نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ''دوست...! یہ مجھے پکڑنے آرہا ہے۔''

دامودر نے کہا۔ ''فکر نہ کرو۔ پلٹ کر اسے دیکھو۔''

اس نے پلٹ کر غنڈے کو گھورتے ہوئے دیکھا تو وہ چیخیں مارتا ہوا اُچھل کر فرش پر گر پڑا۔ دماغی تکلیف کے باعث ایسے تڑپنے لگا' جیسے جان نکل رہی ہو۔ سب ہی عورتیں حیرانی سے یہ تماشا دیکھنے لگیں۔ اس لڑکی نے ہاتھ لگائے بغیر اس مسٹنڈے کو اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔ صنم بائی بھی حیران پریشان سی ہوکر اس کے پاس آتے ہوئے پوچھنے لگی۔ ''گنگو...! یہ تجھے کیا ہورہا ہے؟''

انوشے نے کہا۔ ''اس سے کیا پوچھتی ہو' مجھ سے پوچھو... یہ مجھے چھونا چاہتا تھا۔ میں نے اسے سزا دی ہے۔ اب تمہیں سزا ملے گی۔''

اس نے دوسرے غنڈے کو حکم دیا۔ ''اے...! اپنی صنم بائی کو ایک تھپڑ مارو۔''

یہ حکم سنتے ہی اس غنڈے نے نائیکہ کے قریب آکر اسے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ اس بار تو سب ہی دنگ رہ گئے۔ یہ یقین ہونے لگا کہ وہ بچی جادو منتر جانتی ہے۔ تھپڑ مارنے والے نے پریشان ہوکر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ''یہ... یہ میں نے کیا کیا...؟ بائی جی! مجھے معاف کردو۔''

یہ کہہ کر اس نے آگے بڑھتے ہوئے دوسرا تھپڑ رسید کردیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنی شاہانہ کرسی کے پاس آکر گر پڑی۔ انوشے نے بچوں کی طرح تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔ ''ویلڈن۔ ویلڈن۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔ دوست...! تم تو زبردست کمال دکھا رہے ہو۔''

دامودر نے کہا۔ ''سب کے سامنے مجھے دوست کہہ کر مخاطب نہ کرو۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ ان کے لیے خطرناک ہو۔ اس طرح سب تم سے خوف کھاتے رہیں گے۔''

وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''ہائے۔ میں بھول گئی تھی۔ اب یہ غلطی نہیں ہوگی۔''

پھر اس نے اس غنڈے کو حکم دیا۔ ''اے! اب تم دوڑتے ہوئے جاؤ اور سامنے والی دیوار سے ٹکراؤ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جا کر دوسری دیوار سے ٹکرا جاؤ۔''

وہ اسی لمحے میں دوڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے ٹکرایا تو حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ اُلٹ کر فرش پر گر پڑا پھر کراہتے ہوئے اُٹھنے لگا۔ اس کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ وہ دوڑتا ہوا جا کر دوسری دیوار سے ٹکرا گیا۔ دھم کی آواز سے یوں لگا' جیسے سر پھٹ گیا ہو۔ وہ فرش پر گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔ بے ہوش ہوگیا۔

سب ہی عورتیں شدید حیرانی سے منہ کھولے کھڑی تھیں۔ انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیے۔ صنم بائی نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''اے بیٹی! تم کون ہو؟ مجھے معاف کردو۔''

وہ ڈانٹ کر بولی۔ ''خبردار! مجھے بیٹی نہ کہنا۔ تمہاری جیسی گناہ گار عورت کسی کی ماں نہیں ہوسکتی۔ معافی چاہتی ہو تو یہ دھندا بند کردو۔ ان چاروں عورتوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے دے کر یہاں سے جانے دو۔''

وہ گڑگڑانے لگی۔ ''ایسا حکم نہ دو۔ میں کنگال ہو جاؤں گی۔''

وہ بدمعاش جو ذہنی زلزلے کا جھٹکا کھا کر فرش پر گرا تھا۔ اب اٹھ کر بیٹھ رہا تھا۔ اس نے دامودر کی مرضی کے مطابق نائیکہ کو ایک طمانچہ مارتے ہوئے کہا۔ ''یہ ننھی دیوی جی حکم دے رہی ہیں۔ فوراً عمل کرو۔ میں تمہیں طمانچے مار رہا ہوں۔ مجھے معاف کردو۔''

اس نے پھر طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ دیوی جی چلی جائیں گی تو میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ تم مار سے بچنا چاہتی ہو تو فوراً حکم کی تعمیل کرو۔''

صنم بائی جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''تم سب آؤ۔ میں ابھی مطلوبہ رقم دیتی ہوں۔''

اس نے اپنے کمرے میں آکر ایک تجوری کو کھول کر چاروں عورتوں کو بیس لاکھ روپے دیے۔ انوشے نے ان عورتوں سے کہا۔ ''تمہارے پاس سونے کے جتنے زیورات ہیں اور جو ضروری چیزیں یہاں ہیں' وہ سب لے جاؤ۔''

پھر اس نے صنم بائی سے کہا۔ ''میں جارہی ہوں۔ یاد رکھو! اگر ان چار عورتوں کے پیچھے تم نے اپنے غنڈے لگائے تو سمجھو' موت تمہارے پیچھے پڑ جائے گی۔''

صنم بائی نے انکار میں سر ہلا کر اپنے کان پکڑے۔ وہ عورتیں انوشے کے آگے عقیدت سے جھک کر اس کے پیروں کو چھونا چاہتی تھیں۔ اس نے ایسا کرنے سے انہیں روک

www.pdfbooksfree.pk

دیا۔ وہ سب اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے چلی گئیں۔ دامودر نے کہا۔ ''شبانہ! تم اس شہر کے کسی بھی مہنگے ہوٹل میں جا کر ایک کمرا لو۔ تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس لاکھوں روپے پہنچ جائیں گے۔''

وہ اس کوٹھے سے نکل کر ایک مہنگے ہوٹل کے کمرے میں آ گئی۔ دامودر اپنی دانست میں اس کے چور خیالات پڑھتا تھا اور خوش ہوتا تھا کہ ایک عجیب طرح کی کشش رکھنے والی لڑکی اس کی دوست بن گئی۔ وہ بہت معصوم ہے۔ دنیا والوں کے مکر و فریب کو نہیں سمجھتی ہے۔ اس کی عمر معلوم ہوئی تھی کہ وہ بارہ برس کی ہے۔ جبکہ وہ بائیس برس کا تھا۔ اسے ایک بھرپور جوان دوشیزہ سے عشق و محبت کا سلسلہ رکھنا چاہیے تھا لیکن اس کا دل اب تک کسی حسینہ پر مائل نہیں ہوا تھا۔

الوشے کے متعلق اس کی سوچ یہ تھی کہ ابھی بچی ہے۔ صرف دوستی کر کے اس کے ساتھ اچھا وقت گزر سکتا ہے۔ جب وہ جوان ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ اچھے اور سچے دوست کسی پہلو سے غرض مند نہیں ہوتے۔

الوشے نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ذہن کے تاریک گوشوں میں بھی پہنچ جاتی تھی۔ وہاں چھپی ہوئی چوری اور بد نیتی کو سمجھ لیتی تھی۔ اس نے اچھی طرح اطمینان کیا تھا۔ دامودر کے اندر بد نیتی نام کو نہیں تھی۔

وہ ایک گھنٹے کے اندر نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے دیتے ہوئے بولا۔ ''یہ دس لاکھ روپے ہیں۔ انہیں دل کھول کر خرچ کرو اور آ جائیں گے۔''

وہ بولی۔ ''جب بیٹھے بٹھائے اتنی دولت مل رہی ہے تو میں فلمی چکر میں نہیں پڑوں گی۔ سنا ہے کہ وہ بھی گندی جگہ ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں بھی نہیں چاہتا کہ تم فلمی دنیا میں جاؤ۔ میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ تم گنتے گنتے گنتی بھول جاؤ گی۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آتی ہے؟ تم کیا کرتے ہو؟''

''میں کچھ نہیں کرتا۔ میرے پاپا ساؤتھ افریقا میں ہیروں کی ایک کان کے مالک ہیں۔ میرے پاس اتنے ہیرے جواہرات ہیں کہ تم دیکھو گی تو دنگ رہ جاؤ گی۔''

وہ پوری سچائی سے الوشے کا دوست بن کر رہنا چاہتا تھا۔ صرف اپنے باپ کے معاملے میں اس سے جھوٹ بول رہا تھا۔ ایشور ارا نے بیٹے اور بیٹی کو سختی سے تاکید کی تھی کہ اس دنیا کی کسی بھی ہستی پر بھروسا نہ کرنا۔ کسی سے خواہ کتنی ہی محبت اور اعتماد پیدا ہو جائے، اسے اپنے سیارے اور اپنی اصلیت کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ اسی لیے وہ الوشے سے اپنی ہسٹری چھپا رہا تھا۔

اور الوشے اس کی پوری ہسٹری معلوم کر چکی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ بہت مجبور ہو کر جھوٹ بول رہا ہے۔ آئندہ اس سے اس قدر متاثر ہو گا کہ اپنے تمام راز کھول کر رکھ دے گا۔

☆☆☆

میری پوتی نے پیش گوئی کی تھی کہ دوسری رات جوجو میری گرفت میں آ سکتا ہے۔ ایک رات گزر چکی تھی۔ دوسرے دن میں ممبئی میں تھا۔ وہ دن گزرنے والا تھا اور میں رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس شہر میں پہنچتے ہی میں نے معلوم کیا تھا کہ پنا بائی کا کوٹھا کہاں ہے؟

میں ثنا کے تعاون سے پنا بائی اور اس کی بیٹی نمو کے دماغوں میں پہنچا ہوا تھا۔ جوجو کے اچانک کہیں چلے جانے کے باعث وہ ماں بیٹی پریشان ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اس کے بیگ میں سونے کی اینٹیں اور ہیرے جواہرات دیکھے تھے۔ یہ سوچ کر کڑھ رہی تھیں کہ ایک موٹی اسامی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اندیشوں میں مبتلا ہو کر ان سے دور چلا گیا ہے۔ کیا وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لیے دوبارہ اس کوٹھے پر آئے گا؟

مجھے امید تو نہیں تھی مگر اپنی پوتی کی پیش گوئی کو آزمانا ضروری تھا۔ میں نے ثنا سے ایس ایم ایس کے ذریعے پوچھا۔ ''کلاونتی کے عاشق ایشور لال کا کیا بنا؟ کیا وہ واپس نہیں آیا ہے؟''

ثنا نے تحریری جواب دیا۔ ''میں کلاونتی کے اندر جاتی رہتی ہوں۔ ابھی اس کی سوچ نے بتایا ہے، ایشور لال آج رات کسی وقت آ سکتا ہے۔''

''یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سیارے سے آنے والا وہ شخص کون ہے؟ اس کا نام ہندوانہ نہیں ہو سکتا۔ ایشور لال اس کا فرضی نام ہو گا۔ مجھے امید ہے، آج تم اسے ٹریپ کر سکو گی۔''

''بشرطیکہ آج وہ آ جائے۔ میں اسے بچ کر جانے نہیں دوں گی۔''

''جیسے ہی اس کی آمد کا پتا چلے، مجھے خبر کرو۔''

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی کلاونتی کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ ایک اشتہاری فلم کی شوٹنگ میں مصروف تھی۔ ایشور لال نے ابھی اس سے رابطہ نہیں کیا تھا مگر اسے یقین تھا کہ وہ اس کے بغیر نہیں رہتا ہے۔ جب اس نے آنے کی بات کہی ہے تو آج رات ضرور آئے گا۔

ہم اس کے موجودہ حالات سے بے خبر تھے کہ وہ کہاں ہے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کس طرح محاذ آرائی کر رہا ہے؟ وہ روم شہر میں رہ کر فادر جوزف سے مایوس ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسے آزمائشوں میں مبتلا کر کے تھکا مارا تھا پھر صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ وہ کسی بھی مسلمان روحانی عامل کے خلاف اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔

وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ ہر روز ایک عورت سے دوستی کرنا اس کے لیے لازمی تھا۔ اس نے پہلے ایک راہبہ پر نیت خراب کی پھر مالک مکان کی بیٹی جینی کو حاصل کرنا چاہا مگر فادر جوزف نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ ان حالات میں وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس شہر میں بلکہ اس ملک میں فادر اسے کسی کے ساتھ منہ کالا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

وہ سوچ رہا تھا کلاونتی کے پاس انڈیا چلا جائے اور ذرا آسودگی حاصل کرے لیکن دوسرے مذہبی پیشواؤں اور آتما شکتی والوں سے ملنا بھی ضروری تھا۔ جوگی مہاراج نے جن عامل کامل افراد کے نام بتائے تھے ان میں ایک بہت پہنچی ہوئی آتما شکتی جاننے والی کاہنہ تھی۔ افریقا میں انگولا کے ایک شہر گوانزا کے قریب ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہے۔ وہ اس مندر میں رہتی تھی۔ غیب کی باتیں بتاتی تھی اور اس کی سو فیصد باتیں دُرست ہوا کرتی تھیں۔ جوگی مہاراج اور فادر جوزف کی طرح وہ بھی حیران کن کمالات دکھاتی تھی۔

اٹلی سے انگولا زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ انڈیا چار گھنٹوں میں پہنچتا جبکہ انگولا ڈھائی گھنٹے میں پہنچ سکتا تھا اور یہ تھکا دینے والا سفر نہ ہوتا پھر عورتوں کا کیا ہے؟ یہ تو دنیا کے ہر ملک، ہر شہر اور ہر چھوٹی بڑی آبادی میں مل جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک ہی اندیشہ رہتا تھا۔ ایسے بڑے بڑے شہزوروں کی مثالیں موجود تھیں جو عورتوں کے چکر میں گھن چکر ہو کر مات کھا گئے تھے۔ خود اس کا سب سے بڑا زیرِ زمین سیٹ اَپ تین عورتوں کی قربت کے باعث تباہ ہو گیا تھا اور سیارے کے دو اہم باشندے مارے گئے تھے۔

اس نے طے کر لیا، انگولا پہنچ کر ایک نئی عورت سے دوستی کرنے کا خطرہ مول لے گا۔ وہ کلاونتی کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میری جان! میں بہت مصروف ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں مگر موقع نہیں مل رہا ہے۔ تم خیریت سے ہو نا...؟''

اس وقت ثنا کلاونتی کے اندر موجود تھی۔ یہ سن کر مایوسی ہو رہی تھی کہ وہ شکار ابھی ادھر نہیں آئے گا۔ کلاونتی کہہ رہی تھی۔ ''میں خیریت سے ہوں اور شوٹنگ میں مصروف ہوں۔''

ثنا نے اسی لمحے میں کلاونتی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ایشور ارا سے بولی۔ ''میری ایک پرابلم ہے۔ اسے تم ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ختم کر سکتے ہو۔''

اس نے کہا۔ ''بولو میری جان! میں ابھی تمہارا مسئلہ حل کر دوں گا۔''

وہ بولی۔ ''میرے مقابلے میں ایک ماڈل گرل ہے۔ بہت ہی حسین اور بہت ہی بھرپور ہے۔ اسے دیکھتے ہی مردوں کے منہ میں پانی آ جاتا ہے۔''

یہ سنتے ہی ایشور ارا کے منہ میں پانی آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں رہتی ہے؟ ویسے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ تمہاری جیسی حسین عورت کے آگے اسے منہ بھی نہیں لگاؤں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''سچ کہہ رہے ہو؟''

''ہاں، تم ایسا کرو، ابھی اس کے نمبر پنچ کر کے مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

''میں اس دشمن عورت سے فون پر بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''نہ کرو۔ رابطہ ہونے پر صرف اس کی آواز سنو پھر کچھ کہے بغیر فون بند کر دو۔''

اس نے پوچھا۔ ''اس طرح مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟''

''میں اس کی آواز سنتے ہی اس مغرور حسینہ کے دماغ میں پہنچ کر ایسا زلزلہ پیدا کروں گا کہ وہ ماڈلنگ کے قابل نہیں رہے گی۔ تمہارا میدان صاف ہو جائے گا۔''

کلاونتی نے خوش ہو کر اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اس دوسری حسین ماڈل دلربا کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو... آج سورج کدھر سے نکل آیا؟ کلاونتی...! تم مجھے کال کر رہی ہو؟ تعجب ہے...''

کلاونتی نے فوراً ہی رابطہ ختم کر دیا۔ ثنا سمجھ رہی تھی کہ ایشور لال دلربا کے اندر پہنچ گیا ہو گا۔ وہ بھی وہاں پہنچ گئی۔ دلربا آئینے کے سامنے اپنے میک اپ کی ری ٹچنگ کر رہی تھی۔ اس کے اندر خاموشی تھی۔ یہ بھی سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ وہ چپ چاپ اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہو گا۔ دلربا حیرانی سے یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ اس کی مخالفت کرنے والی

کلاونتی نے آج اسے کال کیوں کی؟ پھر کچھ کہے سنے بغیر رابطہ کیوں ختم کردیا؟ اس کے برعکس وہ اپنے حسن و شباب کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کا بدن کیسا غضب کا ہے۔ وہ کس طرح اپنی اداؤں سے غضب ڈھاتی ہے؟ اس کے بے شمار دیوانے ہیں اور وہ اپنے تمام طلب گاروں کو ٹھوکروں میں اُڑاتی ہے۔

ثنا نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ وہ دلربا کی سوچ میں ایسی جذباتی اور بھڑکانے والی شبابی خوبیاں پیش کررہی تھی کہ ایشورارا ہواؤں میں اُڑنے لگا تھا۔ اس کے اندر اسے پالینے کی ہوس چیخ رہی تھی۔ اسے مجبور کررہی تھی کہ وہ ابھی کچھ کر گزرے۔

دلربا نے اچانک اپنے اندر کمزوری محسوس کی۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا اور دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے ڈائریکٹر سے کہا۔ ”میری طبیعت خراب ہے۔ شوٹنگ کینسل کرو۔ مجھ سے بعد میں فون کرکے شوٹنگ کا کوئی دوسرا دن رکھ لو۔“

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گھر آگئی۔ بیڈ روم میں پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی پھر اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ یہ سب کچھ وہ بے اختیار کررہی تھی۔ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے چینل بدلنا چاہتی تھی ایسے وقت اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ”چینل تبدیل نہ کرو۔“

اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ”تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔“

اس نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

وہ بولا۔ ”سامنے ٹی وی اسکرین پر دیکھتی رہو۔ میں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ وہ جو خبریں پڑھ رہا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ میں ہوں۔ سنو... میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں؟“

وہ توجہ سے اسکرین پر نیوز ریڈر کو دیکھنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”دلربا...! دنیا والے اس بے چارے کو سن رہے ہوں گے مگر تم مجھے سن رہی ہو۔ ایسے کمالات میں ہی دکھا سکتا ہوں۔ اگر مجھ سے دوستی کروگی تو پوری دنیا میں سب سے ٹاپ ماڈل بن کر کروڑوں روپے کماتی رہوگی۔“

دلربا نے ثنا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ”اگر ایسی بات ہے تو تم بھگوان کا اوتار بن کر میری زندگی میں آؤ گے۔ میں چاہتی ہوں، تم آج ہی بلکہ ابھی چلے آؤ۔“

”میرا بس چلے تو پر لگا کر اُڑتا ہوا شہرِ حسن میں پہنچ جاؤں مگر یہاں میری مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔“

اس نے پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟“

”میں جہاں ہوں، وہاں تمہیں بلا رہا ہوں۔ تم کسی بھی پہلی فلائٹ سے آؤ گی۔“

”معلوم تو ہو، کہاں آنا ہے؟“

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔ چلو اُٹھو اور بیڈ پر لیٹ جاؤ۔“

اس کے دماغ پر قبضہ جمایا گیا تھا۔ وہ ٹی وی پر خبریں سنانے والا گم ہو چکا تھا۔ اسکرین کا منظر بدل گیا تھا۔ دلربا کوئی بحث کیے بغیر خاموشی سے اُٹھ کر بیڈ پر آگئی۔

ثنا ذرا دیر کے لیے مایوس ہوئی تھی کہ وہ مصروف ہے۔ انڈیا نہیں آئے گا پھر یہ سن کر اطمینان ہوا کہ وہ جہاں ہے، وہاں دلربا کو بلا رہا ہے۔ ابھی تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ راز نقش کرے گا کہ وہ آج کل کہاں ہے اور وہ کس طرح اس کے پاس پہنچے گی؟

وہ یہی کررہا تھا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنا کر حکم دے رہا تھا۔ ”تم کسی سے نہیں کہو گی کہ افریقا کے ایک ملک انگولا جارہی ہو۔ جب وہاں پہنچو گی تو بتاؤں گا کہ آگے تمہیں کہاں آنا ہے؟“

اس نے ایک خاص آواز اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ ثنا نے ایس ایم ایس کے ذریعے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے سوچا تھا' وہ ایشور لال کلاونتی سے یا دلربا سے ملنے ممبئی آئے گا لیکن وہ انگولا میں مصروف ہے۔ یہاں نہیں آئے گا۔“

میں نے پوچھا۔ ”کیا یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ انگولا میں کہاں ہے؟“

اس نے جواباً لکھا۔ ”دلربا اس کی معمولہ اور تابع دار بن چکی ہے۔ وہ اسے وہاں بلا رہا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچے گی تو اسے بتائے گا کہ وہ انگولا کے کس شہر یا کس قصبے میں ہے؟ مجھے بھی اسی وقت معلوم ہوگا۔“

میں نے لکھا۔ ”مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کس آواز اور لب و لہجے کے ذریعے دلربا کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے؟“

”ایس ایم ایس میں تحریر سے لب و لہجہ سنایا نہیں جاسکتا۔ سننا چاہتے ہو تو دو ہی صورتیں ہیں۔ تم میرے اندر آؤ یا مجھے اپنے اندر آنے دو۔“

میں ذرا گڑبڑا گیا۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ دو میں سے کوئی ایک بات ماننی پڑے گی۔ دماغوں میں آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کو پالیا ہے جبکہ ہمیں دور رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ”کس سوچ میں پڑ گئے؟“

میں نے لکھا۔ ”دلربا کے اندر جاؤ۔ تم وہاں رہو گی تو اس کا دماغ مقفل نہیں رہے گا۔ میں ایک منٹ کے اندر وہاں پہنچ رہا ہوں۔“

اس نے پوچھا۔ ”میرے اندر آؤ گے تو کیا تمہارا بھید مل جائے گا؟“

میں نے مسکرا کر لکھا۔ ”زیادہ نہ بولو۔ میں دلربا کے اندر آرہا ہوں۔“

میں نے اپنا فون بند کیا پھر ایک منٹ کے بعد پہنچا تو دلربا کے مقفل دماغ میں جگہ مل گئی۔ ثنا نے ایشورارا کے مخصوص لب و لہجے کو اس کے اندر دہرایا۔ میں نے دلربا کی سوچ میں کہا۔ ”شکریہ...“

ایسے وقت دلربا غائب دماغ تھی۔ ہمارے جانے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں پھر حیرانی سے سوچنے لگی۔ ”یہ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ ابھی بیڈ پر لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی تھی۔ صرف ایک منٹ کی نیند ہوئی' پھر آنکھ کھل گئی۔“

وہ ذرا اُلجھنے کے بعد سفر کی تیاریاں کرنے لگی۔ ایسے وقت ایک ملازم نے آکر کہا۔ ”ایک صاحب یہاں آئے تھے۔ آپ کے لیے گفٹ پیکٹ دے کر گئے ہیں۔“

ایشورارا نے کئی گھنٹے پہلے دلربا کے اندر آکر کہا تھا کہ کوئی اجنبی اس کے گفٹ لے کر آئے گا۔ وہ اسے قبول کرے گی پھر تنہائی میں اس پیکٹ کو کھولے گی۔

وہ اس پیکٹ کو لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے پیکٹ کو کھولا تو حیرانی سے خوش ہوکر ہیرے جواہرات کو دیکھنے لگی۔ وہ لاکھوں کروڑوں روپے کماتی تھی۔ ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے زیورات بڑے شوق سے پہنتی تھی مگر ایسے بیش قیمت ہیرے موتی اور قیمتی پتھر وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک موبائل فون نمبر نقش تھا۔ اس نے فوراً ہی وہ نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہوتے ہی ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ ”کیا میرا بھیجا ہوا تحفہ مل گیا؟“

وہ خوش ہوکر بولی۔ ”اوہ گاڈ...! ایسے چمکتے دمکتے ہیرے جواہرات ہیں کہ ان پر آنکھیں نہیں ٹھہرتیں۔ کوئی ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کرسکے گا۔“

اس نے کہا۔ ”یہ کروڑوں روپے کے ہیں۔ آیندہ اس سے بھی زیادہ ملیں گے۔ بس میرے پاس چلی آؤ۔“

”آرہی ہوں۔ کل صبح کی فلائٹ میں سیٹ او کے ہوگئی ہے۔ شام سے پہلے انگولا پہنچ جاؤں گی۔“

ثنا نے ایس ایم ایس کے ذریعے مجھ سے کہا۔ ”وہ دوسرے دن صبح کی فلائٹ سے جانے والی ہے۔ کیا مجھے اس کا پیچھا کرنا چاہیے؟“

میں نے لکھا۔ ”یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اس شخص کو شبہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دلربا کے تعاقب میں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خیال خوانی کے ذریعے اس ماڈل کے اندر رہو اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو آلۂ کار بنا کر اس کی نگرانی کرتی رہو۔“

اس نے پوچھا۔ ”تم بھی یہی کروگے؟“

”ہاں، ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسے شبہ نہ ہو اور وہ آسانی سے گرفت میں آجائے۔“

ثنا میری آج رات کی مصروفیات کے بارے میں نہیں جانتی تھی کہ الوشے کی پیش گوئی کے مطابق جوجو ہاتھ لگنے والا ہے۔ میں بار بار پنا بائی اور اس کی بیٹی نمو کے اندر جارہا تھا۔ مجھے مایوسی ہو رہی تھی۔ وہ کم بخت ان سے رابطہ نہیں کررہا تھا۔ شاید چپ چاپ ان کے اندر جاکر معلوم کرتا ہوگا کہ اس کے لیے وہاں خطرہ ہے یا نہیں؟

فی الحال ہم اس سے بے خبر تھے اور وہ یہی کررہا تھا۔ ایک ہوٹل کے کمرے میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوششیں کررہا تھا کہ میں کہاں ہوسکتا ہوں؟ وہ مجھ پر قابو پاکر مجھے ہلاک کرکے ایشورارا کو خوش کرنا اور انعام کے طور پر اس کا مصاحبِ خاص بننا چاہتا تھا۔

اس نے سوچا۔ ”اگر فرہاد کسی عورت کے ذریعے مجھے تلاش کرتا ہوا پنا بائی کے کوٹھے پر گیا تھا تو وہ اب بھی اس کوٹھے کی نگرانی کررہا ہوگا اور خیال خوانی کے ذریعے پنا بائی کے دماغ میں جاتا ہوگا۔ میں اسے زبردست دھوکا دے سکتا ہوں۔“

وہ پنا بائی کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہوا کہ رپالی ہل میں اس نائیکہ کی ایک کوٹھی ہے' جو مقفل رہتی ہے۔ وہ کبھی کبھی وہاں جاتی ہے۔ ایسی کوٹھی جوجو کے لیے محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوسکتی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے پنا بائی کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہوکر بولی۔ ”تم اچانک کہاں غائب ہوگئے ہو؟ کیا ابھی آرہے ہو؟“

”ابھی نہیں... ذرا سوچ سمجھ کر رات کو آؤں گا۔“

وہ بولی۔ ”تم میری بیٹی کو گوا میں تنہا چھوڑ کر بھاگ آئے۔ اگر اسے کچھ ہوجاتا تو...؟“

”میں اس سے دور نہیں تھا۔ اس کی نگرانی کررہا تھا۔ اسے کچھ نہیں ہوا ہے' تم شکایت نہ کرو۔“

”میں کچھ نہیں بولوں گی۔ بس تم آجاؤ۔ ہمیں چھوڑ کر نہ

جاؤ۔''

''ٹھیک ہے، میں آج رات دس بجے تک آسکوں گا۔''

اس نے فون بند کردیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر میں پناہ بائی کے دماغ میں آتا جاتا ہوں تو مجھے اس عورت کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوگا کہ وہ آج رات دس بجے تک ملنے پر آنے والا ہے پھر تو یہ یقینی بات ہوتی کہ میں اسے شکار کرنے کے لیے ضرور وہاں پہنچوں گا۔ ایسے وقت وہ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے مجھے ہلاک کر سکے گا۔

وہ پچھلی رات اس ہوٹل میں آکر سو گیا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد باہر کھلی فضا میں گھومنا پھرنا چاہتا تھا لہٰذا لباس تبدیل کرکے کمرے سے باہر آگیا۔ ہوٹل کی ایک رینٹڈ کار لے کر ممبئی شہر گھومنے لگا۔ اس کے ستارے گردش میں تھے۔ وہ کہیں ایک جگہ چھپ کر رہ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ میں اچانک ہی کہیں سے آپہنچوں گا۔ اس کے برعکس وہ اچانک مجھ تک پہنچ کر میری غفلت سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔

وہ ایک میوزیم کے گارڈن میں پہنچ گیا۔ اس نے رنگ برنگے پھولوں کے درمیان ماورا کو دیکھا تو اس حسن سراپا کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ واقعی اس کے ستارے گردش میں آگئے تھے۔ وہ جس ایشوارارا کو بھگوان مانتا تھا' اسی کی بیٹی پر ہزار جان سے عاشق ہو رہا تھا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ اس کے نام نہاد بھگوان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ڈاکٹر اور سائنس دان باپ نے اپنے بچوں کو اس قدر حسین بنا دیا ہوگا۔

اور ماورا تو اس قدر حسین تھی کہ مقابلہ حسن کے میلے میں نمبرون کہلائی جاسکتی تھی۔ جوجو نے دیکھا۔ کباب کے ساتھ ہڈی بھی تھی۔ ایک خوبرو قدآور باڈی بلڈر اس کے ساتھ تھا۔ ماورا اس کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے ہنس بول رہی تھی۔ جوجو نے اندازہ لگایا کہ وہ عاشق معشوق ہیں یا پھر میاں بیوی ہیں۔

وہ ان کے سلسلے میں دھوکا کھا رہا تھا۔ ایک تو اس کے بھگوان ایشوارارا کی بیٹی تھی۔ دوسرا میرا بیٹا پورس تھا۔ گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ اس کی موت نہیں آئی تھی' شامت آئی تھی۔ اس لیے گارڈن میں چلا آیا تھا۔ پورس کو دیکھ کر رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ''مقابلہ کروں گا تو وہ باڈی بلڈر مجھ پر حاوی ہوجائے گا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مارنا ہوگا۔ وہ بہت ہی تگڑا اور صحت مند ہے۔ یوگا کا ماہر ہوگا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔''

وہ ماورا اور پورس کی آوازیں سننا چاہتا تھا مگر موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ جب بھی ان کے قریب سے گزرتا تو وہ چپ رہتے یا ایسی پیار کی سرگوشیاں کرتے رہتے کہ وہ پاس سے گزرنے والا کچھ سن نہیں پاتا تھا۔ وہ دونوں اس گارڈن سے نکل کر خراماں خراماں چلتے ہوئے ایک قریبی کلب میں داخل ہوگئے۔ وہاں کتنی ہی عورتیں اور مرد طرح طرح کی تفریحات میں مشغول تھے۔ ماورا اور پورس سافٹ ڈرنک پینے کے لیے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔

ماورا نے پورس کی طرف جھک کر کہا۔ ''کیا تمہیں پتا ہے' ایک شخص میوزیم گارڈن سے ہمارا پیچھا کرتا ہوا یہاں آیا ہے؟''

''مجھے کیا خبر ہوگی؟ میں تو ساری دنیا کو بھول کر تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ اگر میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ رہے تو میں کسی گاڑی سے ٹکرا جاؤں۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم میرے دیوانے ہوگئے ہو مگر دنیا کی بھی خبر رکھا کرو۔ تمہاری بے خبری میں کوئی مجھے اُٹھا کر لے جائے گا تو ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔''

وہ اس کے ایک بازو کو جکڑ کر بولا۔ ''تم میری چیز ہو۔ کوئی تمہیں چھو بھی نہیں سکے گا۔ جو تمہیں اٹھانے آئے گا' وہ دنیا سے اُٹھ جائے گا۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ''اگر ایسی بات ہے تو میں اسے لفٹ دے رہی ہوں۔ بے چارہ کتنی دیر سے پیچھے پڑا ہے۔ ذرا آکر چھولے گا تو کیا فرق پڑے گا؟ اور... تم اس کا کیا بگاڑ لوگے؟''

اس نے کہا۔ ''کسی کو اپنے پیچھے لگانا دانش مندی نہیں ہے۔''

''دانش مندی ہے۔ مجھے یہ آزمانا ہے کہ تم میرے پرفیکٹ باڈی گارڈ ہو یا نہیں؟''

وہ اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں بولا۔ ''کیا میں تنہائی میں تمہاری باڈی کو گارڈ نہیں کرتا ہوں؟ آزمانے کے لیے کچھ ابھی رہ گیا ہے؟''

وہ اس کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ ''بے شرم... تنہائی کی باتیں تنہائی میں کیا کرو۔''

جوجو ذرا فاصلے پر بیٹھا جوس پی رہا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پورس نے سمجھایا۔ ''ایسی حرکت نہ کرو۔ خوامخواہ یہاں کوئی تماشا شروع ہوجائے گا۔''

''جو بھی تماشا ہوگا' دلچسپ ہوگا۔''

وہ پھر مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ جوجو کی باچھیں کھل گئی

ہیں۔ وہ جسے پھانسنا چاہتا تھا' اس سے لفٹ مل رہی تھی۔ ...انے اسے آنکھ ماری۔ اس نے اشارے سے پوچھا۔ ''کیا میں تمہارے پاس آسکتا ہوں؟''

وہ جواباً شرمانے لگی۔ اس کی ادائیں کہہ رہی تھیں۔ ''آ ...ہو...''

...جوجو نے ذرا جھجکتے ہوئے پورس کو دیکھا پھر اپنی جگہ اُٹھ کر ان کی میز کے پاس آگیا۔ ماورا کے قریب بیٹھتے ...ئے بولا۔ ''ایکس کیوزمی... میں تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ تم ...کمپنی چاہتا ہوں۔''

پھر اس نے پورس سے پوچھا۔ ''تم مائنڈ تو نہیں کر رہے ...''

ماورا نے مسکراتے ہوئے چور نظروں سے پورس کو ...کھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کباب میں ہڈی بننے والے کی ...کی تیسی کردے گا لیکن وہ خلاف توقع مسکراتے ہوئے ...لا۔ ''میں بھلا مائنڈ کرنے والا کون ہوتا ہوں؟ تم یہاں ...آرام سے بیٹھو اور اس حسینہ سے لفٹ لیتے رہو۔''

وہ پورس کو گھورتے ہوئے بولی۔ ''کیا بکواس کر رہے ...؟ ایک اجنبی سے کہہ رہے ہو کہ مجھ سے لفٹ لیتا رہے؟''

''اور کیا کہوں؟ یہ بے چارہ ایک شریف آدمی ہے۔ تم نے اسے آنکھ ماری تو مرگیا۔ رہی سہی جان دینے تمہارے ...پاس آیا ہے۔''

پھر وہ جوجو سے بولا۔ ''کیوں مسٹر...! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا...؟ جب تک عورت حوصلہ نہیں دیتی۔ مرد قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا۔''

جوجو نے ماورا کو دیکھ کر کہا۔ ''یہ مس... مس...''

''...مس کا نام ماورا ہے۔''

وہ بولا۔ ''یہ مس ماورا کا احسان ہے۔ انہوں نے مجھے ...حوصلہ دیا ہے۔ اپنی کمپنی کے قابل سمجھا ہے۔''

پورس نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اُصولاً ایک ہی ...کسی عورت کو کمپنی دیتا ہے۔ اس لیے میں جا رہا ہوں۔''

ماورا نے فوراً ہی اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں شرم نہیں آتی' اپنی عورت کو دوسرے کے حوالے ...کر رہے ہو؟''

وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا۔ ''جب عورت ہی کسی دوسرے کے حوالے ہونا چاہے تو بے چارہ مرد کیا کرسکتا ...؟''

''شٹ اَپ... تم جانتے ہو' میں ایسی نہیں ہوں۔''

وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''آہ... آج تم نے دوسرے کو آنکھ مار کر میرا دل توڑ دیا ہے۔ اگر تم ایسی ویسی نہیں ہو تو جس طرح آنکھ ماری ہے' اسی طرح اسے لات مارو۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''اسے لات مار سکتی ہوں' اس پر تھوک بھی سکتی ہوں لیکن یہ مہذب لوگوں کا کلب ہے۔ یہاں ایسی حرکتیں نہیں کی جاسکتیں۔''

پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے جوجو سے بولی۔ ''اے مسٹر...! کیا تم نہیں سن رہے ہو' میں تم سے تھوکنے اور لات مارنے کی بات کر رہی ہوں؟ تمہیں تو...''

وہ بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ''یہ... یہ غلط ہے۔ تم مجھے بلا کر میری انسلٹ کر رہی ہو۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔''

پورس نے کہا۔ ''اور نہیں تو کیا... جس طرح چٹکی بجا کر 'آتو تو تو...' کہنے سے کتا آتا ہے۔ اسی طرح آنکھ مارنے سے ایسے شریف آدمی آتے ہیں۔''

وہ پورس کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ ''اے...! تم مجھے کتا کہہ رہے ہو۔ تمہیں پتا نہیں ہے' میں تمہارا کیا حشر کرسکتا ہوں؟''

یہ کہتے ہی وہ پورس کے اندر پہنچ گیا۔ پہلے اس کے خیالات پڑھنے لگا کہ وہ کون ہے اور ماورا کون ہے؟ کہاں رہتی ہے اور اس کی کیا لگتی ہے؟

پورس نے میز کے نیچے ماورا کے پاؤں پر پاؤں رکھا۔ یہ ایک اشارہ تھا۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت پورس کی سوچ جوجو سے کہہ رہی تھی۔ ''میں ایک غریب آدمی تھا۔ اس حسینہ کا دل مجھ پر آگیا۔ یہ بہت دولت مند ہے۔ شاید جادو جانتی ہے؟ میں اس کا غلام بن کر رہ گیا ہوں۔ جو بھی اس کے چکر میں آئے گا وہ غلام بن کر رہ جائے گا۔''

جوجو نے اس کے اندر سوالات پیدا کیے۔ ''اس حسینہ نے مجھے کس طرح غلام بنایا ہے؟ اپنا تابع دار بنانے کے لیے کیسے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں؟ کیا اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا...؟''

ماورا چپ چاپ یہ باتیں سن رہی تھی۔ جوجو کبھی کبھی چور نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ''یہ حسینہ جادوگرنی نہیں لگتی پھر کیا ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟''

ماورا پریشان ہوکر سوچ رہی تھی۔ ''یہ شخص خیال خوانی کرتا ہے۔ پتا نہیں' کتنا خطرناک ہوگا' یہ تو آگے چل کر ہی معلوم ہوسکے گا۔ مجھے اس خطرے کو ساتھ نہیں لگانا چاہیے۔ میں نے اسے لفٹ دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے باپ کو

مخاطب کیا۔ ''پاپا! جلدی آؤ۔ ایک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے عشق کرنے اور مجھے ٹریپ کرنے آیا ہے۔ پلیز، اسے میرے سامنے سے بھگا دو۔''

ایشورارا نے بیٹی کے دماغ میں آ کر کہا۔ ''مجھے اس کی آواز سناؤ۔''

ماؤرا نے جوجو سے کہا۔ ''مسٹر! تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟ بڑی دیر سے چپ ہو۔ ایسا لگتا ہے کوئی منتر پڑھ رہے ہو۔''

وہ ذرا اکڑ کر بولا۔ ''تمہارے اندر آ کر منتر پڑھوں گا تو تم اپنے حسن وشباب کا تمام خزانہ مجھ پر لٹانے لگو گی۔''

ایشورارا نے اس کی آواز سنتے ہی اسے پہچان لیا۔ غصے سے تپ گیا۔ اس کے اندر آ کر بولا۔ ''کتے...! کمینے...! تُو میری بیٹی سے حسن وشباب کی باتیں کر رہا ہے؟ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

وہ گھبرا کر بولا۔ ''اے ایشورارا! یہ... یہ تیری بیٹی ہے...؟ میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تُو دلوں کا بھیدی ہے۔ یہ جان سکتا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر یہ غلطی نہیں کی ہے پھر بھی میں تجھ سے...''

وہ آگے نہ بول سکا۔ اچانک اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اپنی جگہ سے اُچھل کر کرسی سمیت فرش پر گر پڑا۔ شدید تکلیف کے باعث مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ کلب میں بیٹھے ہوئے افراد دوڑتے ہوئے قریب آنے لگے۔ پوچھنے لگے۔ ''اسے کیا ہوا ہے؟''

پورس نے کہا۔ ''پتا نہیں، شاید اسے کسی قسم کا دورہ پڑتا ہے؟''

وہاں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ وہ اس کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ اچھا صحت مند ہے۔ اسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے دماغی مریض ہو۔ اسے اسپتال پہنچانا چاہیے۔''

جوجو کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ایشورارا اپنی بیٹی کے خلاف کوئی بدتمیزی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ جوجو کو مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے۔ وہ اسے ہلاک کرنا چاہے گا تب بھی اس کی سانسیں چلتی رہیں گی۔

یہ جاننے کے باوجود اس نے غصے سے کہا۔ ''تُو نے اپنی حماقتوں سے ہمارے بہت بڑے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ میری تمام غیر معمولی مشینوں کو برباد کر دیا۔ تیری وجہ سے اس دنیا پر حکومت کرنے کا خواب پورا نہیں ہو رہا ہے۔ میں نے پھر بھی تجھے معاف کیا تھا۔ غلطیوں کی تلافی کے لیے تجھے مہلت دی تھی مگر تُو کتا ہے۔ میری ہی بیٹی کو کاٹنے آیا ہے۔''

اس نے پھر طیش میں آ کر دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ جوجو میں اب چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے حلق سے بڑی کربناک کراہیں نکل رہی تھیں پھر وہ ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ ایسا لگا جیسے دم نکل گیا ہو لیکن اس میں جان تھی۔ وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

اسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ ماؤرا اور پورس اپنے بنگلے میں آگئے۔ پورس نے انجان بن کر اس سے پوچھا۔ ''کیا تم نے اس کے اندر زلزلے پیدا کیے تھے؟''

وہ بے اختیار بولی۔ ''پاپا نے...''

وہ بولتے بولتے رک گئی پھر ذرا سنبھل کر کہنے لگی۔

''ہاں، میں نے اسے سزا دی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ابھی تم اپنے پاپا کے بارے میں کچھ کہتے کہتے رُک گئیں۔''

''وہ، میں... ابھی انہیں یاد کر رہی تھی۔ کتنے دنوں سے ان کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔''

''پرابلم کیا ہے؟ تم تو آسانی سے ان کے دماغ میں جاسکتی ہو؟''

''ہاں، میں ابھی ان سے باتیں کرتی ہوں۔ تم ذرا خاموش رہو۔''

وہ میگزین اُٹھا کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔ ''میں چپ رہوں گا۔''

وہ ان باپ، بیٹی اور بیٹے کی حقیقت سے واقف تھا کہ وہ سیارے سے آئے ہیں اور خیال خوانی جانتے ہیں۔ ان کا باپ سیارے کا کوئی بہت بڑا عہدے دار ہے۔ پورس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ باٹورارا میں بھگوان کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ ابھی ہم میں سے بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ مجھے اپنے بیٹے کے متعلق معلوم تھا کہ وہ ایشور لال کہلانے والے ایک دولت مند کی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ ممبئی میں رہتا ہے۔

جوجو اسپتال میں تھا۔ شام تک بے ہوش پڑا رہا۔ اس کے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے گئے تھے کہ اسے مر جانا چاہیے تھا مگر ابھی کچھ زندگی باقی تھی۔ جب وہ ہوش میں آیا تو دماغی کمزوری کے باعث یادداشت گم ہوگئی۔ نہ وہ خود کو پہچان رہا تھا، نہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟ وہ کون ہے؟ اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا۔ یہ معلوم

www.pdfbooksfree.pk

کرنے کے لیے اس کے لباس کی تلاشی لی گئی۔ ایک موبائل فون، ہوٹل کے کمرے کی چابی اور کچھ کرنسی برآمد ہوئی۔ فون کے ذریعے جن سے رابطہ ہوتا ہے، ان کے نمبر موبائل فون میں محفوظ رہتے ہیں۔ جوجو نے ان نمبروں کو مٹا دیا تھا۔ صرف پنا بائی اور نمو کے نمبر محفوظ تھے۔ اسپتال والوں نے پنا بائی سے رابطہ کرکے پوچھا۔ ''جس فون سے ابھی رابطہ کیا جارہا ہے، کیا اس فون والے کو تم جانتی ہو؟''

پنا بائی اپنے فون پر وہ نمبر پڑھ کر چونک گئی۔ فوراً ہی بولی۔ ''جانتی ہوں۔ یہ میرا ہونے والا داماد ہے۔ اس سے میری بات کراؤ۔''

اس سے کہا گیا۔ ''یہ شخص دیویکا اسپتال میں ہے۔ فوراً چلی آؤ۔''

جوجو کے پاس جو شناختی کاغذات تھے، ان میں اس کا نام جے پرکاش تھا۔ پنا بائی نے نمو سے کہا۔ ''جے پرکاش اسپتال میں ہے۔ جلدی چلو۔ اس کے پاس سونے کی اینٹوں والا بیگ ہے۔ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ تم اسپتال پہنچتے ہی جے پرکاش کی سیوا کروگی۔ میں وہ بیگ اُٹھا کر اپنے پاس رکھ لوں گی۔''

وہ ماں بیٹی بھاگم بھاگ اسپتال پہنچیں تو پتا چلا، اس کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ وہ کسی کو نہیں پہچان رہا ہے۔ پنا بائی نے اسپتال والوں سے اس کا موبائل فون لیا۔ ہوٹل کے کمرے کی چابی لی پھر کہا۔ ''میں ہوٹل سے اس کا سامان لا رہی ہوں پھر اسے اپنے گھر لے جاؤں گی۔''

نمو نے ماں کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ ''وہ بیگ ہوٹل کے کمرے میں ہوگا اور ہوٹل والے اُصولی کارروائیوں کے بغیر وہاں سے سامان لانے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

پنا بائی نے کہا۔ ''میں سب سمجھتی ہوں۔ وہ خزانے سے بھرا ہوا بیگ پولیس والوں کے ہاتھ بھی لگ سکتا ہے۔ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ وہ بیگ اس طرح لاؤں گی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔''

وہ بیٹی کو جوجو کے پاس چھوڑ کر ہوٹل میں آگئی۔ وہاں آنے جانے والوں کو روکا ٹوکا نہیں جاتا تھا۔ اس نے لفٹ کے ذریعے اُوپر پہنچ کر چابی سے دروازے کو کھولا پھر اندر آکر اسے بند کردیا تاکہ اِدھر سے گزرنے والے یہی سمجھیں کہ کمرا صبح سے بدستور بند ہے۔

وہاں اور کوئی سامان نہیں تھا۔ صرف وہی ایک بیگ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر اپنی تسلی کی۔ اس کے اندر کچھ سونے کی اینٹیں، ہیرے جواہرات اور کچھ انڈین کرنسی تھی۔

اس بیگ میں اتنی دولت تھی کہ اس نے اسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پہلے دروازہ کھول کر ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ کوریڈور ویران تھا۔ اسے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر اسے پہلے کی طرح لاک کرکے ایمرجنسی زینے کے پاس آگئی۔

وہ بڑی گھاگ نائیکہ تھی۔ اتنی ساری دولت لفٹ کے ذریعے لے جا کر کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ زینے سے اترتی ہوئی ہوٹل کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی۔ اس حصے میں ایک آدھ ملازموں نے اسے دیکھا مگر کسی نے کوئی شبہ نہیں کیا۔ اس نے باہر آکر فون کے ذریعے بیٹی سے کہا۔ ''مال ہاتھ آگیا ہے۔ اسے اسپتال لے کر آنا مناسب نہیں ہے۔ میں سیدھی گھر جارہی ہوں۔ تم اسپتال کا بل ادا کرکے جے پرکاش کو لے آؤ۔''

اچھی خاصی دولت ہاتھ لگی تھی۔ وہ جوجو کو برے حال میں چھوڑ سکتی تھی لیکن جب اس کی یادداشت واپس آجاتی تو وہ ان ماں بیٹی کے پیچھے پڑ جاتا۔ اسپتال والے بیان دیتے کہ پنا بائی ہوٹل کے کمرے کی چابی لے کر گئی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ پتا نہیں، اس جے پرکاش کے پاس اور کتنی دولت ہوگی؟ آیندہ وہ اس سے بہت کچھ حاصل کرسکیں گی۔ ایسی بہت سی باتوں کے پیشِ نظر وہ جوجو کو اپنے کوٹھے پر لے آئیں۔

غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تقدیر کا لکھا کس طرح پورا ہوتا ہے؟ کس طرح مقدر بندوں کو بڑی ہیرا پھیری سے اسی مقام پر پہنچا دیتا ہے، جہاں اسے پہنچنا چاہیے۔ میری پوتی انوشے کی پیش گوئی کے مطابق جوجو دور بھاگنے کے باوجود پنا بائی کے کوٹھے پر پہنچ گیا تھا۔

وہ نمو کے بیڈروم میں پڑا ہوا تھا۔ خود کو عارضی طور پر بھول گیا تھا۔ نمو سے پوچھ رہا تھا۔ ''تم کون ہو؟ مجھ لاوارث سے ہمدردی کررہی ہو۔ اپنے گھر لے آئی ہو۔ کیا یہ جانتی ہو کہ میں کون ہوں؟''

نمو نے اسے تھپک کر کہا۔ ''زیادہ نہ سوچو۔ رفتہ رفتہ تمہیں سب کچھ یاد آجائے گا کہ میں تمہاری پتنی ہوں اور تم میرے پتی ہو۔''

ان حالات میں وہ بہت ہی معصوم اور قابلِ رحم ہوگیا تھا۔ اگر ایسا ہی ہوتا، جیسا اب ہوگیا ہے تو ہم کبھی اس سے دشمنی نہ کرتے۔ انسان اسی طرح بے ضرر رہے، اپنی ذات سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے تو دوسرے بھی اسے نقصان نہیں پہنچاتے۔ مشکل یہ ہے کہ ہماری دنیا میں ایک دوسرے کو فائدہ

پہنچانے والی باتوں پر عمل نہیں کیا جاتا۔ صرف اپنا ہی مفاد حاصل کرنے کی دُھن سوار رہتی ہے۔

جوجو نے مجھے جھانسا دینے کے لیے پنا بائی سے کہا تھا کہ وہ آج رات کوٹھے پر آنے والا ہے۔ اس طرح یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں پنا بائی کے ذریعے اس کی تاک میں لگا ہوا ہوں یا نہیں...؟ اور واقعی میں جھانسے میں آگیا تھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ کس وقت کوٹھے پر پہنچ رہا ہے، میں بار بار ان ماں بیٹی کے اندر جاتا رہتا تھا۔ آخر رات کے آٹھ بجے معلوم ہوگیا کہ ہمارا وہ شکار اپنی قربان گاہ پر پہنچ گیا ہے۔

میں کئی بار جوجو کی آواز سن چکا تھا۔ اس کا لب و لہجہ میرے ذہن میں نقش تھا۔ میں چشم زدن میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ خود فراموشی کی حالت میں تھا۔ میں دماغ کے یادداشت والے حصے میں پہنچا ہوا تھا۔ یہ لازمی تھا کہ پہلے اس کا حافظہ دُرست کیا جائے لہٰذا وہاں جو کمزوری تھی۔ میں اسے دور کرنے لگا۔ اس کے حالات اور پچھلے تمام واقعات کو فلم کی طرح اس کی دماغی اسکرین پر چلانے لگا۔

میں ان لمحات میں ایسا ڈاکٹر تھا جو دماغ کے اندر گھس کر ایک مریض کا علاج کررہا تھا پھر وہ کیسے نارمل نہ ہوتا؟ تقریباً بیس منٹ میں اس کی دماغی توانائی بحال ہوگئی۔ اگلی پچھلی تمام باتیں یاد آگئیں اور جب یاد آئیں تو اس نے ایک دم سے گھبرا کر پنا بائی اور نمو کو دیکھا۔ سہم کر بستر سے اُتر کر کھڑا ہوگیا۔ نمو نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟''

اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''میں یہاں کیسے آگیا؟ یہاں میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے ابھی جانا ہوگا۔''

وہ جانے کے لیے آگے بڑھا۔ ان ماں بیٹی نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ ''رُک جاؤ، تم بیمار ہو۔''

وہ انہیں دھکا دے کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا کی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ میں اسے کمزوری کا احساس بھی دلا رہا تھا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اُٹھ نہ سکا۔ وہ ماں بیٹی اسے سہارا دے کر اٹھانے لگیں۔ پنا بائی نے کہا۔ ''اپنی حالت کو سمجھو۔ بیمار اور کمزور ہو۔ ہمارے سوا کوئی تمہارا خیال رکھنے والا اور خدمت کرنے والا نہیں ہے۔ کہیں جانے کی بات نہ کرو۔''

وہ ان کے سہارے چلتا ہوا بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ نمو نے پوچھا۔ ''آخر تمہیں کس سے خطرہ ہے؟ تم گوا میں بھی مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہاں سے بھی جانا چاہتے ہو۔ ہم پر بھروسا کرو۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔''

وہ پریشان ہو رہا تھا۔ کمزوری کے باعث وہاں سے اُٹھ کر جا نہیں سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے بولا۔ ''پتا نہیں، وہ کب میرے اندر گھس آئے گا؟ اس نادیدہ دشمن کو نہ تم دیکھ سکو گی، نہ میری حفاظت کرسکو گی۔''

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ جس ایشورارا کو بھگوان مانتا ہے۔ اس کی بیٹی کو پھانسنے کی حماقت کررہا تھا۔ اس کے نتیجے میں ایسی سزا ملی تھی کہ دماغ پھوڑا بن گیا تھا۔ عارضی طور پر یادداشت کھونے کے باعث ایک اسپتال سے ہوتا ہوا اسی پنا بائی کے کوٹھے پر پہنچ گیا تھا جہاں مجھے ٹریپ کرکے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ میرے لیے گڑھا کھود کر خود اس میں گر پڑا تھا۔

اس کے کمزور دماغ سے یہ اہم بات معلوم ہوئی کہ ایشورارا کون ہے؟ کیا ہے؟ اور ہماری دنیا کو تسخیر کرنے کے سلسلے میں وہی تمام منصوبے بناتا ہے۔ آج کل وہ اسی ارضی دنیا میں ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ ''کیا ایشورارا کے علاوہ سیارے کے اور باشندے بھی اس زمین پر ہیں؟''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''نہیں، ابھی اس دنیا میں ہوں اور ہمارا ایشورارا ہے۔ تمام غیر معمولی مشینیں تباہ ہوچکی ہیں۔ فی الحال سیارے سے کوئی نہیں آئے گا۔ ایشورارا جانتا ہے کہ بعد میں وہاں سے کن لوگوں کو آنا ہے؟ اور کب آنا ہے؟''

اس کی ان باتوں سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ جو شخص کلاونتی اور دلربا کے چکروں میں پڑا ہوا ہے، وہی ان کا بھگوان کہلانے والا ایشورارا ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوجو کے اندر زلزلے پیدا کیے تھے۔ اگر وہ سیارے میں ہوتا تو اس کی سوچ کی لہریں جوجو کے اندر پہنچ نہ پاتیں۔ یہ پورا یقین ہوگیا تھا کہ وہ اسی زمین پر ہے اور انگولا کے کسی شہر یا قصبے میں پہنچا ہوا ہے۔ دوسرے دن دلربا وہاں پہنچنے والی تھی۔

یہ بڑی اہم بات معلوم ہوئی تھی۔ ہم بڑی احتیاط اور حکمتِ عملی سے انگولا میں ایشورارا کو ٹریپ کرسکتے تھے۔ میں نے ایس ایم ایس کے ذریعے ثنا سے کہا۔ ''جسے شکار کرنا چاہتی ہو۔ وہ تمہارا منتظر ہے مگر اسے جان سے نہ مارنا۔''

یہ میسج پڑھتے ہی وہ پنا بائی کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اس کے ذریعے جوجو کی آواز سن کر اس کے دماغ میں آگئی۔ اسے مخاطب کیے بغیر بڑی خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ یہ مزید معلومات حاصل ہوئیں کہ سیارے میں ایشورارا سے اوپر ایک اور گریٹ ایشورارا ہے۔ اسے سیارے والوں

نے کبھی نہیں دیکھا۔ صرف اس کی آواز سنی ہے۔

دی گریٹ ایشورارا نے سیارے والوں سے کہا ہے کہ ابھی جو ایشورارا ان کے درمیان ہے وہی اپنے گریٹ ایشورارا کا نمائندہ ہے اور وہ بہت جلد بانوراما کے باشندوں کو ارضی دنیا میں لے جائے گا پھر وہ ایسی دنیا پر حکومت کریں گے جہاں رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں، لذیذ پھل، میوے، چاول، گندم اور طرح طرح کی لذیذ چیزیں کھانے کو ملتی ہیں۔ ازدواجی زندگی گزارنے اور خوبصورت نسل بڑھانے کے لیے حسین عورتیں حاصل ہوتی ہیں۔

جوجو کے خیالات پڑھ کر اندر کی باتیں معلوم ہو رہی تھیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ گھبرا کر بولا۔ ''یہ... یہ میرے اندر کون سانسیں لے رہا ہے؟''

وہ لیٹا ہوا تھا۔ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ نمو اور پنا بائی سے کہنے لگا۔ ''وہ شاید... وہ آگیا ہے؟ میرے اندر سے سانسیں نکالنے آیا ہے۔ نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے سیارے میں واپس جانے دو۔''

میں ہنسنے لگا۔ ہنسنے سے خون بڑھتا ہے مگر اس کا خون خشک ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ''تیرا سیارہ پتا نہیں کتنی بلندی پر ہے؟ تجھے تو اس بلندی سے بھی اُوپر جانا ہے۔''

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔ ''مسٹر فرہاد! میں جانتا ہوں' یہ تم ہی ہو۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ میں تمہارا تابع دار بن کر تمہارے بہت کام آتا رہوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''تیری تمام غیر معمولی مشینیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ان مشینوں کے بغیر تُو اتنا بے بس ہو گیا ہے کہ اپنے کام نہیں آسکتا، میرے کیا کام آئے گا؟''

وہ سمجھ گیا کہ موت ٹلنے والی نہیں ہے۔ اسے چپ لگ گئی۔ وہ خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا۔ ''تیرے ایشورارا اور دی گریٹ ایشورارا نے اپنے دو باشندوں کا انجام دیکھ لیا ہے۔ اب انہیں اپنے پاس بلاتا کہ وہ تیرا انجام بھی دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ زمین والے لوہے کا چنا ہیں۔ وہ ہمیں آئندہ بھی چبانا چاہیں گے تو ان کے دانت اسی طرح ٹوٹتے رہیں گے۔''

اس نے میری مرضی کے مطابق فون کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا۔ اس نے غصے سے پوچھا۔ ''کتے! تُو ابھی زندہ ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں نہیں جانتا' کیسے زندہ ہوں؟ تُو نے تو مار ہی ڈالا تھا لیکن مقدر سے مجھے۔ سانسیں مل رہی ہیں۔''

''تجھے میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟''

''مجھے فرہاد نے بتایا ہے۔''

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''کیا بکواس کرتا ہے؟ اسے میرا فون نمبر کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟''

''وہ میرے اور تیرے بارے میں پتا نہیں' کیا کچھ جانتا ہے؟ اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہا ہے۔''

وہ شدید حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ ''کیا وہ تیرے اندر پہنچا ہوا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ہاں، میں اس کے دماغ میں ہوں۔ اپنے سیارے میں اَن داتا اور بھگوان کہلانے والے تُو اپنی اہم قیمتی مشینوں کو تباہی سے نہ بچا سکا۔ زمین پر آنے والے تیرے دو ماتحت مارے گئے۔''

وہ بولا۔ ''مجھے طعنے نہ دے۔ تُو نے میری لاعلمی میں یہ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔''

''ابھی تو تُو بے خبر نہیں ہے۔ تیرا یہ اہم کارندہ مرنے والا ہے۔ تُو بھگوان ہے تو اسے بچالے۔''

وہ بولا۔ ''آج اس کی موت کا وقت مقرر ہے۔ اس لیے میں اسے نہیں بچاؤں گا۔''

''ایشورارا...! کیا یہ بھول گیا ہے' تُو نے جوجو کے ذریعے میری موت کا وقت مقرر کیا تھا۔ تیری مقرر کردہ موت مجھے نہیں آئی۔ عین وقت پر میرے خدا نے مجھے بچالیا۔ تُو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو ابھی جوجو کو بچا کر لے جا۔ یہ ثابت کردے کہ تُو سیارے والوں کا خدا ہے۔''

''مجھے یہ ثابت کرکے تجھ سے کوئی تمغا حاصل نہیں کرنا ہے۔ اس کم بخت کو تو میں خود ہی مارنا چاہتا تھا۔ اب یہ تیرے ہاتھوں مر رہا ہے تو مر ہی جائے۔ میں فون بند کررہا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''ایک آخری بات سن لے۔ میری حکمتِ عملی مجھے یقین دلا رہی ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر تُو بھی جوجو کی طرح میرے شکنجے میں آکر ایسی بے بسی کی موت مرنے والا ہے۔''

یہ کہتے ہی میں جوجو کے اندر مسلسل زلزلے پیدا کرنے لگا۔ وہ تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا۔

جو ایمان کے سچے اور اعتقاد کے پکے ہوتے ہیں، وہی سمجھتے ہیں کہ روحانیت اور قدرتِ خداوندی کیا ہوتی ہے؟ جو بھی اچھے برے واقعات پیش آتے ہیں ان کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہوتا ہے۔ میری پوتی نے ایسا ہی ایک مقررہ وقت مجھے بہت پہلے بتا دیا تھا۔

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

www.pdfbooksfree.pk

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

جوانا لائبریری بستی اللہ بخش
بیلے والہ تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو اہتر ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ
نہیں چکھا وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا
جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے
قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ
رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو
خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون
میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

جو جو کے آخری وقت میں ثنا اس کے اندر تھی۔ اس نے خیالات پڑھ کر سیارے اور ایشورارا کے متعلق بہت سی اہم معلومات فراہم کی تھیں۔ سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی تھی کہ سیارے میں بھگوان کہلانے والا ایشورارا آج کل ہماری دنیا میں مصروف ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس بھگوان کا بھی ایک بھگوان ہے جو گریٹ ایشورارا کہلاتا ہے۔ اس نے موجودہ ایشورارا کو سیارے میں اپنا نمایندہ بنایا تھا اور اب اسے زمین پر نمایندگی کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ یہاں بانو راما سیارے والوں کی حکومت قائم کر سکے۔

یہ راز بھی کھل گیا تھا کہ جو شخص کلاونتی اور دلربا کے چکر میں پڑا ہوا ہے، وہی ایشورارا ہے جو آیندہ نام نہاد خدائی دعووں کے ساتھ ہم سے ٹکرانے والا ہے۔ ابھی اس حد تک معلوم ہوا تھا کہ وہ انگولا میں ہے۔ دلربا اس سے ملنے دوسری صبح کی فلائٹ سے وہاں جانے والی تھی۔ ہم محتاط رہ کر یہ معلوم کر سکتے تھے کہ انگولا میں ایشورارا کی مصروفیات کیا ہیں؟

ابھی ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کس طرح محاذ آرائی کر رہا ہے؟ وہ روحانی قوتوں کو کمزور کرنے کے لیے جوگی مہاراج اور فادر جوزف سے مل چکا تھا۔ ان بزرگوں نے اسے صاف اور سیدھا جواب دیا تھا کہ وہ اس ادارے کے خلاف اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔

آیندہ ہمیں یہ معلوم ہونے والا تھا کہ وہ ایک اور آتما شکتی جاننے والی کاہنہ سے ملنے انگولا گیا ہے۔ فی الوقت ثنا بہت خوش تھی کہ جو جو مارا گیا ہے اور وہ ایشورارا کو ٹریپ کرنے کے لیے دلربا کو اپنی آلہ کار بنائے رکھے گی۔ اس سلسلے میں وہ مجھ سے رابطہ کرنے والی تھی۔ اسے اب تک جو جو کی تلاش تھی۔ اس کی تلاش میں اس نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سوچ رہی تھی، پہلے ڈائننگ ہال میں جا کر ڈنر کرنا چاہیے یا مجھ سے رابطہ کرنا چاہیے؟

میں نے ایسے وقت ایس ایم ایس کے ذریعے کہا۔ ”مبارک ہو! سیارے کا تیسرا اہم شخص جہنم میں پہنچ گیا ہے۔“

اس نے لکھا۔ ”تم مبارکباد کے زیادہ مستحق ہو۔ تم ہی نے اسے عبرتناک انجام تک پہنچایا ہے۔“

میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے نہیں... تمہارے فرہاد صاحب نے اس دشمن کو ٹھکانے لگایا ہے، جس نے انہیں عارضی موت کا ڈراما پیش کرنے اور روپوش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔“

اس نے لکھا۔ ”جو جو مر چکا ہے۔ اب روپوشی ضروری نہیں ہے۔ اب تو مان لو... تم میرے فرہاد ہو۔“

”جب فرہاد صاحب تم سے ملیں گے تب تمہیں یقین ہوگا کہ میں صرف ایک انفارمر ہوں اور اس وقت بھی ایک اہم اطلاع دینے آیا ہوں۔“

”یہ تو میں مانتی ہوں، تم انفارمر کی حیثیت سے بڑی اہم اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہو۔ اب نئی اور اہم اطلاع کیا ہے؟“

”یہ ہے کہ جو جو کی موت کے بعد مسٹر فرہاد کو روپوش نہیں رہنا چاہیے۔ کم از کم تم سے ملنا چاہیے مگر وہ نہیں ملیں گے۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”کیوں نہیں ملیں گے؟“

”یہ معلوم ہوا ہے کہ تم دشمنوں کی نظروں میں آ گئی ہو۔ کوئی شخص تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”میری نگرانی؟ میں کسی کی نظروں میں کیسے آ سکتی ہوں؟“

”سیارے سے آنے والوں کو بھی یہ یقین تھا کہ وہ کسی کی نظروں میں نہیں آئیں گے مگر آ گئے اور موت کے گھاٹ چڑھ گئے۔“

اس نے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے لکھا۔ ”کیا میری نگرانی کرنے والا اس ہوٹل میں ہے؟“

”ہو سکتا ہے، تمہیں اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔“

”میں ابھی ڈائننگ ہال میں جا رہی ہوں۔ اسے تاڑنے کی کوشش کروں گی۔“

”میرا مشورہ ہے، کمرے سے باہر نہ جاؤ۔ کھانا یہیں منگوالو۔ میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جیسے ہی وہ نظروں میں آئے گا، میں تمہیں انفارم کروں گا۔“

اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ میں نے تھوڑی دیر بعد رابطہ کر کے پوچھا۔ ”کیا کر رہی ہو؟“

اس نے جواباً لکھا۔ ”کھانے کا انتظار کر رہی ہوں۔ کیا وہ نظروں میں آ گیا ہے؟“

”ہاں، ایک شخص پر شبہ ہو رہا ہے۔ میں تصدیق کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔“

میں ایس ایم ایس کا رابطہ ختم کرتے ہوئے اس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دستک کی آواز سنی۔ دروازے کے قریب آ کر پوچھا۔ ”کون ہے؟“

میں نے کہا۔ ”روم سروس میم...!“

وہ بہت محتاط تھی۔ آواز سنتے ہی میرے دماغ میں آ گئی۔ میری سوچ نے اسے بھٹکایا کہ میں ہوٹل کا ملازم ہوں۔ کھانا لے کر آیا ہوں۔ اس نے مطمئن ہو کر لاک کو ہٹایا۔ میں نے اسی لمحے میں ایک جھٹکے سے دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جوابی حملہ نہ کر سکی۔ غصے سے بولی۔ ”کون ہو تم...؟“

میں نے مسکرا کر کہا۔ ”تم میرے اندر آ کر معلوم کر چکی ہو۔ میں بے چارہ ہوٹل کا ایک ملازم ہوں۔ تمہاری جوانی سے کھیلنے آیا ہوں۔“

اس نے چونک کر میرے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

میں اس کے جھانسے میں آ گیا۔ ایک ذرا گردن گھما کر دیکھا تو اس نے میرے ہاتھ پر ایک کک ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ اس کی دوسری لات میرے سینے پر پڑنے والی تھی۔ میں نے وہ ٹانگ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ کھنچی چلی آئی۔ میرے بازوؤں کے شکنجے میں پھنس گئی۔

وہ نجات پانے کے لیے زور آزمائی کر سکتی تھی۔ یا کوئی داؤ آزما سکتی تھی لیکن وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ خود کو میرے حوالے کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے پہچان گئی ہے اور اپنا چہرہ میرے چہرے کی طرف اٹھا کر اپنے سلگتے ہوئے سرخ ہونٹ پیش کر رہی ہے۔ میں انہیں چومنے کے لیے ذرا جھک گیا۔ ایسے ہی وقت میرے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے میرے پیٹ میں کہنی ماری تھی۔ میں تکلیف کی شدت سے دُہرا ہونے لگا۔

ایک طویل مدت کے بعد ایک انوکھے انداز میں اس سے ملنا چاہتا تھا مگر ایسا ہنی مون بڑا مہنگا پڑ رہا تھا۔ وہ ذہانت اور ایکشن میں تقریباً سونیا جیسی تھی۔ آسانی سے تو کیا، مشکل سے بھی قابو میں نہیں آتی تھی۔ اب وہ میرے منہ پر گھونسا مارنا چاہتی تھی۔ میں نے جھک کر خود کو بچایا پھر اسے کاندھے پر اٹھا کر بیڈ پر لا کر پھینک دیا۔ اس کے اُٹھنے سے پہلے ہی میں اُچھل کر اس پر آ گیا۔ وہ اِدھر اُدھر سے نکلنے کی کوششیں کرنے لگی۔ اس بار میں نے اس طرح جکڑ لیا تھا کہ وہ کوئی داؤ یا ہتھکنڈا آزمانے میں ناکام ہو رہی تھی۔

وہ پھر ڈھیلی پڑتے ہوئے بولی۔ ”تم زبردست ہو۔ میں ہار مانتی ہوں۔ مجھے ذرا دم لینے دو۔ میری جوانی سے کھیلنے آئے ہو تو ذرا آرام سے کھیلو۔ اب میں تمہاری ہر بات مانتی رہوں گی۔“

میں نے کہا۔ ”اور اب میں تمہارے جھانسے میں آنے والا نہیں ہوں۔ میری دلیری کی داد دو۔ یہاں آنے سے پہلے تمہیں ایس ایم ایس کے ذریعے انفارم کر چکا تھا کہ کوئی تمہاری تاک میں ہے۔“

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر پوچھا۔ ”کیا وہ ایس ایم ایس تم نے کیا تھا؟ لیکن وہ تو میرا ایک مہربان انفارمر ہے جو...“

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ ”وہ مہربان میں ہی ہوں۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے انفارمر بن کر تمہارا دل جیتتا رہا۔ آج تمہاری جوانی کو جیتنے آیا ہوں۔“

وہ مجھے بڑی توجہ سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”کیا سچ کہہ رہے ہو؟ تم وہی انفارمر ہو؟“

ایسا کہتے ہوئے اس نے اپنا منہ میری گردن سے لگا دیا۔ میں پسینے سے بھیگ رہا تھا۔ اس نے ایک آدھ بار گہری سانسیں لیں پھر یکبارگی قہقہہ لگاتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ ”ہائے فرہاد...! یہ تم ہو؟ ہاں، تم ہو۔ میں پہلے ہی پسینے کی بو پر توجہ دیتی تو تمہارے فریب نہ آتی۔ ہائے... کیسے انوکھے انداز میں وصال کی مسرتیں دے رہے ہو؟“

پہلے میں اسے شکنجے میں لے رہا تھا۔ اب وہ جونک کی طرح چمٹ گئی تھی۔ خوشی کے مارے روتی جا رہی تھی، ہنستی جا رہی تھی اور اپنی ایک ایک سانس میں مجھ پر قربان ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

ایشورارا کی پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔ جو جو کی موت نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ میں آیندہ بھی سیارے سے آنے والوں کی تاک میں رہوں گا اور انہیں زندہ سلامت واپس جانے نہیں دوں گا۔ اس کے لیے اب یہ ضروری ہو گیا تھا کہ جلد سے جلد غیر معمولی مشینیں تیار کرے جبکہ ان کی تیاری میں اچھا خاصا وقت لگنے والا تھا۔ وہ آسانی سے کم وقت میں تیار نہیں ہو سکتی تھیں اور جب تک وہ تیار نہ ہوتیں تب تک اس نے قسم کھائی کہ مجھے چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔

ہماری دنیا میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جو عورتوں سے خاص دلچسپی نہیں رکھتے۔ برہم چاری ہوتے ہیں۔ اپنی پوری زندگی عورتوں سے دور رہ کر گزار دیتے ہیں۔ بانو راما سیارے میں بھی ایسے کئی لوگ تھے۔ ایشورارا نے طے کیا کہ ایسے ہی شہزور اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کو میرے مقابلے پر لائے گا۔

یہ تلخ حقیقت اس کے سامنے تھی کہ اس کے تین اہم کارندے جو جو، گوا گوا اور جانانا عورتوں کی طلب میں حرام موت مارے گئے تھے۔ اب عقل یہ سمجھا رہی تھی کہ عورتوں سے بیزار رہنے والے شہزور ہی ارضی دنیا میں آ کر کامیاب رہ

سکیں گے۔
ایسے شہزوروں کو تلاش کرنے اور نئی مشینری کی تیاری کے لیے سیارے پر جانا ضروری تھا۔ اس وقت وہ انگولا کے شہر گوانزا میں تھا۔ اس کی اگلی منزل وہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ ادھر ایک جنگل میں ہزاروں سال پرانا ایک مندر تھا۔ جہاں ایک آتما شکتی رکھنے والی کاہنہ رہتی تھی۔ اس کے اتنے قریب آ کر ملاقات کیے بغیر سیارے پر واپس جانا مناسب نہ ہوتا۔ جوگی مہاراج اور فادر جوزف نے مایوس کیا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ پراسرار کاہنہ اس کی مرادیں ضرور پوری کرے گی۔

ان حالات میں اس نے فیصلہ کیا کہ کاہنہ سے ملاقات کرنے، اس سے دوستی اور اس کا تعاون حاصل کرنے کے بعد ہی سیارے کی طرف کوچ کرے گا پھر وہاں سے ازسرنو بھرپور تیاریوں کے ساتھ جلد ہی واپس آئے گا۔ فی الحال وہ منصوبے ہی بنا سکتا تھا۔ ان پر عمل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا پھر بیٹی اور بیٹے کے سلسلے میں بھی ذمے داریاں تھیں۔ وہ ان دونوں سے رابطہ رکھتا تھا اور ان کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔

اس بار بھی وہ اپنی اولاد کی خبر رکھنے کے لیے پہلے ماورا کے دماغ میں آیا۔ اس نے سوچا تھا کہ پہلے چپ چاپ بیٹی کے خیالات پڑھے گا پھر اسے مخاطب کرے گا لیکن وہاں پہنچتے ہی فوراً واپس چلا آیا۔ اس کی بیٹی اور پورس کا جذباتی سین چل رہا تھا۔ وہ بری طرح جھینپ کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔

پہلی بار اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ بیٹی جوان ہے' دروازے پر دستک دیے بغیر اس کے کمرے میں نہیں جانا چاہیے۔ کجا یہ کہ اس کے دماغ میں گھس آیا تھا۔ اب بری طرح شرمندہ ہو رہا تھا اور یہ سوچ کر غصہ بھی آ رہا تھا کہ میں اس کا جانی دشمن ہوں اور میرا بیٹا اس کی بیٹی کی زندگی میں بڑی گہرائی تک اتر چکا ہے۔

اس کے لیے یہ تضاد ناقابلِ برداشت تھا کہ ایک طرف ہمارے درمیان مار ڈالنے یا مر جانے کی حد تک دشمنی تھی' دوسری طرف ہمارے بچے محبت اور دوستی بڑھا رہے تھے۔ وہ اپنے بیٹے دامودر کے اندر آ کر غصے سے بولا۔ ''پورس کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا گیا تھا لیکن ماورا نے اسے سر چڑھا لیا ہے۔ کیا تم ان دونوں کے افیئر سے بے خبر ہو؟''

اس نے کہا۔ ''نو پاپا! میں جانتا ہوں' وہ ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔''

''ایک غلام سے چاہت کیسی؟ اسے تو ٹھوکروں میں رکھنا چاہیے۔''

''پتا نہیں پاپا! اس میں کیا بات ہے؟ وہ ایسا زندہ دل ہے' اتنا اچھا ہے کہ دشمن کو بھی دوست بنا لیتا ہے۔ مجھ سے بھی بڑی اچھی دوستی ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ جب فرہاد کی کمر توڑنے کے لیے میں تمہیں حکم دوں گا کہ پورس کو گولی مار دو تو کیا اس وقت بھی تم دوستی نبھاؤ گے؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''اوہ، پاپا! ہمیں مشکل میں نہ ڈالو۔ اگر دشمنی کرنی تھی تو پورس کو ہمارے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہ رکھا ہوتا۔ میں کیسے سمجھاؤں' وہ میرے اور ماورا کے دل میں جگہ بنا چکا ہے۔ اگر ہم سے کہا جائے کہ اسے چھوڑ کر سیارے پر واپس چلے جائیں تو ہم کبھی نہیں جائیں گے۔''

اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''ہوں، تم اس کے لیے ایسے جذبات رکھتے ہو تو ماورا ایک لڑکی ہے۔ وہ تو اور زیادہ جذباتی اور دیوانی ہو چکی ہو گی۔ کیا تم جانتے ہو' اس نے اپنے باپ کا سر جھکا دیا ہے؟ میری ناک نیچی کر دی ہے۔''

''وہ کیسے پاپا...؟''

''اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ میں نے تم بہن بھائی کو جوانی کے اندھے کھیل سے باز رکھنے کے لیے فرشتہ بنا دیا تھا۔ تمہارے دماغوں سے گناہ کا کھیل کھیلنے والے تمام جذبات مٹا دیے تھے۔''

اس نے پوچھا۔ ''یہ گناہ کا کھیل کیا ہوتا ہے پاپا...!''

''یہ کھیل مرد کو اُلّو بنا کر عورت کو اس پر حاوی کر دیتا ہے لیکن میرے گھر میں یہ کھیل اُلٹا ہو گیا ہے۔ میری بیٹی نے اُلّو بن کر ایک مرد کو اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں' ماورا نے اپنا بدن اس کے حوالے کر دیا ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''بدن کیسے حوالے کرتے ہیں پاپا...!''

وہ بے بسی سے ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ''تم عشق و محبت کے جذبات کو سمجھ سکتے ہو مگر اس سے آگے کی باتیں نہیں سمجھتے۔''

''پلیز، تم سمجھا دو۔''

''دیکھو بیٹے! میں نے تاکید کی تھی' کبھی کسی کے سامنے کپڑے نہ اُتارنا۔ یہ ننگا پن ہوتا ہے۔ کیا تم ایسی غلطی کرتے ہو؟''

''نو پاپا! میں نے کبھی ایسی غلطی نہیں کی ہے۔''

''تمہاری بہن ایسی ہی غلطی کر رہی ہے۔ پتا نہیں' میری تعلیم و تربیت کو کیسے بھول گئی ہے؟''

''ہم تمہیں بہت چاہتے ہیں پاپا! تم جتنا کہتے ہو' اُتنا ہی کرتے ہیں۔ اس سے آگے کچھ نہیں کرتے۔ اگر

تمہاری تربیت کے خلاف ایسا کچھ کر رہی ہے تو یہ اس کی بھول ہے۔ میں اسے سمجھاؤں گا۔''

وہ سوچنے لگا۔ ''جب میں باپ ہو کر نہ سمجھا سکا تو بیٹا کیا سمجھائے گا؟ یہ ازلی حقیقت ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ جب اس کے پر نکلتے ہیں تو وہ پرواز کرتے وقت بزرگوں کی نصیحتوں کو بھول جاتی ہے۔ کسی دن یہ بیٹا بھی کسی حسینہ کے آگے میرا پڑھایا ہوا سبق بھول جائے گا۔''

وہ کبھی کبھی بیٹی اور بیٹے کے چور خیالات پڑھتا رہتا تھا۔ اب تک یہی اطمینان تھا کہ وہ عشق و محبت کو محض دور کی دوستی سمجھتے ہیں۔ دوستی میں کسی کے قریب جانے کی خواہش ان میں پیدا نہیں ہوتی۔ اس کا بیٹا کتنی ہی لڑکیوں سے ملتا تھا' گھوما کرتا تھا' ان کے ساتھ تفریح کے لیے جاتا تھا۔ اس حد سے آگے بڑھنے والیوں سے صاف کہہ دیتا تھا۔ ''اگر ننگے پن کی باتیں کرو گی تو دوستی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔''

وہ لڑکیاں اسے کھٹا انگور کہہ کر دوسرے بوائے فرینڈز کی طرف چلی جاتی تھیں۔ ایشورارا نے سوچا۔ ''بیٹی میری توقع کے خلاف بہک گئی ہے۔ کیا بیٹا بھی جانے انجانے میں کہیں بہک رہا ہے؟''

وہ دامودر کے خیالات پڑھنے لگا تب یہ انکشاف ہوا کہ وہ شبانہ نامی ایک لڑکی سے اس قدر متاثر ہے کہ اسے دل و جان سے چاہنے لگا ہے لیکن اس کی چاہت نادان بچوں جیسی ہے۔ وہ شبانہ کے ساتھ ہنستا' کھیلتا اور دن رات اس کے قریب رہنا چاہتا ہے۔ ایسی قربت کی خواہش میں کوئی حیوانی ہوس نہیں ہے۔

یوں بیٹے کی طرف سے اطمینان ہوا کہ اس کی جوانی میں ابھی بچپنا ہے لیکن وہ کسی شبانہ پر بھروسا نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی بھی عورت اس کی خلوت میں پہنچ کر اس بچے کو ہڑبڑا کر جوان بنا سکتی تھی۔

اس نے بیٹے سے پوچھا۔ ''یہ شبانہ کون ہے؟''

وہ خوش ہو کر بولا۔ ''او پاپا...! تم نے اس کا نام لیا ہے تو میری نگاہوں کے سامنے پھول کھلنے لگے ہیں۔''

''میں پوچھتا ہوں' وہ کون ہے؟''

''ایک بہت ہی سندر لڑکی ہے۔ جتنی سندر ہے' اتنی ہی معصوم اور بھولی بھالی ہے۔ اسے دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ یہ ارضی دنیا واقعی بہت خوبصورت ہے۔''

''بیٹے! عورت کی خوبصورتی ہمیشہ فریب دیتی ہے۔''

''او نو پاپا...! وہ عورت نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی لڑکی ہے۔ یہی کوئی بارہ تیرہ برس کی ہو گی۔''

وہ حیرت سے تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''کیا...؟ اتنی چھوٹی بچی...؟ ارے نالائق! کیا اسے گود میں بٹھا کر فیڈر سے دودھ پلائے گا؟''

''اب وہ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے۔ میں چھ فٹ سے کچھ کم ہوں۔ وہ قد آور ہے۔ میرے کاندھے تک آتی ہے۔''

''ایسی قد آور لڑکی جوان ہو گی تو تم اس کے کاندھے تک آؤ گے۔''

''کوئی بات نہیں، میں چاہتا ہوں وہ صرف مجھ سے نہیں ساری دنیا سے قد آور ہو جائے۔ سب اسے سر اٹھا کر دیکھیں۔ سب کی گردنیں ٹیڑھی ہوتی رہیں۔''

باپ نے پوچھا۔ ''اس لڑکی کے لیے بس یہی آرزو ہے یا اور بھی کوئی خواہش ہے؟ تمہارے چور خیالات سے پتا نہیں چل رہا ہے۔ تم کس قسم کے عاشق ہو؟ آخر اس لڑکی کے متعلق کچھ تو ارادے ہوں گے کہ آگے چل کر کیا کرنا ہے؟''

''کچھ سوچا ہے نہ کوئی ارادہ ہے۔ وہ جو کہے گی' وہی کرتا رہوں گا۔ اسے دنیا جہان کی مسرتیں دیتا رہوں گا۔''

''تم اندیشے پیدا کر رہے ہو۔ مجھے لگتا ہے' وہ جادو جانتی ہے یا اس کے پیچھے کوئی جادو جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ ہمارا دشمن فرہاد بھی ہو سکتا ہے۔ وہ روحانی علوم جاننے والے بابا صاحب کے ادارے کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے پاپا...! وہ ایک انڈین مسلمان لڑکی ہے۔ فلمی ہیروئن بننے کے شوق میں ماں باپ کا گھر چھوڑ کر ممبئی آئی ہے۔''

''تم زیادہ وکالت نہ کرو۔ مجھے اس کے اندر پہنچاؤ۔ میں چور خیالات پڑھ کر اس کی حقیقت معلوم کروں گا۔''

امودر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا الوشے کے اندر پہنچا۔ وہ کلام پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ اس کی روحانی قوت نے بتایا کہ... دو افراد کی سوچ کی لہریں اس کے اندر ہیں۔ وہ یہ سوچتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ گئی کہ تلاوت ہو چکی ہے۔ اب کھانا اپنے کمرے میں منگوانا چاہیے۔

دامودر نے اسے مخاطب کیا۔ ''ہائے شبانہ! تمہارے سامنے کوئی کتاب نہیں تھی پھر تم کیا پڑھ رہی تھیں؟''

''میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی۔ یہ مقدس کتاب سیکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ میں نے اسے حفظ کیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف میرے ذہن میں نقش ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا۔ ''کمال ہے! سیکڑوں صفحات کی کتاب تمہیں زبانی یاد کیسے ہو گئی؟''

''یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ بے شمار مسلمان قرآن مجید کے

حافظ ہیں۔ وہ سب میری طرح کتاب سامنے رکھے بغیر پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ، ابھی کیسے آنا ہوا؟“

”تم ابھی کی بات پوچھ رہی ہو۔ میرا دل تو چاہتا ہے، تمہارے پاس آؤں تو کبھی واپس نہ جاؤں۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ”تم بہت اچھے دوست ہو۔ جسٹ آ منٹ۔ میں ابھی کھانے کا آرڈر دے رہی ہوں پھر بات کروں گی۔“

انوشے نے چشم زدن میں دامودر کے اندر پہنچ کر معلوم کرلیا کہ اس کا باپ ایشورارا اس کے اندر پہنچا ہوا ہے اور چور خیالات پڑھ کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ انجان بن کر فون کے ذریعے کھانے کا آرڈر دینا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے بولی۔ ”دامودر! کیا تم نے کھالیا ہے؟“

وہ بولا۔ ”ابھی ذرا مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کھاؤں گا۔“

وہ ریسیور رکھتے ہوئے بولی۔ ”میں بھی تھوڑی دیر بعد کھاؤں گی۔ تم یہاں چلے آؤ۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ”دراصل میرے پاپا کا فون آنے والا ہے۔ میں انتظار کررہا ہوں۔ پتا نہیں، کتنی دیر ہو جائے گی؟ تم کھالو۔ میں جلد ہی آنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

”تم جلدی آؤ یا دیر سے۔ میں بھوکی رہوں گی۔ تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گی۔“

وہ بڑی معصومیت سے محبت اور لگاوٹ ظاہر کررہی تھی اور وہ نہال ہورہا تھا۔ ایشوراراکو اس کے خیالات پڑھ کر وہی معلوم ہوا جو دامودر اسے بتا چکا تھا۔ اس نے چپ چاپ خیالات پڑھتے ہوئے انوشے عرف شبانہ کے والدین کے نام اور نئی فون نمبرز معلوم کیے پھر بیٹے کے اندر آ کر کہا۔ ”میں ابھی فون کے ذریعے اس کے ماں باپ کی آوازیں سنوں گا پھر ان کے بھی خیالات پڑھوں گا تب مجھے اطمینان ہوگا۔“

وہ بولا۔ ”پاپا! آپ کچھ بھی کرتے رہیں۔ اب مجھے اجازت دیں۔ شبانہ میرے انتظار میں بھوکی ہے۔ میں اس کے پاس جارہا ہوں۔“

”تمہاری یہ دیوانگی مجھے کھٹک رہی ہے۔ اس نے لبھانے کے انداز میں کہہ دیا کہ تمہارے انتظار میں بھوکی رہے گی اور تم ریشہ خطمی ہوگئے۔“

”پاپا...! اس کا انداز لبھانے والا نہیں تھا۔ وہ ایسے ہی سیدھے سادے انداز میں بولتی ہے۔ اس کی کسی بھی بات میں ایک ذرا بھی بناوٹ ہوتی تو میں سمجھ لیتا۔ پلیز، اپنے بیٹے کو نادان نہ سمجھو۔“

”کسی عورت کے چکر میں پڑنے والا سب سے پہلے سمجھداری سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔“

”وہ عورت نہیں ہے۔ کیا اس کے خیالات نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ایک بے ضرر سی بچی ہے؟ پلیز، مجھ پر بھروسا کرو۔ میں اس سے دھوکا نہیں کھاؤں گا۔“

”جب تک میں اس کی حقیقت معلوم نہیں کروں گا تب تک تم پر بھروسا بھی نہیں کروں گا اور تمہیں اس کے پاس جانے بھی نہیں دوں گا۔“

ماؤرا ایک بیڈروم میں پورس کے ساتھ تھی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے بھائی سے بات کرنے اس کے دماغ میں آئی تو دامودر نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ ایشورارا پہلے سے وہاں موجود تھا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ باپ کو اپنی بیٹی اور پورس کے تعلقات کا پتا چل گیا ہے۔ آیندہ وہ بیٹی کا محاسبہ کرنے والا ہے۔

وہ پورس کو بتانے لگی کہ ڈرائنگ روم میں باپ بیٹے کے درمیان کیا باتیں ہورہی ہیں؟ آیندہ ماؤرا کا تو صرف محاسبہ ہوگا مگر پورس پر بڑا سخت عتاب نازل ہونے والا ہے پھر ماؤرا نے پورس کو بتایا کہ ایک لڑکی شبانہ کے سلسلے میں دامودر کا محاسبہ کیا جارہا ہے۔ ایشورارا ان کے درمیان دیوار بن گیا ہے۔ بیٹے سے کہہ رہا ہے کہ جب تک شبانہ کی حقیقت معلوم نہیں کرے گا تب تک اس لڑکی سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا۔

پورس نے ماؤرا کو اپنی طرف کھینچ کر بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا۔ ”سالا مصیبت میں ہو تو اس کی مدد کرنا بہنوئی کا فرض ہوتا ہے۔“

وہ بولی۔ ”تم اس کی مدد کرنے جاؤ گے تو پاپا تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔“

”میں تو باہر جارہا ہوں۔ تم دامودر کے پاس جا کر کہو، میں تھوڑی دیر پہلے باہر گیا تھا۔ میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ میں فون کے ذریعے تمہیں یہ بتا کر بے ہوش ہوگیا ہوں کہ حادثہ رام مندر کے سامنے ہوا ہے۔“

”میں سمجھی نہیں، اس طرح دامودر کا کیا فائدہ ہوگا؟“

”دامودر میری مدد کرنے کے لیے یہاں سے باہر جاسکے گا اور ہم اسے اس کی شبانہ تک پہنچا سکیں گے۔“

”تم یہ بھول رہے ہو کہ پاپا تمہارے دماغ میں پہنچیں گے اور فوراً معلوم کرلیں گے کہ... حادثہ ہوا ہے اور نہ تم بے ہوش ہو۔“

پورس نے کہا۔ ”میری جان! صرف وہی نہیں۔ تم بھی میرے اندر آؤ گی تو مجھے بے ہوش پاؤ گی۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”کیا تم سچ مچ بے ہوش ہو جاؤ گے؟“

”تم اپنا من دے سکتی ہو۔ تن دے سکتی ہو تو میں تمہارے بھائی کے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔ فی الحال صرف بے ہوش ہونا ہے۔ تم جاؤ، بحث نہ کرو۔“

”تم دامودر کی مشکل آسان کرنے کے لیے مجھے مشکل میں ڈالنا چاہتے ہو۔ میں وہاں ڈرائنگ روم میں جاؤں گی تو پاپا میرا محاسبہ کرنے لگیں گے۔“

”ان سے ڈرنا فضول ہے۔ وہ آج نہیں تو کل۔ ابھی نہیں تو پھر کبھی تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے لہٰذا بھائی کی خاطر ابھی یہ سختی جھیلنے کے لیے جاؤ۔“

وہ پچھلے دروازے سے کوٹھی کے باہر آگیا۔ دامودر ڈرائنگ روم میں تنہا بیٹھا خیال خوانی کے ذریعے باپ سے ناراضگی ظاہر کررہا تھا۔ اپنی شبانہ کے پاس جانے کی ضد کررہا تھا۔

ماؤرا نے وہاں آ کر پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”دامودر! غضب ہوگیا۔ فوراً اُٹھو، رام مندر کے سامنے پہنچو۔ وہاں پورس کو حادثہ پیش آیا ہے۔ وہ فون پر مجھے اطلاع دیتے ہی بے ہوش ہوگیا ہے۔“

ایشورارا نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ”اچھا، تو تم سہاگ رات منا کر آرہی ہو۔ بے شرم...! کیا یہ نہیں جانتیں کہ وہ ہمارے دشمن کا بیٹا ہے؟“

وہ بولی۔ ”پلیز پاپا! پہلے پورس کی مدد کرنے دو۔ دامودر! کھڑے کیا ہو؟ فوراً جاؤ۔“

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر جانے لگا۔ ایشورارا نے کہا۔ ”میں ابھی پورس کے اندر جا کر حقیقت معلوم کرتا ہوں۔“

وہ جیسے ہی ماؤرا کے دماغ سے گیا۔ ماؤرا فوراً ہی بھائی کے دماغ میں آ کر بولی۔ ”پورس خیریت سے ہے۔ تمہیں شبانہ تک پہنچانے کے لیے یہ چال چلی گئی ہے۔ تم اپنی محبوبہ کے پاس جاؤ۔“

ادھر ایشورارا پورس کے اندر پہنچا تو اس کی مرضی کے مطابق یہی ظاہر ہوا کہ وہ کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ ایسے وقت ماؤرا نے بھی اس کے اندر آ کر بڑی حیرانی سے اسے بے ہوش پایا۔ ایشورارا نے اس کے پاس آ کر کہا۔ ”اچھا ہے، اس کم بخت کو مر جانا چاہیے۔ یہ ہوش میں آئے گا تو میں اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔“

”نہیں پاپا! تم ایسا نہیں کرو گے۔“

”کیا تم اپنے باپ کو ایسا کرنے سے روکو گی؟“

”نہیں، میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پورس اپنے باپ کی یعنی تمہارے دشمن کی کمزوری ہے۔ اس کمزوری کو تم ختم کردو گے تو دشمن کی کمر کیسے جھکاؤ گے؟“

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ ”یہ کم بخت میرے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک رہا ہے مگر میں اسے نگل بھی سکتا ہوں اور اگل بھی سکتا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسے اس گھر سے اگل کر باہر پھینک چکا ہوں۔ وہ اب یہاں نہیں رہے گا۔ میں اسے کہیں دور پہنچا کر قیدی بنا کر رکھوں گا۔“

”نو پاپا! پلیز ایسا فیصلہ نہ کرو۔ جس طرح میں اور دامودر تمہاری جان ہیں۔ اسی طرح پورس ہم بھائی بہن کی جان ہے۔ وہ یہاں سے جائے گا تو ہماری جان نکل جائے گی۔ تم اپنی بیٹی اور بیٹے دونوں کو ہار جاؤ گے۔“

”زیادہ جذباتی نہ بنو۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تم دونوں کا برین واش کروں گا تو تم پورس کو اور وہ شبانہ کو بھول جائے گا۔ ابھی تو میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آ کر دیکھوں گا کہ تمہارے دماغوں سے عشق کا بھوت اتر چکا ہے یا نہیں....؟“

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے جب انوشے سے کہا تھا کہ اسے ممبئی میں رہنا ہے تو وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آیندہ کیسے حالات پیش آئیں گے؟ ان کے پیش نظر انہوں نے الپا اور پورس کی رہایش کے لیے دہلی میں انتظامات کرائے تھے۔ جب ایشورارا نے انوشے کے اندر رہ کر اس کے والدین کا پتا ٹھکانا اور فون نمبرز معلوم کیے تو اسے الپا اور پارس کی رہایش گاہ کا پتا معلوم ہوا۔ اس نے فون پر رابطہ کیا۔ اسے پارس کی آواز سنائی دی۔ ”ہاں جی... میں رمضان بھائی پان والا بول رہا ہوں اور یہ سمجھ رہا ہوں کہ تو اُلو کا پٹھا کون ہے؟“

ایشورارا نے غصے سے کہا۔ ”اے، اُلو کا پٹھا ہوگا تُو، تیرا باپ۔ تُو مجھے کیسے پہچانتا ہے؟“

پارس نے لہک کر کہا۔ ”ارے کمینے! میں تو تیری رگ رگ کو پہچانتا ہوں۔ تیرے پورے خاندان کو جانتا ہوں۔ تیری بیوی مر چکی ہے۔ تیری ایک بیٹی ہے۔ ایک بیٹا ہے۔ تُو ان جوان بچوں کو چھوڑ کر پتا نہیں کہاں کہاں عیاشی کرتا پھرتا ہے؟“

ایشورارا حیران ہوکر سوچ رہا تھا کہ اس شخص کو اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ وہ اس کی بیٹی اور بیٹے کے بارے میں کیسے جانتا ہے؟ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.pdfbooksfree.pk

چھوڑ کر دوسری جگہ عیاشی کرتا پھرتا ہے؟
پارس کی آواز سنائی دی۔ ''اے! تجھے چپ کیوں لگ گئی؟ تیری بولتی کیوں بند ہوگئی؟ اب بولتا کیوں نہیں...؟''
اس نے کہا۔ ''اگر تُو مجھے جانتا ہے تو پھر یہ بتا کہ میرا نام کیا ہے؟''
''تیرا نام دلیش پانڈے پرچون والا ہے۔ میں پان والا ہوں۔ تُو پرچون والا ہے۔ میں پان لگاتا ہوں اور تُو سب کو چونا لگاتا ہے۔ تیری بیٹی کا نام شرمیلی ہے اور بیٹے کا نام شنکر پانڈے ہے۔''
ایشورارا نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پارس ایسے فرفر بول رہا تھا کہ اسے بولنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ابے او بڈھے! مجھ سے پانچ ہزار کا مال ادھار لے کر گیا اور اب تک پانچ روپے بھی ادا نہیں کیے۔ تُو کنگال نہیں ہے۔ بازار والیوں پر رقم لٹاتا رہتا ہے لیکن میرا اُدھار نہیں چکاتا۔ ابے او بازار میں منہ کالا کرنے والے! تجھے پتا بھی ہے، تیری جوان بیٹی کیا کر رہی ہے؟''
ایشورارا کو یوں لگا، جیسے وہ ماؤرا کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ پارس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ بول رہا تھا۔ ''اس نے میرے بیٹے کو پھانس لیا ہے۔ میرا بیٹا بھی الو کا پٹھا ہے۔ مجھ سے لڑ جھگڑ کر یہاں سے گیا اور تیرے گھر میں جا کر گھس گیا۔ تُو نے بھی اسے منع نہیں کیا۔ اب پتا چل رہا ہے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ پھانسنے کے لیے تُو نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی ہے ہائیں...؟''
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، وہی ایشورارا کے گھر کی ہسٹری تھی۔ اس نے بھی اپنے گھر میں پورس کو پناہ دی تھی اور پورس اس کی بیٹی کے جال میں پھنس گیا تھا۔ یا بیٹی اس کے جال میں پھنس گئی تھی۔ چھرا خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھرے پر... بات تو ایک ہی ہے۔ پارس نے اسے اپنی باتوں میں اس طرح اُلجھا دیا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنا بھول گیا تھا۔
پھر اچانک اسے یاد آیا۔ اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''لعنت ہے تم پر... مجھے کیا کرنا چاہیے اور میں کیا کر رہا ہوں؟''
یہ کہتے ہی اس نے فون بند کیا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پارس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ دہلی شہر میں پان اور چھالیا کا تھوک بیوپاری ہے۔ اس کی بیٹی شبانہ فلمی ہیروئن بننے کے شوق میں گھر سے بھاگ گئی تھی لیکن آج ہی اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا ہے اور ماں باپ سے معافی مانگی ہے۔ یہ اچھی خبر سنائی ہے کہ دامودر نامی ایک نوجوان نے اس کے دماغ سے ہیروئن بننے کی خواہش کو یکسر مٹا دیا ہے۔
ایشورارا نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ اسے بیٹی کو اپنے پاس بلانا چاہیے۔
پارس کی سوچ نے کہا۔ ''کیوں بلانا چاہیے؟ میرے دماغ میں ایسی بات کیوں پیدا ہو رہی ہے؟''
ایشورارا نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ ''میں اس لیے ایسا سوچ رہا ہوں کہ ایک بیٹی کا باپ ہوں۔ اپنی نادان اور کم سن بیٹی کو اتنی آزادی نہیں دینی چاہیے کہ وہ ماں باپ کو چھوڑ کر ایک شہر سے دوسرے شہر جا کر رہنا شروع کر دے اور پھر واپس آنے کا نام نہ لے۔''
پارس کی سوچ نے کہا۔ ''میری بیٹی کم سن ہے مگر نادان نہیں ہے۔ اگر وہ ہم سے دور ممبئی شہر میں جا کر رہتی ہے تو پھر اسے وہیں رہنا چاہیے۔ دنیا کو دیکھنا اور نت نئے تجربات حاصل کرنے چاہئیں۔''
اس نے پارس کو ناگواری سے سوچنے پر مجبور کیا۔ ''نت نئے تجربات کرنے والی لڑکیاں دو کوڑی کی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ان کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔''
اس نے زیرِ لب کہا۔ ''آئے ہائے، ہماری عزت اب کہاں رہی؟ دلیش پانڈے پرچون والا کی بیٹی نے میرے بیٹے کی عزت لوٹ لی۔ سوچا جائے تو اس طرح اس کی بیٹی کی عزت بھی لٹ چکی ہے۔ ابے او دلیش پانڈے پرچون والے! تیری ناک کٹ گئی ہے۔ نہیں کٹی ہے تو ابھی اسے کاٹ کر نالی میں پھینک دے۔''
ایشورارا نے جھنجلا کر اس کی سوچ میں کہا۔ ''مجھے اپنی بیٹی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ وہ ممبئی میں اکیلی ہے۔ کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا۔''
پارس کی سوچ نے کہا۔ ''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میری بیٹی اگرچہ چھوٹی ہے مگر موٹی ہے۔ اس کا وزن دس من ہے۔ دس بندے مل کر بھی اسے نہیں اٹھا سکیں گے۔ وہ اتنی سمجھدار ہے کہ کبھی اپنی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی جو بھی دشمن اس کے پاس آئے گا، جوتے کھا کر واپس جائے گا۔''
وہ بری طرح جھنجلا گیا تھا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ''عجیب پاگل کا بچہ ہے۔ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ ممبئی جیسے شہر میں تنہا محفوظ رہے گی؟ میں ابھی اس کے لیے پرابلم پیدا کروں گا تو بیٹی کے اور باپ کے ہوش اڑ جائیں گے۔''
ویسے یہ اطمینان حاصل ہوگیا تھا کہ شبانہ جادو نہیں جانتی

۔ نہ ہی کوئی جادو جاننے والا اس کے پیچھے ہے۔ اس کا باپ تو بالکل ہی احمق ہے۔ نہ وہ کسی کا دشمن ہے، نہ کوئی اس سے دشمنی کرتا ہے۔
اس نے سوچا۔ ''پھر بھی میں چاہتا ہوں، وہ لڑکی یہاں سے اپنے گھر واپس چلی جائے۔ جب وہ دامودر سے دور ہو جائے گی تو رفتہ رفتہ بیٹے کے سر سے عشق کا بھوت اُتر جائے گا۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے شبانہ کو مٹا دوں گا۔''
ایشورارا نے ممبئی میں کتنے ہی غنڈوں کو اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا۔ اس نے دو غنڈوں کو اس ہوٹل کا ایڈریس سمجھاتے ہوئے حکم دیا۔ ''وہاں شبانہ نام کی ایک لڑکی ہے۔ اسے اٹھا کر اپنے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا دو۔''
ایسے وقت وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا دامودر خیال خوانی کے ذریعے شبانہ سے رابطہ نہ رکھے ورنہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ غنڈے اس کی محبوبہ کو اٹھا کر کس خفیہ اڈے میں لے جا رہے ہیں؟ اول تو یہ کہ دامودر اسے اغوا ہونے ہی نہیں دے گا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان موالیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔
وہ بیٹے کو اس سے دور رکھنے کے لیے اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ بیٹا بہت پہلے ہی شبانہ کے پاس پہنچا ہوا ہے۔ وہ دونوں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں تھے۔ ہنستے بولتے کھا پی رہے تھے اور مزے سے وقت گزار رہے تھے۔
ایک ہنستی کھیلتی زندگی گزارتے وقت کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس پر ناگہانی آفت آنے والی ہے۔ ایک بیٹا بھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ باپ اس کے لیے مصیبت بن جائے گا لیکن انوشے کو آگاہی مل چکی تھی۔ وہ باتیں کرنے کے دوران اُن غنڈوں کے اندر جاتی تھی پھر واپس آ جاتی تھی۔
جب وہ دونوں واردات کرنے کے لیے ہوٹل کے قریب آنے لگے تو انوشے نے گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے ذہن کو بھٹکا دیا۔ وہ گاڑی ایک ہیوی ٹرالر سے ٹکرا گئی۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کے دماغ تاریکی میں ڈوب گئے۔ وہ ایک بے قصور بچی کو اغوا کرنے والے تھے۔ موت انہیں اغوا کر کے لے گئی۔
اِدھر وہ بیٹے کو انوشے کے ساتھ دیکھ کر غصے سے بولا۔ ''تم پورس کو اسپتال پہنچانے گئے تھے۔ یہاں کیسے آ گئے؟''
اس نے کہا۔ ''پورس ہوش میں آ گیا ہے۔ اسے اسپتال پہنچانا ضروری نہیں تھا۔ اس لیے میں ادھر چلا آیا۔''
''میں نے منع کیا تھا، تمہیں میری اجازت کے بغیر اس لڑکی سے نہیں ملنا چاہیے۔ میری چھٹی حس کہتی ہے، کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔''
''اور میری چھٹی حس کہتی ہے پاپا...! محبت بڑھنے والی ہے۔''
''بکواس مت کرو۔ اٹھو یہاں سے اور بنگلے میں واپس جاؤ۔''
وہ بڑی بے بسی سے انوشے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''پاپا مجھے گھر جانے کو کہہ رہے ہیں مگر میں تم سے دور نہیں ہونا چاہتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، میں کیا کروں؟''
وہ بولی۔ ''ہم بچے ہیں۔ اپنے بزرگوں کا حکم ماننا ہمارا فرض ہے۔ تم گھر جاؤ۔ ہمارے نصیب میں ملاقات ہوگی تو ہم جلد ہی ملیں گے۔''
وہ بولا۔ ''دیکھو پاپا! یہ کتنی اچھی ہے؟ تم اس سے دشمنی کر رہے ہو پھر بھی یہ تمہاری عزت کر رہی ہے۔ مجھے تمہارے خلاف بھڑکانے کے بجائے، نصیحت کر رہی ہے۔''
وہ بڑی بے دلی سے اُٹھتے ہوئے بولا۔ ''شبانہ! میں خیال خوانی کے ذریعے تم سے ملتا رہوں گا اور پاپا کو تمہاری مخالفت سے باز رکھنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔''
وہ وہاں سے چلا گیا۔ ایشورارا نے سوچا۔ ''وہ غنڈے کہاں مر گئے؟ اب تک تو انہیں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔''
اس نے ان کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ یہ حیرانی ہوئی کہ وہ اچانک کیسے مر گئے؟ اس نے دوسرے آلہ کاروں کے ذریعے معلوم کیا۔ ایک آلہ کار کی سوچ نے بتایا۔ ''گنگو کوئی واردات کرنے سے پہلے پیتا ہے۔ اس بار اس نے کچھ زیادہ ہی پی لی تھی۔ اس لیے اس کی گاڑی ایک ہیوی ٹرالر سے ٹکرا گئی۔''
اگر اس غنڈے کے شراب پینے اور مدہوش رہنے کی رپورٹ نہ ملتی تو ایشورارا کو پھر یہی شبہ ہوتا کہ وہ کم سن لڑکی جادو جانتی ہے یا اس کے پیچھے روحانی قوتیں اپنا کام کر رہی ہیں پھر بھی وہ انوشے کے اندر آ کر چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ بے چاری اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے بے خبر ہے۔
اس نے سوچا۔ ''میں اس لڑکی کو ممبئی سے بھاگنے پر مجبور کر دوں گا یا اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔ ابھی مجھے اپنی بیٹی اور بیٹے سے نمٹنا چاہیے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ میرے بچے عشق و محبت کے چکر میں میری نافرمانی پر اتر آئیں گے۔ اس سے پہلے ہی دونوں کا برین واش کرنا ہوگا۔ ان کے اندر سے عشق و محبت کے سارے جذبات دھونے ہوں گے۔''

وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بیٹا گھر پہنچا ہے یا نہیں؟ اس کے خیالات نے بتایا، وہ ایک اسپتال کی طرف جارہا ہے۔ ماؤرا کو ایک زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ وہ اسی لمحے میں بیٹی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بے ہوش تھی' اپنے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ دامودر کے پاس آگیا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ ''وہ پورس کے ساتھ گھر کے لان میں ٹہل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک جھاڑی میں چھپے ہوئے سانپ نے اسے ڈس لیا۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''پورس بہت منحوس ہے۔ میں نے حکم دیا تھا کہ اسے گھر کے اندر نہ آنے دیا جائے۔''

دامودر نے کہا۔ ''پاپا! اسے منحوس نہ کہو۔ اس نے ماؤرا کے بدن سے سانپ کا سارا زہر چوس کر اس کی جان بچائی ہے۔ یہاں کے ڈاکٹر حیران ہیں کہ پورس نے ایسے اچھّا دھاری سانپ کا زہر کیسے چوس لیا اور ایسا کرنے کے بعد وہ اب تک زندہ کیسے ہے؟''

وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ میری طرح میرے دونوں بیٹے پارس اور پورس بھی زہریلے ہیں۔ ہمارے اندر ناگ سانپ کا زہر بھی پانی ہو جاتا ہے۔ ایشورارا بیٹے کے ذریعے ڈاکٹر کے اندر پہنچ گیا۔ ایک کمرے میں پورس چار ڈاکٹروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب اس سے طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے پوچھا۔ ''آپ کہتے ہیں کہ سانپوں کا منتر نہیں جانتے پھر آپ نے اچھّا دھاری جیسے خطرناک سانپ کی گردن کیسے مروڑ ڈالی؟''

پورس نے کہا۔ ''آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ایسے خطرناک سانپ کا زہر بھی مجھ پر اثر نہیں کررہا ہے پھر میں سانپ سے کیوں ڈرتا؟ مجھے کسی طرح منتر سیکھنے یا پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

ایک لیڈی ڈاکٹر نے کہا۔ ''آپ مس ماؤرا کے بدن سے زہر چوسنے کے بعد یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ زندہ ہیں۔''

اس نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھے زندہ نہ سمجھیں۔ اس وقت آپ کے سامنے میری زہریلی آتما بیٹھی ہوئی ہے۔''

ایشورارا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پورس کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ ماؤرا اب خطرے سے باہر ہے۔ اس زہریلے جوان نے اسے نئی زندگی دی ہے۔ اس نے سیارے میں ہی انفارمیشن مشین کے ذریعے ہماری ہسٹری پڑھی تھی۔ یہ بھول گیا تھا کہ ہم باپ بیٹوں پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔

اب بیٹی کو زہریلے حالات سے گزرتے دیکھ کر یقین ہوگیا کہ ہم سانپوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ ان حالات میں وہ اپنی بیٹی اور بیٹے کو غیر محفوظ سمجھ رہا تھا۔ عقل سمجھا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا۔ ''میں یہ کیوں بھول گیا تھا کہ فرہاد نادان نہیں ہے؟ وہ اپنے بیٹے کے دماغ میں آتا جاتا ہوگا۔ اسے معلوم ہوگا کہ وہ ایک جوان لڑکی اور لڑکے کے ساتھ رہتا ہے۔ ان کا باپ ایشور لال افریقا میں ہیرے کی کان کا مالک ہے۔ کیا وہ آسانی سے یقین کرلے گا؟''

اس نے خود ہی جواباً سوچا۔ ''نہیں، فرہاد اور بابا صاحب کے ادارے والے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہت وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ معلوم کرسکتے ہیں کہ افریقا میں کوئی ایشور لال نامی شخص کسی ہیرے کی کان کا مالک نہیں ہے۔ پتا نہیں، وہ میری بیٹی اور بیٹے کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے درپردہ کیا کررہا ہوگا؟''

وہ قائل ہوکر سوچ رہا تھا۔ ''فرہاد بڑی خاموشی سے شب خون مارتا ہے۔ اس نے اچانک ہی گوا گوا' جانا نا اور جوجو تک پہنچ کر انہیں ہلاک کیا تھا۔ جب وہ پانی کی طرح سر سے گزر جاتا ہے تب پتا چلتا ہے کہ کس طرح بازی مار کر گیا ہے؟''

اب یہ بات اس کی عقل میں آرہی تھی کہ جس طرح اس نے پورس کو میری کمزوری بنا کر اپنے پاس رکھا ہے، اسی طرح میں نے ماؤرا اور دامودر کو پورس کے ذریعے اپنی نگرانی میں رکھا ہے۔ میں کسی بھی وقت پورس کو حکم دوں گا کہ وہ اس کی بیٹی اور بیٹے کو ڈس لے تو وہ زہریلا بیٹا ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرے گا۔ اس کی بیٹی کے بدن سے زہر چوسنے والا، اس کی زندگی بچانے والا اپنے باپ کے حکم سے اسے بھی ہلاک کرسکتا ہے۔

اس پہلو سے ایشورارا کے سامنے یہ واضح ہورہا تھا کہ اس کی بیٹی اور بیٹا پورس کے روپ میں ایک زہریلے ناگ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس سانپ کا سر کچل دینا چاہیے اور جب تک وہ قابو میں نہ آئے، اپنی اولاد کو اس سے دور رکھنا چاہیے۔

اس وقت پورس اسپتال سے بنگلے میں آگیا تھا۔ ماؤرا دوسرے دن اسپتال سے ڈسچارج ہونے والی تھی۔ ایشورارا نے اس کے اندر آکر کہا۔ ''میں نے اپنے بچوں کو حکم دیا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ نہ رہیں۔ تمہیں اس گھر میں نہ آنے دیں مگر انہوں نے زندگی میں پہلی بار حکم عدولی کی ہے۔ میری مرضی کے خلاف تمہارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔''

www.urdubooksfree.pk

پورس نے کہا۔ ”تم کیسے باپ ہو؟ میں نے تمہاری بیٹی کی جان بچائی ہے۔ تمہیں احسان ماننا چاہیے مگر تم میری مخالفت کر رہے ہو۔“

”زیادہ نہ بولو۔ اپنا ضروری سامان سمیٹو اور یہاں سے ابھی اسی وقت نکل جاؤ۔“

اس نے پوچھا۔ ”تمہارا ارادہ کیا ہے؟“

”پہلے یہاں سے نکلو۔ میں تمہارے اندر رہوں گا۔ تمہیں ایسی جگہ پہنچاؤں گا‘ جہاں سے تم کبھی میری بیٹی کے پاس نہیں آسکو گے۔“

وہ بولا۔ ”سسُر صاحب! میں...“

وہ ڈپٹ کر بولا۔ ”خبردار! مجھے سسُر نہ کہنا ورنہ...“

”عجیب احمق انسان ہو۔ تمہاری بیٹی میری آغوش میں کھیلتی ہے۔ یوں کھیل ہی کھیل میں تم میرے سسُر بن چکے ہو۔ کیا یہ بھی تمہیں سمجھانا ہوگا؟“

ایشورارا نے غصے میں آکر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پہلے سے محتاط تھا۔ اس کے دماغ میں جو روحانی عمل کیا گیا تھا‘ وہ اس عمل کے سائے میں پہنچا ہوا تھا۔ ایشورارا نے شدید حیرانی سے دیکھا‘ زلزلہ پیدا کرنے کا کوئی ردِّعمل نہیں ہو رہا تھا۔ پورس اپنا سر کھجاتے ہوئے‘ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”میرے دماغ میں گدگدی ہو رہی ہے سسُر جی! تم بھی خوب مذاق کرتے ہو۔ ارے گدگدی نہ کرو۔ کام کی باتیں کرو اور کام کی بات یہ ہے کہ تمہاری بیٹی میرے بغیر نہیں رہے گی۔ میں بھی اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر دفع ہو جاؤ۔“

ایشورارا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اچانک ہی یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ وہ پورس کو اپنی چھت کے نیچے رکھ کر‘ میرے خلاف اسے پھانس کر خود بری طرح پھنس رہا ہے۔ اس بھگوان کے پاس دو ہی بڑے ہتھیار تھے‘ ان میں سے ایک وہ غیر معمولی مشینیں تھیں جو تباہ ہو چکی تھیں اور دوسرا ہتھیار اس کی ٹیلی پیتھی تھی۔ یہ بھی بے اثر ہو رہی تھی۔ وہ پورس کے اندر زلزلہ پیدا کرنے میں ناکام رہا تھا۔

یہ خوش فہمی ختم ہو رہی تھی کہ اس نے میرے بیٹے کو معمول اور تابع دار بنا رکھا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے دو بڑے غیر معمولی ہتھیار یوں بے اثر ہو کر اسے بالکل ہی کھوکھلا کر دیں گے۔ اس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ پورس کے دماغ پر پوری طرح گرفت رکھتے ہوئے کہا۔ ”میں حکم دیتا ہوں‘ فوراً اپنا سامان اٹھا کر یہاں سے نکل جاؤ۔“

پورس نے جواب نہیں دیا۔ وہ بیڈ پر سونے جا رہا تھا۔ اس پہلے فون کے ذریعے ماورا سے رابطہ کر رہا تھا۔ ایشورارا نے دوسری بار گرجتے ہوئے حکم دیا۔ ”یہاں سے اُٹھو۔ اس گھر سے فوراً نکل جاؤ...“

اسے یوں لگا، جیسے پورس کا دماغ ایک گنبد ہے۔ وہاں اس کی اپنی ہی سوچ کی لہریں گونج رہی تھیں۔ اگر خیال خوانی کی لہروں میں توانائی ہوتی تو وہ پورس کو بستر سے نیچے گرا دیتا مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ ادھر وہ بڑے آرام سے ماورا کو مخاطب کر رہا تھا۔ ”ہیلو میری جان...! ابھی تمہارا باپ میرے اندر آیا تھا۔ مجھے اس گھر سے اور میری زندگی سے نکل جانے کو کہہ رہا تھا پھر خود ہی چپ ہوگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، میرے دماغ سے جا چکا ہے۔“

وہ موجود تھا۔ حیرانی سے اس کی یہ بات سن رہا تھا کہ وہ اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا ہے۔ یہ عجیب سی بات تھی۔ وہ اس کے دماغ میں نہیں تھا تو پھر کہاں تھا؟ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ”میں تو ابھی اس کے اندر تھا پھر میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو گرفت میں کیوں نہیں لے رہی تھیں؟ کیا اس کے پیچھے روحانی قوتیں کارفرما ہیں؟“

ہر پہلو سے سوچنے اور غور کرنے کے بعد اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ میں اپنے بیٹے پورس کے ذریعے اس کے گھر میں گھس آیا ہوں۔ اب وہ مجھے اور میرے بیٹے کو وہاں سے نکال نہیں سکے گا۔ یہ اس کی بہت بڑی شکست تھی۔ میں اس کی جان نہیں لے رہا تھا مگر اسے لگ رہا تھا، آئندہ میں کسی بھی لمحے میں اس کی جان نکال سکتا ہوں۔

فی الحال بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ جلد سے جلد بیٹی اور بیٹے کا برین واش کر دے۔ ان کی آواز، لب و لہجہ اور شخصیت تبدیل کر کے بڑی رازداری سے انہیں پورس سے دور کر دے پھر ہم باپ بیٹے انہیں ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ ماورا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے بدن سے زہر نکل چکا تھا پھر بھی وہ نشے کی حالت میں رہتی تھی۔ وہ فون پر پورس سے دیر تک باتیں نہ کر سکی۔ اس پر زہریلا نشہ مسلط ہوا تو وہ سو گئی۔ ایشورارا نے بیٹی کے خوابیدہ دماغ سے کہا۔ ”ماورا! تم میری سوچ کی لہروں کو سن رہی ہو؟“

وہ نیند میں یا نشے میں مست تھی۔ نڈھال سے لہجے میں بولی۔ ”کون ہے؟ پلیز، مجھے سونے دو۔“

اس کی حالت نے سمجھا دیا کہ وہ ذہنی طور پر کمزور ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔ اسے صبح تک انتظار

کرنا ہوگا۔ وہ اس سے عارضی طور پر مایوس ہو کر بیٹے کے پاس آگیا۔ الوشے نے روحانی عمل کے ذریعے دامودر کے ذہن کو خود سے منسلک کیا تھا تاکہ ایشورارا بیٹے کے اندر آکر اس کی مخالفت میں کوئی کارروائی کرے تو اسے معلوم ہو جائے۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ ایسے ہی وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔ بند آنکھوں کے پیچھے آگاہی ملی تھی کہ دامودر کے ساتھ کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ وہ فوراً ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔

وہاں ایشورارا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا۔ ”تم گہری نیند میں ہو مگر میری آواز سن رہے ہو اور میرے زیرِ اثر آرہے ہو...“

وہ اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ ایسے وقت بیٹے کو کہنا چاہیے تھا کہ وہ اپنے عامل باپ کے زیرِ اثر آرہا ہے لیکن وہ الوشے کی مرضی کے مطابق خاموش تھا۔ ایشورارا نے کہا۔ ”میں تمہیں حکم دیتا ہوں‘ خاموش نہ رہو۔ جواب دو‘ میرے زیرِ اثر آرہے ہو....“

وہ انتظار کرنے لگا۔ دامودر ایسے خاموش تھا‘ جیسے باپ کی آواز سن نہ رہا ہو۔ وہ ڈانٹ کر بولا۔ ”دامودر...! جواب دو۔ کیا تمہارا دماغ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے؟“

اس کی مسلسل خاموشی کہہ رہی تھی کہ اسے یا تو سنائی نہیں دے رہا ہے یا وہ اس کے دماغ میں پہنچ نہیں پایا ہے۔ اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا۔ ”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں دامودر کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچا تھا۔ وہ دامودر کا ہی دماغ تھا پھر وہ میری سوچ کی لہروں کو سن کیوں نہیں رہا ہے؟ کیا وہ مر گیا ہے؟“

پھر اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے سوچا۔ ”نہیں، میں اس کے اندر رہ کر محسوس کر رہا تھا‘ وہ زندہ ہے۔ سانسیں لے رہا ہے۔“

اس نے اپنا موبائل فون اٹھا کر دامودر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر بیٹے کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ ”ہیلو... کون ہے؟“

”میں تمہارا باپ بول رہا ہوں۔ کیا دو منٹ پہلے تم میری خیال خوانی کی لہروں کو نہیں سن رہے تھے؟“

”او پاپا...! میں سو رہا ہوں۔ تم دماغ میں آکر بولو گے تو ضرور سنوں گا۔“

اس نے اسی لمحے میں بیٹے کے اندر جا کر پوچھا۔ ”کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟“

دامودر چپ چاپ فون کان سے لگائے بیٹھا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ ”پاپا...! چپ کیوں ہو؟ میرے اندر آکر بولو یا پھر فون پر کچھ کہو۔“

اس نے فون پر کہا۔ ”ابھی میں تمہارے اندر بول رہا تھا۔ تم نے میری آواز کیوں نہیں سنی؟“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم میرے اندر آکر بولو گے تو میں ضرور سنوں گا۔“

”اچھا لو سنو... میں پھر تمہارے اندر آکر بولتا ہوں۔“

ایشورارا نے بیٹے کے دماغ میں آکر اسے مخاطب کیا مگر دامودر فون کان سے لگائے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جھنجلا کر فون پر کہا۔ ”میں تمہارے اندر بولتا ہوں‘ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟“

وہ حیرانی سے بولا۔ ”پاپا! تم کس کے اندر جا کر بولتے ہو؟ میرے اندر کیوں نہیں آتے ہو؟ اگر آتے ہو تو بھٹک کر کہاں چلے جاتے ہو؟ کیا خیال خوانی بھول گئے ہو؟“

”میری سوچ کی لہریں تمہاری آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح گرفت میں لیتی ہیں۔ میں پورے یقین کے ساتھ تمہارے اندر پہنچتا ہوں۔ مجھے تمہارے دماغ میں اپنی سوچ کی لہریں سنائی دیتی ہیں پھر یہ تمہیں سنائی کیوں نہیں دیتیں؟“

اس بار بیٹے نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ ”کیا میری سوچ کی لہریں سنائی دے رہی ہیں؟“

وہ جلدی سے بولا۔ ”بے شک، میں سن رہا ہوں۔ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟ تمہاری دماغی سماعت بہری کیوں ہو گئی ہے؟ تم مجھے کیوں نہیں سن پا رہے ہو؟“

دامودر نے مشورہ دیا۔ ”ایسا کرو‘ کسی دوسرے کے اندر جا کر بولو اور دیکھو‘ اسے تمہاری آواز سنائی دے رہی ہے یا نہیں...؟“

”ٹھیک ہے، پہلے تم میرے اندر سے جاؤ۔“

دامودر چلا گیا۔ اس نے دلربا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ اس نے پوچھا۔ ”دلربا! کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟“

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ”ہاں، سن رہی ہوں۔ یہ بھی سمجھ رہی ہوں کہ تم بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہو۔ بس یہ رات گزرتے ہی صبح کی فلائٹ سے آرہی ہوں۔“

”ہاں، میں یہی اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اب تم سو جاؤ۔“

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کی مرضی کے مطابق بستر پر لیٹ گئی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ”میری ٹیلی

پیچھی کی لہریں دُرست سمت میں جاتی ہیں اور یہ یقین سے کہتا ہوں کہ اب تک بیٹے کے دماغ میں ہی پہنچتا رہا ہوں پھر وہ میری آواز کیوں نہیں سن پاتا؟''

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ آنکھیں بند کرکے' خالی الذہن رہ کر سوچنے سے یہ بات سمجھ میں آگئی۔

''میں اپنے بیٹے کو فرہاد کے بیٹے سے دور کرنے کے لیے اس کا برین واش کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے دن ماؤرا کے ساتھ بھی یہی کرنے والا ہوں۔ اس طرح وہ دونوں پورس کو بھول کر کسی دوسرے ملک میں جا کر نئے سرے سے نئی زندگی شروع کرتے اور دشمنوں سے محفوظ رہتے لیکن میں اپنی اس پلاننگ میں ناکام ہو رہا ہوں یا روحانی قوتیں مجھے ناکام بنا رہی ہیں۔

ہاں، یہی بات ہے۔ فرہاد نہیں چاہتا کہ میں اپنے بچوں کی شخصیت بدل کر انہیں پورس سے دور کردوں۔ دوسرے الفاظ میں وہ میرے بچوں کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے پیچھے جو روحانی قوت ہے، اس نے دامودر اور ماؤرا کے دماغوں کو اس طرح لاک کیا ہے کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو سن نہیں پا رہے ہیں۔ کیا خیال خوانی کے ذریعے میں ماؤرا سے بھی باتیں نہیں کرسکوں گا؟ کیا اس کی بھی شخصیت تبدیل نہیں کرسکوں گا؟''

اس نے دوسرے دن بیٹی کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو وہی ہوا جو پچھلی رات بیٹے کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ یقین ہوگیا کہ روحانیت کے ذریعے باپ، بیٹی اور بیٹے کے درمیان خیال خوانی کا رابطہ منقطع کردیا گیا ہے۔ وہ بھی بچوں سے ملنے جائے گا تو جوجو وغیرہ کی طرح اسے بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔

اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ روحانیت کی جانب سے جو ردِعمل پیش کیا جائے گا، وہ اس قدر خاموش اور پُرسکون ہوگا۔ اسے کوئی چیلنج نہیں کرے گا۔ کوئی اس سے جنگ نہیں لڑے گا اور کسی لڑائی کے بغیر ہی اسے مات ملتی رہے گی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جوابی حملہ کس پر کرے؟ لے دے کر ایک میں ہی تھا اور میں بھی اسے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میرا بیٹا پورس اس کی نظروں میں تھا لیکن وہ دور ہی دور سے اس پر حملے نہیں کراسکتا تھا۔ پورس کے سلسلے میں بھی اس کی ٹیلی پیتھی بے اثر ہورہی تھی۔

ایسے بدترین حالات میں اسے سب سے زیادہ فکر اپنے بچوں کی تھی۔ وہ کسی بھی طرح انہیں میرے شکنجے سے نکال کر کہیں دور بھیج دینا چاہتا تھا۔ حالانکہ میں نے کسی کو شکنجے میں نہیں لیا تھا۔ اسے ایسے بدترین حالات سے گزارنے والا

میں نہیں تھا میری ٹوہ لی [illegible] سے کی۔ [illegible] ایشوارارائی [illegible] یہی سمجھا رہی تھی کہ آتما شکتی جاننے والی کاہنہ ہی اس کے بچوں کو روحانی قوتوں کی گرفت سے نکال سکے گی۔

☆☆☆

ثنا ساحل سمندر کے ایک کاٹیج میں میرے ساتھ تھی۔ میں ایک طویل عرصے کے بعد ایک خوبصورت ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار رہا تھا۔ ہم تفریح بھی کررہے تھے اور ایشورارا کے معاملات میں مصروف بھی رہتے تھے۔ دوسری صبح دلربا ممبئی سے روانہ ہوچکی تھی۔ چار گھنٹوں بعد انگولا پہنچنے والی تھی۔ ہم نے اسے معلومات کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔

دلربا اشتہاری فلم کی شوٹنگ میں پہلے بھی انگولا آچکی تھی۔ اس نے کوانزا کے ایک مہنگے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اس بار بھی اس نے اسی ہوٹل کا ایک کمرا بک کرایا تھا۔ ہم نے اس کے خیالات پڑھ کر ہوٹل کے فون نمبرز معلوم کیے پھر ایک فون نمبر کے ذریعے وہاں کے منیجر تک پہنچ گئے۔ اس کے ذہن سے ہمیں ان گائیڈز کے نام اور فون نمبرز معلوم ہوئے جو وہاں آنے والے سیاحوں کو ان علاقوں کی سیر کراتے تھے۔

ثنا ایک گائیڈ کے اندر گئی۔ میں دوسرے گائیڈ کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہورہا تھا کہ وہاں ایسی کیا باتیں ہیں اور کون سے مقامات ہیں' جنہیں سیاح دلچسپی سے دیکھتے ہیں؟ میں نے ہوٹل کی وزیٹرز لابی میں ایک انتہائی حسین وجمیل اور بارعب عورت کی قدِ آدم تصویر دیکھی تھی۔

گائیڈ کے خیالات نے بتایا۔ ''وہ جس قدر حسین ہے' اسی قدر ظالم بھی ہے جو اس کے قہر وغضب کا شکار ہوجاتا ہے' وہ اس کا خون پی لیتی ہے۔''

میں نے گائیڈ کے اندر سوال پیدا کیا۔ ''یہ ماضی کا کوئی قصہ ہوگا۔ یا شاید اس علاقے میں کبھی کوئی ایسی خونخوار عورت رہی ہوگی؟''

گائیڈ کی سوچ نے کہا۔ ''ماضی میں ایسا ہوتا رہا تھا' آج بھی ایسا ہورہا ہے۔''

''موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں کسی خون آشام چڑیل کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔''

اس کی سوچ نے کہا۔ ''وہ چڑیل نہیں ہے۔ اگرچہ ظالم ہے مگر مہربان بھی ہے۔ جسے دعائیں دیتی ہے' وہ بدحال سے خوشحال ہوجاتا ہے۔ یہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ وہ جنگل شیر چیتے جیسے خونخوار درندوں کا مسکن ہے۔ وہیں ہزاروں سال پرانا ایک مندر ہے۔ یہ تصویر والی حسینہ اسی مندر کی کاہنہ ہے۔''

گائیڈ میری مرضی کے مطابق کاہنہ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''وہ مندر جتنا پرانا ہے' یہ کاہنہ بھی اتنی ہی پرانی ہے۔''

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''مندر ہزاروں سال پرانا ہے۔ کیا یہ کاہنہ ہزاروں سال سے زندہ ہے؟''

''ہاں، ہزاروں سال سے زندہ بھی ہے اور روزِ اوّل کی طرح حسین اور جوان بھی ہے۔''

''کیا آج کے دور میں یہ یقین کرنے والی بات ہے؟''

''جو یقین نہیں کرتا، وہ بعد میں سر جھکا کر تسلیم کرلیتا ہے۔ پچھلی کئی صدیوں سے کئی محققین' عمرانیات اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین اس کاہنہ کے متعلق تحقیق کرتے آئے ہیں۔ پچھلی صدیوں میں فوٹو گرافی نہیں تھی۔ کاہنہ کی جو تصویریں ہاتھوں سے بنائی گئی تھیں اور اب جو تصویریں کیمروں سے اتاری گئی ہیں' وہ سب یہاں کے میوزیم میں موجود ہیں۔ پرانی اور موجودہ تمام تصویروں میں وہی کاہنہ ہے۔ وہی چہرہ' وہی رنگ روپ' وہی قد وقامت اور وہی مہربان اور ظالمانہ تیور ہیں۔''

وہ ایسے ثبوت پیش کررہا تھا جو وہاں کے میوزیم میں کھلی کتاب کی طرح موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر نہ ماننے والے بھی ماننے پر مجبور ہوجاتے کہ وہ ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ اس کے حسن وشباب کے ذکر پر مجھے ایشورارا یاد آیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوال ذہن میں اُبھرا۔ ''کیا وہ اس پرشباب حسین کاہنہ کو حاصل کرنے انگولا کے اس علاقے میں آیا ہے؟''

یہ حقیقت ہم سب بھی جانتے تھے کہ سیارے کے بندے ہوس پرست ہیں۔ ہماری دنیا کی عورتوں کے دیوانے ہیں۔ ایشورارا کے متعلق بھی معلوم تھا کہ وہ کلاوتی اور دلربا جیسی حسین عورتوں کے چکر میں رہتا ہے۔

میں نے ثنا سے کہا۔ ''میرے اندر آکر خیالات پڑھو۔''

وہ آکر پڑھنے لگی۔ اسے کاہنہ کے بارے میں معلوم ہونے لگا۔ وہ بولی۔ ''فرہاد! عقل تسلیم نہیں کرتی۔ وہ کاہنہ [illegible] ہے۔ اس کی ماں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے اپنی ہم شکل بنایا ہوگا۔ وہ ایسا کسی پراسرار علم کے ذریعے بھی کرسکتی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ہزاروں سال سے اب بے شمار نسلیں گزر چکی ہیں۔ نہ جانے کتنی کاہنائیں پیدا ہوئی ہوں گی؟ کیا وہ سب اپنی بیٹیوں کو ہم شکل بناتی رہی ہیں؟''

ثنا نے کہا۔ ''آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی پراسرار علوم کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ میری عقل یہ کہتی ہے کہ ہزاروں سال سے ہر کاہنہ اپنی بیٹی کو کسی ناقابلِ فہم علم سے اپنی ہم شکل بناتی آرہی ہے اور وہ تمام کاہنائیں بڑی رازداری سے ایسا کرتی آرہی ہیں۔''

''بے شک، تمہاری یہ بات قابلِ قبول ہے۔''

''بائی داوے۔ تم ایشورارا کو چھوڑ کر کاہنہ کے چکر میں کیوں پڑے ہو؟''

''میری عقل کہتی ہے، ایشورارا اس حسین کاہنہ کے چکر میں پڑا ہے تب ہی یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس علاقے میں عورتوں کے سوا اس کے اور کیا اہم معاملات ہوسکتے ہیں؟''

''عورتوں کے حوالے سے سوچا جائے تو وہ کم بخت اسی کاہنہ کے پاس گیا ہوگا۔''

ہمارا اندازہ دُرست ہوسکتا تھا۔ یہ معلوم کرنا تھا' کیا وہ کاہنہ کا مہمان بن کر وہاں چھپا ہوا ہے؟ ثنا نے کہا۔ ''ایسا نہیں ہے۔ اگر کاہنہ جیسی حسین بلا اسے حاصل ہوجاتی تو وہ دلربا کو یہاں نہ بلاتا۔''

''ہوں، یہ بات بھی سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ بھوکا ہے، اسی لیے دلربا کو چارہ ڈال کر بلا رہا ہے پھر بھی کاہنہ کے متعلق معلوم کرنا چاہیے کہ پورے انگولا میں اس کی تصویریں اور مجسمے عقیدت کے طور پر کیوں رکھے جاتے ہیں؟''

دلربا کے وہاں پہنچنے کے بعد ہی ایشورارا اس سے رابطہ کرنے والا تھا اور ہمیں معلوم ہونے والا تھا کہ وہ اس سے کہاں ملاقات کرے گا؟ تب تک ہمیں فرصت تھی۔ ہم کاہنہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ جیسا کہ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ ہزاروں سال پرانا مندر سو کلومیٹر دور ایک گھنے جنگل میں ہے۔

حیرانی کی بات صرف یہ نہیں تھی کہ وہ درندوں کے مسکن میں رہتی تھی، بات یہ بھی تھی کہ کاہنہ سے عقیدت رکھنے والے ایک مخصوص راستے سے اس مندر تک پہنچتے تھے اور اس راستے سے گزرنے والوں پر شیر چیتے وغیرہ حملے نہیں کرتے تھے۔ مندر کے اطراف دور تک گھاس پھوس کے چھوٹے چھوٹے کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ زائرین وہاں دن رات گزار کر آتے تھے۔ ضرورت کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے وہاں چھوٹی چھوٹی دُکانیں بھی تھیں۔

انگولا کے تمام گائیڈ سیاحوں سے کہتے تھے کہ وہاں عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔ کھیل تماشے کرتے ہیں۔ راتوں کو الاؤ کی روشنی میں عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ ناچتی گاتی ہیں۔ وہاں ہمیشہ ایک میلے کا سماں رہتا ہے۔ اگر یہ دیکھنا ہو کہ جنگل میں منگل کس طرح

منایا جاتا ہے تو وہاں جا کر دیکھا جاسکتا ہے۔

میں نے گائیڈ کے اندر سوال کیا۔ ”کاہنہ کہاں رہتی ہے؟“

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ ”مندر کے کسی حصے میں رہتی ہے۔ اس کے اندر تمام عقیدت مند جاتے آتے ہیں مگر کسی نے اس کاہنہ کو نہیں دیکھا۔ وہ ہفتے میں دو بار مندر کے بڑے ہال میں اپنے عقیدت مندوں کو درشن دیتی ہے۔ ایسے وقت وہ ایک بہت بڑے بت کی پیٹ سے نکل کر سب کے سامنے آتی ہے۔ ضرورتمندوں کی التجائیں اور خواہشیں سنتی ہے پھر ہاتھ اٹھا کر آشرواد دینے کے انداز میں کہتی ہے، ہم اپنے دیوتاؤں کے سامنے تمہاری خواہشیں اور التجائیں پیش کریں گے۔ دیوتا جن پر مہربان ہوں گے، ان کی مرادیں پوری ہوجائیں گی۔“

گائیڈ کی سوچ نے بتایا کہ کتنے ہی عقیدت مندوں کی مرادیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے سب ہی اس کاہنہ کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ کچھ ایسے ضرورت مند بھی ہوتے ہیں جن سے کاہنہ تنہائی میں گھڑی دو گھڑی کے لیے ملتی ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ ”جب وہ کسی بہت بڑے بت کے پیٹ سے باہر آتی ہے تو پھر یقیناً اس مندر کے تہ خانے میں رہتی ہوگی؟“

اس نے جواب دیا۔ ”اب سے کئی برس پہلے مندر کا سرچ وارنٹ جاری کیا گیا تھا۔ تلاشی لینے والے اس بت کے پیٹ کے اندر گئے تھے لیکن انہیں آگے کوئی راستہ نہیں ملا۔ وہ وہاں کے فرش کی کھدائی کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت انگولا کے تمام باشندے احتجاج کرنے لگے۔ وہ کاہنہ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ اس مندر کی بے حرمتی ہونے سے پہلے اپنی جان دے دینا چاہتے تھے مگر کاہنہ کے حکم سے وہ سب شانت ہوگئے۔“

”کسی مندر کے فرش کی کھدائی کی گئی تھی؟“

اس نے جواب دیا۔ ”ایسا کوئی بھی نہ کرسکا۔ کھدائی کرنے والی جو بھی ٹیم اور مسلح سپاہی وہاں جاتے تھے۔ جنگل کے خونخوار درندے ان پر حملے کرتے تھے۔ کتنے ہی ان درندوں کا لقمہ بن گئے تھے جو جان بچا کر بھاگے اور پلٹ کر مندر کی طرف جانے کی جرأت نہ کرسکے۔“

اس کی باتوں سے اندازہ ہورہا تھا کہ وہ کاہنہ ایسی پراسرار قوتیں رکھتی ہے جن کے ذریعے خونخوار درندے بھی اس کے تابع دار بن کر رہتے ہیں۔ وہ جنگلی جانور اس کے حکم سے حملے کرتے ہیں اور اسی کے حکم سے وہاں جانے والے عقیدت مندوں کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔“

ثنا نے کہا۔ ”یہ تو واقعی باکمال، پراسرار اور انتہائی خطرناک عورت ہے۔ ایشورارا سے نمٹنے کے بعد ہم اس کے درشن کریں گے۔“

ایشورارا اسی شہر میں تھا۔ ہمارا یہ اندازہ غلط تھا کہ وہ کاہنہ کے حسن و شباب کا دلدادہ ہوگا۔ وہ ہماری توقع کے خلاف اس پراسرار عورت سے مدد مانگنے آیا تھا۔ اس نے انگولا پہنچ کر پہلی بار اس کاہنہ کی تصویریں اور مجسمے دیکھے تو ہزار جان سے اس پر عاشق ہوگیا اور جب اس کی پوری ہسٹری سنی کہ وہ کس قدر خطرناک ہے تو اس نے کان پکڑ لیے، کبھی اس کاہنہ کی ہوس نہیں کرے گا۔ صرف اپنا کام نکالنا چاہے گا۔

وہ دو دنوں سے اس شہر میں تھا۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ کاہنہ ہفتے میں صرف دو دن عقیدت مندوں کے سامنے آتی ہے۔ ایشورارا کو اس دن کا انتظار کرنا تھا مگر ملاقات کی بے چینی ایسی تھی کہ وہ کاہنہ کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ غصے سے بولی۔ ”کون ہے...؟“

وہ بڑی عاجزی سے بولا۔ ”معافی چاہتا ہوں، میں اس قدر مجبور ہوگیا ہوں کہ تم سے نہ ملا اور تمہاری مدد نہ ملی تو اپنی اولاد سمیت بے موت مارا جاؤں گا۔ میں بہت مجبور ہو کر خیال خوانی کے ذریعے تمہیں مخاطب کررہا ہوں۔“

وہ کڑکتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”واپس جا اور کل رات مندر میں آ... میرے درشن ہوجائیں گے۔“

س نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس کاہنہ سے صرف دو باتیں ہوئی تھیں اور اس مختصر سے وقت میں وہ پسینا پسینا ہوگیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دہکتی ہوئی آگ تھی جہاں سے آنچ کھا کر آرہا ہے۔

وہ بری طرح متاثر ہوگیا تھا۔ یہ تسلیم کررہا تھا کہ وہ زبردست آتما شکتی رکھتی ہے۔ اگر وہ راضی ہوجائے گی، اس کی مدد کرے گی تو دیکھتے ہی دیکھتے میں اس کے قدموں میں آ گروں گا اور بابا صاحب کے ادارے کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔

اس نے بڑی بے چینی سے وہ رات گزاری۔ دوسرے دن ایک گائیڈ کے ساتھ مندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ ایک جیپ میں سفر کررہا تھا۔ جنگل میں گھنی جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان ایک پختہ راستہ مندر کی طرف گیا تھا۔ اس نے راستے میں چیتے اور شیر ببر کو ٹہلتے ہوئے دیکھا تو ہوش اڑ گئے۔ گائیڈ نے کہا۔ ”ڈرو نہیں، دیوی کاہنہ بہت شکتی والی ہے۔ یہ درندے اس کی اجازت کے بغیر ہماری طرف نہیں آئیں گے۔“

وہ بری طرح سہا ہوا تھا۔ یہ یقین ہورہا تھا کہ وہ درندے واقعی ان کی طرف نہیں آرہے تھے۔ یہ ثابت کررہے تھے کہ کاہنہ اس جنگل کی ملکہ ہے۔ آتما شکتی کے حوالے سے کوئی اس کا ثانی نہیں ہے۔ وہ وسیع و عریض اور بلند و بالا مندر دور سے نظر آتا تھا۔ برسوں پرانے مندر کو کھنڈر ہوجانا چاہیے تھا مگر وہ بہت ہی خوبصورت، شاندار اور ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ جہاں سے بھی اس کی ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہوگی، وہاں نئی طرز تعمیر کے مطابق مرمت ہوتی رہتی ہوگی۔

وہ مندر کے باہر اور اندر گھوم گھوم کر اسے دیکھتا رہا۔ وہاں کے پروہتوں سے پوچھتا رہا۔ ”دیوی کاہنہ سے کب ملاقات ہوسکے گی؟“

ایک پروہت نے آدھی رات کو کہا۔ ”تُو بڑے نصیبوں والا ہے۔ دیوی کاہنہ نے تجھے طلب کیا ہے۔ میرے پیچھے چلا آ...“

وہ اس کے پیچھے جانے لگا۔ مندر کے مختلف حصوں سے گزرنے کے بعد پروہت ایک دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ ہاتھ کے اشارے سے بولا کہ وہ دروازے کو کھول کر اندر چلا جائے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا تو خوشبو کا ایک جھونکا سا آیا اور اسے مسحور کرتا چلا گیا۔

اندر نیم تاریکی تھی۔ ایک گوشے میں رکھی ہوئی شمع کی روشنی اس بڑے سے کمرے کو پوری طرح روشن نہیں کرپارہی تھی۔ ایسے وقت دو داسیاں شمع دان اٹھائے وہاں آگئیں۔ کمرے کی تمام چیزیں واضح طور پر دکھائی دینے لگیں۔ ایک جانب اونچی سی شاہانہ طرز کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ ان دو شمع دانوں کو اس کرسی کے اطراف رکھ دیا گیا۔ لوبان کا مہکتا ہوا دھواں وہاں کی محدود فضا میں پھیل رہا تھا۔ ایسے دھواں دھواں سے ماحول میں وہ نمودار ہوئی۔

وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ دھوئیں کی سفید دھند میں وہ مٹی مٹی سی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ درشن دینے کا ایسا انداز تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی پراسرار اور پرکشش ہوگئی تھی۔ بڑی ہی تمکنت اور وقار سے آکر اپنی نشست پر بیٹھ رہی تھی۔ وہ اس قدر متاثر ہوگیا تھا کہ اس کے آگے سر جھکا کر گھٹنے ٹیک دیے تھے۔ بڑی خاکساری اور عاجزی سے اپنی تمام مصیبتیں، تمام ہسٹری بیان کردینا چاہتا تھا مگر اس عظیم الشان دیوی کے آگے محسوس کررہا تھا کہ کچھ بول نہیں پائے گا۔

ایسے ہی وقت وہ کھنکتی ہوئی آواز میں بولنے لگی۔ وہاں کی محدود فضا میں جیسے چاندی کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ”تُو اس دنیا کا جانور نہیں ہے۔ بہت دور کسی سیارے سے آیا ہے۔“

وہ سجدہ کرنے کے انداز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بولا۔ ”دیوی ماں کی جے ہو۔ تُو انتریامی ہے۔ درست کہہ رہی ہے۔“

وہ بولی۔ ”تُو سیارے میں بھگوان کا درجہ رکھتا ہے لیکن تجھ سے بھی اوپر تیرا ایک بھگوان عظیم ایشورارا ہے۔ تیرا وہ بھگوان جادو یا دوسرے پُراسرار علوم نہیں جانتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں اسے اتنی مہارت حاصل ہے کہ جدید مشینوں کے ذریعے جادوئی تماشے دکھا کر سب کو حیران کردیتا ہے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے، کوئی سمجھ نہیں پاتا۔ سب ہی اسے بھگوان اور عظیم ایشورارا مان لیتے ہیں۔“

ایشورارا کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ”بے شک. ہمارے سیارے میں روحانیت کو کوئی نہیں مانتا۔ سب ہی سائنس اور ٹیکنالوجی سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا نظریہ ہے کہ آپ ہی آپ قدرتی طور پر کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس کی ٹھوس وجوہات ہوتی ہیں۔ قدرتی وجوہات کو وہاں کوئی نہیں مانتا۔“

کاہنہ نے اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اور تُو اس دنیا میں آکر مان گیا ہے۔ جن روحانی قوتوں کو چیلنج کررہا ہے، ان کے مقابلے میں شکست کھاتا جارہا ہے۔ تیری عقل سمجھاتی ہے کہ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اسی طرح ایک مذہب کی روحانیت کو دوسرے مذاہب کی روحانیت اور آتما شکتی کاٹ سکتی ہے۔ ختم کرسکتی ہے اور اسے کچل کر تجھے فاتح بنا سکتی ہے۔ تُو شکست کھا کر یہاں سے واپس جانا نہیں چاہتا۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”میں مانتا ہوں۔ میرا گریٹ ایشورارا ابھی تجھے مان لے گا کہ تُو مہاشکتی مان ہے۔ تُو ہی ہماری مشکل آسان کرسکتی ہے۔“

وہ بولی۔ ”تمہاری مشکل یہ ہے کہ تم لوگ اس دنیا کے حکمران بن کر رہنا چاہتے ہو اور تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہورہی ہے۔“

”ہمارے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی کی ایسی قوتیں ہیں، ایسی صلاحیتیں ہیں کہ ہمارے آگے یہ دنیا والے کبھی سر نہیں اٹھا سکیں گے۔ ہمیشہ مات کھاتے رہیں گے۔“

پھر وہ بڑی بے بسی سے ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”بس ہم روحانیت کے محاذ پر مات کھا رہے ہیں۔ اگر تُو ہماری مدد کرے گی، ہمارا بیڑا پار کرنے کے لیے ناخدا بن جائے گی تو ہم تجھے خدا کی جگہ دیں گے۔ تجھے جگ ماتا اور

اس دنیا کی پالنہار مان لیں گے۔ اس زمین پر جہاں جہاں ہماری حکومت قائم ہوگی، وہاں ہم تیرے بڑے بڑے مجسمے بنوا کر اپنی رعایا سے تیری پوجا کرائیں گے اور خود تیرے آگے سجدے کرتے رہیں گے۔"

کاہنہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں تیرے اندر گھس کر تیری نیت کو اور ارادوں کو خوب سمجھ رہی ہوں۔ تُو جو کہہ رہا ہے، بے شک وہی کرے گا۔ تیرا دہ عظیم ایشورارا بھی وہی کرے گا۔ تم سب یہاں حکومت کرتے رہنے کے لیے ہمیشہ میرے آگے جھکتے رہو گے لیکن حکمران بننے کے بعد تیرے عظیم ایشورارا کی نیت اور ارادے کیا ہوں گے یہ ابھی میں نہیں جانتی۔"

"میں تجھے یقین دلاتا ہوں، دی گریٹ ایشورارا کبھی تیری نافرمانی نہیں کرے گا پھر تُو تو مہاشکتی مان ہے۔ نافرمانی کرنے والوں کو ایک پل میں سزا دے سکتی ہے۔"

"بے شک، تجھے یہ حقیقت معلوم ہو چکی ہے کہ میں کئی ہزار برسوں سے زندہ ہوں۔ اس دنیا کی ایسی ہستی ہوں، جسے موت نہ کبھی آئی ہے، نہ کبھی آئے گی۔ تم میں سے کوئی کبھی میری موت کا سامان کرنا چاہے گا تو میں اسی لمحے میں تم سب کو کچل کر رکھ دوں گی۔"

"بے شک، تُو ایسا کرسکتی ہے۔ میں تیری غیر معمولی صلاحیتوں کو اور قوتوں کو مانتا ہوں۔ تیرے آگے سر جھکاتا ہوں۔ میرے بعد دی گریٹ ایشورارا اور پورے سیارے والے بھی تیرے آگے جھکتے رہیں گے، تیری پرستش کرتے رہیں گے۔"

ان کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی، اس سے ایشورارا کو یقین ہو رہا تھا کہ کاہنہ کا رجحان اس کی طرف ہے اور وہ آیندہ اس کی مدد کرنے والی ہے۔ اس نے اتنی دیر بعد پہلی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سوچا تھا، ایک جھلک دیکھ کر نظریں جھکا لے گا لیکن جب دیکھا تو دیکھتا ہی چلا گیا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جو قیامت کبھی آنے والی ہے، وہ کاہنہ کے روپ میں مجسم ہو کر چلی آئی ہے۔ بڑے طمطراق سے اونچی مسند پر، بڑے کروفر سے بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا رنگ تھا، کیا روپ تھا، جوانی کے ایسے تیور تھے کہ دیکھتے ہی ہوس کے پیٹ میں کھلبلی پیدا ہو جاتی تھی۔ جب تک اسے پیٹ میں نہ اتار جاتا، ہضم نہ کیا جاتا، کھلبلی کبھی دور نہ ہوتی۔

کاہنہ نے اسے گھور کر دیکھا پھر بجلی جیسی کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اے کتے! صرف میری پوجا کرنے کی نیت رکھ۔ اس سے آگے سوچے گا تو بے موت مارا جائے گا جو میری خلوت میں آتا ہے، میں اس کا خون پی لیتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے سہم گیا۔ فوراً ہی اٹھ کر اس کے قدموں میں اوندھے منہ گر گیا۔ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "تُو میری ماں ہے... دیوی ماں ہے۔ میں ایک پجاری بن کر، تیرے قدموں کی دھول بن کر رہوں گا۔ مجھ سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ اگر ہوگی تو یہ جان تیری ہے۔ تُو جب چاہے لے سکتی ہے۔"

وہ اپنا ایک پاؤں اٹھا کر اس کے سر پر رکھتے ہوئے بولی۔ "میں جانتی ہوں، تُو جو کہہ رہا ہے، وہی کرے گا۔ میرا وفادار کتا بن کر رہے گا۔ اس لیے میں بھی تیری مشکلیں آسان کرتی رہوں گی۔ چل اب اُٹھ کر بیٹھ جا..."

وہ اس کے سامنے فرش پر دو زانو ہو گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اب اس میں سر اٹھا کر اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ وہ بولی۔ "ہماری دنیا کے لوگوں کا مقدر ایک دوسرے سے وابستہ رہتا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے جو رد یہ اختیار کرتے ہیں، جو سلوک کرتے ہیں، اسی کے نتیجے میں ہمارے حالات بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تُو مجھ سے لاکھوں میل دور کسی سیارے پر تھا لیکن تقدیر تجھے یہاں میرے پاس لے آئی۔ میں پہلے سے جانتی تھی کیونکہ یہ پیش گوئی میری کتابِ مقدر میں درج ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "اس کتابِ مقدر میں لکھا ہے کہ کائنات کے کسی حصے سے ایک شخص میرے پاس آئے گا۔ میں ہزاروں سالوں سے زندہ ہوں لیکن وہ آنے والا میری موت کا باعث بنے گا اور تُو آ گیا ہے۔"

ایشورارا نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا جبکہ اسے دیکھنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ پل بھر کو نگاہیں ملیں پھر یکلخت جھک گئیں۔ وہ بول رہی تھی۔ "تُو میری موت نہیں ہے مگر موت کا ذریعہ ہے۔ تیرے پیچھے فرہاد علی تیمور میری طرف چلا آرہا ہے۔ تُو نہ آتا تو وہ بھی ادھر نہ آتا لیکن کیا کیا جائے، کتابِ مقدر میں یہی لکھا ہے۔"

وہ بولا۔ "اے دیوی ماں! تیری موت کیسے ہوسکتی ہے؟ تُو ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ میں پوچھنے کی جرأت نہیں کرنا چاہتا مگر پوچھے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔ کیا فرہاد تیری موت بنے گا؟"

"ہاں، اور میں اس کی موت بن جاؤں گی۔"

اس کی آواز میں بجلی کی سی کڑک تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے بول رہی تھی۔ "پتا نہیں یہ کیسے ہوگا اور کیسے حالات پیش

یں گے؟ کتاب میں وضاحت سے لکھا ہوا نہیں ہے مگر ہزاروں برس کے بعد اب وہ مجھے فنا ہونے والی ہستی بنا دے اور میں اس ناقابلِ شکست کو شکست خوردہ بنا کر موت کے گھاٹ پہنچا دوں گی۔"

وہ اطمینان کی ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگا۔ میں صحیح جگہ آ گیا ہوں۔ یہاں مجھے فرہاد سے نجات مل سکے گی۔"

یوں اطمینان کے باوجود یہ تشویش ہوئی۔ "کیا فرہاد میرے پیچھے اس کاہنہ کی طرف آرہا ہے؟ مگر کیسے...؟ وہ کیسے جانتا ہے کہ میں اس عظیم کاہنہ سے ملاقات کرنے یہاں آیا ہوں؟"

وہ اسے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس کی خیال خوانی میں ایسی قوت تھی کہ ایشورارا اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "تُو نہیں جانتا۔ میں جانتی ہوں۔ ہم اپنی لاعلمی میں مصیبتوں کو اپنے پاس بلا لیتے ہیں۔ تُو نے ایک فاتح کی طرح کلاوتی کو حاصل کیا اور اس بات سے بے خبر رہا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کلاوتی کے چور خیالات پڑھ چکی ہے۔ اسی نے تجھے دلربا کے جال میں پھنسایا پھر اس کے ذریعے معلوم کیا کہ وہ تجھ سے ملنے یہاں گوانزا پہنچ رہی ہے۔"

وہ ہکا بکا سا رہ گیا۔ اس کی لاعلمی میں اتنا کچھ ہوتا رہا اور وہ ان حقائق سے بے خبر رہا۔ اس نے پوچھا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟ کیا وہ دلربا کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں آ رہی ہے؟"

"وہ مسز فرہاد علی تیمور ہے۔ اپنے شوہر کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے گوانزا کے اس ہوٹل میں پہنچ چکی ہے، جہاں کل دلربا پہنچنے والی ہے۔"

ایشورارا کا سر گھومنے لگا۔ وہ بولا۔ "اے دیوی ماں! میرے ساتھ اتنا بڑا فراڈ ہو رہا تھا۔ اگر تُو مجھے نہ بتاتی تو میں کل بے خبری میں مارا جانے والا تھا۔"

"میں نے اس لیے بتا دیا کہ تیرے مقدر میں ابھی زندگی ہے۔ تیری موت اسی طرح ہوگی جس طرح تیری الارمیشن مشین نے، جوگی مہاراج نے اور فادر جوزف نے بتایا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا میں تیری مدد سے فرہاد اور اس کی بیوی کو ٹریپ کرسکتا ہوں؟"

"ہوا کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ خیال خوانی کرنے والے بھی ہوا کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اس ہوٹل میں موجود رہیں گے پھر تُو دلربا سے ملنے جائے گا یا اسے کہیں بلائے گا تو وہ اس کے پیچھے تیری شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

"میں دلربا سے ملنے کی غلطی نہیں کروں گا پھر بھی فرہاد اسی شہر میں ہے، جہاں میں ہوں۔ مجھے اب وہاں نہیں جانا چاہیے۔ کیا میں یہاں تیرے قدموں میں رہ سکتا ہوں؟"

اس نے اپنا ایک ہاتھ یوں جھٹکا، جیسے مکھی اڑا رہی ہو پھر کہا۔ "نہیں، میں اس مندر میں اپنی داسیوں اور پروہتوں کے ساتھ رہتی ہوں۔ باہر سے کوئی آ کر یہاں نہیں رہ سکتا۔ کل صبح تجھے واپس جانا ہوگا۔"

"اے دیوی ماں...! میں تیری رہنمائی چاہتا ہوں۔ مجھے بتا کہ میں اپنے بدترین دشمن فرہاد پر اور بابا صاحب کے ادارے والوں پر کب تک غالب آسکوں گا؟ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا؟"

وہ بولی۔ "مریض اس لیے بستر پر گر جاتے ہیں کہ ان میں کھڑے رہنے کی سکت نہیں رہتی۔ تُو ابھی بیمار ہے۔ تیری غیر معمولی مشینوں کو تباہ و برباد کر کے تیری توانائیاں چھین لی گئی ہیں۔ یہ توانائیاں حاصل کرنے کے لیے تجھے سیارے پر واپس جانا ہوگا۔"

"میں واپس جاؤں گا پھر تمام تر صلاحیتوں اور توانائیوں کے ساتھ واپس آؤں گا۔"

"مگر تم سب کی ایک کمزوری ہے جس کی وجہ سے مات کھا جاتے ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، عورت ہماری کمزوری بن جاتی ہے۔ میرے سیارے میں ایسے شہزور اور باصلاحیت افراد ہیں جو عورتوں کی طرف بالکل مائل نہیں ہوتے۔ میں ایسے لوگوں کو یہاں لاؤں گا۔"

"دوسروں کی نہیں، اپنی بات کر۔ جس طرح تیرے دو ماتحت عورتوں کے چکر میں مارے گئے، اسی طرح کل تُو بھی کلاوتی اور دلربا کے چکر میں مارا جانے والا تھا۔ آیندہ کیا ہوگا؟ کیا تُو اپنی یہ کمزوری دور کرسکے گا؟"

"تُو بہتر جانتی ہے۔"

"ہاں، جانتی ہوں۔ عورت کی ہوس تیرے اندر سے نہیں جائے گی مگر میں تجھ پر ایسا عمل کروں گی کہ تُو سیارے سے واپس آنے کے بعد یہاں کی عورتوں سے بیزار ہو جائے گا۔ یہی تیرے لیے بہتر ہوگا۔ عورتوں سے دور رہنے والے ہی اپنے اہم مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔"

"میں تیرے قدموں میں بیٹھ کر اس دنیا کا حکمران بنا

چاہتا ہوں اور اس کے لیے عورتوں سے بیزار ہو جانا چاہتا ہوں۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "بس... تجھ سے ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب یہاں سے چلا جا..."

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا میں کسی ضرورت کے تحت خیال خوانی کے ذریعے تجھ سے رابطہ کر سکتا ہوں؟"

"تجھے کبھی رابطہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جب بھی تجھ پر کوئی برا وقت آئے گا' میں تیرے پاس موجود رہوں گی۔ اب یہاں سے جا..."

وہ سر جھکائے اُلٹے قدموں چلتا ہوا وہاں سے باہر آ گیا۔ اس نے وہ رات وہاں کے ایک کاٹج میں گزاری۔ وہ دل و جان سے کاہنہ کا عقیدت مند بن چکا تھا۔ اگر وہ نہ ہوتی' اسے کل کے بارے میں نہ بتاتی تو وہ میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ لیٹ کر ڈنڈوت کرتے ہوئے بولا۔ "جے ہو دیوی ماں کی... تُو نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ اب یہ زندگی تیرے ہی نام رہے گی اور میں خود کو تیرا وفادار ثابت کرتا رہوں گا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں تیرے ہی ذریعے فرہاد کو مات دے سکوں گا اور بابا صاحب کے ادارے کی روحانی قوتوں کو کمزور کر سکوں گا۔ تیرا جواب نہیں ہے دیوی ماں...! تُو مہا شکتی مان ہے..."

دوسرے دن وہ اس جنگل سے نکل کر شہر میں آ گیا۔ اس نے گائیڈ کو چھٹی دے دی۔ شام تک دلربا وہاں پہنچنے والی تھی اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں اس ہوٹل میں ثنا کے ساتھ موجود ہوں۔

دیکھا جائے تو اس کے سر پر خطرہ منڈلا رہا تھا لیکن وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ اسے یقین تھا کہ دیوی ماں اس کی حفاظت کرتی رہے گی مگر اسے خود بھی حفاظتی تدابیر پر عمل کرنا تھا۔ وہ اپنے سفری بیگ میں سے ایک آلہ نکال کر آئینے کے سامنے آ گیا پھر اس آلے کو آپریٹ کرنے لگا اور آئینے میں دیکھنے لگا۔ یہ اس کی سائنسی ایجاد تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اور اس کا گریٹ ایشورارا سائنس اور ٹیکنالوجی میں ارضی دنیا کے انسانوں سے ایک صدی آگے ہیں۔ انہوں نے ایسی ایسی مشینیں ایجاد کی ہیں' جنہیں یہاں کے سائنسدان شاید ایک صدی بعد کر پائیں گے۔

اس نے اس آلے کو آپریٹ کرنے کے بعد ایک بٹن کو دبایا تو پلک جھپکتے ہی اس کا روپ بدل گیا۔ اب آئینے کے سامنے وہ خود کو ایک بوڑھے کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ' اس کی شخصیت اور لب و لہجہ سب ہی کچھ بدل چکا تھا۔ اگر ہم نے بھی اسے ایک جوان کے روپ میں دیکھا ہوتا تو ا... بوڑھے کے روپ میں کبھی پہچان نہ پاتے۔

اس نے خود کو اسی سال کا بوڑھا اس لیے بنایا تھا کہ کبھی ہم سے سامنا ہوتا تو ہمیں اتنے ضعیف شخص پر کبھی شبہ نہ ہوتا... اس نے وہاں اپنے چند آلہ کار بنا رکھے تھے۔ ان میں ... ایک شخص پر تنویمی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہے۔ بانو راما سیار... سے آیا ہوا ایشورارا ہے۔ اس نے اس ڈمی کی آواز اور لب و لہجہ بھی اپنے جیسا بنا دیا تھا۔ ہم بڑی آسانی سے دھوکا کھا... تھے۔

شام کو دلربا نے فون پر پوچھا۔ "ہائے...! تم کہاں ہو... میں یہاں پہنچ گئی ہوں اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

ایسے وقت ہم دلربا کے اندر موجود تھے۔ ہم نے فون کے ذریعے ایشورارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہاں ک... سفاری پارک میں چلی آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

ثنا نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔ "میں نے کلاوتی او... دلربا کے ذریعے اس کی آواز سنی ہے۔ یہ ایشورارا ہی بول ر... ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہُوں، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اسے دلربا کے ذریعے ٹریپ کر رہے ہیں۔ اسی لیے وہ مطمئن ہو کر اس سے ملنے والا ہے۔"

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کئی آلہ کار بنا لیے تھے۔ ان میں سے دو مسلح افراد ہماری مرضی کے مطابق سفاری پارک پہنچ گئے۔ ایشورارا نے اس پارک کے اندر میلوں دور تک گھومنے کے لیے ایک گاڑی کرائے پر لی تھی۔ دلربا وہاں پہنچ کر فون کے ذریعے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اسے کس طرح پہچانے گی؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "میری پہچان یہ ہے کہ میں ان لمحات میں تمہارے پیچھے کھڑا ہوا ہوں۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ہٹا کٹا جوان وہاں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دلربا نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھایا تو اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ بازوؤں میں بھرتے ہوئے کہا۔ "ہماری پہلی ملاقات بڑے پیار سے ہونی چاہیے۔"

یہ کہہ کر اس نے اسے چومنا چاہا تو وہ اپنا چہرہ اِدھر اُدھر پھیر کر اس سے بچتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ پبلک پلیس میں مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔ پلیز، کہیں تنہائی میں چلو۔"

وہ بولا۔ "سفاری پارک میں کئی جگہ تنہائی ملے گی۔ وہاں ہم پہلی ملاقات کا لطف اٹھائیں گے۔ آؤ' گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک جیپ میں آ کر بیٹھ گئی۔ ...ایشورارا ایسی بھرپور اپنائیت اور محبت کا اظہار کر رہا تھا کہ ہم دھوکا کھاتے جا رہے تھے۔ یہی سمجھ رہے تھے کہ جو شخص دلربا کے ساتھ ہے' وہی ہمارا شکار ہے۔ جب وہ اس پارک کے اندر بہت دور نکل گیا تو ہمارے آلہ کاروں نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر اس سے آگے ہو کر اس کا راستہ روک دیا۔

ڈمی ایشورارا نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ تم ہمارا راستہ کیوں روک رہے ہو؟"

میں نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا۔ "تمہاری زندگی کا راستہ یہیں تک ہے۔ تم یہاں اس لیے آئے ہو کہ تمہاری موت یہیں لکھی ہوئی ہے۔"

وہ میری آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر میرے اندر آیا تو میں نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا۔ "آ جاؤ... مگر میرے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر سکو گے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کر سکو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "او... اب مجھے یاد آ رہا ہے۔ جوجو کی موت کے وقت میں نے یہی آواز سنی تھی۔ کیا تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

وہ بڑی چالاکی سے اور کامیابی سے مجھے دھوکا دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہاں، میں وہی فرہاد ہوں۔ تمہارے سیارے کے تین ساتھیوں تک اسی طرح موت بن کر پہنچا تھا۔ اب تمہاری باری ہے۔"

یہ سنتے ہی اس نے اپنے لباس سے ریوالور نکال لیا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اپنے آلہ کار کے ذریعے فائر کیا۔ گولی اس کے شانے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر گر پڑا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ دلربا چیخیں مار کر رو رہی تھی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "مجھے نہ مارو۔ فار گاڈ سیک... مجھے جانے دو۔ جتنی رقم چاہتے ہو' مجھ سے لے لو۔ میرے پرس میں پچاس ہزار ڈالرز ہیں میں یہ سب تمہیں دے دوں گی مگر مجھے یہاں سے جانے دو۔"

میں نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ "خاموش ہو جاؤ۔ یہاں سے گاڑی ڈرائیو کرتی ہوئی واپس چلی جاؤ۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔"

وہ فوراً ہی گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی واپس جانے لگی۔ ایک گولی کھانے کے بعد ایشورارا کو زخمی ہو کر تکلیف سے کراہنا چاہیے تھا اور وہ اپنی ڈمی کے اندر بڑی کامیابی سے یہی اداکاری کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم سیارے میں بھگوان کہلاتے ہو اور سنا ہے' وہاں تم سے بڑا بھگوان بھی موجود ہے؟ اب یہ بتاؤ' تمہاری موت کے بعد کیا وہ یہاں آنے والا ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "ہاں، جب وہ یہاں آئے گا تو تمہیں اس کے شکنجے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ اپنے شکار کی بو سونگھ کر اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں سمجھو کہ تمہارا بھی آخری وقت جلد آنے والا ہے۔"

میرے علاوہ ثنا بھی اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ہمیں اس پر ایک ذرا شبہ نہیں ہو رہا تھا۔ ثنا نے کہا۔ "خوامخواہ وقت ضائع نہ کرو۔ اس کم بخت کو ختم کر دو۔"

میں نے اسے دوسری گولی ماری تو وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں اور ثنا ممبئی کے ساحلی کاٹج میں دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ پوری طرح مطمئن ہو گئے کہ بانو راما سیارے کے اس آخری شخص کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب اس کی بیٹی اور بیٹے کے سوا کوئی اس زمین پر نہیں ہے۔

ثنا نے کہا۔ "اس نے مرتے وقت چیلنج کیا ہے کہ اب اس کا گریٹ ایشورارا یہاں آئے گا۔ پتا نہیں' وہ کم بخت کب تک ہمارے لیے پریشانی کا باعث بنتا رہے گا؟"

میں نے کہا۔ "جب آئے گا تب دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اس کے متعلق سوچ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ چلو... باہر چلتے ہیں۔ کہیں لمبی آؤٹنگ کریں گے۔"

جب کوئی دشمن نہ رہے' جب ساری مصیبتیں دور ہو جائیں تو اتنی آسودگی' اتنی مسرتیں ملتی ہیں کہ خوشی کے مارے بندہ ہواؤں میں اڑنے لگتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہو رہا تھا۔ ہم نے اپنی دانست میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ آئندہ نہ جانے کب تک اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے والے تھے؟ یہ خوش فہمی ہمیں اچانک ہی نقصان پہنچا سکتی تھی۔

☆☆☆

ایشورارا کچھ عرصے کے لیے سیارے پر واپس جا رہا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے اپنی بیٹی اور بیٹے سے رابطہ کیا۔ پہلے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بیٹے کے پاس پہنچنا چاہا تو اس کے اندر جگہ مل گئی لیکن وہ اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا تھا۔ وہی پہلے والے حالات تھے۔ اس کا دماغ باپ کی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کر رہا تھا۔

جب وہ پچھلی بار اس کے اندر پہنچا تھا تو بیٹے کی آواز سنتا رہا تھا۔ اس بار اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا

تھا' جیسے وہ کسی گنبدنما تاریک کمرے میں پہنچ گیا ہے۔ جہاں اسے اپنی ہی آواز کی گونج سنائی دے رہی تھی۔

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا۔ ''یہ کیا ہورہا ہے؟ میں سمجھ رہا تھا، بیٹے اور بیٹی سے عارضی طور پر رابطہ منقطع ہوگیا ہے۔ بعد میں سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا مگر اب تو اور زیادہ مایوسی ہورہی ہے۔ دامودر کی سوچ کی لہریں بھی سنائی نہیں دے رہی ہیں۔ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کررہا ہے؟ میں تو اس کی طرف سے بالکل ہی اندھا ہوچکا ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ ''ہائے پاپا! کیسے ہو؟ مجھے کیسے یاد کیا؟''

''میں ابھی تمہارے دماغ میں پہنچا تھا۔ تمہیں مخاطب کررہا تھا، نہ تم میری آواز سن رہے تھے' نہ تمہاری آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔''

''پاپا! تم نے پہلے بھی یہ شکایت کی تھی۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا' تم خیال خوانی کے سلسلے میں ناکام کیوں ہورہے ہو؟''

''میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں سلامت ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔ صرف تم تک پہنچ نہیں پارہا ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ تم روحانی عمل کرنے والوں کے شکنجے میں آگئے ہو۔ انہوں نے ہم باپ بیٹے کے درمیان خیال خوانی کا رابطہ ختم کردیا ہے۔''

بیٹے نے کہا۔ ''پاپا! چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی مگر مجھے اپنی' ماؤرا کی اور تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں کہ تم فرہاد انکل سے دشمنی نہ کرو۔''

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولا۔ ''کیا...؟ تم...؟ تم فرہاد کو انکل کہہ رہے ہو؟ یو نان سنس.... جو باپ کا جانی دشمن ہے' وہ تمہارا انکل کیسے ہوگیا؟''

''انصاف کی بات کرو پاپا! وہ تم سے دشمنی کرنے سیارے پر نہیں گئے۔ تم ان کی دنیا میں آکر حکومت کرنا چاہتے ہو۔ دشمنی تو تم نے شروع کی ہے۔''

''تمہارے منہ میں پورس کی زبان بول رہی ہے۔''

''اس کی زبان میں محبت ہے' مٹھاس ہے' سچائی ہے۔ وہ اپنا بن کر اور اپنا بنا کر رہنا جانتا ہے۔''

وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ''بس... آگے کچھ نہ بولو۔ انہوں نے روحانیت کے ذریعے ہمارے درمیان صرف خیال خوانی کا رابطہ ختم نہیں کیا ہے' بلکہ تمہارا برین بھی واش کردیا ہے۔ باپ کو کمتر اور پورس کو برتر بنادیا ہے۔''

''میں وہی کہہ رہا ہوں جو سچ ہے۔ تم فرہاد انکل سے ایک بار دوستی کرکے دیکھو۔ تمہاری ساری مشکلیں آسان...''

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولا۔ ''یو شٹ اپ... میں سیارے میں جارہا ہوں۔ واپس آکر تمہیں روحانی عمل کرنے والوں کے شکنجے سے ضرور نجات دلاؤں گا۔ تم ابھی ان کے زیر اثر ہو۔ اس لیے میں تمہاری بکواس نہیں سنوں گا۔ میری واپسی کا انتظار کرو۔''

وہ فون بند کرکے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ غصے سے ٹہلنے لگا۔ یہ بہت بڑی شکست تھی کہ بیٹے کو اس سے چھین لیا گیا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ ''کیا اس سلسلے میں دیوی کاہنہ سے رجوع کیا جائے؟ وہ مہا شکتی مان ہے۔ دامودر کو روحانی شکنجے سے ضرور نجات دلاسکے گی۔''

اسے اپنے اندر کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''میں تیرے حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ اب تو اپنی بیٹی سے رابطہ کر... میں اس کے حالات بھی معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ بیٹی کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''میری جان! تم کیسی ہو؟ کیا اسپتال سے گھر آگئی ہو؟''

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ ماؤرا کے دماغ میں بھی اسے اپنی آواز کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ کاہنہ نے کہا۔ ''بیٹی سے بھی خیال خوانی کا رابطہ ختم کردیا گیا ہے۔ اس سے فون پر بات کر... میں اس کی آواز اور لب ولہجہ سننا چاہتی ہوں۔''

اس نے فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ ''ماؤرا...! میری جان...! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا اسپتال سے گھر آگئی ہو؟''

وہ بولی۔ ''پاپا! میں تم سے ناراض ہوں۔ مجھے خطرناک سانپ نے ڈس لیا تھا۔ میں زندہ رہنے کے لیے موت سے لڑ رہی تھی مگر تم نے میری خبر نہیں لی۔''

''بیٹی..! میں ایک بار تمہارے دماغ میں آیا تو تم بے ہوش تھیں۔ دوسری تیسری بار گہری نیند میں تھیں۔ تم پر زہر کا نشہ طاری تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے اندر آیا تو پتا چلا' روحانی عمل کرنے والوں نے ہمارے درمیان خیال خوانی کا رابطہ ختم کردیا ہے۔''

''او پاپا! ابھی دامودر نے بتایا ہے کہ ہمارے درمیان خیال خوانی کا رابطہ ختم ہونے کے باوجود تم فرہاد انکل سے دشمنی قائم رکھنا چاہتے ہو۔''

''نان سنس... تم بہن بھائی کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ وہ لوگ ہمارے درمیان خیال خوانی کا سلسلہ ختم کرکے ایک باپ کو اس کے بچوں سے دور کررہے ہیں۔''

www.pdfbooksfree.pk

ماؤرا نے کہا۔ ”یہ دشمنی نہیں ہے۔ اس میں بھی ہماری بہتری ہے اگر تم میرے اندر آکر مجھے پورس سے دور کرنے کے لیے میرا برین واش کرتے‘ مجھے اس سے دور کر دیتے تو میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی قوت کے آگے دم نہیں مار سکتی تھی۔ اب تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ تمہاری بیٹی حیا والی ہے۔ پورس کو اپنا تن من سونپنے کے بعد ساری دنیا پر صرف اپنے مرد کو ترجیح دے گی۔ اب پورس ہی میری دنیا ہے، میرا دین ہے۔ کل جمعے کا دن ہے۔ میں اس کا دین قبول کرنے کے بعد اس کے نکاح میں آنے والی ہوں۔“

وہ گرجتے ہوئے بولا۔ ”بکواس بند کرو۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اس سے پہلے ہی پورس کو خاک میں ملا دوں گا.... انتظار کرو اور دیکھو کہ کس طرح اس پر موت جھپٹنے والی ہے؟“

اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔ خلا میں تکتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”دیوی ماں...! تُو سن رہی ہے‘ دیکھ رہی ہے۔ میں تیری مہربانی اس دنیا کا حکمران بننے والا ہوں۔ میری بیٹی اس دشمن کی آغوش میں رہے گی تو میرا سر جھکا رہے گا۔ میری مدد کر... پورس کو اس کی زندگی سے نوچ کر پھینک دے۔“

کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ”سارے کام پلک جھپکتے ہی نہیں ہو جاتے۔ جب لوہے سے لوہا ٹکراتا ہے تو کسی ایک کو ٹوٹنے میں دیر لگتی ہے۔ ذرا صبر کر... مجھے مخالفین کی حکمت عملی سمجھنا ہے۔ ابھی میں دامودر اور ماؤرا کے اندر جا کر ان کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ افسوس... میرے ساتھ بھی وہی ہوا جو تیرے ساتھ ہو چکا ہے۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”اب کیا ہوگا؟ میرے بچوں کو ان سے کب نجات ملے گی؟“

”ملے گی... ضرور ملے گی۔ ان بچوں کے دماغوں کو روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ آج آدھی رات کے بعد عمل کروں گی۔ وہ لاک ٹوٹ جائیں گے۔ ان کے دماغوں کے دروازے ہمارے لیے کھل جائیں گے۔“

”جے ہو دیوی ماں کی.... جے ہو... کیا میں مطمئن ہو کر سیارے میں جاؤں؟“

”تجھے جانا چاہیے پھر تمام صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ واپس آنا چاہیے۔“

اس نے پوچھا۔ ”اے شکتی رکھنے والی دیوی ماں...! کیا تُو خیال خوانی کے ذریعے سیارے میں مجھ سے رابطہ کرے گی؟“

”نہیں، تُو جانتا ہے‘ خیال خوانی کی لہریں اس زمین [illegible] کشش تک محدود رہتی ہیں۔ باہر نہیں جاتیں۔“

”تُو یقیناً جانتی ہوگی کہ میں اپنے سیارے والوں [illegible] کس طرح رابطہ رکھتا ہوں؟“

”جانتی ہوں‘ تیرے پاس ایک چھوٹا سا آلہ ہے۔ [illegible] آپریٹ کر کے تُو اپنا روپ بدل لیتا ہے اور سیارے [illegible] واپس جانے کے لیے اسی آلے کے ذریعے وہاں سے فلائنگ [illegible] ساسر طلب کرتا ہے پھر اس میں بیٹھ کر ہاتورا ما میں واپس جا[illegible] ہے۔“

”ہاں، بڑی احتیاط سے میرے لیے وہ فلائنگ سا[illegible] یہاں بھیجی جاتی ہے۔ اس دنیا کے سائنسدانوں کو راڈر [illegible] ذریعے معلوم ہو جاتا ہے کہ خلا کے کس حصے سے کوئی چیز ز[illegible] پر اتاری گئی ہے۔ یہاں کے اخبارات میں بھی فلائنگ ساسر [illegible] چرچا ہوتا رہا ہے۔“

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ”آئندہ کوئی راڈر تیری فلائنگ ساسر کی نشاندہی نہیں کرے گا۔ میں ایسا عمل کروں گی [illegible] تیرے آنے جانے کی سواری اسرار کے پردے میں چھپ[illegible] جائے گی۔ تیری وہ فلائنگ ساسر یہاں اس جنگل میں اُتر[illegible] کرے گی۔“

”دیوی ماں کی جے ہو... تُو میری مشکلیں آسان کر رہی ہے۔“

”مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ سیارے سے تیری فلائنگ ساسر کب آیا جایا کرے گی؟ اس مقصد کے لیے میرے پاس وہی رابطہ کرنے والا آلہ ہونا چاہیے جو ابھی تیرے پاس ہے۔“

”بے شک، یہ آلہ تیرے لیے ضروری ہے۔ میں اسے تیرے حوالے کر کے جاؤں گا۔ سیارے میں میرے پاس ایسے کئی آلات ہیں۔“

”اس آلے کو کس طرح آپریٹ کرنا چاہیے؟ اس کی تکنیک سمجھانے کے لیے تجھے یہاں آنا ہوگا۔ تُو اس جنگل میں ساسر طلب کر کے یہاں سے سیارے میں جائے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں پھر تیرے قدموں میں آؤں گا۔ تیرے درشن کروں گا۔ یہ میرے لیے بہت اعزاز کی بات ہے کہ میری سائنسی ایجاد تیرے بھی کام آئے گی۔ تُو اس کے ذریعے جب چاہے گی‘ اپنا روپ بدل سکے گی۔“

تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اب یہ طے پا رہا تھا کہ وہ سیارے سے اور بھی کئی طرح کے سائنسی آلات لا کر

کاہنہ کو پیش کرے گا۔ آئندہ جو غیر معمولی مشینیں اس دنیا میں [illegible]ائی جائیں گی‘ انہیں اسی جنگل میں رکھا جائے گا۔ کسی بھی [illegible]ے ملک اور سپر پاور کی فوجیں ان مشینوں تک پہنچ نہیں [illegible]ئیں گی۔

کاہنہ کو پراسرار علوم میں کمال حاصل تھا۔ وہ ایشورارا [illegible]ے سائنسی آلات کی محتاج نہیں تھی لیکن اس کی پیشکش کو قبول [illegible]کر کے اضافی صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرنے والی تھی۔

وہ پھر اس مندر میں آ گیا۔ اسے کاہنہ کی آواز سنائی [illegible]ی۔ ”اس مندر کے جنوب میں گھنی جھاڑیاں ہیں۔ ان کے [illegible]درمیان ایک راستہ ہے‘ اس راستے پر چلتا جا... مجھ سے ملاقات ہو جائے گی۔“

وہ اس کی ہدایت کے مطابق ان جھاڑیوں کے درمیان [illegible]سے گزرنے لگا۔ آگے جا کر وہ جھاڑیاں ختم ہو گئیں۔ گھنے [illegible]رختوں کے سائے میں کہیں خونخوار چیتے بیٹھے ہوئے تھے‘ کہیں شیر ببر ٹہل رہے تھے۔ ایشورارا کے تو ہوش اڑ گئے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو جھاڑیوں کے درمیان ایک شیر ببر کھڑا ہوا تھا۔ اس کی واپسی کا راستہ بھی بند ہو گیا تھا۔

کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ”ڈرتا کیوں ہے؟ میں ہوں [illegible]...“

اس نے آواز کی سمت دیکھا۔ ایک گھنے درخت کے سائے میں ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ وہ چھڑی ٹیکتی ہوئی‘ ایک چیتے کے قریب سے گزرتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ”تُو اس صورت سے اور میرے سراپا سے مجھے پہچان نہیں پائے گا۔ جب میں مندر سے کبھی بے وقت نکلتی ہوں تو اسی طرح روپ بدل لیا کرتی ہوں۔ تُو مجھے آواز اور لب و لہجے سے پہچان لے۔ میں دیوی کاہنہ ہوں۔“

وہ بڑی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ قریب آ کر ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ”تُو سائنسی آلے سے روپ بدلتا ہے۔ میرا پراسرار علم مجھے جوان سے بوڑھی اور بوڑھی سے بھی بنا دیتا ہے۔ انسان قدیم زمانے سے پرسرار علوم کے ذریعے جو کمالات دکھاتا آ رہا ہے‘ وہی کمالات اب سائنسی ایجادات کے ذریعے دکھائے جاتے ہیں۔“

وہ اسے ایک پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ”میں ہزاروں سال سے زندہ ہوں۔ اس دنیا میں ہونے والے ہزار ہا تماشوں کو دیکھتی آ رہی ہوں۔ میں نے دیکھا ہے، کبھی جادوگر اُڑن طشتری میں بیٹھ کر پرواز کرتے تھے۔ اب ہوائی جہاز کے ذریعے مسافروں کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُڑا کر لے جایا جاتا ہے۔ پہلے طلسمی آئینے میں دور دراز کے کسی مطلوبہ شخص کو دیکھا جاتا تھا۔ آج ٹی وی چینلز کے ذریعے دنیا جہان کے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے۔ میں تیرے سائنسی آلات کی محتاج نہیں ہوں پھر بھی یہ بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ میں چاہتی ہوں‘ سیارے سے تمام غیر معمولی مشینیں اور سائنسی آلات یہاں لائے جائیں۔ میں ضمانت دیتی ہوں‘ نہ کوئی دشمن یہاں تک آ سکے گا اور نہ ہی ان مشینوں کو نقصان پہنچا سکے گا۔“

ایشورارا نے رابطہ کرنے والے آلے کے ذریعے سیارے کے اکابرین سے کہا۔ ”ساؤتھ افریقا میں رات کی تاریکی پھیلتے ہی فلائنگ ساسر بھیجی جائے۔ میں واپس آ رہا ہوں۔“

کاہنہ اس آلے کو آپریٹ کرتے ہوئے دیکھتی رہی اور روپ بدلنے کی تکنیک بھی سیکھتی رہی۔ شام ہو چکی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیلنے کے دو گھنٹے بعد ہی فلائنگ ساسر آ گئی۔ اس دوران میں کاہنہ زیر لب کچھ پڑھتی رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”بے فکری سے جا... اس دنیا کے کسی راڈر نے فلائنگ ساسر کو نہ آتے ہوئے ٹریس کیا ہے‘ نہ جاتے ہوئے کرے گا۔“

وہ رابطہ کرنے والا آلہ کاہنہ کو دے کر ساسر میں بیٹھ کر پرواز کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مندروں میں تہ خانے ہوتے ہیں۔ اس پرانے مندر میں بھی ایک ایسا تہ خانہ تھا جس کا چور راستہ کاہنہ‘ اس کی دو داسیاں اور دو پروہت جانتے تھے۔ اس تہ خانے میں کاہنہ کا ایک خفیہ چیمبر تھا۔ وہاں اس کی داسیوں اور پروہتوں کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

اس خفیہ کمرے میں صدیوں کے راز چھپے ہوئے تھے۔ پُراسرار علوم سے تعلق رکھنے والی طرح طرح کی عجیب و غریب چیزیں بڑے جتن سے رکھی گئی تھیں۔ نئی اور پرانی کئی ضخیم کتابیں تھیں۔ کچھ تو اتنی پرانی تھیں کہ ان کے کسی صفحے پر انگلی رکھتے ہی کرم خوردہ کاغذ اس جگہ سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا تھا۔ کچھ ایسی پراسرار باتیں تھیں جو چوڑی اور سپاٹ ہڈیوں پر لکھی گئی تھیں۔ وہ ہزاروں سال پرانی زبان میں تھیں۔ انہیں صرف کاہنہ ہی پڑھ سکتی تھی۔

کئی صدیوں پہلے لکھی گئی اس کرم خوردہ کتاب کی تمام باتیں موجودہ صدی میں نئے سرے سے لکھی گئی تھیں۔ ہڈیوں پر لکھی گئی باتوں کو بھی نئی کتاب میں منتقل کیا گیا تھا۔ یہ سب کاہنہ نے خود کیا تھا اور وہ اسے کتابِ مقدر کہتی تھی۔

اس کتاب کو صدیوں پہلے ایک سو سالہ بوڑھے عالم نے

لکھا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو ہزار برسوں تک اس مندر میں کاہنہ کا بول بالا رہے گا۔ سن ۲۰۰۶ کے آخر میں خلا کے کسی سیارے سے ایک اجنبی مدد مانگنے کاہنہ کے پاس آئے گا اور اس اجنبی کا دشمن ایک خدا اور آخری پیغمبر کو ماننے والا ہوگا۔ وہی کاہنہ کے زوال کا باعث بنے گا۔ وہ اس مندر سے ہمیشہ کے لیے کاہنت کا خاتمہ کردے گا۔

کاہنہ کی حقیقت کیا تھی؟ کیا واقعی وہ کئی ہزار برسوں سے زندہ تھی اور اس کے لیے فنا نہیں تھی؟ ایسا تو نہ کبھی ہوا ہے' نہ کبھی ہوگا۔ یہ دنیا فانی ہے۔ یہاں کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ صرف ایک اللہ' ایک معبودِ حقیقی ہے جو دائم و قائم رہنے والا ہے۔

صحیح قدیم واقعات یہ ہیں کہ دو ہزار سال پہلے اس جنگل میں ایک مندر تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک پجاری جو پراسرار علوم پر دسترس رکھتا تھا، وہ جادوئی کمالات کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں دہشت اور اپنے لیے عقیدت پیدا کرچکا تھا۔ اس مندر کا دیوتا بن گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے بعد لوگ اس کے بیٹے کو بھی دیوتا مان کر اس کی پوجا کرتے رہیں لیکن بد قسمتی سے اس کا بیٹا دس برس کی عمر پاکر مر گیا پھر کوئی بیٹا نہ ہوا۔ ایک بیٹی رہ گئی تھی۔ اس نے بیٹی کو تمام پُراسرار علوم سکھا دیے۔

وہ لوگوں کے سامنے اپنی بیٹی کو کاہنہ کہتا تھا کیونکہ وہ غیب کی باتیں بتاتی تھی، ایسے ایسے جادوئی تماشے دکھاتی تھی کہ سب اسے آسمانی دیوی مان کر اس کے آگے سر جھکاتے تھے۔

اس کے دیوتا باپ نے یہ دعویٰ کیا۔ ''میری بیٹی لافانی ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ میں مر جاؤں گا۔ تم سب مرتے رہو گے۔ تمہاری نسلیں ایک کے بعد ایک پیدا ہوتی رہیں گی اور میری کاہنہ کو اسی طرح زندہ سلامت اور سدا بہار دیکھتی رہیں گی۔''

اس نے تنہائی میں بیٹی سے کہا۔ ''میں نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ نہ آج تک ہمیشہ کوئی زندہ رہا ہے' نہ تُو رہے گی۔ تجھے ایک دن مرنا ہے۔''

بیٹی نے کہا۔ ''بابا! اس طرح تُو جھوٹا دیوتا کہلائے گا۔''

وہ بولا۔ ''نہیں، میں جھوٹ کو سچ میں بدلنا جانتا ہوں۔ ہم باپ بیٹی پراسرار علم کے ذریعے اپنی شکل تبدیل کرلیتے ہیں' اسی طرح تجھ سے جو بیٹی ہوگی اسے بھی یہ علم سکھایا جائے اور اسے تیری ہم شکل بنادیا جائے گا۔''

وہ بولی۔ ''ایسا تو بڑی رازداری سے کرنا ہوگا۔''

''ہاں، اتنی رازداری کہ میرے بعد تم ماں بیٹی کے سوا کسی کو یہ راز معلوم نہ ہو۔ تیری بیٹی بھی جوان ہوکر ایک بیٹی پیدا کرے گی۔ وہ بھی تیری طرح اسے اپنی ہم شکل بنائے گی۔ اس طرح یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہے گا۔ آنے والے زمانے کے لوگ یہ تسلیم کرتے رہیں گے کہ تُو لافانی کاہنہ ہے۔ تجھے کبھی موت نہیں آئے گی۔''

اس نے پوچھا۔ ''اگر میری بیٹی کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی میں سے کوئی بانجھ ہوئی تو...؟''

باپ نے کہا۔ ''تو بڑی رازداری سے کسی کی سندر بچی کو گود لیا جائے گا اور اسے اپنی ہم شکل بنایا جائے گا۔''

اپنے دور میں اور آنے والے ادوار میں اس حیرت انگیز جھوٹ کو سچ بنانے اور ہمیشہ دائم و قائم رہنے والی کاہنہ کا رُعب اور دبدبہ قائم رکھنے کے کچھ اُصول اور طور طریقے مرتب کیے گئے۔ باپ بیٹی نے عہد کیا کہ آیندہ آنے والی نسلوں کو بھی انہی اصولوں کا پابند بنایا جائے گا۔

اُصول یہ تھے کہ ہر بیٹی کی بیٹی لازماً ایک بیٹی کو جنم دے گی۔

بیٹی نہ ہوئی تو کسی بچی کو گود لے گی اور اس بچی کے ماں باپ کو قتل کردیا جائے گا تاکہ کوئی تیسرا اس راز میں شریک نہ ہوسکے۔

جب کاہنہ کے پاؤں بھاری ہوں تو پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ بیٹی ہوگی یا نہیں؟ اگر بیٹی ہوگی تو کاہنہ اپنے شوہر کو رازداری سے ہلاک کردے گی پھر کسی دوسرے مرد کی اولاد پیدا نہیں کرے گی۔

پاؤں بھاری ہوتے ہی اعلان کرے گی کہ وہ دس ماہ تک تپسیا کرنے کے لیے روپوش ہورہی ہے۔ دو داسیوں کو تنویمی عمل کے ذریعے معمولہ اور تابع دار بنایا جائے گا۔ وہ مندر کے تہ خانے میں اس بچی کی پرورش کرتی رہیں گی۔ جوان ہونے تک اسے تمام پراسرار علوم سکھائے جائیں گے۔

اگر بیٹا پیدا ہوگا تو تابع دار داسیاں اسے بڑی رازداری سے مندر کی سیڑھیوں پر چھوڑ آئیں گی۔ وہ لاوارث کہلائے گا پھر کاہنہ لوگوں کے سامنے اس کی پرورش کی ذمے داری لے گی۔ جب وہ جوان ہوگا تو اسے مندر کا پروہت بنادے گی۔

کاہنہ کو بیس اکیس برس کی عمر تک ایک بیٹی کی ماں بن جانا چاہیے تاکہ اس کے جوان رہنے تک بیٹی جوان ہوجائے اور جب وہ کاہنہ کی جگہ آئے تو کاہنہ روپ بدل کر اس مندر کی پجارن بن جائے اور بیٹی کے رازوں کی امین بن کر رہے۔

ایسے ایسے اُصول مرتب کیے گئے تھے اور ان پر ایسی پابندیوں سے عمل کیا گیا تھا کہ اصل حقیقت کبھی ظاہر نہیں ہوسکی تھی۔ موجودہ کاہنہ بیس برس کی تھی۔ اسے اب تک شادی کرکے ایک بیٹی کی ماں بن جانا چاہیے تھا لیکن اس کے مقدر میں کچھ اور لکھا تھا۔

ایک سو سالہ بزرگ نے آخری کاہنہ کے متعلق بے شمار پیش گوئیاں کی تھیں۔ وہ سب کاہنہ کی کتابِ مقدر میں درج تھیں۔ یہ لکھا تھا کہ شادی کب ہوگی اور جس سے ہوگی' اس کی بھی نشانیاں بتائی گئی تھیں۔

اور جو نشانیاں بتائی گئی تھیں، ان کے مطابق ایشورارا خلا سے زمین پر اس کی مدد حاصل کرنے آیا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ میں اس کا جانی دشمن ہوں۔ کتابِ مقدر میں لکھا تھا' خلا سے آنے والے شخص کا جانی دشمن ہی کاہنہ کی بیٹی کا باپ بنے گا پھر اپنی بیٹی کو نہ کاہنہ کی ہم شکل بننے دے گا اور نہ کاہنہ کے فراڈ کو آیندہ جاری رہنے دے گا۔ ہمیشہ کے لیے کاہنت کا خاتمہ کردے گا۔

بصورت دیگر ایک اور پیش گوئی درج تھی کہ کاہنہ اپنی حکمتِ عملی سے مجھ پر غالب آسکے گی اور حکمتِ عملی یہ ہوگی کہ وہ کبھی مجھ سے شادی نہ کرے۔ اس طرح خلا سے آنے والوں کے ساتھ پوری دنیا پر حکومت کرتی رہے گی اور لافانی کاہنہ کہلاتی رہے گی۔

اور اگر فرہاد سے بیٹی پیدا نہیں کرے گی تو پھر کسی سے اولاد نہیں ہوگی اور نہ ہی رازداری سے کسی بچی کو گود لے سکے گی۔ فرہاد اسے ایسا کرنے نہیں دے گا۔ وہ اولاد کے بغیر مرے گی تو خود بہ خود کاہنت کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اس کتابِ مقدر میں میرے لیے بھی پیش گوئی کی گئی تھی کہ میں کاہنہ سے ازدواجی رشتہ قائم کردوں گا تو ایک بیٹی کا باپ بننے کے بعد میری زندگی مختصر ہوجائے گی۔ کاہنہ کے زوال اور اس کی موت کے بعد میں بھی رفتہ رفتہ موت کی طرف بڑھتا چلا جاؤں گا۔

یہ بھی درج تھا کہ میری موت رک رک کر آئے گی۔ ایک بہت ہی بصیرت شناس' ہمہ دان' معرفت... اور علم بسیط رکھنے والے بزرگ تیس برس ایک غار میں عبادت کرتے رہنے کے بعد اپنے قائم کردہ ادارے میں تشریف لائیں گے۔ ان کی آمد کے چالیس دن بعد میری موت واقع ہوگی۔

یہ ساری پیش گوئیاں میں ابھی نہیں جانتا تھا۔ یہ باتیں مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے والی تھیں۔ فی الحال کاہنہ فکر میں مبتلا تھی۔ پیش گوئی کے مطابق میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں نقصان تھا اور نہ کرنے میں بھی یہ نقصان تھا کہ وہ نہ تو کسی دوسرے سے شادی کرسکے گی اور نہ ہی بیٹی پیدا کرسکے گی۔

اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ میری بیٹی کی ماں بنے گی تو میں اس پر حاوی رہوں گا اور وہ اپنی بیٹی کو کاہنہ نہیں بنا سکے گی لہٰذا مجھ سے دور ہی رہنا چاہیے۔ اس طرح وہ میرے دباؤ میں نہ رہ کر آزاد اور خود مختار رہے گی۔

پھر عقل نے یہ بھی سمجھایا کہ پیش گوئیاں سو فیصد دُرست نہیں ہوتیں۔ کوئی غلط بھی ہوجاتی ہے۔ یہ پیش گوئی بھی غلط ہوسکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے مرد سے بیٹی پیدا نہیں کرسکے گی۔ وہ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی تھی اور کئی طرح کے ہتھکنڈوں سے ایک بیٹی پیدا کرسکتی تھی۔ اس نے عہد کیا کہ مجھے ٹھکرا کر کسی دوسرے سے ایک بیٹی کی ماں بن کر دکھائے گی۔

اس کے دماغ میں پہلے سے میری مخالفت بھری ہوئی تھی لہٰذا وہ میرے خلاف ایشورارا کی مدد کرنے کے لیے راضی ہوگئی تھی۔ اسے پہلی بار میرا نام معلوم ہوا تھا پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ایشورارا کی بیٹی جس کی دیوانی ہے جس کی محبت میں دین اسلام قبول کررہی ہے اس کا نام پورس ہے اور وہ میرا بیٹا ہے۔

اس نے ایشورارا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل کی گرفت سے نجات دلائے گی۔ جب وہ سیارے سے واپس آئے گا تو خیال خوانی کے ذریعے ان سے باتیں کرسکے گا۔ اسے یقین تھا کہ وہ روحانی عمل کا توڑ کرسکے گی۔ اس نے خفیہ چیمبر میں آکر ایک شمع روشن کی پھر اس کے سامنے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ وہ ماورا اور وامودر کی آواز اور لب و لہجے کو سن چکی تھی۔ انہیں اپنی گرفت میں لے کر شمع کی لَو کو تکنے لگی۔ ان پر جو عمل کیا گیا تھا' اس کا توڑ کرنے کے لیے زیرِ لب کچھ پڑھنے لگی۔

انوشے عشا کی نماز پڑھنے کے بعد مصلے سے اٹھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت جناب علی اسد اللہ تبریزی کی آواز سن کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے پوچھا۔ ''کیسی ہو بیٹی...؟''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''شکر الحمدُ للہ... آپ کی دعاؤں سے مجھے روحانی سکون حاصل ہوتا رہتا ہے۔ آپ کو اپنے اندر محسوس کرکے بڑی توانائی ملتی ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''بیٹی...! ایک منفی قوت تمہاری روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ کررہی ہے۔ تم نے ماورا اور وامودر کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔ وہ لاک کھول دو۔ اس منفی قوت کو خوش ہونے دو۔''

"آپ کی ہدایت سر آنکھوں پر... میں ابھی عمل کرتی ہوں مگر کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"یہی کہ میں منفی قوت کو راستہ کیوں دے رہا ہوں؟ وہ اس لیے کہ فی الوقت ماؤرا اور دامودر کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ جب خطرہ پیش آئے گا تو راستہ روک دیا جائے گا۔ تم بہت اچھی جا رہی ہو بیٹی...! فی امان اللہ..."

وہ چلے گئے۔ الوشے نے فوراً ہی ماؤرا اور دامودر کے اندر جا کر مختصر سا عمل کیا پھر دامودر کی سوچ میں کہا۔ "مجھے شبانہ سے بات کرنی چاہیے۔"

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر جا کر بولا۔ "تم سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے یاد آتی رہتی ہو۔ جی چاہتا ہے دن رات تم سے باتیں کرتا رہوں۔"

"ابھی تمہارے پاپا آجائیں گے تو باتیں کرنے کی حسرت ہی رہ جائے گی۔"

"وہ نہیں آئیں گے۔ پتا نہیں، انہیں کیا ہوا ہے؟ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ میری قسمت اچھی ہے۔ اب وہ میرے اندر کی باتیں معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

ادھر کاہنہ اپنے خفیہ چیمبر میں فرش پر بیٹھی شمع کی لَو کو تک رہی تھی۔ زیرِ لب کچھ پڑھتی جا رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ روحانی عمل کا توڑ کرنے میں خاصا وقت لگے گا اور یہ بھی توقع تھی کہ روحانی عمل کرنے والی کوئی ہستی اس پر جوابی حملہ کر سکتی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کی توقع کے خلاف پہلا عمل پڑھتے ہی اسے دامودر کے دماغ میں جگہ بھی مل گئی اور اس کی آواز بھی سنائی دی۔ وہ شبانہ سے باتیں کر رہا تھا۔

وہ حیران ہو رہی تھی کہ اتنی آسانی سے کامیابی کیسے حاصل ہو گئی؟ وہ کچھ سوچنے کے بعد کوئی عمل کیے بغیر ماؤرا کے دماغ میں آئی تو اس کی آواز سنائی دی۔ وہ پورس کے ساتھ تھی۔ اس سے باتیں کر رہی تھی۔ یعنی کوئی عمل کیے بغیر ہی ان بہن بھائی کے دماغوں سے لاک ہٹ گئے تھے۔

وہ پورس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات نے یہی بتایا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور ماؤرا کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے ساتھ رہنے لگا ہے۔ اس نے خیالات پڑھنے کے بعد پورس کے ذہن میں سوال پیدا کیا۔ "میرے پاپا کہاں ہوں گے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "پاپا کی یہ عادت بہت ہی خراب ہے، مجھ سے پوچھ کر کہیں نہیں جاتے۔ وہ آئیں گے تو ڈانٹ کر پوچھوں گا۔ کیوں بڑے میاں! کہاں گئے تھے؟"

کاہنہ نے یہ سوچ پیدا کی۔ "مجھے پاپا کی مصروفیات کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "معلوم کیا کرنا ہے؟ میں سب جانتا ہوں۔"

"کیا جانتا ہوں؟ وہ کہاں ہوں گے؟ کیا کر رہے ہوں گے؟"

وہ بولا۔ "ہائے! کیا بتاؤں، انہیں میری فکر کھائے جاتی ہے۔ میرے لیے ایک نئی ممی کی تلاش میں بھٹک رہے ہوں گے۔"

وہ سوچنے لگی۔ "یہ فرہاد کا بیٹا ہے؟ کیسی بے تکی باتیں کرتا ہے؟ میں کسی اور جواب کی توقع کرتی ہوں، یہ کوئی اور جواب دیتا ہے۔"

اس بار کاہنہ نے براہِ راست اسے مخاطب کیا۔ "اے مسٹر...! اپنے باپ فرہاد علی تیمور کا پرسنل فون نمبر بتاؤ۔"

پورس نے ماؤرا سے کہا۔ "میرے اندر کوئی بول رہی ہے۔ پاپا کا فون نمبر پوچھ رہی ہے۔"

ماؤرا نے پوچھا۔ "کون ہے وہ...؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کون ہے؟ پاپا کے پیچھے تو فون نمبر پوچھنے والیوں کی لائن لگی رہتی ہے۔ تم تو جانتی ہو میں نے آج تک کبھی پاپا سے فون پر بات نہیں کی۔ اس لیے نمبر بھی نہیں جانتا۔"

کاہنہ نے ماؤرا کے اندر آ کر کہا۔ "تمہیں شرم آنی چاہیے۔ اپنے باپ کے دشمن سے محبت کر رہی ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر بولی۔ "پورس! اب یہ میرے اندر آ کر تمہارے خلاف بول رہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ تمہیں میرے خلاف بھڑکا کر مجھ سے دور کرے گی پھر تمہاری جگہ لینے کے لیے مجھ سے فلرٹ کرے گی۔ اس عورت کے ارادے خطرناک ہیں۔ کبھی پاپا کا فون نمبر پوچھتی ہے، کبھی میری طرف لڑھکتی ہے۔ باپ نہ سہی تو بیٹا... بیٹا نہ سہی تو باپ۔ باپ رے باپ.... مجھے اس عورت سے بچاؤ ماؤرا...!"

ماؤرا غصے سے بولی۔ "اے! تم کون ہو؟ کیوں میرے پورس کو مجھ سے چھین لینا چاہتی ہو؟"

کاہنہ نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ اُلٹی سیدھی باتیں کرنے والا بے وقوف تمہیں کیوں اچھا لگتا ہے؟ میں اور اس سے فلرٹ کروں گی؟ اُونہہ... میں تو اسے ٹھوکروں میں اڑاؤں گی۔ اس سے کہو ابھی یہاں سے چلا جائے۔ ورنہ میں دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے مار ڈالوں گی۔"

ماؤرا نے گھبرا کر کہا۔ "پورس! یہ کہتی ہے، تم ابھی یہاں

ے نہیں جاؤ گے تو...."

"تو وہ یہاں آجائے گی... اس سے کہہ دو، میں اسے تمہاری جگہ نہیں دوں گا۔"

وہ پورس کے اندر آ کر بولی۔ "گدھے کے بچے! تُو سزا پانے کے بعد ہی یہاں سے بھاگے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ "ماؤرا! یہ مجھے گدگدی کر رہی ہے۔ اس نے لفٹ لینا شروع کر دی ہے۔"

کاہنہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ "میں نے ایسا دماغی جھٹکا پہنچایا تھا کہ وہ مر ہی جاتا مگر وہ ایک ذرا سا بھی متاثر نہیں ہوا۔ اتنے زبردست حملے کے باوجود نارمل ہے۔ یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسے روحانی عمل کے ذریعے تحفظ دیا جا رہا ہے۔"

وہ پھر اس کے دماغ میں چلی آئی۔ پورس نے کہا۔ "کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اپنا صحیح تعارف پیش کرو؟ ہمیں دشمنی کی وجہ تو معلوم ہو؟"

وہ بولی۔ "میں جو کوئی بھی ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ جب تک ایشورارا یہاں نہیں ہے تب تک میں ماؤرا اور دامودر کی نگرانی کروں گی۔ تمہیں ان سے دور کر دوں گی۔ ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ تم پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ اسی لیے بہت بڑی سزا سے محفوظ ہو مگر میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ یہ لکھ لو، تمہاری موت میرے ہاتھوں سے ہی ہوگی۔"

پورس نے کہا۔ "ماؤرا کے باپ کو ایسا غصہ دکھانا اور چیلنج کرنا چاہیے مگر تم چیلنج کر رہی ہو۔ وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟ زندہ تو ہے؟"

وہ بولی۔ "وہ تو زندہ ہے مگر تمہارا باپ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کی ڈمی کو قتل کر کے سمجھ رہا ہے، ایشورارا کو ختم کر چکا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرے پاپا نے اتنا بڑا دھوکا کھایا ہوگا۔"

ماؤرا نے پوچھا۔ "میرے پاپا کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "سیارے میں گیا ہے۔ وہاں سے غیر معمولی مشینیں لا کر فرہاد کو پھر ایک بار چوہے کی طرح کسی بل میں چھپنے پر مجبور کر دے گا۔"

پورس نے کہا۔ "پاپا اسی دنیا میں تھے اور اس کی ٹریننگ مشین انہیں ڈھونڈ نہیں پائی تھی۔ اب بھی وہ سیارے سے واپس آ کر کچھ نہیں کر پائے گا۔ تم بھی سن لو، سر پٹختی رہ جاؤ گی مگر مجھے اور ماؤرا کو جدا نہیں کر پاؤ گی۔"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "میں ماؤرا کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔ اسے تکلیف میں مبتلا کروں گی تو کیا اس کی سلامتی کی شرط پر یہاں سے نہیں جاؤ گے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تم ایسا نہیں کرو گی۔ اس کے باپ کی طرف سے اس کی نگراں اور محافظ ہو۔ اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"

کاہنہ نے دیکھا تھا کہ ماؤرا اور دامودر پر جو روحانی عمل کیا گیا تھا، وہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ ماؤرا کو معمولی سی سزا دے کر، ہلکا سا زلزلہ پیدا کر کے پورس کو اس سے دور رہنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ ماؤرا سہم کر پورس سے لپٹ گئی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ "تم نے مجھے زہریلے سانپ سے بچایا ہے۔ کسی طرح اس عورت سے بھی بچاؤ۔"

کاہنہ نے کہا۔ "ایک ہی شرط پر خود کو بچا سکتی ہو۔ کل دینِ اسلام قبول کر کے اس کی شریکِ حیات بننا چاہتی ہو بس یہ غلطی نہ کرو۔ اس سے صاف کہہ دو کہ اس کا دین قبول نہیں کرو گی۔"

ماؤرا نے کہا۔ "ہم نیک کام میں دیر نہیں کرتے۔ تم کل کی بات کر رہی ہو۔ پورس آج شام کو ہی مجھے کلمہ پڑھا چکا ہے۔ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ جس دین کی مہر میرے دل پر لگ چکی ہے، اسے تم مٹا نہیں سکو گی۔"

"یہ بات ہے تو لو... پہلی سزا پاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ پورس کے سینے پر سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "پتا نہیں، وہ دشمن عورت کیا کرنے والی ہے؟"

وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ ایک بار ناکامی کے بعد اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ تیسری بار ماؤرا کے اندر اجنبی زبان میں کچھ پڑھنے لگی۔ اس نے کہا۔ "یہ میرے اندر کچھ پڑھ رہی ہے۔"

پورس نے کہا۔ "تم کلمہ طیبہ پڑھتی رہو۔ فی الحال تمہیں یہی یاد ہے۔"

وہ کلمہ طیبہ پڑھنے لگی۔ کاہنہ بلند آواز میں شروع ہو گئی۔ ماؤرا اس سے بھی بلند آواز میں بار بار کلمہ پڑھ رہی تھی۔ اس نے پراسرار علم کا سہارا لے کر ایک بار پھر زلزلہ پیدا کیا مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ وہ محفوظ تھی اور مسلسل کلمہ پڑھتی جا رہی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے جب الوشے کو ہدایت کی

تھی کہ ان بہن بھائی کے دماغوں سے لاک ہٹادے تب ہی انہوں نے ان پر روحانی عمل کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں منفی خیال خوانی انہیں نقصان نہیں پہنچا رہی تھی۔

کاہنہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ بہت دیر سے عمل کر رہی تھی۔ اس کے سامنے جلتی ہوئی موم بتی پگھل کر مختصر سی ہوگئی تھی۔ وہ بھی اس موم بتی کی طرح روحانیت کے سامنے سکڑ سی گئی تھی۔ تمام خوش فہمیاں پگھل چکی تھیں۔ شدید مایوسی مل رہی تھی' دل ڈوب رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس کا کوئی پراسرار علم ناکامی سے دوچار ہوا تھا۔ اسے غصہ آرہا تھا۔

اگرچہ وہ اور بھی کئی علوم جانتی تھی۔ آئندہ انہیں آزما سکتی تھی لیکن پہلی ناکامی سمجھا رہی تھی کہ وہ بچوں کا کھیل کھیلنے میدان عمل میں نہیں آئی ہے۔ آئندہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ وہ تھکی ہاری سی فرش پر اوندھے منہ لیٹ گئی۔ ہزاروں برس سے جس خیالی دیوتا کی پرستش کی جارہی تھی' اس کے آگے اوندھی ہوکر زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔

اسے تھوڑی دیر بعد ہی محسوس ہونے لگا کہ شکست خوردگی کا صدمہ کم ہو رہا ہے۔ اس کے اندر غم و غصہ نہیں رہا تھا۔ وہ سکون سے سوچ رہی تھی۔ "مجھے بڑی حکمت عملی سے یہ جنگ لڑنی ہوگی۔ آئندہ روحانیت سے براہ راست ٹکرانا دانشمندی نہیں ہوگی۔ میں بالواسطہ ان کے خلاف بہت کچھ کرسکتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایشورارا رابطہ قائم کرنے کے لیے اسے ایک آلہ دے گیا تھا۔ وہ اسے ہاتھوں میں لے کر آپریٹ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی ننھی اسکرین پر تحریر ابھری۔ "دیوی ماں کی جے ہو.... میں ایشورارا آن لائن ہوں۔"

وہ تحریر کے ذریعے بولی۔ "تمہاری بیٹی اور بیٹے کے دماغوں سے لاک ہٹ گئے ہیں۔ تم واپس آکر ان سے باتیں کرسکو گے۔"

اس کی تحریر نے کہا۔ "دیوی ماں! تُو نے خوش کر دیا ہے۔ واقعی تُو مہاشکتی مان ہے۔ میں چاہتا ہوں' میرے بچوں کا دماغ پورس کی طرف سے پھیر دے۔ اپنے عمل سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کردے۔"

وہ بولی۔ "روحانی قوتوں سے ٹکرانا بہت مشکل ہے۔ اس سلسلے میں میرا پراسرار علم کام تو کرے گا مگر سہارے کے لیے تیری غیر معمولی مشینیں بہت ضروری ہیں۔ تُو کب تک انہیں یہاں لاسکے گا؟"

"اے دیوی ماں! ایک نہیں، کئی مشینیں تیار کرنی ہوں گی۔ ان کی تیاریوں میں بہت وقت لگے گا۔ میری کوشش ہوگی کہ چار سے چھ ماہ کے اندر میرا ٹارگٹ مکمل ہو جائے۔ اس عرصے میں جتنی بھی مشینیں تیار ہوں گی' میں انہیں زمین پر لے آؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں، چھ ماہ سہی... دیر آید دُرست آید... میں انتظار کروں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فکر اور پریشانی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ روحانیت کے خلاف اتنا مضبوط محاذ بنانا چاہتی تھی کہ پھر کبھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ ابھی اس کے آگے کئی راستے تھے۔ کئی منتشر قوتیں تھیں جنہیں وہ یکجا کرنا چاہتی تھی۔

وہ رات گزرتی جارہی تھی، صبح ہونے والی تھی مگر آنکھوں سے نیند اُڑی ہوئی تھی۔ خاطر خواہ محاذ آرائی کے بغیر اسے نیند آنے والی نہیں تھی۔ وہ دوسری شمع روشن کر کے پھر فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ جوگی مہاراج نے ایشورارا سے کہا۔ "کوہ طور... جہاں حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے خدا کو دیکھنے کی ضد کی تھی اور خدا کی جانب سے ایک تجلی کو برداشت نہ کر سکے تھے۔ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔ اسی کوہ طور کے غار میں علم بسیط رکھنے والے یہودیوں کے پیشوا برائٹ موسس رہتے ہیں...."

کاہنہ شمع کی لو کو تکتے ہوئے انہی بزرگ پیشوا کا دھیان کر رہی تھی۔ آتما شکتی اور روحانی علوم جاننے والوں کے درمیان ایک ایسا تصوراتی رابطہ قائم ہوتا ہے کہ وہ تصور عارضی حقیقت بن جاتا ہے اور جس کا دھیان کیا جاتا ہے' وہ مجسم سامنے دکھائی دینے لگتا ہے۔

شمع کی لَو کے اس پار عظیم پیشوا کا جو تصور تھا، وہ واضح طور پر مجسم ہونے لگا۔ ان کی عمر اسّی برس تھی۔ داڑھی' مونچھ اور سر کے بال ایسے سفید تھے کہ چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ ایک سرخ کمبل میں لپٹے ہوئے تھے۔ دھیمے لہجے میں بول رہے تھے اور وہ دھیمی آواز بھی دل تک پہنچ کر گونجتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ "اے کاہنہ! تُو مجھے کیوں یاد کر رہی ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کے بولی۔ "اے پیشوائے اعظم..! میں تجھے مشکل کشا مانتی ہوں۔ بڑی مشکل میں ہوں تیری نظر کرم اور مہربانیاں چاہتی ہوں۔"

انہوں نے آنکھیں بند کرلیں پھر بند آنکھوں کے پیچھے کاہنہ کو دیکھنے لگے کہ وہ کن حالات سے گزرتی آئی ہے؟ بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا۔ "تُو بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کر رہی ہے۔ ہماری دنیا میں باتُو راما کے گریٹ ایشورارا کی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔"

وہ بولی۔ "اب تک یہی ارادہ تھا مگر تیری بھرپور مدد ملتی تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہودی قوم حکومت کرے گی۔"

انہوں نے کہا۔ "روحانیت کے مراحل سے گزرنے والے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کبھی ایک دوسرے کے خلاف نہ کچھ بولتے ہیں، نہ کچھ سنتے ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے والوں نے ہمارے درمیان دیوار کھڑی کر دی ہے۔ اپنے ادارے کو فولادی قلعہ بنا دیا ہے۔ میرے عقیدت مند یہودیوں کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

انہوں نے ایک ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "ہم یہودی کسی سے کمتر نہیں ہیں۔ مجھے آگاہی مل چکی تھی کہ تُو سیارے والوں کی مدد لے کر میرے پاس آئے گی۔ اگر میں نے تیرا ساتھ دیا تو ہماری قوم کو سب پر برتری حاصل ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "تیرے پاس روحانی قوتیں ہیں۔ میں پراسرار علوم کی ماہر ہوں اور سیارے والے حیرت انگیز غیر معمولی مشینیں رکھتے ہیں۔ اس تین طرفہ محاذ آرائی سے ہم اتنے مستحکم اور ناقابل شکست بن جائیں گے کہ بابا صاحب کا فولادی قلعہ مٹی کا ملبہ بن کر رہ جائے گا۔"

پیشوائے اعظم نے کہا۔ "میرا دل کہتا ہے' ہمارے پاس مادی قوت بھی ہونی چاہیے۔ اگر یورپ اور امریکا کی تمام عسکری قوتیں ہمارا ساتھ دیں گی تو مسلمانوں کو روحانی اور جسمانی طور پر کچلنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"بے شک، جب دنیا کے تمام مذاہب' تمام قومیں اور تمام قوتیں متحد ہو جائیں گی تو مسلمان ایک کونے میں سمٹ جائیں گے۔ ان کے مقدر میں صرف پسپائی اور غلامی ہوگی۔"

پہلے بھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کئی بار سازشیں کی گئیں۔ ہر سازش میں یہودی اور نصاریٰ شامل رہے۔ اس بار ان کے ساتھ یہودیوں کا روحانی پیشوا' پراسرار علوم جاننے والی کاہنہ اور غیر معمولی مشینیں رکھنے والے ایشورارا اور دی گریٹ ایشورارا تھے۔ ادارے کے خلاف بہت ہی مضبوط اور ناقابل شکست اتحاد قائم ہونے والا تھا۔ ایسا زبردست منصوبہ پہلے کبھی نہیں بنایا گیا تھا۔ آثار کہہ رہے تھے' بڑی ہی ہنگامہ خیز جنگ شروع ہوگی اور قیامت کا منظر دیکھنے میں آئے گا۔

☆☆☆

میں اور ثنا بہت خوش تھے۔ جیسے ایک شکاری کسی خونخوار شیر کو مار کر خوش ہوتا ہے' ویسی ہی خوشی ہمیں مل رہی تھی۔ ثنا نے کہا۔ "اس کی بیٹی اور بیٹا یہیں ممبئی میں ہیں۔ پورس ان کے ساتھ ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ایشورارا مارا گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتی ہو' اس کے بچوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا باپ اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پورس کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت مجھے اس کے اندر ایک عورت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "جب تک ایشورارا یہاں نہیں ہے تب تک میں ماذرا اور دامودر کی نگرانی کروں گی۔ تمہیں ان سے دور کر دوں گی۔ ابھی یہ معلوم ہوا ہے کہ تم پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ اسی لیے بہت بڑی سزا سے محفوظ ہو مگر میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ یہ لکھ لو، تمہاری موت میرے ہاتھوں سے ہی ہوگی۔"

پتا نہیں وہ کون تھی؟ میں چپ چاپ اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پورس نے اس کے جواب میں کہا۔ "ماذرا کے باپ کو ایسا غصہ دکھانا اور چیلنج کرنا چاہیے مگر تم چیلنج کر رہی ہو۔ وہ کہاں گم ہوگیا ہے؟ زندہ تو ہے؟"

وہ بولی۔ "وہ تو زندہ ہے مگر تمہارا باپ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کی ڈمی کو قتل کر کے سمجھ رہا ہے' ایشورارا کو ختم کرچکا ہے۔"

ثنا میرے اندر موجود تھی۔ ہم دونوں نے اس عورت کی بات سنی تو ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پورس کہہ رہا تھا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میرے پاپا نے اتنا بڑا دھوکا کھایا ہوگا۔"

ماذرا نے اپنے باپ کے متعلق پوچھا۔ "میرے پاپا کہاں ہیں؟"

اس عورت کی آواز سنائی دی۔ "سیارے میں گیا ہے۔ وہاں سے غیر معمولی مشینیں لاکر فرہاد کو پھر ایک بار چوہے کی طرح کسی بل میں چھپنے پر مجبور کردے گا۔"

پورس کہہ رہا تھا۔ "پاپا اسی دنیا میں تھے اور اس کی ٹریسنگ مشین انہیں ڈھونڈ نہیں پائی تھی۔ اب بھی وہ سیارے سے واپس آکر کچھ نہیں کر پائے گا۔ تم بھی سن لو، سر پٹختی رہ جاؤ گی مگر مجھے اور ماذرا کو جدا نہیں کر پاؤ گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ثنا مجھے حیرانی سے تک رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! یہ سب کیا ہے؟ کیا واقعی ہم نے ایشورارا کی ڈمی کو ہلاک کیا ہے اور وہ کم بخت ابھی

تک زندہ ہے؟“

میں نے کہا۔ ”پورس کے پاس آنے والی وہ عورت کہہ رہی ہے، وہ سیارے میں چلا گیا ہے۔“

”ہمیں اس کے اندر جا کر معلوم کرنا چاہیے۔“

ہم نے بیک وقت خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایشورارا کے اندر پہنچنا چاہا تو ہماری سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ ثنا نے کہا۔ ”جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے مردہ دماغ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ سوچ کی لہریں بھٹکنے لگتی ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”کوئی زمین کی کشش سے باہر چلا جائے تب بھی یہی ہوتا ہے۔ ایشورارا زندہ ہے اور زمینی کشش سے دور سیارے میں جا چکا ہے۔“

ہم پھر پورس کے اندر پہنچ گئے۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ عورت پورس اور ماورا کو نقصان پہنچانے میں ناکام ہوکر واپس چلی گئی ہے۔ وہ دونوں حیران تھے کہ وہ دشمن عورت کون تھی؟ کیوں ان سے دشمنی کر رہی تھی؟ اس نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس وقت یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ پراسرار علوم جاننے والی خطرناک کاہنہ ہے۔

ثنا نے کہا۔ ”ہم نے خیال خوانی کے ذریعے اسے ٹریپ کیا تھا اگر اس کا کام تمام کرتے وقت وہاں موجود رہتے تو اتنا بڑا دھوکا نہ کھاتے۔“

میں نے کہا۔ ”ہم اسے ٹریپ کرتے وقت بھی دھوکا کھا رہے تھے۔ وہ شیطان جانتا تھا کہ ہم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر انجان بنتا رہا۔ سفاری پارک میں پہلی بار دلربا سے ملنے کے لیے خود نہیں آیا۔ اسی مرحلے پر ہم اس کی چالبازی کو سمجھ نہیں پائے۔“

ثنا ذہن پر زور ڈال کر سوچ رہی تھی پھر بولی۔ ”اسے کیسے معلوم ہوا ہوگا کہ ہم دلربا کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے والے ہیں۔ فرہاد! اس پہلو سے سوچو کہ ایشورارا گوانزا میں کیوں تھا؟ وہاں کیا کر رہا تھا؟ کیا اس کاہنہ کے پراسرار علوم سے فائدہ اٹھانے گیا تھا؟“

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی بات دل کو لگی تھی۔ دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا۔ ”کیا ابھی پورس اور ماورا کے پاس آنے والی وہ عورت کاہنہ تھی؟“

میں نے کہا۔ ”وہ عورت کہہ رہی تھی کہ ماورا کا باپ سیارے میں گیا ہے۔ کیا وہ ایشورارا کی رازدار ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کیا کاہنہ ہوسکتی ہے؟ ابھی تم نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ایشورارا کاہنہ کے پراسرار علوم سے فائدہ اٹھانے گوانزا گیا ہوگا۔ غیب کی باتیں بتانے والی نے اسے ہمارے خطرے سے آگاہ کیا ہوگا۔“

”بے شک، ایشورارا پراسرار علوم نہیں جانتا ہے۔ کاہنہ نے اسے ہماری انتقامی کارروائیوں سے بچایا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”ہمیں خیال خوانی کے ذریعے اس مندر میں جانا چاہیے تھا مگر ہم دشمن کی ڈمی کو ہلاک کرکے مطمئن ہوگئے اور کاہنہ کو بھول گئے۔“

”ہم ابھی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔“

”ہاں، معلوم کرنا ہوگا۔ جب تک وہ سیارے سے واپس نہیں آئے گا تب تک وہ دشمن عورت یا کاہنہ پورس، ماورا اور دامودر کے پیچھے پڑی رہے گی۔ ہماری لاعلمی میں ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔“

وہ بولی۔ ”میں نے پورس کے اندر اس عورت کی آواز سنی تھی۔ مجھے اس کا لب و لہجہ یاد ہے۔“

”مجھے بھی یاد ہے مگر وہ ہمیں اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ ہم اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکیں گے۔“

”وہاں دو گائیڈز ہمارے آلۂ کار ہیں۔ کیوں نہ ان کے ذریعے کاہنہ کے مندر تک پہنچا جائے۔“

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہم اس سے اپنی اصلیت چھپانے کی کوشش کریں گے۔ دیکھیں گے کہ وہ کتنی پہنچی ہوئی ہے؟“

ہم دونوں ان گائیڈز کے اندر پہنچ گئے۔ ہم نے پہلے بھی ان کے ذریعے کاہنہ کے سلسلے میں بہت کچھ معلوم کیا تھا لیکن وہ مندر کے تہ خانے میں کیسی پراسرار زندگی گزارتی ہے، یہ نہ تو گائیڈز جانتے تھے اور نہ ہمیں اب تک معلوم ہوسکا تھا۔

اندر کی باتیں معلوم کرنے کے لیے لازمی تھا کہ ہم کاہنہ کے عقیدت مندوں کو آلۂ کار بنا کر اس کے سامنے جاتے اور اس کی باتیں سنتے۔ وہ عقیدت مندوں کی بھیڑ میں ہمیں پہچان نہ پاتی۔ وہ دونوں گائیڈز ہماری مرضی کے مطابق اس جنگل میں پہنچ گئے۔ مندر کے چھوٹے کاٹیج میں جا کر عقیدت مندوں سے ملاقات کرنے لگے۔ ہڈسن نامی ایک یورپی نوجوان کاہنہ سے ملاقات کے شوق میں آیا ہوا تھا۔ وہ ایک سیاح تھا۔ اس وقت اپنے کاٹیج میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابع دار بنالیا۔

ثنا نے ایک نوجوان عورت کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ اس عورت کا نام ماریا تھا۔ وہ فریاد کرنے آئی تھی کہ انگولا کے ایک سیاسی لیڈر نے اس کی عزت لوٹی ہے۔ اب اس کے پاؤں بھاری ہوگئے ہیں۔ وہ دیوی کاہنہ سے التجا کرنا چاہتی تھی کہ اس ظالم کو سزائے موت دے کر اس سے انصاف دے۔

کاہنہ کے اپنے کئی مسائل تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ اپنی پراسرار شخصیت کے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنا تھا۔ اگر ...وراراواپس آکر یہ دیکھتا کہ وہ روحانی قوتوں کے آگے کمزور پڑ رہی ہے تو اس کے آگے جھکنے سے انکار کردیتا لہٰذا اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے اس نے یہودی پیشوائے اعظم سے گٹھ جوڑ کیا تھا۔ وہ یہودی پیشوا یورپ اور امریکا کی سیاسی قوتوں کو اپنی حمایت میں یکجا کر رہا تھا۔ اس پہلو سے اطمینان ہوگیا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بڑا زبردست اتحاد قائم کر رہی ہے۔

اسے اپنا ذاتی مسئلہ اُلجھا رہا تھا۔ وہ بیس برس کی ہوگئی تھی۔ اکیسواں برس لگ چکا تھا۔ صدیوں سے جن اصولوں پر عمل کیا جاتا رہا تھا، ان کے مطابق اسے اب تک کسی سے شادی کرکے ایک بیٹی کو جنم دینا چاہیے تھا مگر وہ ایسا کر نہیں پائی تھی۔ اب یہ طے کر رہی تھی کہ جلد از جلد کسی کو پھانس کر اس سے ایک بیٹی کی ماں بنے گی۔

اس نے دوسرے دن مندر کے بڑے ہال میں تمام عقیدت مندوں کو درشن دیے۔ میں اور ثنا پہلی بار اسے ذرا فاصلے سے اپنے روبرو دیکھ رہے تھے۔

ہم اب سے پہلے اس کی تصویریں اور مجسمے دیکھ چکے تھے۔ وہ بلاشبہ بہت ہی حسین اور پرکشش تھی۔ یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ قدرتی طور پر اس قدر حسین ہے یا کسی پراسرار علم کے ذریعے اپنے اندر ایسی کشش اور جاذبیت پیدا کرتی رہتی ہے۔ میں تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس وقت ثنا کی آلۂ کار ماریا اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اپنا دکھڑا سنا رہی تھی۔

کاہنہ نے کہا۔ ”میں بھی ایک عورت ہوں لہٰذا عورتوں کی توہین برداشت نہیں کروں گی۔ آج رات ٹھیک دس بجے اس شخص کے پاس چلی جا۔ اس سے باتیں کر... میں اسے تیرے قدموں میں جھکا دوں گی۔“

میرا آلۂ کار ہڈسن بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ نوجوان تھا۔ کاہنہ جب سے عقیدت مندوں کے سامنے آئی تھی تب سے کئی بار اسے دیکھ چکی تھی۔ جب ہڈسن کی باری آئی تو اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ”میں لندن کے ایک اخبار دی ...ز کا رپورٹر اور فوٹو گرافر ہوں۔ دیوی جی کا انٹرویو لینا اور تصویریں اتارنا چاہتا ہوں۔“

کاہنہ نے پاس کھڑے ہوئے پروہت کو حکم دیا۔ ”یہ میرا مہمان ہے۔ اسے مہمان خانے میں پہنچا دو۔ آج رات کسی وقت اس سے ملاقات کروں گی۔“

پروہت نے حکم کی تعمیل کی۔ ہڈسن کو مہمان خانے میں پہنچا دیا۔ کاہنہ کی کتابِ مقدر میں لکھا تھا کہ وہ مجھ سے ازدواجی رشتہ قائم کرے گی تو میں اس سے ہونے والی بیٹی کو کاہنہ بننے نہیں دوں گا پھر یہ کہ وہ مجھ سے تعلق رکھنے کے باعث ماری جائے گی لہٰذا وہ مجھ سے رشتہ جوڑ کر اپنی موت کو دعوت دینا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جو سوچ لیا تھا۔ اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرچکی تھی۔

ایک گھنٹے بعد اس نے ہڈسن کے اندر آکر دیکھا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے خوبرو مہمان کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بیڈ پر لیٹنے کا حکم دیا۔ جب وہ لیٹ گیا اور گہری نیند سو گیا تو اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا پھر اسے حکم دیا۔ ”تو ابھی تنویمی نیند پوری کرے گا۔ آدھی رات کے بعد ہماری ملاقات ہوگی۔“

وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر ثنا سے پوچھا۔ ”تم نے اسے دیکھا... کیسی بھرپور اور رعب و دبدبے والی ہے؟ دیکھنے والوں کو سحر زدہ کردیتی ہے۔“

وہ مسکرا کر بولی۔ ”اچھا تو حضور اس پر مرمٹے ہیں؟“

میں نے سر جھٹک کر کہا۔ ”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم سنجیدگی سے بولو! کیسی زبردست پرسنالٹی ہے؟“

”بے شک، شیطانی فطرت رکھنے والوں میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ وہ پہلی ملاقات میں متاثر کردیتے ہیں۔ تم ہڈسن کے اندر تھے۔ اس سے پہلی ملاقات کیسی رہی؟“

”میں یہ بات نوٹ کر رہا تھا کہ وہ ہڈسن کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا، تنہائی میں لگاوٹ کی باتیں ہوں گی مگر کچھ نہ ہوا۔ اس نے ہڈسن کے اندر آکر اس سے بات تک نہیں کی۔ اس پر تنویمی عمل کرکے یہ حکم دیا کہ ابھی وہ تنویمی نیند پوری کرتا رہے۔ آدھی رات کے بعد ملاقات ہوگی۔“

”پھر تو آدھی رات کے بعد ہی گڑبڑ ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے، وہ جوان مردوں کو عیاشی کے لیے اسی طرح پھانستی ہے؟“

میں نے کہا۔ ”اس نے تمہاری آلۂ کار عورت ماریا کو رات دس بجے اس سیاستداں کے پاس جانے کو کہا ہے۔ وہ اسے سزا دینا چاہتی ہے۔“

”میں اس وقت ماریا کے اندر جا کر دیکھوں گی کہ کیا ہوتا ہے؟ لیکن اس طرح ہمیں کاہنہ کے اندرونی معاملات معلوم

نہیں ہوسکیں گے۔"

"شاید میں ہڈسن کے ذریعے کچھ معلوم کرسکوں گا اگر ناکامی ہوئی تو کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا۔"

ہم یہ حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے کہ پورس اور ماؤرا کو دھمکیاں دینے والی عورت اور کاہنہ ایک ہی ہستی ہے یا نہیں... اگر ان کے پاس آنے والی کاہنہ ہی تھی تو اس خیال کی بھی تصدیق ہو جاتی کہ ایشورارا سے اس کا گٹھ جوڑ ہو گیا ہے۔ اسی نے ایشورارا کو ہمارے جان لیوا حملے سے بچایا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہمیں زبردست نقصان پہنچانے والے ہیں۔

رات دس بجے ثنا اپنی آلہ کار کے اندر پہنچی تو وہاں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ کاہنہ نے عام روٹین کے مطابق خیال خوانی کے ذریعے اس عیاش سیاستداں کو سزائیں دیں، اسے ماریا کے سامنے جھک کر معافی مانگنے پر مجبور کیا اور یہ منوایا کہ وہ دوسرے دن اس عورت سے شادی کرکے اسے عزت آبرو کے ساتھ اپنی شریک حیات بنا کر رکھے گا۔

کاہنہ نے آدھی رات کو ہڈسن کے اندر آکر کہا۔ "میری ایک داسی تیرے پاس آرہی ہے۔ تُو اس کے ساتھ چلا آ..."

وہ لباس تبدیل کرکے جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک داسی وہاں آئی۔ میں اس کی آواز سننا چاہتا تھا۔ ہڈسن نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بولی۔ "میں دیوی ماں کی داسی ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کے ساتھ مہمان خانے سے نکل کر مندر میں آگیا۔ ایسے وقت میں نے محسوس کیا کہ کاہنہ نے اسے غائب دماغ بنا دیا تھا تاکہ وہ مندر کے اندرونی حصوں کو اور تہ خانے کے چور راستے کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھ نہ سکے اور دیکھے ہوئے اندرونی مناظر اس کے ذہن سے مٹتے چلے جائیں۔

میں وہاں کے بارے میں ہڈسن کا محتاج تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو پڑھ کر ہی سمجھ سکتا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے؟ اور کیا دیکھ رہا ہے؟

چونکہ وہ غائب دماغ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کی سوچ کی لہریں مجھے کچھ نہیں بتا رہی تھیں اگر میں اسے حاضر دماغ بناتا تو کاہنہ فوراً ہی سمجھ لیتی کہ کوئی اس معمول کے اندر چھپا ہوا ہے۔ میں نے ایسی غلطی نہیں کی۔ یہ طے کیا کہ بعد میں داسی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرلوں گا۔

کاہنہ نے خوب سنگھار کیا تھا۔ اس کے عقیدت مندوں نے اسے ہمیشہ سادے لباس میں دیکھا تھا مگر اس وقت وہ سرخ ریشمی جوڑا پہنے ہوئے تھی۔ بدن پر سونے کے زیورات تھے، ان میں ہیرے موتی جگمگا رہے تھے۔ اُجلے نرم، لچک دار بستر پر پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ بڑے ارمانوں اور بڑے جذبوں سے اپنی پہلی سہاگ رات منانا چاہتی تھی۔

اس نے کتاب مقدر میں پڑھا تھا۔ "آج اس کی سہاگ رات نہیں ہے۔ ایسی رات وہ اسی شخص کے ساتھ منا سکے گی جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اس کی سیج پر نہیں آئے گا۔"

اور وہ طے کر چکی تھی کہ جو شخص اس کے زوال کا اور موت کا سبب بنے گا' اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرے گی۔ کسی دوسرے کی بنی بیدا کر کے مرقوم مقدر کو اپنی تدبیر سے بدل دے گی۔ ایسا ہوتا ہے جو ضدی اور ارادے کے پکے ہوتے ہیں' وہ تدبیر سے تقدیر کو بدل دیتے ہیں۔

اور کاہنہ کے آگے کوئی رُکاوٹ نہیں تھی۔ دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ جوانی کی تمام ڈشیں چن دی گئی تھیں۔ اس عروسی کمرے میں کوئی انہیں روکنے والا نہیں تھا۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ کوئی نادیدہ قوت اچانک ہی آکر اسے ہڈسن سے دور کردے گی۔

وہ اس کا معمول اور تابع دار تھا۔ حجلہ عروسی میں بیڈ کے پاس کھڑا اس کے دمکتے ہوئے حسن کو اور چھلکتے ہوئے شباب کو دیکھ کر سحر زدہ ہو رہا تھا اور مجھے سچ کہنا چاہیے کہ میری بھی یہی حالت تھی۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے وہ خواب میں دکھائی دے رہی ہو۔ میرے بچے جوان تھے۔ میں دادا جان، گرینڈ پا بن چکا تھا۔ مجھے ایسی حسین بلا کو دیکھ کر نظریں جھکا لینی چاہیے تھیں لیکن اس کی طرف شاید اس لیے مائل ہو رہا تھا کہ وہ میرے مقدر میں لکھی جا چکی تھی۔

یہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ میرے نام کی گئی ہے اور اس حجلہ عروسی میں ہڈسن میرا رقیب ہے۔ معلوم ہوتا تو شاید رنگ میں بھنگ ڈال دیتا۔ اپنے نام ہونے والی کو کبھی اس کے ہاتھ نہ لگنے دیتا مگر نہ تو میں آئندہ ہونے والی باتیں جانتا تھا اور نہ ہی ہڈسن کا رقیب بننے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یہ سوچ لیا تھا کہ ان کے درمیان جذباتی معاملات آگے بڑھیں گے اور حجاب لازم ہو جائے گا تو میں ہڈسن کے دماغ سے چلا جاؤں گا۔

میں آگے تماشائی نہیں بننا چاہتا تھا لیکن تقدیر مجھے تماشا دکھانے والی تھی۔ وہ دونوں جذباتی انداز میں ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہڈسن کے دونوں ہاتھ اس کی کمر پر آئے۔ کاہنہ کی باہنیں اس کی گردن میں حمائل ہوگئیں۔ اسی

تندرستی لائے ہر پل خوشی

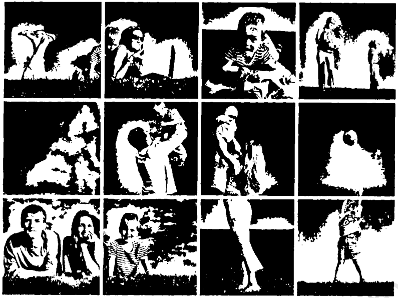

اپنے خاندان اور چاہنے والوں کا خیال رکھنے کے لیے نسل در نسل ڈاکٹر ولمار شوابے کی ادویات پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ اور ڈاکٹر ولمار شوابے نے مختلف بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے بھروسہ کیا ہے قدرتی جڑی بوٹیوں پر۔

140 سالہ طویل تجربات اور تحقیقات نے ڈاکٹر ولمار شوابے کو ہر گھر میں متعارف کروایا ہے تاکہ آپ کی زندگی میں بھی تندرستی لائے ہر پل خوشی۔

SCHWABE

Schwabe cares - Schwabe cures

Dr. Willmar Schwabe GmbH & Co. KG, Germany

AUTHORISED DISTRIBUTORS

Dr. Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.	**Darul Advlat**	**Hameed Organisation**
Arambagh Road, Karachi-74200	P.O. Box No. 10815, SF 10, Block E	C.P.O. Box No. 6686,
Tel: Karachi: 2211895, 2628754	Hussain Square, North Nazimabad	Karachi-74000
Lahore: 6304657, 6363664	Karachi-74700. Tel: 6638814	Tel: 2428024,2411233

لمحے میں وہ ٹھٹک گئی۔ کچھ پریشان سی ہوگئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تقدیر اسے یوں اچانک روک دے گی۔ وہ اس سے الگ ہوگئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ہڈسن نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

وہ اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولی۔ ”کچھ نہیں، جا یہاں سے...“

وہ حیرانی سے بولا۔ ”تم یہاں بلا کر مجھے خوش کر رہی تھیں۔ اب اچانک جانے کو کہہ رہی ہو۔“

وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ ”کوئی بحث نہ کر۔ اپنے مہمان خانے میں واپس جا...“

اس نے داسی کو آواز دی۔ وہ فوراً ہی دوڑتی چلی آئی۔ ہڈسن اس کا معمول اور تابع دار تھا۔ کوئی بحث نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا لہٰذا داسی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی وہ اپنے خیالی دیوتا کے سامنے فرش پر اوندھے منہ لیٹ گئی۔ ”اے آسمانی دیوتا...! تُو عظیم ہے۔ ہمارے مقدر میں جو لکھ دیتا ہے‘ وہی ہوتا ہے۔ میں جو سوچ بھی نہیں سکتی تھی‘ وہ ہوگیا اور ایسا تیری ہی مرضی سے ہوا ہے۔“

وہ اپنے تقدیر ساز دیوتا کی عظمت کو تسلیم کر رہی تھی۔ پہلے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے سہاگ رات منانے سے اچانک ہی کیوں انکار کر دیا؟ پھر عقل میں بات آئی کہ دنیا کی ہر عورت کو ہر ماہ چھ سات دنوں کے لیے ایک عارضی روگ لگتا ہے اور وہ اپنے مرد سے دور رہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ بھی مجبور ہوگئی تھی۔

میں نے اس کی داسی کی آواز سنی تھی۔ یہ سوچا تھا، جب کاہنہ کے پاس ہڈسن نہیں رہے گا تو میں داسی کے اندر رہ کر اس کی مالکہ کی مصروفیات کو دیکھتا اور اس کے اندرونی معاملات کو سمجھتا رہوں گا۔ ہڈسن جا چکا تھا۔ اب میں داسی کے ذریعے ہی کاہنہ کے آس پاس رہ سکتا تھا لہٰذا میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہاں پہنچتے ہی گڑبڑ ہوگئی۔ داسی نے یکبارگی چیخ کر کہا۔ ”دیوی ماں کی جے ہو... کوئی میرے اندر آیا ہے۔ اسے بھگا دو دیوی ماں...! یہ کوئی دشمن ہے۔“

وہ داسی سانس روک کر مجھے بھگا سکتی تھی مگر ایسا نہ کر سکی۔ بے چاری دمے کی مریضہ تھی۔ کاہنہ تیزی سے پلٹ کر ایک صندوق کے پاس گئی پھر اسے کھول کر وہاں سے ایک خنجر نکال کر داسی کو گھورنے لگی۔ غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”کون ہے تُو...؟“

میں اتنی دیر میں داسی کے چور خیالات سے ایک اہم بات معلوم کر چکا تھا۔ اگرچہ اس عمر رسیدہ داسی نے میرا کام بگاڑ دیا تھا مگر اہم معلومات بھی فراہم کی تھی۔ کاہنہ بجلی کی طرح کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھ رہی تھی۔ ”کون ہے تُو...؟ اگر نہیں بولے گا تو میں اس کا کام تمام کر دوں گی پھر یہاں تجھے کسی اور کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔“

میں نے کہا۔ ”تُو اسے نہیں مارے گی کیونکہ یہ داسی بن کر رہنے والی تیری ماں ہے۔ اس نے تجھے جنم دیا ہے۔“

وہ گھور کر اپنی ماں کو نہیں... مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”تیرا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ تُو ہزاروں سال سے زندہ نہیں ہے۔ صدیوں سے یہ ہوتا آرہا ہے کہ جب ایک کاہنہ کی بیٹی جوان ہوتی ہے تو اس کی ماں اسے کاہنہ بنا کر اپنا روپ بدل لیتی ہے اور دکھاوے کے طور پر اپنی بیٹی کی داسی بن کر رہتی ہے۔“

ایسے وقت ثنا میرے اندر تھی۔ میں کاہنہ کو باتوں میں اُلجھا رہا تھا اور وہ ان ماں بیٹی کی پوری ہسٹری پڑھ رہی تھی۔ اس مندر میں صدیوں سے جو واقعات پیش آتے رہے تھے اور ایک کے بعد دوسری ہم شکل کاہنہ بننے کے جن اُصولوں اور طور طریقوں پر عمل کیا جاتا رہا تھا۔ وہ ساری باتیں بڑی تفصیل سے معلوم ہو رہی تھیں۔

کاہنہ غصے سے تلملا رہی تھی۔ اندر سے پریشان تھی کہ صدیوں سے جس راز کی حفاظت کی گئی، وہ کھل چکا ہے۔ وہ بولی۔ ”یہ مانتی ہوں کہ مجھ سے باتیں کرنے کے دوران تُو میری ماں کے چور خیالات اب نہیں پڑھ رہا ہے اور میں تجھے پڑھنے بھی نہیں دوں گی۔ میرا فون نمبر نوٹ کر... تُو یہاں سے جائے گا اور فون کے ذریعے بات کرے گا۔“

اس نے اپنا نمبر نوٹ کرایا۔ میں نے ثنا کو زیادہ سے زیادہ موقع دینے کے لیے کاہنہ سے کہا۔ ”جسٹ اے منٹ... کاغذ قلم دوسرے کمرے میں ہے۔ میں لے کر آتا ہوں۔“

وہ چیخ کر بولی۔ ”میں دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ تجھے مزید کچھ معلوم نہیں کرنے دوں گی۔“

”میں تیری ماں کے اندر مسلسل بولتا رہوں گا تو اس کے مزید خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ تُو سمجھتی کیوں نہیں ہے، میں تیرا بتایا ہوا نمبر زبانی یاد نہیں رکھ سکوں گا... یہ لے میں دوسرے کمرے میں آگیا ہوں۔ ہاں... وہ اُدھر میز کی دراز

میں کاغذ بھی ہے اور قلم بھی... میں ابھی نوٹ کرتا ہوں۔ خوامخواہ شبہ کرتی ہے۔ سن رہی ہے نا... مسلسل بولتا جا رہا ہوں۔“

میں روانی سے بولتا جا رہا تھا۔ اسے مطمئن کر رہا تھا کہ ایسی روانی سے بولتے وقت کوئی کسی طرح کی کتاب بھی نہیں پڑھ سکتا۔ ثنا نے کہا۔ ”بس اسے تھوڑا سا اور اُلجھاؤ... بہت اہم معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔“

میں نے کاہنہ سے کہا۔ ”ہاں، نمبر بولو۔“

وہ کوڈ نمبر بتاتے ہوئے بولی۔ ”فائیو۔ زیرو۔ ون۔ فور...“

میں اس کے ساتھ بولتا جا رہا تھا۔ ”فائیو۔ زیرو۔ سیون۔ فور...“

وہ بولی۔ ”سیون۔ فور نہیں... ون۔ فور...“

میں نے کہا۔ ”اچھا۔ ون۔ فور... آگے بولو۔“

وہ آگے بولی۔ ”ون۔ تھری۔ سیون۔ فور...“

میں نے کہا۔ ”سیون۔ تھری۔ ون۔ فور“

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ ”ون۔ تھری۔ سیون۔ فور...“

”ہاں، ہاں، لکھ رہا ہوں۔ غصہ کیوں دکھاتی ہو؟“

وہ اسی طرح چیخ کر بولی۔ ”اب اپنا نمبر بتا... ایک لمحہ بھی ضایع نہ کر... میرے سامنے تیری چالاکی نہیں چلے گی۔“

”مجھے اپنا نمبر بتانے میں دیر نہیں لگے گی۔ بھلا اپنا نمبر بھی کوئی بھولتا ہے؟ یہ تو مجھے ماں کے دودھ کی طرح یاد رہتا ہے۔“

وہ جھنجلا کر بولی۔ ”نمبر بتا...“

میں نے اچھا خاصا وقت ضایع کرتے ہوئے اپنا فون نمبر بتایا تو اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ نمبر جوجو اور ایشورارا کو معلوم تھا پھر کاہنہ کیسے معلوم نہ ہوتا؟ وہ شدید حیرانی اور غصے سے چیخ کر بولی۔ ”فرہاد...!“

پھر اس نے ”نہیں...“ کہہ کر چیختے ہوئے خنجر کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ ماں کی گردن آدھی کٹ کر شانے پر جھول گئی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپتے تڑپتے مر گئی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں نے اس کا ایک ہی راز معلوم کیا ہے۔ باقی تمام رازوں کو چھپانے کے لیے اس نے ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میری اور ثنا کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے نکل آئیں۔ ہم دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے۔ ثنا نے حیرانی سے کہا۔ ”یا خدا...! تُو بڑا کارساز ہے۔ آج ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ نہ معلوم ہوتیں تو ہم دشمنوں کی طرف سے اندھے بن کر رہتے اور اس اندھے پن میں ان سے بری طرح مات کھاتے۔“

”میں ابھی ساری باتیں تفصیل سے سنوں گا۔ پہلے وہ آجائے۔“

اس نے تعجب سے پوچھا۔ ”کون آجائے؟“

”وہی... انگاروں پر لوٹ رہی ہوگی۔ اس کا سکون غارت ہو چکا ہوگا۔ مجھ سے باتیں کیے بغیر نہیں رہ سکے گی۔“

فطرتاً اسے رابطہ کرنا تھا مگر ابھی وہ تلملا رہی تھی۔ یہ سچائی ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ میں مندر کے تہ خانے میں اس کے بیڈ روم تک پہنچ گیا ہوں۔ یہ اندیشہ ستا رہا تھا کہ اس سے بھی آگے اس خفیہ چیمبر تک پہنچ سکتا ہوں‘ جہاں صدیوں سے پراسرار علوم کا ساز و سامان محفوظ تھا اور وہ اس بند چیمبر میں ان علوم کے مطابق عمل کیا کرتی تھی۔

اسے سارے راز کھلتے اور مندر کی دیواریں گرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ تو اس کتابِ مقدر میں بھی لکھا تھا کہ میں اس کی زندگی میں آؤں گا تو اس کے زوال کے آثار پیدا ہونے لگیں گے۔ یہ عجیب اتفاق تھا یا مقدر کی چال تھی کہ وہ میری امانت ہو کر خیانت کرنے جس کے پاس جا رہی تھی‘ میں اسی کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی خلوت میں پہنچ گیا تھا۔

میرے فون کا بزر بولنے لگا۔ میں نے مسکرا کر ثنا سے کہا۔ ”آگئی...“

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ ”کمبل بننے والی ہے۔ چلو اٹینڈ کرو۔“

”ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ اسے ذرا تڑپنے دو۔“

اس نے فون اُٹھا کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ ”خوامخواہ اس کا بلڈ پریشر نہ بڑھاؤ۔“

میں نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں، بولو...“

ثنا میرے اندر آگئی۔ کاہنہ نے پوچھا۔ ”تُو فرہاد ہے...؟“

میں نے کہا۔ ”یہ فرہاد کا فون ہے تو میں فرہاد ہی ہوں۔ میں نے ہی تھوڑی دیر پہلے تیرا نمبر نوٹ کیا تھا اور اپنا نمبر بتایا تھا۔“

وہ بولی۔ ”میں نے ہڈسن کو اپنا معمول اور تابع دار بنایا تھا۔ اس کے مقفل دماغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تُو کیسے پہنچ گیا؟“

”سوال نہ کر۔ جواب نہ پوچھ۔ تجھے رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ جہاں کوئی نہیں پہنچ پاتا‘ وہاں فرہاد علی تیمور پہنچ جاتا ہے۔“

”میں تیرا غرور خاک میں ملا دوں گی۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”غصے میں ایسے ہی ڈائیلاگ بولے جاتے ہیں... آگے بول...“

”آج میں نے تیری وجہ سے اپنی ماں کو مار ڈالا ہے۔ میری ماں کا خون رائگاں نہیں جائے گا۔ اس کے بدلے میں تیرے کسی بھی رشتہ دار کو جلد ہی موت کے گھاٹ اتارنے والی ہوں۔“

”چل خوش ہو جا... انتقام کے شعلے مجھ تک پہنچ رہے ہیں اور میں خوف سے کانپ رہا ہوں۔“

”ابھی مذاق اُڑا لے۔ جب میں اپنی پراسرار قوتوں کا مظاہرہ کروں گی تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا۔“

”اتنی زور زور سے کیوں گرج رہی ہے؟ میرے بیٹے پورس کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس پر برس کر دکھا تو تجھے برسنے والی مان جاؤں گا۔“

”صرف ایک بیٹا نہیں، تیرا پورا خاندان میرے نشانے پر رہے گا۔ انتظار کر اور دیکھ کہ پہلے کس کی شامت آتی ہے؟ ویسے تیرے سامنے دو راستے ہیں۔ مجھ سے سمجھوتا کر لے یا میرا چیلنج قبول کر...“

”بچوں کی طرح چیلنج کر رہی ہے۔ پہلے بالغ تو ہو جا۔ یہ تو سمجھ لے کہ سمجھوتا تجھے کرنا چاہیے کیونکہ مشکل میں، میں نہیں ہوں تُو ہے۔“

”میری ایک بات کا صحیح جواب دے۔ کیا تُو دوسری بار بھی مندر کے تہ خانے میں آ سکتا ہے؟“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”تجھے یہی فکر ستا رہی ہے کہ میں پھر تیری خفیہ پناہ گاہ تک آ سکتا ہوں۔ تجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ تُو نے مجھے وہاں آنے پر مجبور کیا تھا۔“

”میں نے تجھے مجبور نہیں کیا۔ اب سے پہلے کبھی تجھ سے رابطہ بھی نہیں کیا۔“

”تُو نے میرے بیٹے کے پاس آ کر مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ایشورارا کو میرے جان لیوا حملے سے بچانے والی تُو ہی ہے۔ جب تُو نے میرے معاملات میں مداخلت کی ہے تو کیا میں تجھے چین سے رہنے کے لیے چھوڑ دیتا؟ جو بویا ہے اسے تو کاٹنا ہی ہوگا۔ اب تیری راتوں کی نیندیں اڑتی رہیں گی۔“

”اُونہہ... تُو میرا کیا بگاڑ لے گا؟ آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا؟“

ایسے وقت ثنا کو اچانک ہی چھینک آ گئی۔ وہ چھینکتے ہوئے بولی۔ ”سوری فرہاد...! میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں۔“

وہ اُٹھ کر جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت خیال خوانی کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ سانس روک کر اسے بھگاتے ہوئے بولی۔

”فرہاد...! یہ میرے اندر آنا چاہتی تھی۔ میں نے بھگا دیا ہے۔ اس نے ابھی فون کے ذریعے میری آواز سنی ہے۔“

کاہنہ نے کہا۔ ”ہاں، اب بھی سن رہی ہوں۔ کون ہے یہ...؟“

”میری لائف پارٹنر... میری شریک حیات ہے۔“

”اچھا تو یہ تیری پہلی بیوی ہے۔“

”نہیں...“

”دوسری ہوگی...“

”نہیں...“

”پھر تو تیسری ہے۔“

”ہاں۔“

”اس کا نام کیا ہے؟“

”ایکس وائی زیڈ کچھ بھی ہو۔ تجھے نام سے کیا لینا ہے؟“

”نام ضروری نہیں ہے۔ میرا کام ہو جائے گا۔ اب تُو تماشا دیکھے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ اس کی آخری بات میں چیلنج تھا۔ میں نے پرواہ نہیں کی۔ ثنا سے کہا۔ ”اس مغرور عورت کو بات بات پر چیلنج کرنے کا شوق ہے۔ تم بتاؤ اس کی ماں کے خیالات پڑھ کر کیا معلوم کرتی رہیں؟“

اس نے کہا۔ ”جس مندر میں ہم خیال خوانی کے ذریعے گئے تھے، وہاں ہزاروں سال سے عورتوں کی حکومت ہے۔ ایک کاہنہ کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ وہ بیس اکیس برس کی عمر میں کسی بھی مرد سے ایک بیٹی پیدا کرے۔ اسے تمام پراسرار علوم سکھاتی رہے۔ اس حساب سے بیٹی بیس برس کی ہوتی تو ماں چالیس برس کی ہو جاتی۔ اسے چالیس برس تک جوان اور خوبصورت بن کر رہنا پڑتا ہے پھر بیٹی اس کی جگہ لے کر کاہنہ بنتی ہے اور اس کی ماں روپ بدل کر اسی مندر میں داسی وغیرہ کی حیثیت سے رہتی ہے۔“

میں نے پوچھا۔ ”اور باپ کیا کرتا ہے؟“

”جب بیٹی پیدا ہونے کے آثار پیدا ہوتے ہیں تو باپ بننے والے کو ہلاک کر دیا جاتا ہے یا اس کا برین واش کر کے کسی دوسرے ملک میں بھیج دیا جاتا ہے تاکہ کوئی ان کا رازدار بن کر نہ رہے۔ وہاں صرف عورتوں کا بول بالا رہے۔“

وہ ان کے تمام اُصول اور طور طریقے بتا رہی تھی پھر اس نے کہا۔ ”سب سے اہم معلومات یہ ہے کہ ایشورارا بابا صاحب کے ادارے اور روحانیت کے خلاف بہت مضبوط محاذ بنا رہا ہے۔ اس سلسلے میں وہ انڈیا کے جوگی مہاراج اور اٹلی کے فادر جوزف کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن کاہنہ راضی ہو گئی ہے اور اس کی رضامندی کی ایک خاص وجہ ہے۔“

”ہوں... وہ خاص وجہ کیا ہے؟“

وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ ”وجہ تم ہو۔“

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ”میں... اچھا..؟ وہ کیسے...؟“

”اس کے پاس صدیوں پرانی ایک کتاب ہے۔ جسے وہ کتاب مقدر کہتی ہے۔ اس میں بے شمار پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک پیش گوئی یہ ہے کہ اس کاہنہ سے جو بیٹی ہوگی، وہ تمہاری ہوگی۔ میری طرف سے پیشگی مبارک باد قبول کرو۔“

اس کا آخری فقرہ ذرا طنزیہ تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا۔ ”کیوں مذاق کر رہی ہو؟“

”اسے مذاق نہ سمجھو۔ پیش گوئی یہ ہے کہ اس مندر کی آخری کاہنہ کے پاس سیارے سے ایک اجنبی مدد مانگنے آئے گا جو اس اجنبی کا جانی دشمن ہوگا، وہی دشمن کاہنہ کی بیٹی کا باپ بنے گا اور وہ اس بیٹی کو کاہنہ نہیں بننے دے گا۔“

میں نے تعجب سے کہا۔ ”سیارے سے آنے والے ایشورارا کا دشمن تو میں ہوں۔“

”اسی لیے تو مبارکباد دے رہی ہوں۔ بڑی زبردست چیز ہے۔ تمہارے لیے ایک بیٹی پیدا کرے گی۔“

”فضول باتیں نہ کرو۔ کیا میں اس چڑیل سے ازدواجی تعلقات رکھوں گا؟“

وہ کہنی مارتے ہوئے بولی۔ ”کس دل سے چڑیل کہہ رہے ہو؟ تم نے بھی اسے دیکھا ہے اور میں نے بھی۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بولو... کیا حسین اور دلنشین نہیں ہے؟“

”ہاں ہے مگر... جب یہ جانتا ہوں کہ آگ سے کھیلنے والے جل جاتے ہیں تو میں جلنا نہیں چاہوں گا۔ ابھی کام کی بات کرو۔ جو اہم معلومات ہیں، انہیں تفصیل سے بتاؤ...“

وہ بتانے لگی کہ کاہنہ سے یہودی پیشوائے اعظم سے گٹھ جوڑ کیا ہے۔ آئندہ وہ دونوں یورپ اور امریکا کی سیاسی قوتوں سے الحاق کریں گے۔ اس طرح بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت زبردست محاذ آرائی کی جائے گی۔ چار یا چھ ماہ بعد انہیں سیارے والوں سے غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ایسی طاقت حاصل ہوگی کہ وہ ہمارے مقابلے میں ناقابلِ شکست ہو جائیں گے۔

بڑی تشویشناک معلومات حاصل ہوئی تھی۔ ساری دنیا اور خلائی سیارے کی قوتیں متحد ہو کر ایک اکیلے تنہا بابا صاحب کے ادارے پر یلغار کرنے والی تھیں۔ میں نے اسی لمحے میں آمنہ کو مخاطب کیا۔ وہ اپنے معمول کے مطابق عبادت میں مشغول تھی۔ اس نے کہا۔ ”تمہیں عبادت میں مخل نہیں ہونا چاہیے۔“

میں نے کہا۔ ”ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔“

”اعلیٰ حضرت علی اسد اللہ تبریزی انجان اور غافل نہیں ہیں۔ پلیز یہاں سے جاؤ...“

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ثنا مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”جو باتیں ہمیں حالات اور مقررہ وقت کے مطابق رفتہ رفتہ معلوم ہوتی ہیں، وہ سب بہت پہلے سے اعلیٰ حضرت کے علم میں ہوتی ہیں۔ خدا کے بعد وہ بہتر جانتے ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اور جو بھی ہونے والا ہے، ان قدرتی معاملات میں انہیں کس حد تک مداخلت کرنی چاہیے؟ ان کی باتیں چھوڑو... اور بتاؤ، تم نے کیا کچھ معلوم کیا ہے؟“

ہم اِدھر اہم گفتگو میں مصروف تھے۔ اُدھر کاہنہ حملے کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ اپنے خفیہ چیمبر میں تھی۔ ثنا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر زیرِ لب کچھ پڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک شمع روشن تھی۔ وہ فرش پر پلتھی مارے شمع کی لَو کو تک رہی تھی۔ ثنا کی آواز اور لب و لہجے کو اس جلتی ہوئی لَو میں اتار رہی تھی۔ اس کا ایک خیالی پیکر بنا رہی تھی۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ شمع کی لَو کے اس پار ایک انسانی ہیولا بن رہا تھا۔ اس کی صورت شکل واضح نہیں تھی۔ وہ بڑی تندہی سے پڑھتی جا رہی تھی پھر اس ہیولے سے ثنا کی آواز ابھرنے لگی۔ اس نے چھینکنے کے بعد جو بات مجھ سے کہی تھی، وہی فقرہ سنائی دے رہا تھا۔ ”سوری فرہاد...! میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں...“

کاہنہ نے اپنی چٹکی میں ایک سوئی دبا رکھی تھی۔ اس ہیولے سے پھر وہی آواز اُبھری۔ ”سوری فرہاد...! میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں۔“

کاہنہ نے اسی لمحے میں اس سوئی کو شمع کی لَو پر رکھ دیا۔ وہ سوئی اس کی چٹکی سے نکل کر فضا میں تیر کی طرح جاتی ہوئی اس ہیولے میں پیوست ہو گئی۔

خدا سب کو شر سے بچائے۔ ثنا کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گر پڑی۔ بستر پر اِدھر اُدھر تڑپنے لگی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا۔ ”کیا ہوا...؟ یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ ”کوئی چیز میرے دماغ میں چبھ رہی ہے۔ یہ چبھن مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں سے جان نکل رہی ہے۔ کچھ کرو... پلیز کچھ کرو۔“

میں اسے اسپتال لے جا سکتا تھا۔ بڑے سے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر کو خیال خوانی کے ذریعے بلا سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ ”میں تمہیں کسی قریبی اسپتال میں لے چلتا ہوں۔“

میں اسے دونوں بازوؤں میں اُٹھانے کے لیے جھک رہا تھا پھر ٹھٹک گیا۔ کاہنہ کا قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔ وہ ثنا کے ذریعے قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ”اسے کہاں لے جا رہا ہے؟ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے۔ یہ مجھے اپنے اندر آنے سے روک رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہی ناکارہ بنا دیا ہے۔ اب اس پر میرا قبضہ ہے۔“

میں اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے بازوؤں میں اٹھانے کے لیے جھکا تو اس نے ایک زور کی لات ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ وہ پھر تکلیف سے تڑپ رہی تھی اور کاہنہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ”قریب آئے گا تو میں اسے تیرے ہاتھ نہیں آنے دوں گی۔ میں نے کہا تھا، میری ماں کا خون رائگاں نہیں جائے گا۔ میں تیرے کسی ایک رشتے کو کھا جاؤں گی...“

وہ بول رہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔ کالے عمل کا توڑ روحانیت کے ذریعے ہی ہو سکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر پہلے آمنہ کے پاس گیا تھا۔ وہ عبادت میں مصروف تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ ایسے وقت مجھے اس کے اندر نہیں آنا چاہیے۔ میں نے فوراً ہی انوشے کو مخاطب کیا۔ ”بیٹی...! فوراً ثنا کے اندر پہنچو... اسے کالے علم کے ذریعے ہلاک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔“

وہ بڑی عاجزی سے بولی۔ ”سوری گرینڈ پا...! میں شیطانی قوتوں کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہوں مگر قدرتی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے' مقدر سے ہو رہا ہے۔“

میں نے تڑپ کر کہا۔ ”انوشے! تم میری پوتی ہو۔ کسی بھی طرح ثنا کو بچاؤ۔ اپنے دادا کا حکم مانو۔ کچھ کرو بیٹی..! دیکھو یہ کس طرح تکلیف سے تڑپ رہی ہے؟ مجھ سے دیکھا نہیں جا رہا ہے۔“

”گرینڈ پا! میں آپ کا حکم کیسے مانوں؟ فار گاڈ سیک... قدرت کا جو منشا ہے مجھے اس کے خلاف کچھ کرنے کا حکم نہ دیں۔“

میں نے غصے سے کہا۔ ”تم میرا ساتھ نہ دو۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ کالا عمل کالے عمل کو کاٹے گا۔ میں ایک ایسے عامل کو جانتا ہوں' ابھی اسے یہاں بلاتا ہوں۔“

انوشے نے کہا۔ ”ہرگز نہیں... ہمارے دین میں کالا عمل کرنے اور کرانے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ آپ کسی عامل سے رجوع نہیں کریں گے۔“

ثنا تکلیف کی شدت سے ایسی نڈھال ہو گئی تھی کہ اب حلق سے چیخیں نہیں نکل رہی تھیں۔ کبھی کبھی ہلکی سی کراہ سنائی دیتی تھی۔ اس میں تڑپنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ بدن ٹھہر ٹھہر کر ذرا سا لرزتا تھا۔ میں نے تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک تانترک مہاراج کے اندر پہنچنا چاہتا تھا مگر سوچ کی لہریں ایسی جگہ پہنچیں جہاں نور ہی نور تھا۔ مجھے اپنی پوتی کی آواز سنائی دی۔ ”نو گرینڈ پا! میں آپ کو دینی احکامات کے خلاف ایسا نہیں کرنے دوں گی۔“

میں نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا۔ ”ہٹ جاؤ انوشے...! میرا راستہ نہ روکو۔ میں اپنی ثنا کو مرنے نہیں دوں گا۔“

وہ عاجزی سے بولی۔ ”یہی حقیقت آپ بھول رہے ہیں گرینڈ پا! آپ جیسے فاتح اعظم بھی موت کو نہیں روک سکتے۔ خدا کے لیے کالے عمل سے توبہ کریں۔ کفر سے باز آ جائیں۔ میں بہت مجبور ہو کر راستہ روک رہی ہوں۔ آپ ان لمحات میں خیال خوانی نہیں کر سکیں گے۔“

میں دم بخود رہ گیا۔ انوشے نے میری صلاحیتوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلاتا ہوں۔ اس نے شہنشاہ کہلانے والے دادا کی خیال خوانی کو عارضی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔

میں نے سر گھما کر ثنا کو دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بیڈ پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی تھی۔

آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے ہنسنے بولنے والی اپنی سانسیں پوری کر چکی ہے۔

کیا بھروسا ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

www.pdfbooksfree.pk

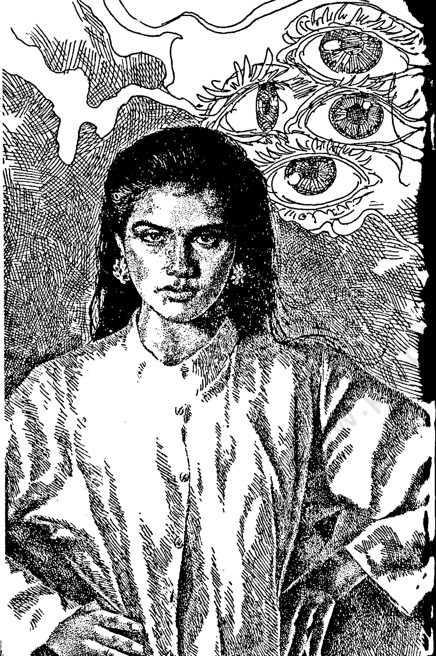

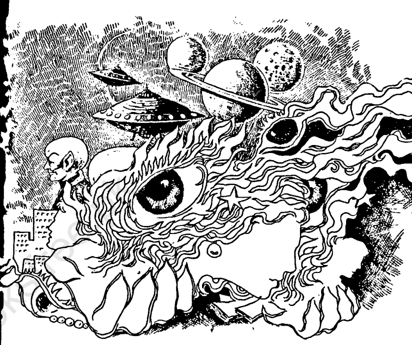

سسپنس کا مقبول عالم سلسلہ جو تین سو ستر ماہ سے جاری ہے

فرہاد علی تیمور

دیوتا

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس
نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس
کے ذہن میں چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی
ہمت، شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو کم خیال خواب
نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور
کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے
ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

میں بیان نہیں کرسکتا کہ صدمات سے کس قدر ٹوٹ گیا تھا۔ مرنے والوں کے لیے سب ہی کے دل روتے ہیں۔ میرا بھی دل رو رہا تھا۔ بات محض رونے کی نہیں تھی۔ دل دُکھانے اور شرمندہ کرنے والی بات یہ تھی کہ میں ثنا کے آخری لمحات میں کام نہ آسکا تھا۔

یہ سوچ سوچ کر شرمندگی ہورہی تھی کہ دنیا والے مجھے کیوں ناقابلِ شکست کہتے ہیں؟ کیوں یہ کہتے ہیں کہ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتا ہوں؟ اگر میں ایسا سورما ہوں تو اپنی شریکِ حیات کو ایک چڑیل سے کیوں نہ بچاسکا؟ جس طرح میں اچانک موت بن کر دشمنوں پر جھپٹتا ہوں، اسی طرح وہ کاہنہ توقع کے خلاف ثنا پر جھپٹ پڑی تھی اور میں تلملا کر رہ گیا تھا۔ اسے بچانے کے لیے کسی پہلو سے کچھ نہیں کرپایا تھا۔

وقت گزر جاتا ہے، زخم مندمل ہوجاتے ہیں مگر زخموں کے نشان رہ جاتے ہیں۔ میں اپنی بے بسی اور بے چارگی کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔ اس کی تدفین ہوچکی تھی۔ آمنہ، سونیا اور میرے تمام بچے فون کے ذریعے تعزیت کررہے تھے۔ یہ تو دنیا کا دستور ہے۔ سب ہی ہمدردی اور دلجوئی کرتے ہیں مگر میرے اندر جو ندامت چھپی ہوئی تھی اسے کوئی سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی ختم کرسکتا تھا۔

انوشے نے میرے اندر آکر کہا۔ ”گرینڈ پا! میں بہت شرمندہ ہوں۔ آپ کے پاؤں کی ڈھول ہوکر آپ کے راستے کا پتھر بن گئی تھی۔“

وہ رونے لگی۔ میں چپ رہا۔ اس نے کہا۔ ”آپ (ثنا) کو بچاسکتے تھے۔ کاہنہ کے کالے عمل کا توڑ کرسکتے تھے لیکن میں نے آپ کو کالا عمل کرانے کا موقع نہیں دیا۔ میں اپنے گرینڈ پا کو دینی احکامات کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔“

میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ”تم نے دین ایمان کے مطابق جو کیا‘ ٹھیک ہی کیا۔ جو ہونا تھا، وہ ہوگیا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اب جاؤ، میں تنہائی چاہتا ہوں۔“

وہ روتی ہوئی چلی گئی۔ ایسے وقت کاہنہ نے فون پر مخاطب کیا۔ ”اے سُورما! میں نے اپنی ماں کی چِتا جلائی ہے مگر اس سے پہلے تیری بیوی کو مٹی میں ملادیا ہے۔ بول... یہ منہ توڑ جواب کیسا لگا؟“

میں نے بڑے ہی تحمل سے جواب دیا۔ ”سارے دروازے بند کردے پھر بھی میں تیرے خفیہ چیمبر میں چلا آؤں گا۔ آج سے تُو دیکھے گی کہ کس طرح نیندیں اُڑ جاتی ہیں؟ میرے انتظار میں تیری آنکھیں کھلی رہیں گی۔“

یہ کہتے ہی میں نے فون بند کیا۔ اور سم نکال لی۔ کاہنہ کے پاس رابطے کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ اسے ختم کردیا۔ آیندہ مجھے چیلنج کرنے کے بہانے وہ یہ معلوم نہیں کرسکتی تھی میں کہاں ہوں اور کب تک اس مندر کے تہ خانے میں پہنچنے والا ہوں؟ میرے اس طریقۂ کار سے وہ ایک لمحے کے لیے بھی سکون سے نہیں رہ سکتی تھی۔ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا کہ میں کسی بھی لمحے میں وہاں پہنچنے والا ہوں۔

اور اس کے ساتھ یہی ہونے لگا۔ وہ ہر گھنٹے دو گھنٹے میں مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ پورس اور ماوَرا کے دماغوں میں جاتی رہی۔ کسی بھی طرح معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں کہاں ہوں اور کب تک اس کے مندر پہنچنے والا ہوں؟

اس نے مندر میں آنے والے عقیدت مندوں کو منع کردیا کہ وہ ادھر کا رُخ نہ کریں۔ یہ اعلان کردیا کہ نامعلوم مدت کے لیے مندر تک جانے والے مخصوص راستے کو بند کیا جارہا ہے۔ جو بھی اس کی اجازت کے بغیر جنگل میں قدم رکھے گا وہ شیر چیتوں کی خوراک بن جائے گا۔

اس طرح اس نے میرے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بند کردیا تھا پھر بھی اسے سکون نہیں مل رہا تھا۔ ایشورارا نے اسے بتایا تھا کہ میں نہ جانے کیسے پاتال میں یا سمندر کی تہ میں دشمنوں تک پہنچ جاتا ہوں؟ وہ پوری ذہانت سے سوچنے اور سمجھنے کی کوششیں کررہی تھی کہ اس قدر احتیاطی اور حفاظتی تدابیر کے باوجود میں کس چور دروازے سے اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہوں؟ اس کی عقل کام نہیں کررہی تھی۔ میں نے جو دھڑکا پیدا کردیا تھا۔ اس سے نجات ملنے والی نہیں تھی۔

وہ ایسے پُراسرار علوم جانتی تھی۔ جن پر عمل کرنے کے لیے پاکیزگی لازمی تھی۔ وہ پاک و صاف رہ کر دیوی کی پوجا کرتے ہوئے میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرسکتی تھی لیکن ماہانہ عارضی روگ کے باعث سات دنوں تک پاک صاف نہیں رہ سکتی تھی۔ ایسی رکاوٹ پر وہ جھنجلا رہی تھی۔ سات دن بہت ہوتے ہیں۔ اس کے اندر اندیشے ستا رہے تھے کہ پتا نہیں میں اگلے سات دن میں کیا کرنے والا ہوں؟

میں نے پورس سے کہا تھا کہ جب بھی وہ کاہنہ اس کے اندر آئے تو وہ فوراً مجھے اپنے پاس بلالے۔

پورس نے ماوَرا اور دامودر سے کہا تھا کہ ایسے وقت وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے اطلاع دیا کریں گے۔ کاہنہ کی نظروں میں وہی تینوں ایسے تھے‘ جن کے ذریعے میرے متعلق اسے کچھ سن گن مل سکتی تھی۔

دوسرے ہی دن ماوَرا نے میرے اندر آکر کہا۔ ”آپ فوراً آئیں۔ وہ پورس سے باتیں کررہی ہے۔“

میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بڑے دوستانہ انداز میں بول رہی تھی۔ ”تم یقین کرو‘ ایشورارا نے تمہارے خلاف مجھے بھڑکایا تھا اس لیے میں پچھلی بار دشمن بن گئی تھی۔ آج اپنی غلطی کا اعتراف کرنے آئی ہوں۔“

پورس نے کہا۔ ”صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے مگر تم شام کو بھی یہاں آکر بھول کررہی ہو اور سمجھ رہی ہو کہ میں تمہیں دوست اور ہمدرد سمجھ لوں گا؟“

وہ بولی۔ ”تم نے ابھی الزام لگایا ہے کہ میں نے تمہاری ممی ثنا کو ہلاک کیا ہے۔ یہ کیسے یقین دلاؤں کہ میں کاہنہ نہیں ہوں۔ ایشورارا کی ایک داشتہ ہوں۔ کاہنہ ایشورارا کو مجھ سے چھین کرلے گئی ہے اور وہ یہ کہہ کر مجھ سے دور ہوگیا کہ سیارے میں واپس جارہا ہے اگر اس کی واپسی تک میں تمہیں ماوَرا سے دور کردوں تو وہ کاہنہ کو چھوڑ کر میرے پاس آجائے گا۔“

پورس نے کہا۔ ”اب تم یہ کہنے آئی ہو کہ ہم سے دشمنی نہیں کروگی۔ مجھے ماوَرا سے الگ نہیں کروگی۔ یہ بتاؤ‘ تم چاہتی کیا ہو؟“

”میں کیا بتاؤں؟ تم بتائے بغیر سمجھ سکتے ہو کہ کاہنہ میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلا رہی ہے۔ ثنا کی ہلاکت کا الزام مجھ پر لگاکر مجھے کاہنہ ثابت کرنا چاہتی ہے۔ اس کی پلاننگ کے مطابق تم اور تمہارے پاپا دونوں ہی دھوکا کھا رہے ہیں۔“

وہ بولا۔ ”میری ممی کی ہلاکت کے بعد آیندہ دھوکا کھانے کے لیے اور کچھ نہیں رہا ہے۔ چلو ہم مان لیتے ہیں‘ تم کاہنہ نہیں ہو۔ ہماری طرف سے مطمئن ہوکر جاؤ۔“

”جب تک اس کاہنہ کو جہنم میں نہیں پہنچاؤں گی‘ تب تک مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔“

”تو پھر پہنچادو اسے جہنم میں... تمہیں روکا کس نے ہے؟“

”میں تنہا اس کا مقابلہ نہیں کرسکوں گی۔ میں اور تمہارے پاپا ایک ہی ناگن کے ڈسے ہوئے ہیں۔ وہ ہم دونوں کی دشمن ہے۔ میں تمہارے پاپا کے بغیر اور تمہارے پاپا میرے بغیر اس بلا تک پہنچ نہیں پائیں گے۔“

پورس نے کہا۔ ”میرے پاپا کی فکر نہ کرو۔ وہ کاہنہ کے مندر کا راستہ جانتے ہیں۔“

”فرہاد نہیں جانتا۔ اس راستے پر موت ہے۔ کاہنہ نے جنگل کے درندوں پر ایسا عمل کیا ہے کہ اب وہ مندر کی طرف جانے والوں کو کچا چبا جائیں گے۔“

”تم کیسے جانتی ہو کہ کاہنہ نے جنگل کے درندوں پر عمل کیا ہے؟“

”میں انگولا کے شہر گوانزا میں ہوں۔ یہاں سب ہی یہ جانتے ہیں کہ کاہنہ نے اپنے تمام عقیدت مندوں کو غیر معینہ مدت کے لیے مندر کی طرف آنے سے منع کیا ہے۔ یہ کہا ہے کہ جو بھی ادھر آئے گا‘ شیر چیتوں کی خوراک بن جائے گا۔“

”میرے پاپا بہتر سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟“

”انہیں میرا تعاون حاصل کرنا چاہیے۔ میں مندر تک پہنچنے کا چور راستہ جانتی ہوں مگر تنہا وہاں جاکر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گی۔ فرہاد کو وہاں تک پہنچاکر اس سے انتقام لے سکتی ہوں۔ مجھے ایک بار ان سے ملادو۔“

”تو صاف صاف کہو ناں کہ پاپا سے ملنا چاہتی ہو۔ یہ تو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے؟“

”مجھے ان کا پتا بتاؤ‘ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں گی۔“

”پتا ٹھکانا معلوم ہوتا تو یہ بیٹا سب سے پہلے اپنے باپ کے پاس پہنچ جاتا۔ وہ میرے اندر آتے ہیں تو آدھی ملاقات ہوجاتی ہے۔ تم اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھوگی تو تم سے بھی آدھی ملاقات ہوجائے گی۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ”میں...... میں کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دیتی۔ ان کا پتا نہ سہی۔ فون نمبر ہی بتادو؟“

پورس نے کہا۔ ”راہ چلتے موبائل فون چھینے جاتے ہیں۔ اس لیے اب وہ اپنے پاس فون نہیں رکھتے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کو اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔ تم انہیں آنے نہیں دوگی اور وہ تمہیں اپنے دماغ میں گھسنے نہیں دیں گے پھر بات کیسے بنے گی؟“

”اس طرح بنے گی کہ تمہارے پاپا گوانزا آجائیں۔“

”وہ تو شاید وہیں پہنچے ہوئے ہیں۔“

اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ”کیا فرہاد یہاں گوانزا میں ہے؟“

”شاید اس جنگل میں بھی ہیں۔ شاید اس مندر میں بھی ہیں۔“

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی۔ ”کیا بکواس کررہے ہو؟“ پھر سنبھل کر بولی۔ ”سوری، میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مجھ سے سنجیدگی سے بات کرو۔ جب مندر کی طرف جانے کا راستہ بند ہے تو فرہاد وہاں کیسے پہنچ سکتا ہے؟“

”تعجب ہے‘ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے بھی یہ سوال

کررہی ہو؟ کیا خیال خوانی کے ذریعے وہاں تک پہنچا نہیں جا سکتا؟"

وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی کہ میں ایک بیاح کے ذریعے مندر کے تہ خانے میں پہنچ گیا تھا پھر میں نے اس کی ماں کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ لہٰذا اب بھی کسی آلہ کار کے ذریعے وہاں پہنچنا میرے لیے مشکل نہ ہوتا۔

اس کے اندر جیسے آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ بے اختیار گڑبڑا کر بولی۔ "وہ ادھر کیسے آسکتا ہے؟ میں نے تمام پجاریوں اور پروہیوں کو یہاں سے..."

وہ کہتے کہتے ٹھٹک گئی۔ پورس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں ہاں، بولو کاہنہ...! تم نے پجاریوں اور پروہیوں کو بھی مندر سے دور بھیج دیا ہے تاکہ پاپا کسی کو آلہ کار نہ بنا سکیں؟"

وہ غصے سے بولی۔ "یُو شٹ اپ۔"

پورس نے کہا۔ "تم یہاں سے دفع ہوجاؤ اور اپنے آس پاس دیکھو کہ پاپا کہاں ہیں؟ کس بھیس میں ہیں؟ تمہاری کس داسی کے اندر ہیں؟ وہ وہاں پہنچ کر اگر خاموش ہیں تو اس خاموشی کے پیچھے کیا گل کھلانے والے ہیں؟"

پورس نے میری مرضی کے مطابق سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر اس مندر کے تہ خانے کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس نے پیدائش کے دن سے اب تک وہیں پرورش پائی تھی۔ تعلیم حاصل کرنے اور دنیا کو دیکھنے سمجھنے کے لیے کئی ممالک میں جاتی رہی تھی مگر لوٹ کر اسی مندر میں آتی رہی تھی۔

وہ تہ خانہ ایک مضبوط اور قابلِ اعتماد قلعہ تھا۔ وہاں اس کی اجازت کے بغیر ایک چیونٹی بھی رینگتی نظر نہیں آسکتی تھی۔ ایسے مضبوط قلعے میں اب اسے میری آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہاں کی دیواریں کمزور اور گرتی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ اس کی دو خاص داسیاں تھیں۔ جن کے دماغ مقفل رہتے تھے۔ اب ان پر بھی بھروسا نہیں رہا تھا۔ وہ انہیں ایسی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہتی تھی' جیسے ان کے اندر مجھے ڈھونڈ لینا چاہتی ہو۔

میرے طریقہ کار نے اس کی زندگی کو کانٹوں کا بستر بنا دیا تھا۔ جب ایشورارا اس سے مدد مانگنے نہیں آیا تھا اور اس کے کانوں میں میرے نام کی گونج سنائی نہیں دیتی تھی' تب وہ اپنے دن رات بڑے سکون سے گزارتی تھی۔ اب سے پہلے بھی اس نے دوست اور دشمن دیکھے تھے اور دشمنوں کو ہمیشہ ایک چٹکی میں مسلتی رہی تھی۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ دشمن مجھ جیسے بھی ہوتے ہیں جو موت کی طرح نادیدہ ہوتے ہیں۔

خیال خوانی کے ذریعے بھی نہیں آتے اور دماغ میں ہر لمحے خطرے کی گھنٹی بجاتے رہتے ہیں۔

اسے سب سے پہلے اپنی سلامتی عزیز تھی۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے اپنے پیدائشی مندر میں نہیں، کہیں حبس بے جا میں ہے۔ وہاں زیادہ دیر رہے گی تو دم گھٹ جائے گا یا دم گھونٹنے والا آجائے گا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس تہ خانے سے کہیں دور چلی جائے گی۔

مندر میں جتنی داسیاں' پجاری اور پروہت تھے۔ وہ سب تنویمی عمل کے ذریعے اس کے تابع دار بنے ہوئے تھے۔ ان کے دماغوں کو لاک کیا گیا تھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے باوجود میں اس کی ماں کے اندر اس لیے پہنچ گیا تھا کہ وہ ان دنوں دمے کی مریضہ تھی۔ کاہنہ کو اندیشہ تھا کہ پھر کوئی داسی یا پروہت بیمار ہوکر میرا آلہ کار بن سکتا ہے۔ مجھے اس کے قریب پہنچا سکتا ہے۔ اس نے ہر ایک دماغ میں گھس کر اطمینان حاصل کرلیا تھا۔ فی الوقت وہاں کوئی بیمار نہیں تھا۔

پھر بھی اس نے تمام خدمت گار داسیوں اور پروہتوں کو تہ خانے میں آنے سے منع کردیا تھا۔ صرف وہ دو راز دار داسیاں اس کے قریب آتی تھیں۔ ان میں سے ایک داسی بہت زیادہ عبادت میں مصروف رہتی تھی۔ دن رات چلتے پھرتے اپنے عظیم دیوتا کو یاد کرتی تھی اور زیر لب اسی کے گن گاتی رہتی تھی۔ ایک خیالی دیوتا اس کے حواس پر اس قدر چھا گیا تھا کہ وہ اپنے اندر اس کی آواز سننے لگی تھی اور یہی عقیدہ اس کی کم بختی کا سبب بن گیا۔

اس نے خوش ہوکر کاہنہ سے کہا۔ "دیوی ماں کی جے ہو... جونُو دیوتا مجھ سے راضی ہے۔ میرے اندر آکر مجھ سے باتیں کرتا ہے۔"

کاہنہ نے چونک کر پوچھا۔ "کیا...؟ تُو کیا کہہ رہی ہے؟ کوئی تیرے اندر آکر تجھ سے کیسے باتیں کرتا ہے؟"

"میں کسی اور کی نہیں... اپنے جونُو دیوتا کی بات کررہی ہوں۔"

کاہنہ نے سہمی ہوئی نظروں سے اسے یوں دیکھا' جیسے مجھے دیکھ رہی ہو۔ اس نے کہا۔ "میں تیرے اندر آرہی ہوں۔ دیوتا سے بول کہ وہ تجھ سے باتیں کرے۔"

وہ اس کے اندر آگئی۔ داسی نے بڑی عقیدت سے آنکھیں بند کیں پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "اے عظیم دیوتا! اے دنیا کے پالنہار! میں اپنی دیوی ماں کو تیری آواز

سنانا چاہتی ہوں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل کرنے دے کہ تُو مجھ سے بولتا رہتا ہے۔ میرے پاس آجا.... میرا مان رکھ لے۔"

اسے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اس کے اندر کوئی دیوتا نہیں' اس کا عقیدہ بولتا تھا مگر اس وقت بول نہیں رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "میرا دیوتا تنہائی میں مجھ سے بولتا ہے۔ کسی اور کی موجودگی میں بولنا نہیں چاہتا۔"

پھر وہ خود ہی جواباً سوچنے لگی۔ "دیوی ماں کو یہ بات بری لگے گی کہ دیوتا مجھے مان دے رہا ہے اور اسے نظر انداز کررہا ہے۔"

کاہنہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "معافی چاہتی ہوں دیوی ماں...! دیوتا چپ ہیں۔ شاید ابھی کچھ بولنا نہیں چاہتے۔"

کاہنہ نے صندوق کھول کر وہی خنجر نکالا جس سے اپنی ماں کو ہلاک کیا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "تیرے اندر دیوتا نہیں فرہاد بولتا رہا ہے۔ تجھے اُلّو بناتا رہا ہے۔ اس وقت بھی وہ تیری سوچ اور تیرے ہی لب و لہجے میں بول رہا تھا کہ میری موجودگی میں خاموش رہے گا۔"

وہ اس کے قدموں میں آکر بولی۔ "میں سچ کہتی ہوں' میرا دیوتا مجھ سے بول..."

وہ آگے نہ بول سکی۔ کاہنہ نے اس کی جھکی ہوئی گردن پر خنجر کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ کاہنہ اسے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! میں دوسری بار دھوکا کھانے والی تھی۔ اب کسی داسی کو اپنے قریب نہیں آنے دوں گی۔ تُو کسی کو آلہ کار بنا کر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ بے چاری تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس تہ خانے میں میرے حوالے سے کیا ہورہا ہے؟ جو بھی ہورہا تھا، اس سے یہ ثابت ہورہا تھا کہ میں کاہنہ کے حواس پر ایک آسیب بن کر چھا گیا ہوں۔ اب وہ اپنے سائے سے بھی ڈرتی رہے گی۔ اگرچہ میں نے ثنا کی ہلاکت کے جواب میں اسے ہلاک نہیں کیا تھا۔ اس کے قریب بھی نہیں پہنچا تھا۔ اس کے باوجود وہ موت سے بھی بدتر حالات سے گزر رہی تھی۔

اس نے پروہتوں کو بلا کر حکم دیا۔ "اس داسی کی لاش کو جنگل میں لے جاکر پھینک دو۔ کل سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ تم سب پہلے کی طرح تہ خانے میں آتے رہوگے۔"

وہ لوگ اس لاش کو اُٹھا کر لے گئے۔ اس کی دو راز دار داسیوں میں سے ایک رہ گئی تھی۔ اس نے اسے بلا کر بستر پر لیٹنے کا حکم دیا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ پہلے ہی اس کی

معمولہ اور تابع دار بنی ہوئی تھی۔ کاہنہ نے دوبارہ تنویمی عمل کرکے اس کی شخصیت بدل دی۔ اس کے ذہن میں اپنی آواز اور لب ولہجہ نقش کیا پھر کہا۔ "تُو میرے طور طریقے' میرا مزاج' میری عادتیں' میرا ناز و انداز سب ہی اپنائے گی اور میری جگہ یہاں کاہنہ بن کر رہا کرے گی۔"

اس نے خاص طور پر حکم دیا۔ "تُو ہر حال میں فرہاد کی دشمن بن کر رہے گی۔ اگر وہ تجھ سے لگاوٹ ظاہر کرے گا تو تُو اسے محبت کا فریب دے گی۔ ایسے وقت میں تیرے اندر رہ کر تجھے گائیڈ کرتی رہوں گی۔"

اس نے طے کیا تھا کہ وہ مجھے تر نوالہ نہیں سمجھے گی۔ ڈمی کاہنہ کے ذریعے محبت کا کھیل کھیلتی رہے گی۔ جب ہر پہلو سے یقین ہوجائے گا کہ اس کا حملہ خالی نہیں جائے گا' تب وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارے گی۔ اس نے اچھی طرح داسی کا برین واش کیا۔ اسے مکمل طور پر کاہنہ بنا کر سونے کا حکم دیا پھر وہاں سے چلتی ہوئی ایک قدِ آدم آئینے کے سامنے آگئی۔

اس آئینے میں وہ داسی بستر پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ایک پُراسرار عمل پڑھنے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی وہ داسی میں تبدیل ہونے لگی۔ اس کا چہرہ اور جسامت بدل رہی تھی۔ اب اس آئینے میں دو کاہنہ دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک آئینے میں کھڑی ہوئی تھی' دوسری بستر پر محوِ خواب تھی۔

پھر وہ کاہنہ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔ آہستہ آہستہ تبدیل ہونے لگی۔ دیکھتے دیکھتے وہ کاہنہ گم ہوگئی۔ اس کی جگہ ایک انتہائی حسین دوشیزہ نظر آنے لگی۔ اس نے دائیں بائیں گھوم گھوم کر اپنے آپ کو دیکھا۔ یہ اطمینان ہوا کہ وہ نیا حسن و شباب توبہ شکن ہے۔ آیندہ وہ کسی چاہنے والے کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکے گی۔

وہ ایک سفری بیگ میں اپنی ضرورت کا کچھ سامان رکھ کر اس مندر سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆

میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا منصوبہ بنایا ہے اور اس پر کس طرح عمل کررہی ہے؟ البتہ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس کا سکون غارت ہوچکا ہے۔ وہ میری جوابی کارروائی کو سمجھنے کے لیے بے چین رہتی ہے۔ وہ پورس کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کرچکی تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اس نے غیر معینہ مدت کے لیے اپنے عقیدت مندوں سے منہ موڑ لیا ہے۔ انہیں مندر کی طرف آنے سے منع کردیا ہے۔

جس طرح وہ نہیں جانتی تھی کہ میں آیندہ اس کے خلاف کیا کرنے والا ہوں؟ اسی طرح میں بھی اس سے بے خبر تھا۔

۱۱

باخبر رہنے کے لیے گوانزا ہوٹل کے صرف وہ گائیڈز تھے' جنہیں میں پہلے بھی آلۂ کار بنا چکا تھا۔ ان کی سوچ نے کہا۔ ''اب سے پانچ دن پہلے کاہنہ نے مندر میں آنے والوں تک یہ اطلاع پہنچائی تھی کہ اس کے اگلے حکم تک ادھر کوئی نہیں آئے گا۔''

اس کے حکم کے بغیر کوئی اس جنگل میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ کہتے ہیں' اندھی عقیدت رکھنے والے دو چار افراد اس مندر کی طرف گئے تھے' پھر وہ واپس نہیں آئے۔ ان کی لاشیں بھی نہیں ملیں۔ جنگلی جانور انہیں چیر پھاڑ کر کھا گئے تھے۔ انہیں کاہنہ کے حکم کے خلاف وہاں جانے کی سزا مل گئی تھی۔

گائیڈ کی سوچ نے کہا۔ ''مگر یہ پابندی چار دنوں تک رہی۔ پانچویں دن عقیدت مندوں کو مندر میں آنے کی اجازت مل گئی۔ سنا ہے' اب وہاں پہلے جیسی چہل پہل ہے۔ کاہنہ اپنے معمول کے مطابق عقیدت مندوں کو درشن دیتی ہے۔''

پہلے جب اس نے عقیدت مندوں پر پابندی عائد کی تو اس کی وجہ میں تھا۔ وہ میری طرف سے اندیشوں میں مبتلا تھی۔ ان میں سے ایک اندیشہ یہ تھا کہ میں کسی عقیدت مند کو آلۂ کار بنا کر پہلے کی طرح اس تہ خانے تک پہنچ سکتا ہوں۔ سوال پیدا ہوا کہ اب اس نے پابندی کیوں ختم کر دی ہے؟ بے باکی سے عقیدت مندوں کو درشن کیوں دے رہی ہے؟

کیا میری طرف سے اس کا خوف ختم ہو چکا ہے؟ کیا اس نے مندر کو ایک مضبوط قلعہ بنا لیا ہے؟ کیا یہ یقین ہو گیا ہے کہ میں وہاں پہنچ کر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا؟

وہ تو جیسے مجھے چیلنج کر رہی تھی۔ ''آ.... اگر آنے کا حوصلہ ہے تو آ.... میں نے مندر کے دروازے اور اپنی طرف آنے کے تمام راستے کھول دیے ہیں۔ تُو جسے چاہے آلۂ کار بنا کر آ سکتا ہے۔''

وہ راستے کھول کر اپنے پاس آنے کی دعوت دے رہی تھی۔ ظاہر ہے' میرے سامنے فی الوقت یہی راستہ تھا کہ میں کسی کو آلۂ کار بنا کر مندر کے اندر جاؤں اور اس دشمن عورت تک پہنچوں۔ یہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں پہنچ کر مجھے ڈمی کاہنہ ملے گی۔

ان حالات میں میرا وقت بھی ضایع ہونے والا تھا اور میں بری طرح دھوکا بھی کھانے والا تھا لہٰذا اس داستان کا رُخ موڑ کر یہودی پیشوائے اعظم کا ذکر کر رہا ہوں۔

وہ اپنے منصوبے کے مطابق میرے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف زبردست محاذ آرائی کر رہا تھا۔ پیرس کے ایک سرکاری کانفرنس ہال میں امریکا، یو کے فرانس، جرمن اور روس کے اکابرین کے علاوہ برین ماسٹر بھی موجود تھا۔ وہ سب پیشوائے اعظم برائٹ موسس کی روحانی کال پر وہاں آئے تھے۔

جب وہ اکابرین اس ہال میں جمع ہو گئے تو برائٹ موسس نے روحانی کمالات دکھاتے ہوئے ایک عمل کے ذریعے امریکا کے اعلیٰ عہدیدار کو اختلاج قلب میں مبتلا کر دیا۔ اس کے لیے فوراً ہی ایک ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ پیشوائے اعظم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ ''ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں موجود ہوں۔''

اس نے مریض کے پاس آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ایک منٹ تک زیرِ لب کچھ پڑھتا رہا۔ تمام معزز حاضرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اعلیٰ عہدیدار سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ہشاش بشاش نظر آنے لگا۔ اس نے پیشوائے اعظم کے ہاتھ کو چوم کر کہا۔ ''یہ مجھ پر دوسری بار دورہ پڑا تھا مگر آپ نے تو معجزہ دکھایا ہے۔ کسی دوا اور ڈاکٹر کے بغیر میری تکلیف دور کر دی۔''

برائٹ موسس نے اپنی جگہ واپس آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''اسے نوٹ کر لے.... تجھ پر تیسرا دورہ نہیں پڑے گا۔ اب تو دل کا مریض نہیں کہلائے گا۔''

تمام حاضرین بڑی عقیدت اور تعریفی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے جرمنی فوج کے اعلیٰ افسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تُو ناحق اپنی بیوی پر شبہ کرتا ہے۔ اس نے تیرے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ تُو نے جو بلیو فلم دیکھی ہے۔ اسے بڑی چالبازی سے تیار کیا گیا ہے۔ اس فلم کے کردار کو تیری بیوی کی ہم شکل بنایا گیا تھا اگر تُو اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو تجھ پر عذاب نازل ہو گا۔''

اس اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! بے شک، تُو غیب کی باتیں جانتا ہے۔ یہ بھی بتا دے کہ مجھ سے اور میری بیوی سے کون دشمنی کر رہا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''اس کانفرنس ہال کے باہر تیرا باڈی گارڈ کھڑا ہے۔ وہ تیری بیوی پر عاشق ہے۔ اسے تجھ سے جدا کرنا چاہتا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا۔ ''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

برائٹ موسس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''بیٹھ جا... جب تُو کانفرنس کے بعد یہاں سے نکلے گا تو وہ باہر مردہ پڑا ہو گا۔''

اس ہال میں بیٹھے ہوئے کئی ممالک کے اکابرین بڑی عقیدت سے متاثر ہو رہے تھے۔ ایسے وقت یو کے کا ایک اعلیٰ عہدیدار وہاں آ کر اپنی سیٹ پر جاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے افسوس ہے' میں اس وجہ سے ذرا لیٹ ہو گیا کہ....''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کہ تیری کار کو حادثہ پیش آیا تھا۔''

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تیرا ڈرائیور بری طرح زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا ہے۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ میں یہاں ہوں مگر وہاں تیرے ساتھ بھی تھا۔ اس لیے تُو صحیح سلامت پہنچ گیا ہے۔''

وہ بولا۔ ''تُو دُرست کہتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میری کار آگے جا کر ایک اسٹریٹ پول سے ٹکراتی۔ میری سائیڈ کا دروازہ کھل گیا تھا۔ میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ کوئی مجھے کھینچ کر باہر نکال رہا ہے۔ میں چلتی گاڑی سے باہر آ کر گرا مگر مجھے چوٹ نہیں آئی اور ادھر میرا ڈرائیور بری طرح زخمی ہو گیا۔''

تمام معزز حاضرین اسے صحیح سلامت دیکھ کر پیشوائے اعظم کی روحانی قوتوں کا اعتراف کرنے لگے۔ اس کی شان میں تعریفی الفاظ ادا کرنے لگے۔ اس نے کہا۔ ''اب ہمیں اپنے اصل مقصد کی طرف آنا چاہیے۔ تم سب جانتے ہو کہ بابا صاحب کے ادارے کے بزرگ حضرات کس قدر روحانی قوتوں کے حامل ہیں۔ تم سب ہر پہلو سے سپر پاور کہلانے کے باوجود انہیں زیر نہ کر سکے۔ کبھی ان کی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھ سکے لیکن اب.....''

اس نے پورے ہال پر نظریں دوڑائیں پھر کہا۔ ''اب حالات بدل رہے ہیں۔ میرا روحانی علم کہتا ہے کہ ہم متحد ہو کر اس پُراسرار ادارے کا طلسم توڑ سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔ ''اے پیشوائے اعظم! ہم تیری روحانی قوتوں کے معترف ہیں۔ کیا ہمارے متحد ہونے سے تیری قوتوں میں اضافہ ہو گا؟''

''بے شک ہو گا۔ اسی لیے میں نے تم سب کو یہاں ایک چھت کے نیچے بلایا ہے۔''

برین ماسٹر نے کہا۔ ''بابا صاحب کے ادارے میں بے شمار روحانی علوم کے حامل ہیں اور تُو ان کے مقابلے میں تنہا ہے۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کے علاوہ فوجی قوت ہے مگر مقابلہ روحانیت کے....''

برائٹ موسس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''میں ایک ہوں مگر سو پر بھاری ہوں۔ تُو یہاں جسمانی طور پر موجود نہیں ہے۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے بول رہا ہے۔ آج تک ساری دنیا سے چھپتا آیا ہے لیکن میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ تُو اس وقت دریائے ڈینز میں ایک فشنگ بوٹ پر ہے اور انڈر ویئر پہنے سن باتھ لے رہا ہے۔''

ماسٹر واقعی ایک بوٹ کے تختے پر چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پریشان ہو کر یوں چاروں طرف دیکھنے لگا، جیسے اس چھپے ہوئے پیشوائے اعظم کو ڈھونڈ رہا ہو۔ اسے اپنے اندر آواز سنائی دی۔ ''تُو یوگا کا ماہر ہے پھر بھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔ آ... کانفرنس ہال میں اپنے آلۂ کار کے پاس آ کر سب کے سامنے میری روحانی قوت کا اعتراف کر۔''

وہ کانفرنس ہال میں اپنے اس آلۂ کار کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''اے پیشوائے اعظم! بے شک تُو عظیم ہے۔ تیری یہ روحانی صلاحیتیں یقین دلا رہی ہیں کہ ہم تیرے زیرِ سایہ متحد ہو کر بابا صاحب کے ادارے کو نابود کر سکتے ہیں۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''ایک حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کے روحانی علما کسی مدد کے محتاج نہیں ہیں مگر میں محتاج ہوں۔ کیونکہ ہم یہودیوں اور تم عیسائیوں کے پاس روحانیت کے حوالے سے کوئی مضبوط ادارہ نہیں ہے۔ میں تمہاری سیاسی اور فوجی قوتوں کے علاوہ پُراسرار علوم جاننے والی کاہنہ اور بانُورا ما سیارے کے سائنس دانوں سے بھی مدد حاصل کر رہا ہوں۔''

''بانُورا ما....!'' سب ہی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

ایک نے کہا۔ ''اس سیارے کے سائنس دان ہمارے سائنس دانوں سے زیادہ ذہین ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہیں اور یہاں آ کر ہم پر مسلط ہو کر پوری دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''تم کسی کو خواب دیکھنے سے نہیں روک سکتے۔ اگر وہ یہاں حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں تو دیکھنے دو۔ ہم ان سے دوستی کر کے انہیں سبز باغ دکھائیں گے اور ان کی غیر معمولی مشینوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔''

یہ بات سب تسلیم کر رہے تھے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ پیشوائے اعظم نے کہا۔ ''تم نے دیکھا تھا کہ ان مشینوں کے خوف سے فرہاد روپوش ہو گیا تھا۔ اس کے تمام فیملی ممبرز اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بابا صاحب کے ادارے میں جا کر چھپ گئے تھے۔ اگر ان سیارے والوں کو تمہارا سیاسی اور فوجی تعاون حاصل ہوتا اور میری روحانی قوتیں بھی ان

کے ساتھ ہوتیں تو وہ بابا صاحب کے ادارے کو تہس نہس کر چکے ہوتے۔''

ایک فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔''بے شک، ایسا ہو سکتا تھا مگر سیارے والے یہاں آتے ہی ہمارے دشمن بن گئے تھے۔''

''وہ مغرور تھے۔ اب ان کا غرور ٹوٹ چکا ہے۔ ان کا ایشورارا کاہنہ کے ذریعے ہماری مدد چاہتا ہے۔ ہم سے اتحاد کے لیے راضی ہے۔''

ایک نے پوچھا۔''یہ کاہنہ کون ہے؟''

دوسرے نے پوچھا۔''کیا وہ تو نہیں جو انگولا میں ہزاروں برسوں سے زندہ رہنے والی دیوی سمجھی جاتی ہے اور وہاں کے باشندے اس کی پوجا کرتے ہیں؟''

''ہاں، میں اسی کاہنہ کی بات کر رہا ہوں۔ وہ دو پہلوؤں سے ہمارے لیے اہم ہے۔ ایک تو یہ کہ ایشورارا اس پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔ اسی کا حکم مان کر ہم پر بھروسا کرے گا اور اس شرط پر ہمارا ساتھ دے گا کہ اس دنیا پر اس کی حکمرانی قائم کی جائے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔''جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ہم اسے سبز باغ دکھائیں گے۔ کسی بھی طرح اس کی غیر معمولی مشینیں چھین کر اسے یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''یہ بہت ہی زبردست منصوبہ ہے مگر ایک رکاوٹ ہے۔ وہ اپنی مشینوں کو کہیں زمین کی تہ میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ ہمارے جاسوس وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے۔''

پیشوائے اعظم نے بڑے اعتماد سے کہا۔''ہم آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ وہ کاہنہ ہمارے بہت کام آتی رہے گی۔ وہ خونخوار شیر، چیتوں اور جنگلی درندوں سے بھرے ہوئے جنگل میں رہتی ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ ایشورارا آئندہ اپنی تمام مشینوں کو اسی جنگل کے پاتال میں رکھے گا۔ وہ مشینیں ہماری نظروں میں رہیں گی اور کاہنہ ہمارے جاسوسوں کو وہاں تک پہنچنے کا موقع دے گی۔''

''پھر تو وہ کاہنہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔''

''اس کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ حکومت قائم ہونے کے بعد دنیا کے ہر ملک، ہر علاقے میں اس کے مجسمے بنوا کر رکھے جائیں۔ سب ہی اس کی پوجا کرتے رہیں۔ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ دنیا والے اس کی پرستش کریں یا نہ کریں، ہم اس کے لاکھوں مجسمے بنوا دیں گے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ پیش گوئی ہے۔''

تمام حاضرین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔''فرہاد کی قسمت اس کاہنہ سے منسلک ہو گئی ہے۔ اگر وہ فرہاد سے جسمانی تعلق رکھے گی اور اس کی ایک بیٹی کو جنم دے گی تو اس کے بعد اس کی موت لازمی ہوگی اور وہ فرہاد پر بھی اثر انداز ہوگی۔ وہ رفتہ رفتہ بیمار رہ کر مر جائے گا۔''

وہ تمام حاضرین سن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ باری باری سب ہی پوچھ رہے تھے۔''وہ مبارک گھڑی کب آئے گی؟ فرہاد کو کب موت آئے گی؟''

پیشوائے اعظم نے کہا۔''ہمارا علم، ہماری پیش گوئی اگر مگر میں اُلجھی ہوئی ہے اگر فرہاد کاہنہ سے جسمانی رشتہ قائم کرے گا، تب ایسا ہوگا۔ بابا صاحب کے ادارے میں ایک بہت بڑے بزرگ تیس برس کے بعد واپس آنے والے ہیں۔ اٹھائیس برس گزر چکے ہیں۔ وہ دو برس بعد آئیں گے۔ ان کی آمد کے چالیس دنوں بعد فرہاد کی موت ہوگی۔''

وہ پھر ایک توقف سے بولا۔''مگر... یہ اگر مگر کا الجھاوا ہے۔ اگر فرہاد اس کاہنہ سے کترا جائے گا۔ اس سے جسمانی تعلق نہیں رکھے گا تو پیش گوئی بدل جائے گی۔''

برین ماسٹر نے کہا۔''ہم یہ کوشش کریں گے کہ ان دونوں میں دوستی ہو جائے۔ دوستی نہ ہو، تب بھی کسی طرح جسمانی تعلق قائم ہو جائے۔''

ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا۔''ہم سب کوشش کریں گے۔ ان کے درمیان رشتہ ہوگا تو موت فرہاد سے رشتہ جوڑنے آ جائے گی۔ وہ ہم سب کے لیے مصیبت ہے۔ اسے دنیا سے اٹھ جانا چاہیے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔''دیکھا جائے تو بابا صاحب کے ادارے کی آدھی طاقت فرہاد ہے۔ سیارے والوں نے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو زیر کر لیا تھا لیکن اسے زیر کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اسی نے انہیں موت کے گھاٹ اتارا ہے اور اسی سے مرعوب ہو کر ایشورارا ہم سے دوستی اور اتحاد رکھے گا۔ یہ شخص ناقابلِ تسخیر جادوگر ہے۔ اسے مر جانا چاہیے۔''

''کوسنے اور بددعائیں دینے سے وہ نہیں مرے گا۔ پیشوائے اعظم ہمیں بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟''

برائٹ موسس نے کہا۔''کاہنہ میرے زیر اثر رہتی ہے۔ میرے مشوروں پر عمل کرتی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اسے فرہاد کی خلوت میں پہنچا دوں گا۔ یہ ہر حال میں چاہوں گا کہ میری پیش گوئی درست ہو جائے۔''

www.pdfbooksfree.pk

ان کے درمیان یہ طے پایا کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف وہ سب متحد رہیں گے اور سیارے والوں کو بظاہر سر پر چڑھا کر ان کی مشینیں حاصل کر کے انہیں اپنی دنیا میں ہی ختم کر دیں گے۔ سیارے میں واپس نہیں جانے دیں گے۔

کاہنہ سے بھی اسی طرح نجات حاصل ہو گی کہ اسے میری آغوش میں پہنچا دیا جائے گا۔ یوں پیش گوئی کے مطابق عمل جاری رہے گا تو میری موت بھی لازمی ہو جائے گی۔

☆☆☆

کاہنہ کے پاسپورٹ پر اس کا نام رسیلی لکھا ہوا تھا۔ وہ مندر سے باہر آ کر اسی نام سے جانی پہچانی جا رہی تھی۔ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے امریکا اور یورپ کے کئی ممالک کی شہریت مختلف ناموں سے حاصل کر چکی تھی۔ ان ناموں کے مطابق اس کی شخصیت بھی بدل جایا کرتی تھی۔ فی الحال وہ رسیلی نام کی ایک حسین دوشیزہ تھی۔ پیرس کے ایک مہنگے علاقے میں اس کا ایک خوبصورت بنگلا تھا اور وہ اپنے ڈمی ماں باپ کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔

وہاں پہنچ کر یہ اطمینان ہوا کہ میرے فرشتے بھی اسے ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں اس کی تلاش میں مندر کی طرف بھٹکتا رہوں گا لہٰذا وہ ہر گھنٹے دو گھنٹے میں ڈمی کاہنہ کے اندر جاتی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی تھی کہ میں کسی کو آلۂ کار بنا کر وہاں پہنچ رہا ہوں یا نہیں؟

وہ ڈمی خود کو سچ مچ کاہنہ سمجھ رہی تھی اور مندر کے معاملات سے بخوبی نمٹ رہی تھی۔ ہفتے میں دو دن مندر کے بڑے ہال میں آ کر عقیدت مندوں کو درشن دیتی تھی۔ اس نے اپنی ڈمی کے ذہن میں یہ باتیں نقش کیں کہ اسے روز درشن دینے کے لیے عقیدت مندوں کے سامنے آنا چاہیے۔ فرہاد کسی آلۂ کار کے ذریعے وہاں آئے تو بڑے ہی جذباتی انداز میں اس سے دوستی کرنی چاہیے۔

وہ ڈمی اس کی مرضی کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ دو ہفتے گزر گئے پھر ایک مہینا گزر گیا۔ وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ میں اس کے خلاف انتقامی کارروائی کیوں نہیں کر رہا ہوں؟

اس نے پیشوائے اعظم برائٹ موسس کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ ''اے عظیم پیشوا! تیری یہ کنیز تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔''

برائٹ موسس نے اس کے اندر آ کر کہا۔ ''فرہاد کی خاموشی تجھے پریشان کر رہی ہے۔ تُو کیا سمجھتی ہے' اسے اپنی ڈمی کے ذریعے ٹریپ کر سکے گی؟''

''میں اس سلسلے میں تیری رہنمائی چاہتی ہوں۔''

''وہ نادان نہیں ہے۔ جس طرح تُو نے اپنی ڈمی مندر میں رکھی ہے' اسی طرح وہ اپنی ڈمی وہاں پہنچائے گا۔ تُو اصل فرہاد کو نہ ٹریپ کر سکے گی' نہ ہلاک کر سکے گی۔''

''پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''وہی جو تیری کتابِ مقدر میں لکھا ہے۔ تُو اس سے دوستی کر کے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے اس کی موت کا سبب بھی بن سکتی ہے۔''

''کتابِ مقدر میں لکھا ہے' فرہاد سے پہلے میری موت ہو گی۔ اگر میں اس سے جسمانی تعلق نہیں رکھوں گی تو پیش گوئی بدل جائے گی۔ میں ایک لمبی عمر جی سکوں گی۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کوئی موت کے راستے پر جانا نہیں چاہتا۔ تُو بھی اس راستے سے کترانے کے لیے فرہاد سے دور بھاگ رہی ہے۔ میں تیرا محافظ ہوں۔ اس دشمن کو تیرے قریب نہیں آنے دوں گا۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''تیرا سایہ مجھ پر رہے گا تو میں سکون سے رہ سکوں گی۔ فرہاد سے ٹکرانے کا خوف دل سے نکل جائے گا۔''

''اسے اپنے دل سے اور اپنی زندگی سے نکال دینے کے لیے لازمی ہے کہ تُو کسی دوسرے مرد کو اپنا جیون ساتھی بنا لے۔''

''ہاں، میرا پُراسرار علم بھی یہی کہتا ہے۔ کوئی دوسرا میری زندگی میں آئے گا تو فرہاد کے آنے کا چانس ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔''

''اور تُو نے ایسا کرنا چاہا تھا۔ کسی دوسرے کے ساتھ سہاگ رات منانا چاہتی تھی مگر تیری یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔''

''یہی دیکھ کر اور سوچ کر فرہاد سے ڈر لگتا ہے۔ اگر وہ میری ماں کے دماغ میں پہنچ کر میرے بیڈ روم نہ آتا تو میں اب تک کسی اور کی ہو چکی ہوتی۔ اب بھی یہ اندیشہ ستاتا ہے کہ آیندہ وہ کسی چور دروازے سے میری خلوت میں چلا آئے گا۔''

''میری ہدایات پر عمل کرے گی تو وہ کسی چور دروازے سے نہیں آ سکے گا۔ تُو کئی طرح کے پُراسرار علوم جانتی ہے۔ تجھے دو دنوں تک وہ عمل پڑھنا چاہیے' جس کے اثر سے کوئی ناپسندیدہ ہستی قریب نہیں آتی۔ دور بھاگ جاتی ہے پھر میں ایک خوبرو شخص کو تیرے سامنے پہنچاؤں گا۔ تُو اسے جیون ساتھی بنائے گی۔ اس کے بعد فرہاد کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔''

''میں تیری شکر گزار ہوں۔ تیرا یہ احسان ساری عمر یاد رکھوں گی۔ میں آج سے ہی عمل پڑھنا شروع کرتی ہوں۔''

برائٹ موسس دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے اپنی جگہ دماغی طور سے حاضر ہو گیا۔ کاہنہ' ایشورارا اور تمام اکابرین سے جو معاملات طے پا چکے تھے۔ ان کے مطابق عملی اقدامات کرنے میں دیر ہو رہی تھی۔ کیونکہ ان سب کو سیارے سے آنے والی غیر معمولی مشینوں کا انتظار تھا مگر وہ مشینیں چھ ماہ سے پہلے آنے والی نہیں تھیں۔

پیشوائے اعظم نے یہودی اکابرین کو یقین دلایا تھا کہ بالانجام کار پوری دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم ہو گی جو اتحاد کرنے والے حکمران بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کی جڑوں کو ابھی سے کاٹنا تھا۔ ایشورارا کے متعلق یہ متفقہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس سے تمام مشینیں چھین لینے کے بعد اسے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔

اسی طرح حتمی کامیابی حاصل ہونے کے بعد کاہنہ رسیلی بھی خوامخواہ دردِ سر بن جاتی۔ برائٹ موسس کو اپنی یہودیت عزیز تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہودیوں کی سلطنت میں کاہنہ کے مجسموں کی پرستش کی جائے۔ اس سے پہلے اسے بھی پیش گوئی کے مطابق موت کی آغوش میں پہنچایا جا سکتا تھا۔

اس کا سیدھا اور آسان سا راستہ یہی تھا کہ کاہنہ رسیلی کو میری آغوش میں پہنچا دیا جائے۔ برائٹ موسس کو بھی اس کے پُراسرار علم نے یہی بتایا تھا کہ میرا اور کاہنہ کا ملاپ ہم دونوں کو لے ڈوبے گا۔ اس طرح میرے تمام دشمنوں کو مجھ سے نجات مل جائے گی۔ برائٹ موسس ایسا نیک کام پہلی فرصت میں کرنا چاہتا تھا۔

کوئی مجھے زبردستی کاہنہ کی خلوت میں لے جا نہیں سکتا تھا۔ کسی کے سمجھانے' منانے اور سبز باغ دکھانے کے باوجود میں اس دشمن عورت کو چھونا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن وہ پیشوائے اعظم بہت پہنچا ہوا تھا۔ بڑی خاموشی سے میرے اندر پہنچ گیا۔

میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں لیکن اسے محسوس نہ کر سکا۔ وہ بھی روحانی ٹیلی پیتھی جیسا علم جانتا تھا۔ یہ کسی طرح کی روحانی قوت تھی کہ میں زندگی میں پہلی بار اپنے اندر آنے والے دشمن سے بے خبر رہا۔

پیشوائے اعظم برائٹ موسس کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ روحانیت کا حامل تھا۔ دل و دماغ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی طلب میں غرق ہو جانے کا نام روحانیت ہے۔ یہ ایک مذہبی مثبت عمل ہے۔

برائٹ موسس خود کو روحانیت کا حامل کہتا تھا۔ اسے کوئی مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ اسے جو پُراسرار قوتیں حاصل تھیں۔ انہیں وہ منفی مقاصد کے لیے استعمال کر رہا تھا۔

بہرحال جب وہ میرے اندر آیا تو میں گہری نیند میں تھا۔ میں نے خواب کی اسکرین پر ایک بزرگ کو دیکھا۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ ڈھیلا ڈھالا سا لباس بھی کفن کی طرح سفید تھا۔ وہ دھند میں چھپا ہوا تھا۔ چہرہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میں نُور ہوں۔ تاریکی میں راستہ دکھاتا ہوں۔ تجھے کاہنہ تک پہنچانے آیا ہوں مگر پہلے ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔''

مجھے یوں لگ رہا تھا' جیسے جناب علی اسداللہ تبریزی مجھ سے بول رہے ہوں جبکہ آواز اور لب و لہجہ اعلیٰ حضرت جیسا نہیں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''تجھے کاہنہ سے نفرت نہیں محبت کرنی ہو گی۔ اس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرنا ضروری ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''آپ کیوں چاہتے ہیں کہ میں ایک دشمن عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں؟''

''یہ میں نہیں چاہتا۔ قدرت کی جو منشا اسے کسی حیل و حجت کے بغیر پورا کرنا چاہیے۔''

''وہ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے۔ میں اس کے پاس کیسے پہنچ سکتا ہوں؟''

مجھے خواب کی اسکرین پر وہ علاقہ دکھائی دیا' جہاں ایک بنگلے میں ایک حسین دوشیزہ نظر آ رہی تھی۔ اس بزرگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ''یہ کاہنہ ہے۔ روپ بدل کر رہتی ہے۔ تجھے بھی روپ بدل کر' نام بدل کر اس سے رشتہ جوڑنا ہو گا۔ کبھی اپنی اصلیت اسے نہیں بتائے گا۔ وہ بھی اپنی اصلیت تجھ سے چھپاتی رہے گی۔''

''میں عمر کے اس حصے میں پہنچ گیا ہوں۔ جہاں شادی نہیں کرنی چاہیے۔''

''تجھے شادی بھی کرنی ہے اور اس کاہنہ سے ایک بیٹی بھی پیدا کرنی ہے۔''

''جس کا تعلق میرے مذہب سے نہ ہو' میں اس سے کوئی اولاد نہیں چاہوں گا۔''

برائٹ موسس میرے پورے خاندان کی ہسٹری جانتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تیری بہو الپا کا تعلق تیرے مذہب سے نہیں تھا۔ اس نے جو بیٹی (الوشے) پیدا کی۔ اس پر تم سب فخر کرتے ہو۔ اس کاہنہ سے بھی جو بیٹی ہو گی' اس پر تم سب فخر

کروگے۔‘‘

وہ مجھے قائل کررہا تھا اور میں جیسے سحر زدہ ہوکر قائل ہوتا چلا جارہا تھا۔ اس نے کہا۔ ’’کسی بھی پہلی فلائٹ سے پیرس چلا جا۔ وہ تجھ سے نفرت کرنے اور دور بھاگنے والی کسی دوسرے روپ میں تجھے ملے گی۔‘‘

خواب کی اسکرین سے دھند لکا چھٹ گیا۔ برائٹ موسس جسے میں کوئی پہنچا ہوا بزرگ سمجھ رہا تھا‘ وہ اسکرین سے گم ہوگیا تھا۔ ایک حسین دوشیزہ بڑے ناز و انداز سے چلتی ہوئی‘ آنچل لہراتی ہوئی میری طرف آرہی تھی۔ وہ کاہنہ رسیلی تھی۔ رس بھری آواز میں کہہ رہی تھی ’’ہائے...! آجا... آ بھی جا... ویرنہ کر... اندھیر نہ کر... آ... آ... آجا...‘‘

جب میری آنکھ کھلی تو اس خواب کے متعلق سوچنے لگا۔ مجھے یاد نہیں آرہا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے کبھی خواب میں آکر مجھ سے کلام کیا ہو۔ وہ میرے دماغ میں آجاتے تھے یا مجھے اپنے حجرے میں طلب کرتے تھے۔ میرے ذہن میں یہ خیال آرہا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ انہوں نے خواب میں آکر میری رہنمائی کی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ میں کاہنہ تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہوں۔ اسی لیے انہوں نے خواب کی اسکرین پر کاہنہ کا موجودہ نام‘ پتا اور صورت شکل دکھادی ہے۔

مجھے آسانی سے منزل کا پتا مل گیا تھا۔ میں نے پیرس جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ اوکے کرالی۔ برائٹ موسس کی پلاننگ یہ تھی کہ میں اور کاہنہ جلد ہی ایک جان دو قالب ہوجائیں گے تو نو دس مہینے یا ایک برس بعد ایک بیٹی کے والدین بن جائیں گے۔ اس سے پہلے چھ ماہ میں ہی سیارے سے مشینیں آجائیں گی اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف متحدہ محاذ آرائی شروع ہوجائے گی۔ ایک طرف ایشورارا سے تمام مشینیں چھین لی جائیں گی۔ دوسری طرف پیش گوئی کے مطابق کاہنہ لب دم آچکی ہوگی۔ اس کے حساب سے وہ ایک یا ڈیڑھ برس بعد پوری دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم کرنے والا تھا۔

میں اس خواب سے متاثر ہوگیا تھا۔ دوسرے دن پیرس پہنچ گیا۔ وہاں سے تقریباً اسّی میل کے فاصلے پر بابا صاحب کا ادارہ تھا۔ میں نے جناب تبریزی اور آمنہ سے اس خواب کے سلسلے میں پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ان میں سے کسی نے ہی مجھے کاہنہ کا نام اور پتا ٹھکانا بتایا ہے۔

خدا کا شکر ہے۔ آمنہ اور اعلیٰ حضرت ہمہ وقت میرا خیال رکھتے ہیں۔ ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں تھی کہ مجھے ٹریپ کیا جارہا ہے۔ میں پیرس پہنچ کر سب سے پہلے جھیل کنارے والے کاٹیج میں آیا۔ وہاں کے کئی کاٹیج میرے فیملی ممبرز کی ملکیت تھے۔ میں وہاں سے فریش ہوکر کاہنہ کے پاس جانا چاہتا تھا مگر نہ جاسکا۔

میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر سوچا کہ تھوڑی دیر لیٹ کر کمر سیدھی کی جائے۔ تھکن دور کی جائے پتا نہیں کیوں تھکن کا احساس ہونے لگا تھا؟ میں نے لیٹ کر آنکھیں بند کیں تو پتا ہی نہ چلا کہ کیسے گہری نیند میں ڈوب گیا؟ کئی گھنٹے بعد آنکھ کھلی تو حیران رہ گیا۔ میں بابا صاحب کے ادارے کے رہائشی کوارٹر میں تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ میں کبھی ایسی گہری نیند نہیں سوتا۔ ہلکی سی آہٹ پر جاگ جاتا ہوں۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ مجھے پیرس سے اُٹھا کر اس ادارے میں لایا گیا اور میں بے خبر سوتا رہا۔ ایسا یقیناً کسی روحانی عمل کے ذریعے کیا گیا تھا۔

آمنہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ’’تمہارے معاملے میں روحانی عمل لازمی ہوگیا تھا۔‘‘

وہ دروازے پر تھی۔ اندر آتے ہوئے بولی۔ ’’برائٹ موسس بار بار تمہارے اندر آتا جاتا تھا۔ اسے ٹالنے کے لیے تمہیں گہری نیند سلایا گیا۔ اس نے تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ تم تھکے ہوئے ہو۔ دو چار گھنٹے سونا چاہتے ہو۔ واقعی جب تم سوگئے تو وہ مطمئن ہوکر تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا۔ بس اتنی سی مہلت کافی تھی۔ وہاں کاٹیج میں تمہاری ڈمی کو سلا دیا گیا ہے۔‘‘

میں نے پوچھا۔ ’’یہ برائٹ موسس کون ہے؟ کیا وہ میری ڈمی سے دھوکا کھا جائے گا؟‘‘

آمنہ نے یہودی پیشوائے اعظم کے متعلق بتایا کہ وہ کس طرح کاہنہ‘ ایشورارا اور تمام بڑے ممالک کی ایک متحدہ تنظیم بنا کر بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ ’’کاہنہ اور برائٹ موسس کا پُراسرار علم کہتا ہے کہ تم اس کاہنہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے تو اس سے ایک بیٹی پیدا ہوگی۔ تم اسے کاہنہ بننے نہیں دوگے۔ اس طرح ہزاروں برسوں سے زندہ رہنے والی کاہنہ کا جو ڈھونگ رچایا گیا ہے۔ وہ جھوٹ کھل جائے گا۔ وہ مر جائے گی اور اس سے تعلق رکھنے کے نتیجے میں تم بھی اپنی موت کے قریب پہنچ جاؤگے۔‘‘

کیا واقعی ایسا ہونے والا تھا؟

’’کیا ہونے والا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

جانتا۔ دوسرے مذاہب کے لوگ علم نجوم‘ علم رَمل اور تاش کے پتوں سے بعض اوقات سچی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ بہر حال کاہنہ کی کتاب مقدر میں لکھا تھا کہ وہ تم سے جسمانی تعلق نہیں رکھے گی تو پیش گوئی بدل جائے گی۔ اس لیے تمہاری جگہ ڈمی فرہاد کو پہنچا کر ہونی کو انہونی بنایا جارہا ہے۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’تھینکس گاڈ! میں ایک زبردست دھوکا کھانے والا تھا۔‘‘

’’اور یہ فریب تمہیں موت کی ٹھنڈی چھاؤں میں پہنچانے والا تھا۔ کیا تم آئینہ نہیں دیکھتے؟‘‘

’’یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟‘‘

’’آئینہ دیکھو گے تو بڑھاپا نظر آئے گا۔ آخر یہ جوانی کی مستیاں کب ختم ہوں گی؟ ایک دشمن نے خواب میں آکر کہہ دیا کہ کاہنہ جیسی حسینہ کی آغوش میں جانا ہے اور حضور فوراً ہی انڈیا سے یہاں بھاگ چلے آئے؟‘‘

’’تم طعنے دے رہی ہو۔ مجھے ہمیشہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ مجھے کاہنہ کے پاس....‘‘

وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔ ’’اعلیٰ حضرت نے کبھی ایسا بے ہودہ مشورہ نہیں دیا۔ یہ بڑھاپے کی خرمستی تمہیں وہاں لے جارہی تھی۔‘‘

میں نے مسکرا کر آمنہ کو دیکھا پھر کہا۔ ’’تم نے دنیا داری ترک کردی تھی۔ آج ایک طویل مدت بعد بیوی بن کر طعنے دے رہی ہو۔ کیا ارادہ ہے؟ کیا پھر دنیا داری کی طرف آرہی ہو؟‘‘

’’کسی خوش فہمی میں نہ رہو۔ تم انجانے میں موت کی طرف جارہے تھے۔ اسی لیے سمجھانے چلی آئی۔ یہ معاملہ سنگین نہ ہوتا تو تمہیں ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیتی۔‘‘

یہ کہہ کر وہ اپنے کوارٹر کی طرف جانے لگی مگر خیال خوانی کے ذریعے بولتی رہی۔ ’’تمہیں وقتاً فوقتاً اپنی ڈمی کے اندر جانا چاہیے۔‘‘

میں نے پوچھا۔ ’’اس کی آواز اور لب ولہجہ میری طرح ہوگا؟‘‘

’’کیا تم محسوس نہیں کررہے ہو کہ تمہارا لب ولہجہ بدل چکا ہے؟ وہ ڈمی ہر لحاظ سے ایک مکمل فرہاد ہے۔ برائٹ موسس کی خیال خوانی کی لہریں اس کے اندر پہنچتی رہیں گی۔‘‘

’’کیا اس ڈمی کو بابا صاحب کے ادارے سے لایا گیا ہے؟‘‘

’’نہیں، وہ برائٹ موسس کا اکلوتا بیٹا ڈینی ہے۔‘‘

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ’’اچھا تو اسی کا جوتا اسی کے سر پر پڑ رہا ہے۔‘‘

’’میں نے روحانی صلاحیتوں سے اس پیشوائے اعظم کی پوری ہسٹری معلوم کی ہے۔ اب سے چالیس برس پہلے اس نے شادی کی تھی۔ چار برس بعد بیوی ایک بیٹے کو جنم دے کر مرگئی۔ اب وہ بیٹا چھتیس برس کا ہے۔ جب برائٹ موسس نے تمہیں ٹریپ کیا تو میں نے ڈینی کو اپنی گرفت میں لے کر اس کا برین واش کردیا۔ اسے پوری طرح تمہاری شخصیت میں ڈھال دیا ہے۔ وہ کبھی معلوم نہیں کرسکے گا کہ اپنے ہی بیٹے کو کاہنہ کے پاس پہنچا رہا ہے۔‘‘

’’کیا اسے اپنے بیٹے کی گمشدگی کا پتا نہیں چلے گا؟‘‘

’’وہ بتیس برس پہلے ڈینی کو اپنے چھوٹے بھائی کی سرپرستی میں دے کر گوشہ نشین ہوگیا تھا۔ کبھی کبھی بیٹے سے ملاقات کرتا ہے یا خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کرتا ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے، جب اسے ڈینی کی گمشدگی کا پتا چلے گا تو دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتا ہے؟‘‘

میں اپنے سابقہ لب ولہجے کو گرفت میں لے کر ڈینی کے اندر پہنچ گیا۔ اسے روحانی تنویمی عمل کے ذریعے مکمل فرہاد بنا دیا گیا تھا۔ برائٹ موسس نے اپنی دانست میں زبردست روحانی قوتیں حاصل کی تھیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے بیٹے کے اندر آکر اسے پہچان نہ سکا۔ جب اس نے کاٹیج میں تھوڑی دیر بعد آکر دیکھا کہ فرہاد گہری نیند سو رہا ہے تو وہ پُراسرار قوتوں کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تابع دار بنانے لگا۔

اس بیچارے ڈینی کی یہ حالت تھی کہ اس کی اپنی شخصیت ختم ہوچکی تھی۔ اس پر فرہاد علی تیمور کا ملمع چڑھا دیا گیا تھا۔ اب اس پر برائٹ موسس ایک نئی شخصیت کی چھاپ لگا رہا تھا۔ اسے فٹ بال کا ایک کھلاڑی بنا رہا تھا تاکہ کاہنہ اسے فرہاد کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔

موسس نے دستور کے مطابق بیٹے کے دماغ کو لاک کردیا۔ میں ڈینی کے اندر بڑی خاموشی سے یہ ساری کارروائی سن رہا تھا۔ جس مخصوص لب ولہجے کے ذریعے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعے میں کسی وقت بھی ڈینی کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی گئی کہ وہ ایک لگژری اپارٹمنٹ میں رہتا ہے۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد اس اپارٹمنٹ میں جاکر رہے گا۔ وہاں کے قریبی شاپنگ پلازا میں جائے گا تو اس شاپنگ سینٹر میں

کاہنہ سے سامنا ہوگا۔

جب کبھی پیشوائے اعظم کو ہماری شطرنجی چال کا علم ہوتا تو وہ مجھ تک پہنچ نہ پاتا کیونکہ میرا لب ولہجہ بدل چکا تھا۔ اگر وہ اپنی نام نہاد روحانی صلاحیتوں یا پُراسرار قوتوں کے ذریعے میرا سراغ لگانا چاہتا تو وہ قوتیں بابا صاحب کے ادارے کی دہلیز تک پہنچ نہ پاتیں۔ اسی لیے مجھے اس ادارے میں رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

کاہنہ رسیلی اپنے بنگلے میں تھی۔ ایشورارا اسے ایک چھوٹا سا آلہ دے کر گیا تھا جس کے ذریعے وہ سیارے میں اس سے باتیں کرسکتی تھی۔ اس وقت وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی تحریری میسج کررہی تھی۔ سب سے پہلے یہی پوچھتی تھی کہ مشینوں کی تیاریاں کس مرحلے پر ہیں؟

وہ تحریری جواب دیتا تھا۔ ''میں دن رات اسی کام سے لگا رہتا ہوں۔ مجھے اپنی بیٹی اور بیٹے کی فکر ہے۔ کیا تُو ان کی نگرانی کررہی ہے؟''

اس نے جواباً لکھا۔ ''انہوں نے ماوَرا اور دامودر کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ جب تک فرہاد قابو میں نہیں آئے گا۔ میں تیرے بچوں تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔ وہ ٹریسنگ مشین کے ذریعے ہی ہماری نظروں میں آسکتا ہے۔''

''اب سے پہلے ہماری ٹریسنگ مشین اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہی تھی۔''

''پہلے میرے پُراسرار علوم اور پیشوائے اعظم کی روحانی قوتیں تیرے ساتھ نہیں تھیں۔ آیندہ تیری مشین فرہاد کی نشاندہی کرے گی اور ہم اسے پُراسرار علوم کے ذریعے اپنے شکنجے میں لے سکیں گے۔''

برائٹ موسس اس کاہنہ کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ ایشورارا سے بولی۔ ''میں پھر کسی وقت تم سے رابطہ کروں گی۔ ابھی کچھ ضروری معاملات سے نمٹنا ہے۔''

وہ رابطہ ختم کرکے بولی۔ ''اے پیشوائے اعظم! تُو میرے پاس آتا ہے تو مجھے بڑی توانائیاں محسوس ہوتی ہیں۔ تُو نے کہا تھا' دو دنوں بعد مجھے میری پسند کا ایک شخص ملے گا۔ آج دوسرا دن پورا ہورہا ہے؟''

وہ بولا۔ ''میں نے جو کہا ہے' وہی ہوگا۔ آج رات آٹھ بجے شاپنگ پلازا میں اس سے ملاقات ہوگی۔ اس کے ساتھ ازدواجی زندگی شروع کرے گی تو پھر فرہاد کبھی تیری زندگی میں نہیں آئے گا۔''

وہ خوش ہوکر بولی۔ ''بس میں اتنا ہی چاہتی ہوں۔ وہ کم بخت میری زندگی میں نہ آئے۔ اگر کبھی آئے تو اس سے ہی مجھے معلوم ہوجائے تاکہ میں اپنا بچاؤ کرسکوں اور ا... خاطر خواہ نقصان پہنچا سکوں۔ وہ مجھ سے مرعوب ہونے ... بعد پھر کبھی میری طرف رُخ نہیں کرے گا۔''

اس رات وہ خوب بن سنور کر شاپنگ پلازا میں پ... وہاں عورتوں کی ضرورت کا ہر سامان فروخت ہوتا تھا ... اسے کچھ خریدنا نہیں تھا۔ وہ تو خود کو کسی کے آگے فرو... کرنے آئی تھی۔ اس کی متلاشی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک ر... تھیں۔ ''کون ہوگا وہ دلدار جو میرے جسم و جان کا مالک ... گا؟''

ایسے وقت اس نے برائٹ موسس کی آواز سنی۔ وہ ا... کے اندر کہہ رہا تھا۔ ''سامنے جیولری کی دکان ہے۔ وہاں ... جا...''

وہ تیزی سے چلتی ہوئی وہاں پہنچی۔ دکان میں دو ... عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ خریداری میں مصروف تھیں ... ایک کاؤنٹر کے پاس ایک خوبرو قد آور شخص تنہا کھڑا کچھ خر... رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی ... اسے سر سے پاؤں تک یوں ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے ... جیسے وہاں زیور کی جگہ اسے خریدنے آئی ہو۔ دکاندار اس ... شخص سے کہہ رہا تھا۔ ''مسٹر! کچھ معلوم تو ہو' آپ کیسی انگوٹھی چاہتے ہیں؟''

اس اجنبی کے سامنے کاؤنٹر پر کتنی ہی انگوٹھیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک انگوٹھی کو اُٹھا کر کہا۔ ''ایسی چاہ... ہوں جسے پہناتے ہی حسینہ میری آغوش میں آجائے۔''

دکاندار نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میرے پاس ایسی کوئی جادوئی انگوٹھی نہیں ہے۔''

اس اجنبی نے رسیلی کو دیکھتے ہوئے کہا ... ''مس...! میں یہ انگوٹھی تمہیں پہنا کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ کس... کی خوبصورت سی انگلی میں یہ کیسے بجتی ہے؟''

رسیلی نے مسکراتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ برائٹ موسس اس کے اندر موجود تھا۔ اسے اس شخص کی طرف مائل کررہا تھا۔ جب اس نے ایک انگلی میں انگوٹھی پہنائی تو رسیلی نے دونوں بانہیں اس کی گردن میں حمائل کردیں۔ اس کے سینے سے لگ گئی۔

وہ تھینک یو کہتا ہوا اس کے کورے لبوں پر جھک گیا۔ دکان میں موجود تمام عورتیں اور مرد تالیاں بجانے لگے۔ دکاندار نے حیرت اور مسرت سے کہا۔ ''میں نہیں جانتا تھا کہ میری دکان میں ایسی کوئی جادوئی انگوٹھی بھی رکھی ہوئی ہے۔''

اس بات پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ وہ اسے چوم کر بولا۔ ''تمہارے گلابی ہونٹ رس بھرے ہیں۔ میرے ہونٹوں میں گھل جاتے ہیں۔''

وہ سرگوشی میں بولی۔ ''میں بال بال کنواری ہوں اور تم...!''

''میں بھی بال برہمچاری ہوں۔ میرا نام کنور پرتاپ سنگھ ہے اور تمہارا...؟''

''مجھے رسیلی کہتے ہیں۔''

''تم اپنے نام کی طرح سر سے پاؤں تک رس بھری لگ رہی ہو۔''

اس نے انگوٹھی کا بل ادا کیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر وہاں سے چلتا ہوا' شاپنگ پلازا کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا باہر آگیا۔ رسیلی نے بتایا کہ اس کی کار پارکنگ کے کس حصے میں ہے؟ وہ بڑی صحت مند بڑی بھرپور تھی۔ یقیناً کچھ وزن رکھتی ہوگی لیکن وہ اسے ایسے اُٹھا کر لے جارہا تھا جیسے پھولوں کا گلدستہ سینے سے لگائے جارہا ہو۔

برائٹ موسس نے سرگوشی کی۔ ''یہ کیسا لگ رہا ہے؟''

''بہت اچھا لگ رہا ہے میرے محسن...! تُو نے میرے لیے ایک بھرپور مرد کا انتخاب کیا ہے۔ اب آگے دیکھنا چاہتی ہوں کہ کیا ہونے والا ہے؟''

''کیا تجھے شبہ ہے کہ اس کے ساتھ تعلق قائم نہیں کرسکے گی؟''

''ایک بار آزما چکی ہوں۔ کتاب مقدر میں جو لکھا ہوا تھا اس کے خلاف ایک شخص کے ساتھ سہاگ رات گزارنا چاہتی تھی۔ تُو جانتا ہے' کس طرح ناکام رہی تھی؟''

''اس وقت میں تیرے ساتھ نہیں تھا پھر یہ کیوں بھولتی ہے کہ کتاب مقدر میں تبدیلی کی گنجائش ہے۔ جو پیش گوئی ہوچکی ہے' اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص تیری زندگی میں آئے گا تو فرہاد ہمیشہ کے لیے تجھ سے دور ہوجائے گا۔''

کنور پرتاپ سنگھ عرف ڈینی عرف فرہاد علی تیمور نے رسیلی کو کار کی اگلی سیٹ پر بٹھا دیا پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آکر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ ''پہلے شراب ہوگی' کباب ہوگا پھر شباب ہوگا...''

وہ وہاں سے ایک مہنگے ہوٹل کے سوئمنگ پول کے پاس آگئے۔ پول کے صاف اور شفاف چمکتے ہوئے پانی میں کتنی ہی حسینائیں ادھر سے ادھر مچھلیوں کی طرح تیر رہی تھیں اور اپنے بدن کی نمائش کررہی تھیں۔ پول کے اطراف کھانے کی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔

برائٹ موسس ایک اچھی پلاننگ کے تحت کاہنہ کو دھوکا دے رہا تھا۔ وہ اسے خود سے برتر اور بزرگ سمجھتے ہوئے اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی اور وہ اسے اندھے کنویں میں گرا رہا تھا۔ اپنی دانست میں اسے فرہاد کی آغوش میں پہنچا رہا تھا۔

کیا خوب چکر چل رہا تھا۔ فریب دینے والا خود ہی فریب کھا رہا تھا۔ اپنے ہی بیٹے کو کاہنہ کی آغوش میں پہنچا رہا تھا۔ وہ دونوں پی رہے تھے کھا رہے تھے اور بڑی ہی پیار بھری جذباتی باتیں کررہے تھے۔ وہ اپنے عاشق کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات بھی پڑھتی جارہی تھی اور مطمئن ہورہی تھی۔ کنور پرتاب سنگھ کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ انڈیا سے آیا ہے۔ جے پور میں اس کے بیوی بچے ہیں۔ وہ ایک اچھی ازدواجی اور گھریلو زندگی گزارتا رہا ہے۔ سیر و تفریح کے لیے پیرس آیا ہے پھر یہاں سے سوئٹزرلینڈ جائے گا۔

رسیلی نے یہ طے کرلیا تھا کہ میں اس پر ایسا عمل کروں گی کہ یہ گھر کا راستہ بھول جائے گا۔

اس کے گلے میں ایک خوبصورت سا نیکلس جھول رہا تھا۔ اس نیکلس کے لاکٹ میں انتہائی قیمتی ہیرا جگمگا رہا تھا۔ کنور پرتاب سنگھ نے کہا۔ ''ہم مہاراجاؤں کے خاندان سے ہیں۔ ہیرے جواہرات سے کھیلتے ہیں لیکن ایسا ہیرا پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔''

وہ ہزاروں برس سے زندہ جاوید رہنے والی کاہنہ کہلاتی تھی۔ حقیقتاً اپنی دادی پردادی کے زمانے سے ہیرے جواہرات کا ایک ذخیرہ اس کے پاس تھا۔ ان ہی میں سے ایک ہیرا اس کے نیکلس میں جگمگا رہا تھا۔

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ''یہ بھی ہمارے آباو اجداد کے زمانے کا ہیرا ہے۔ بہت ہی نایاب ہے۔ اسے بڑے بڑے رئیس اعظم دیکھ کر للچاتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں یہاں سے گزرنے والے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے جاتے ہیں۔ بے شک اس میں ایسی کشش ہے۔ میں تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

''تم جو بھی مشورہ دوگے میں اس پر عمل کروں گی۔''

''اتنا قیمتی ہیرا پہن کر تنہا نہ نکلا کرو۔ واردات کرنے والے تمہیں اُٹھا کر لے جائیں گے۔ اگر نہ لے جاسکے تو گردن کاٹ کر یہ ہیرا ضرور لے جائیں گے۔''

اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''ابھی ایسا کوئی مائی کا لعل

پیدا نہیں ہوا جو میرے ناخن کو بھی چھو کر گزر جائے۔"

پھر وہ مسکرا کر بولی۔ "اب تو تم آگئے ہو۔ نہ میں تنہا رہوں گی اور نہ کسی لٹیرے کا اندیشہ رہے گا۔"

وہ کھانے کے دوران میں بھی پیتا جا رہا تھا۔ رسیلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "بس، اور زیادہ نہ پیو۔"

وہ نشے کے ترنگ میں جھومتے ہوئے، مسکراتے ہوئے بولا۔ "کیا تم چاہتی ہو، میں ہوش میں رہ کر تمہارے بدن کے ذرّے ذرّے کو وصول کرتا رہوں؟"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے اندر گرم ہوائیں چل رہی ہیں۔ میں بیٹھے بیٹھے تپ رہی ہوں۔ چلو الھو بل ادا کرو اور یہاں سے چلو۔"

ایک شراب کے نشے میں اور دوسری جوانی کے نشے میں چُور تھی۔ وہ جھومتے ہوئے اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ راستے میں کاہنہ نے اسے لیمن جوس پلایا تاکہ نشہ اتر جائے یا کم ہو جائے۔ جب وہ اسے اپنے بنگلے میں لے کر پہنچی تو اس کی مرضی کے مطابق اس کا نشہ کم ہو چکا تھا۔ وہ اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی۔ "میرے بدن سے زیورات اتارو پھر جو مرضی پہناتے رہو یا اتارتے رہو۔"

وہ اس کے کانوں سے بُندے اور گلے سے ہار اتارنے لگا۔ کبھی چہرے پر اور کبھی بدن پر انگلیاں پھیرنے لگا۔ اس کا گورا رنگ ایسا سرخ ہو رہا تھا، جیسے انگاروں کو ہوا دی جا رہی ہو اور وہ دہک رہے ہوں۔

آج پھر اس کی سہاگ رات تھی لیکن میری طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ میں اچانک آ کر رنگ میں بھنگ ڈالوں گا۔ اسے پورا یقین تھا کہ برائٹ موسس ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کے روحانی عمل کے سامنے میں بے دست و پا ہو جاؤں گا۔

اور برائٹ موسس کو کیا پڑی تھی کہ خوامخواہ اس کی نگرانی کرتا؟ وہ تو جان بوجھ کر مجھے اس کی آغوش میں پہنچا رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ میں اس کا تابع دار بن کر کتاب مقدر کے مطابق کاہنہ سے جسمانی رشتہ قائم کر رہا ہوں۔ وہ مطمئن تھا۔ ایسے جذباتی لمحات میں ان کے درمیان رہنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا وہاں سے جا چکا تھا۔

ویسے بھی اسے جانا چاہیے تھا۔ بیٹے اور بہو کی خلوت میں نہیں رہنا چاہیے تھا۔ وہاں سہاگ رات کے تقاضے پورے ہونے والے تھے مگر ایسے ہی وقت کہا جاتا ہے۔
حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے...

کتاب مقدر نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ انہوں نے دروازے کو اندر سے لاک کیا تھا لیکن کسی نے باہر سے کر کے لاک کو توڑ دیا۔ بے آواز ریوالور سے فائرنگ کی تھی پھر دروازے کو زوردار لات ماری گئی تو وہ ایک دھڑا سے کھل گیا۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

وہ آنے والے دو تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوا تھے۔ ایک نے کہا۔ "ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہ ہیر نیکلس ہمارے حوالے کر دو۔ ہم چپ چاپ چلے جا گے۔"

ایسا کہتے وقت ان کی نظریں بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر گئیں وہاں وہ نیکلس رکھا ہوا تھا۔ ایک نے آگے بڑھ کر اسے ا لیا۔ رسیلی نے اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر زلز پیدا کیا تو وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ ہاتھ سے ریوا چھوٹ گیا۔ دوسرے نے اپنے ساتھی کی یہ حالت دیکھی کنور پرتاب سنگھ کا نشانہ لے کر کہا۔ "یو سن آف اے بچ! کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ کاہنہ نے اس کے اند بھی زلزلہ پیدا کیا پھر اپنے عاشق کی خبر لی۔ وہ سہاگ رات دولہا بستر پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ گولی اس کے با میں پیوست ہو کر آر پار ہو گئی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "مجھے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔ وہ انجکشن لگائے دوائیں دے گا تو ابتدائی طبی امداد سے آرام آ جائے گا۔"

رسیلی نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔ وہ فرش پر پڑے تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔ وہ غصے سے دانت پیس کر بولی۔ "اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً ریوالور اٹھاؤ اور یہاں سے باہر چلے جاؤ۔"

وہ دونوں سمجھ رہے تھے کہ سزائے موت مل رہی ہے لیکن وہ تو ان کے ریوالور واپس کر رہی تھی اور انہیں جانے کہہ رہی تھی۔ انہوں نے اپنے ریوالور اٹھا لیے۔ دما تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اسی طرح اٹھ کر لڑکھڑا ڈگمگاتے وہاں سے باہر چلے گئے۔

رسیلی کا دل کڑھ رہا تھا۔ وہ دوسری سہاگ رات بھی ماتمی ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے زخمی دولہے کے ساتھ باہر آئی پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ و دونوں واردات کرنے والے بھی اپنی گاڑی میں آئے تھے اب وہاں سے جا رہے تھے۔ جب وہ کچھ دور نکل گئے تو اس نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر دوسرے کو گولی مار دی پھر جو باقی رہ گیا اسے خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا۔

ادھر برائٹ موسس مطمئن ہو کر اپنے دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایسے وقت اس کے بھائی نے فون پر مخاطب کیا۔ "برادر! ہمارا ڈینی صبح سے کہیں گیا ہوا ہے۔ اب تک واپس نہیں آیا۔ میں نے فون پر رابطہ کرنا چاہا تو پتا چلا فون بند ہے۔ وہ فون اب تک بند پڑا ہے۔ وہ آج اپنے آفس میں بھی نہیں تھا۔"

برائٹ موسس نے پریشان ہو کر کہا۔ "میرا بیٹا کہاں جا سکتا ہے؟ اپنے کسی دوست یا کسی گرل فرینڈ کے پاس ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایسا تو اس وقت ہوتا ہے، جب کوئی مر جاتا ہے اور اس کی مردہ کھوپڑی سے سوچ کی لہریں واپس آ جاتی ہیں۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے بیٹے کا زائچہ بنایا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں، وہ ایک لمبی عمر تک جینے والا ہے۔ ابھی اس کو موت نہیں آئے گی پھر وہ کیسے مر سکتا ہے؟"

ایک بات کھٹک رہی تھی کہ زائچہ غلط ہو سکتا ہے۔ آخر وہ بھی انسان ہے۔ زائچہ بناتے وقت اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو گی پھر یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ کسی بھی پُراسرار علم کے ذریعے مستقبل کے حالات معلوم کیے جائیں اور پیش گوئی کی جائے تو وہ الف سے یے تک دُرست نہیں ہوتی۔

اس کا دعویٰ تھا کہ وہ کامل روحانیت کے درجات سے گزر چکا ہے۔ ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے۔ وہ فوراً ہی اپنے ایک خاص کمرے میں پہنچا۔ وہاں اپنے روحانی علوم کو آزمانے لگا۔ طرح طرح سے معلومات حاصل کرنے لگا کہ بیٹا زندہ ہے یا مر چکا ہے؟

اس کمرے میں بڑی بڑی پچیس موم بتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ برائٹ موسس انہیں ایک ایک کر کے روشن کر رہا تھا اور زیرِ لب کچھ پڑھتا جا رہا تھا۔ جب شمعیں روشن ہو گئیں تو اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے پھر دھیمی آواز میں گنگنانے لگا۔ اپنے طور پر نامعلوم پُراسرار قوتوں کی مناجات کرنے لگا۔

اس عبادت گاہ کی مختصر سی فضا میں عود اور عنبر کا دھواں پھیل رہا تھا۔ وہاں خاموشی تھی اور اس کی دھیمی دھیمی سی گونجتی ہوئی گنگناہٹ بھی تھی پھر وہ کہنے لگا۔ "اوہ گاڈ! تُو نے ہمیں پیدا کیا۔ تُو ہی ہمیں موت دیتا ہے۔ تُو نے اپنے محبوب پیغمبروں کو بھی موت دی۔ ہمیں بھی ایک دن موت دے گا۔ میری معلومات کے مطابق ابھی میرے بیٹے ڈینی کے مقدر میں زندگی تھی۔ اسے وقت سے پہلے مرنا نہیں تھا پھر وہ اس دنیا سے کہاں گم ہو گیا ہے؟"

کسی بھی شمع کی لو میں لرزش نہیں تھی۔ سب ہی خاموش اور ٹھہری ہوئی تھیں۔ جیسے اس کی فریاد سن رہی ہوں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں برسوں گوشہ نشین رہ کر تیری عبادت کرتا رہا۔ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دنیا داری ترک کر دی تب مجھے ندائے غیب سنائی دینے لگی۔ آگاہی حاصل ہونے لگی۔ میری جھولی میں پُراسرار علوم کے خزانے آگئے۔ میں ان علوم کے ذریعے اپنے بیٹے ڈینی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ او لارڈ آف دی یونیورس...! میری مدد فرما..."

اس نے زیرِ لب پڑھتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں کو فضا میں پھیلایا تو ایک شیشے کی دیوار سامنے آگئی۔ وہ کچھ پڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میں اپنے ڈینی کو اس شیشے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ زندہ ہے تو نظر آئے۔ مردہ ہے تو بھی نظر آئے۔"

وہ دیدے پھیلائے شیشے کو تک رہا تھا۔ اس کے متحرک ہونٹ کچھ پڑھتے جا رہے تھے۔ شیشے کے اس پار یہ تھا اور اس پار پچیس موم بتیاں روشن اور گم صم تھیں۔ دونوں کے درمیان عود اور عنبر کا دھواں پھیل رہا تھا۔ اس دُھوئیں میں موم بتیاں اوجھل ہو رہی تھیں اور ڈینی کا سراپا آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ وہ چلتا پھرتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ ہے لیکن اس کے آگے کتنے ہی مہین پردے لہرا رہے تھے۔ یہ سمجھا رہے تھے کہ وہ اسرار کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔

وہ ایسا علم پڑھنے لگا جس کے اثر سے فولادی دیواریں گر جاتی ہیں۔ پردے اٹھ جاتے ہیں لیکن اسے ناکامی ہو رہی تھی۔ وہ لہراتے ہوئے مہین پردے دبیز ہوتے جا رہے تھے۔ بیٹے کو اس کی نگاہوں سے اوجھل کرتے جا رہے تھے۔ وہ بڑے جوش اور جذبے سے پڑھنے لگا۔ اس کی آواز بلند ہو رہی تھی مگر بیٹے تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

وہ ایسے ہانپنے لگا جیسے میلوں دور سے دوڑتا آ رہا ہو۔ اس حد تک اطمینان حاصل ہوا تھا کہ بیٹا زندہ ہے۔ اب فکر اور تشویش یہ تھی کہ گم کیسے ہو گیا؟ وہ اسرار کے پردے کہاں سے حائل ہو رہے ہیں؟ کیا کوئی دشمن ہے جو بیٹے کو باپ سے چھپا رہا ہے؟

وہ دشمنوں تک پہنچنے کے لیے دوسرا علم پڑھنے لگا۔ جو بھی اس کا مخالف دشمن ہوتا۔ وہ پُراسرار علم کے اثر سے شیشے پر نظر آنے لگتا۔ یہ تو وہ جانتا تھا کہ میں ان سب کا دشمن ہوں لیکن

شیشے پر میں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیونکہ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ میرے خلاف چالیں چل رہا تھا پھر یہ کہ میں اس کے بیٹے کو فرہاد بنا کر کاہنہ کے سامنے پیش نہیں کر رہا تھا۔ ایسا آمنہ میری سلامتی کے لیے کر رہی تھی۔ وہ برائٹ موسس کو ایک عبرت ناک سبق سکھا رہی تھی۔ چونکہ وہ اس کی مخالفت کر رہی تھی لہٰذا اس جادو کی شیشے میں اسے نظر آنا چاہیے تھا لیکن وہ روحانیت کے سائے میں تھی۔ نامحرم تھی' اس کی صورت کسی کے سامنے نہیں آسکتی تھی۔

وہ پورے جوش و جذبے سے پڑھ رہا تھا اور حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ شیشے پر نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ اس نور کے اجالے میں بڑی صباحت' بڑی نرمی اور بڑی ٹھنڈک تھی۔ وہ ٹھنڈک اس کی آنکھوں میں' دل میں اور دماغ میں پہنچ رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے گھنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہوا ہے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ''یہ نور اور یہ ٹھنڈک کہہ رہی ہے کہ میرا بیٹا جہاں بھی ہے' آرام سے ٹھنڈی چھاؤں میں ہے۔ یہ شیشہ سادہ ہو چکا ہے۔ کسی دشمن کی تصویر نہیں ابھر رہی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ناموافق حالات نے اسے جدا کر دیا ہے۔ وہ ہم سے شاید اس لیے رابطہ نہیں کر رہا ہے کہ کسی حادثے میں اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔ ہمیں بھول چکا ہے۔''

وہ ایسا سوچ کر خود کو دلاسے دے رہا تھا مگر رہ رہ کر یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے بیٹے تک کیوں پہنچ نہیں پا رہا ہے؟ اس کا ایک پُراسرار علم ایسا تھا' جس کے ذریعے وہ گمشدہ افراد تک پہنچ جاتا تھا۔ یہ فکر اور پریشانی کی بات تھی کہ بیٹے کا پتا ٹھکانا کیوں معلوم نہیں ہو رہا ہے؟ وہ نامعلوم پردے کیوں حائل ہو رہے ہیں؟

ادھر وہ اُلجھا ہوا تھا۔ اُدھر رسمیلی اُلجھ گئی تھی۔ دوسری بار بھی وہ کسی کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ کنور پرتاب سنگھ کی مرہم پٹی کرانے کے بعد اسے بنگلے میں لے آئی تھی۔ یہ امید تھی کہ زخم کی تکلیف کم ہوگی تو وہ اس کے حسن و شباب کے آگے رہی سہی تکلیف بھول جائے گا۔ اس کے من کی مرادیں پوری کرے گا۔

لیکن وہ بیڈ پر پہنچ کر انجکشن اور دواؤں کے اثر سے گہری نیند سو گیا۔ وہ تلملا کر رہ گئی۔ سونے والے پر غصہ بھی آ رہا تھا اور ترس بھی۔ بیچارے کا کوئی قصور نہیں تھا ایک تو واردات کرنے والوں نے اسے گولی ماری تھی۔ دوسرا یہ کہ ڈاکٹر نے دواؤں کے ذریعے اسے سلا دیا تھا۔ صاف سمجھ میں آ رہا تھا کہ تقدیر اس کو منہ چڑھا رہی ہے۔

وہ بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر حسرت سے اسے تک رہی تھی۔ کھانا سامنے تھا' مگر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات سے معلوم کرنے لگی کہ کھانا صبح سے پہلے گرم ہو سکے گا یا نہیں...؟

لیکن چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتے ہی چونک گئی۔ وہ جو زخمی ہونے سے پہلے کنور پرتاب سنگھ تھا۔ اب فرہاد علی تیمور ثابت ہو رہا تھا۔

یہ کیا ہو گیا تھا؟ جن حالات سے ڈیبی گزر رہا تھا۔ ان حالات میں یہی ہونا تھا۔ پہلے تو آمنہ نے روحانی تنویمی عمل کے ذریعے ڈیبی کو فرہاد بنایا تھا۔ اس روحانی عمل کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی تھی پھر برائٹ موسس نے اپنے بیٹے کو فرہاد سمجھ کر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے کنور پرتاب سنگھ بنا دیا تھا۔ گولی کا زخم کھاتے ہی برائٹ موسس کا تنویمی عمل زائل ہو گیا تھا۔ اس کے پیچھے چھپا ہوا ڈمی فرہاد ظاہر ہو گیا تھا۔

یہ معلوم ہوتے ہی رسمیلی اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ بیڈ سے دور ہو کر سہمی ہوئی نظروں سے اپنے دشمن کو دیکھنے لگی۔ بار بار اس کے اندر جا کر یقین کرنے لگی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ اس نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ ''کس نے تنویمی عمل کے ذریعے تجھے کنور پرتاب سنگھ بنایا ہے؟''

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا' میرا عامل کون تھا؟''

''تیری ہی فیملی کا یا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا؟''

اس نے جواب دیا۔ ''ہو سکتا ہے، میرے ہی لوگوں نے کسی مصلحت سے ایسا کیا ہو۔''

''اوہ گاڈ! میں سمجھ رہی تھی' میری تقدیر خراب ہے۔ میں اس دوسرے شخص کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکوں گی مگر میری تقدیر تو بہت اچھی ہے۔ میں اس دشمن فرہاد کی آغوش میں جانے سے بچ گئی۔ اگر اس سے جسمانی تعلق ہو جاتا تو میں ایک بچی کو جنم دے کر برس دو برس میں مر جاتی۔ تھینکس گاڈ! اب تو یہ مرے گا۔ یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔''

اس نے خیال خوانی کے ذریعے برائٹ موسس کو مخاطب کیا۔ ''اے پیشوائے اعظم! ہم بہت بڑے فریب میں مبتلا ہونے والے تھے۔ تُو نے جس شخص کو میرے پاس بھیجا ہے۔ وہ کنور پرتاب سنگھ نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور ہے۔''

برائٹ موسس اس بات پر چونک گیا کہ کاہنہ کو جو فریب دینا چاہتا تھا' وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ اس نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ ''یہ تُو کیا کہہ رہی ہے؟''

وہ بولی۔ ''تُو خود اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ میرے ذہن کو زبردست دھچکا لگا ہے۔ یہ بھید نہ کھلتا تو میں بے موت ماری جاتی۔''

اس نے بیٹے کے اندر آ کر خیالات پڑھے تو وہ مکمل طور پر فرہاد علی تیمور تھا۔ برائٹ موسس نے سمجھ لیا کہ گولی لگنے کے باعث اس کا تنویمی عمل زائل ہو چکا ہے۔ اس نے سوچا۔ ''تھینکس گاڈ! کاہنہ کو مجھ پر شبہ نہیں ہے۔ وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ فرہاد کے لوگوں نے ہی مصلحتاً اسے کنور پرتاب سنگھ بنا کر پیش کیا ہے۔''

وہ کاہنہ سے بولا۔ ''یہ مسلمان روحانیت کے حامل بڑے چالباز ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بھی دھوکا کھا گیا۔ کوئی بات نہیں۔ کسی طرح کا نقصان پہنچنے سے پہلے ہی اس کی اصلیت سامنے آ گئی ہے۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اسے ابھی ہلاک کر دینا چاہیے۔''

واہ... تقدیر کیا تماشے دکھاتی ہے؟ باپ اپنے بیٹے کو مار ڈالنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ رسمیلی نے کہا۔ ''اس کے اندر زلزلہ پیدا کروں گی تو یہ تھوڑی دیر میں مر جائے گا۔ میں اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتی ہوں۔''

''تُو اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتی ہے؟''

''میں اس کے زخم پر نمک ڈالوں گی تو اسے ناقابل برداشت تکلیف پہنچے گی۔ یہ چیخ چیخ کر موت مانگے گا مگر اسے ہر بار مرنے والی زندگی ملتی رہے گی۔''

وہ کچن میں جا کر ایک پلیٹ میں نمک لے آئی۔ برائٹ موسس نے کہا۔ ''آج تک فرہاد کو کوئی نہ مار سکا۔ جب بھی اسے ہلاک کیا گیا تو پتا چلا کہ وہ زندہ ہے اور دھوکے سے ڈمی فرہاد کو مارا جاتا رہا ہے۔''

رسمیلی نے کہا۔ ''مگر ہم دھوکا نہیں کھا رہے ہیں۔ یہ اصلی فرہاد ہے۔ اپنے ہی لوگوں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر آپ ہی آپ یہاں چلا آیا ہے۔''

برائٹ موسس نے دل ہی دل میں کہا۔ ''بے شک، میں انڈیا سے یہاں تک اس کے دماغ میں رہتا آیا ہوں۔ یہ بلاشبہ فرہاد ہے۔''

وہ بے چارا گہری نیند میں تھا۔ کاہنہ نے بازو کی پٹی کھول کر مٹھی بھر نمک اس کے زخم پر ڈال دیا۔ وہ فلک شگاف چیخیں مارتا ہوا اُچھل کر بیٹھ گیا۔ بیڈ سے تڑپتا ہوا نیچے گر کر اِدھر سے اُدھر ماہی بے آب کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ تکلیف کی شدت سے چیخیں نہیں رک رہی تھیں۔ اِدھر کاہنہ اور اُدھر اس کا باپ دونوں ہی قہقہے لگا رہے تھے۔

ڈیبی کبھی فرش پر ہاتھ مار رہا تھا۔ کبھی اپنے بال نوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''مجھے بچاؤ۔ مجھے اس تکلیف سے نجات دلاؤ۔ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تم قہقہے کیوں لگا رہی ہو؟''

وہ اس پر تھوکتے ہوئے بولی۔ ''اس لیے کہ تُو میرا جانی دشمن فرہاد ہے۔ تیرا بھید کھل چکا ہے۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''کتے کے بچے! تُو آج تک اپنی کسی نہ کسی ڈمی کو قربانی کا بکرا بنا کر دشمنوں کو اُلو بناتا رہا مگر آج سچ مچ تیری موت ہوگی۔''

رسمیلی نے کہا۔ ''تیری یہ تکلیف کم ہوگی تو میں تیرے دوسرے بازو میں گولی مار کر اس زخم پر بھی نمک ڈالوں گی پھر تیری ایک ٹانگ پر پھر دوسری ٹانگ پر گولی مارتی رہوں گی اور زخموں پر نمک چھڑکتی رہوں گی۔ تجھے اسی طرح تڑپا تڑپا کر تھوڑا تھوڑا مارتی رہوں گی۔''

یہ کہہ کر اس نے دوسرے بازو پر گولی ماری پھر اس تازہ زخم پر بھی مٹھی بھر نمک ڈالتے ہوئے بولی۔ ''چیختا رہ، چلاتا رہ۔ روحانیت کا دعویٰ کرنے والوں کو چیخ چیخ کر بلا... ایسی تڑپانے والی موت کے شکنجے سے کوئی تجھے بچا نہیں سکے گا۔''

باپ تماشائی تھا اور بیٹے کی تکلیف ایسی ناقابل برداشت تھی کہ آدمی جان نکل چکی تھی۔ آمنہ نے مجھ سے کہا۔ ''میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میرے اس عمل کے نتیجے میں ایک بیٹا اپنے باپ کے سائے میں ہلاک ہوگا۔ وہ کم بخت بیٹے کے مرنے اور تڑپنے کا تماشا دیکھتا رہے گا مگر میں یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی۔ ڈیبی پر عمل کر رہی ہوں۔ تم اس کے اندر جا کر برائٹ موسس کو دن میں تارے دکھاؤ۔''

میں ڈیبی کے اندر پہنچ گیا۔ آمنہ نے پلک جھپکتے ہی اس کی شخصیت تبدیل کر دی۔ اسے یاد آ گیا کہ وہ ڈیبی ہے۔ اس وقت کاہنہ اس کی ایک ٹانگ میں گولی مارنا چاہتی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ ''پاپا! مجھے بچاؤ....''

وہ بیٹے کی آواز اور لب و لہجہ سن کر چونک گیا۔ وہ بول رہا تھا۔ ''تم کہاں ہو پاپا!...؟ میں تمہارا بیٹا ڈیبی ہوں۔ تم اندر کی باتیں جانتے ہو۔ میری ایک آواز پر آ جاتے ہو۔ مجھے بچاؤ پاپا...!''

برائٹ نے تڑپ کر کاہنہ سے کہا۔ ''رک جا... خبردار! اسے گولی نہ مارنا۔ میں اپنے بیٹے کی آواز لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ مجھے پھر ایک بار اس کے خیالات

پڑھنے دے۔"

کاہنہ بھی اس کے اندر پہنچ گئی۔ دونوں اس کے خیالات پڑھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ سچ مچ ڈینی ثابت ہو رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ "میں صبح آفس جانے کے لیے گھر سے نکلا تو کار ڈرائیو کرتے کرتے اچانک غائب دماغ ہو گیا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ اس دنیا میں موجود ہوں یا نہیں؟ ابھی یہاں معلوم ہوا کہ میں زخمی ہوں اور یہ ظالم عورت مجھے گولی مار کر زخم پر نمک ڈال رہی ہے۔"

وہ بیٹے کی باتیں سن کر تڑپ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر روتے ہوئے بولا۔ "میں زندگی میں پہلی بار رو رہا ہوں۔ مجھ جیسا روحانیت کا حامل اتنا زبردست دھوکا کھا گیا۔ اپنے ہی بیٹے کو کاہنہ کے ہاتھوں ہلاک کرانے والا تھا۔"

ایسے وقت میں نے کہا۔ "اور بیٹے کے زخموں پر نمک چھڑکنے اور اسے تڑپا تڑپا کر مارنے کا تماشا دیکھ رہا تھا؟ یہ سمجھ کر قہقہے لگا رہا تھا کہ فرہاد کو بڑی درندگی سے مارا جا رہا ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "تو.... تُو فرہاد ہے؟"

"ہاں، میں وہی ہوں' جسے تُو نے نیند کی حالت میں ٹریپ کیا تھا۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا کہ میں تیرا معمول اور تابع دار بن چکا ہوں۔"

کاہنہ نے چونک کر برائٹ موسس سے پوچھا۔ "تُو نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی کہ فرہاد کو اپنا معمول اور تابع دار بنا چکا ہے؟"

"تجھے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے مصلحتاً ایسا کیا تھا۔"

میں نے کاہنہ سے کہا۔ "ہاں، تجھے بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اُلو بنا رہا ہے۔ تجھے اُلو بننا چاہیے۔ تُو مجھے دھوکا دینے کے لیے مندر کی طرف بھٹکانا چاہتی تھی لیکن اس پیشوائے اعظم نے مجھے بتا دیا کہ تُو رسیلی کے نام سے اس بنگلے میں رہتی ہے۔"

کاہنہ نے گرج کر پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

وہ ہڑبڑا کر بولا۔ "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اگر یہ جھوٹ ہے تو مجھے کاہنہ کا نام اور پتا کیسے معلوم ہوا اور جب برائٹ موسس کی چالبازی معلوم ہوئی تو میں نے اس کے ہی بیٹے کو ٹریپ کر کے اسے فرہاد بنا کر اپنی جگہ پہنچا دیا۔ تب سے یہ باپ دھوکا کھا رہا تھا اور اپنے بیٹے کو فرہاد سمجھ کر اسے موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔"

یہ ایسی زہریلی حقیقت تھی کہ برائٹ موسس کو چپ لگ گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "مجھ جیسے دشمن کو سلام کر.... میں عین وقت پر ڈینی کے دماغ سے اپنا عمل ختم نہ کرتا اور یہ تجھے ہا[...] کہہ کر مخاطب نہ کرتا تو اب تک تُو اپنے بیٹے کا قاتل بن چکا ہوتا۔"

وہ اپنی غلطی پر نادم تھا مگر اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ میرے ذریعے اس کی سبکی ہو رہی ہے۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ "مجھ سے زندگی میں پہلی بار ایسی غلطی ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں میرا بیٹا مارا جانے والا تھا۔ میں اپنے بیٹے سے اس غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا مجھے معاف کر دے گا۔"

میں نے کہا۔ "کس سے معافی مانگ رہا ہے؟ یہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا ہے۔"

وہ بولا۔ "ابھی میرے آلۂ کار آئیں گے اور اسے اسپتال پہنچائیں گے۔ میں ایک پُراسرار علم کے ذریعے اس کے زخموں کی تمام تکلیف دور کر دوں گا۔"

کاہنہ نے کہا۔ "جانے سے پہلے یہ بتا دے کہ فرہاد کو میری خلوت میں کیوں پہنچا رہا تھا؟"

"میرے پاس کچھ بولنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے اپنے بیٹے کی فکر ہے۔ بس یہ یقین کر لے کہ میں تیرا دشمن نہیں ہوں۔ تیری کتابِ مقدر کے مطابق فرہاد کو تیرے پاس پہنچانا ضروری تھا۔"

وہ بولی۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ پیش گوئی بدل سکتی ہے۔ فرہاد کی جگہ کوئی دوسرا میرا لائف پارٹنر بنے گا تو میں ایک لمبی عمر جی سکوں گی۔ اے پیشوائے اعظم! تیرے دل میں کھوٹ ہے۔ تُو سچ نہیں بول رہا ہے۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے کہا۔ "تُو دیواروں سے باتیں کر رہی ہے۔ وہ جا چکا ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "میں اسے سمجھ لوں گی۔"

میں نے کہا۔ "مجھے بھی اچھی طرح سمجھ لے۔ میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔ یہ خیال دل سے نکال دے کہ کبھی تیرا دیوانہ بن کر آؤں گا۔ تجھ پر ایک بار نہیں ہزار بار لعنت ہے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ وہ ایسی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ مجھے گالیاں دینے لگی مگر میں سننے کے لیے وہاں موجود نہیں تھا۔ برائٹ موسس کے چار آلۂ کار آ کر ڈینی کو وہاں سے لے گئے۔ کاہنہ کی سوچ پیشوائے اعظم کی طرف مبذول ہو گئی۔

اس پیشوا نے اس کے اعتماد کو اور اعتقاد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ اس پر اندھا اعتماد کرتی تھی اور وہ اسے اندھی بنا کر میری آغوش میں پہنچانا چاہتا تھا۔ گویا اسے موت کے راستے

[...]پر لے جا رہا تھا۔ اس نے سوچا۔ "وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟"

جواب صاف سمجھ میں آیا کہ اس کی نیت میں فتور ہے۔ [...]وہ متحدہ تنظیم کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کو نیست و [...]نابود کرنے کے بعد ایک کاہنہ کو اقتدار میں شریک نہیں کرنا [...]چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی اسے موت کے راستے پر لے [...]جا رہا تھا۔

اس نے قسم کھائی کہ آیندہ پیشوائے اعظم کے زیرِ اثر [...]نہیں رہے گی۔ اس نے اسی وقت ایک پُراسرار علم کے [...]ذریعے اپنے دماغ کو اس طرح لاک کیا کہ وہ اپنی روحانی [...]قوت کے ذریعے بھی اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔

وہ رات کے پچھلے پہر تک مختلف علوم کے ذریعے خود پر [...]عمل کرتی رہی۔ اب پیشوائے اعظم کہلانے والے روحانیت [...]کے حامل سے ٹھن گئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو ہر پہلو سے مستحکم بنا [...]رہی تھی۔

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ [...]اس نے کہا۔ "میں اپنے بیٹے پر تمام رات عمل کرتا رہا ہوں۔ [...]وہ زخموں کی تکالیف سے نجات مل گئی ہے۔ وہ سکون سے سو [...]رہا ہے۔ میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ کل تجھ سے باتیں کروں [...]گا۔"

وہ بولی۔ "مجھے کوئی خاص بات نہیں کرنی ہے۔ بس [...]چند سیکنڈ کے لیے میرے دماغ میں آ جا۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے سوچ [...]کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روک کر اسے بھگا [...]دیا۔ دوسری بار پھر وہی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے پھر [...]انہیں بھگا دیا۔ فون کے ذریعے رابطہ کر کے کہا۔ "ہیلو! کیا ہوا [...]پیشوائے اعظم! کیا خیال خوانی بھول گیا ہے؟"

وہ غصے سے بولا۔ "میرا مذاق اڑا رہی ہے؟ کیا یہ جتانا [...]چاہتی ہے کہ آیندہ تیرے دماغ میں نہیں آ سکوں گا؟"

"نہ آ سکے گا اور نہ ہی میرا پیشوا بن کر میرے دل میں رہ [...]سکے گا۔ دنیا والے دُرست کہتے ہیں۔ شیطان پر ایک بار [...]بھروسا کر لو مگر کوئی یہودی ہتھیلی پر انگارے رکھ کر قسم کھائے [...]تب بھی اس پر اعتبار نہ کرو۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "یہ کیا بکواس کر رہی ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں تیرا اتحاد توڑ رہی ہوں۔ آیندہ میں [...]اور سارے والے تیرا ساتھ نہیں دیں گے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر بولا۔ "ارے یہ کیا کہہ رہی [...]ہے؟ ہمارے درمیان ذرا سی رنجش پیدا ہو گئی ہے۔ میں اسے [...]دور کر دوں گا۔ تجھے مطمئن کر دوں گا۔ تُو اتنی سی بات پر اتنا بڑا قدم اٹھانا چاہتی ہے؟ ہم سب نے مل کر بابا صاحب کے ادارے کو تباہ کرنے کا زبردست منصوبہ...."

وہ بات کاٹتے ہوئے بولی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔ سوری...."

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ فوراً اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ اس کی رہائش گاہ میری اور برائٹ موسس کی نظروں میں تھی۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی وقت بھی اچانک اسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس نے ایک گھنٹے کے اندر وہ بنگلا' وہ علاقہ اور وہ شہر چھوڑ دیا۔ آیندہ وہ کسی دوسرے روپ میں کسی دوسرے ملک میں رہنے والی تھی۔

☆☆☆

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اور آمنہ کو طلب کیا تھا۔ ہم دونوں حجرے میں ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے آمنہ کو دیکھا پھر فرمایا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ روحانیت کے مراحل سے گزرنا آسان نہیں ہے۔ بندے کو بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تم نے بڑے عزم سے کہا تھا کہ مستقل مزاجی سے روحانی علوم حاصل کرتی رہو گی۔ کسی بھی آزمائش میں ناکام نہیں رہو گی۔"

وہ ذرا چپ ہوئے پھر بولے۔ "بے شک، پچھلے دس برس سے تم دن رات عبادت میں مصروف رہی ہو۔ طلبہ و طالبات کو تعلیم دینے کے دنیاوی فرائض بھی ادا کرتی رہی ہو۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم قدرت کے پُراسرار بندوں پر ظاہر نہ کریں۔ اپنے لہو کے رشتوں پر بھی کوئی مصیبت آئے تو آنے دیں۔ جب تک قدرت کی طرف سے اشارہ نہ ملے۔ کسی کو پیش آنے والی مصیبت سے آگاہ نہ کریں۔ جو کاتبِ تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ اسے ہونے دیا جائے۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ "مگر تم نے دس برسوں کی عبادت اور ریاضت کے بعد یہ بہت بڑی غلطی کی۔ فرہاد کو اس کاہنہ کی طرف جانے سے روک دیا جبکہ تم جانتی تھیں کہ فرہاد اور کاہنہ ایک دوسرے کے مقدر میں لکھے گئے ہیں۔"

آمنہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کاہنہ کی کتابِ مقدر سے اور برائٹ موسس کے علم نجوم اور علم رمل سے یہ بات سامنے آئی تھی کہ مقدر میں جو لکھا ہے' اس میں تبدیلی آ سکتی ہے۔"

انہوں نے پوچھا۔ "ہمارا روحانی علم کیا کہتا ہے؟"

وہ بولی۔ "ہمارا علم کہتا ہے' فرہاد اور کاہنہ کی تقدیر میں جو

لکھا ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ دونوں کو اس راہ پر چلنا ہوگا' جو زندگی کے اختتام تک لے جاتی ہے۔"

"اور تم نہیں چاہتی تھیں کہ تمہارے شوہر کی زندگی اختتام کو پہنچے۔ کیا فرہاد کو قیامت تک زندہ رکھنا چاہتی ہو؟"

وہ ندامت سے بولی۔ "میں شرمندہ ہوں۔ شوہر کی محبت نے مجھے اُلجھا دیا تھا۔ اس پہلی غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔ آیندہ میں فرہاد سے بات بھی نہیں کروں گی۔ ان سے پردہ کروں گی۔"

"ایسا کرو گی تو یہ دوسری غلطی ہوگی۔ فرہاد تمہارا مجازی خدا ہے۔ اس سے کیوں پردہ کرو گی؟ اگر بات بھی نہیں کرو گی تو گویا ازدواجی رشتے سے انکار کرکے رہبانیت اختیار کرو گی۔ ہمارے دین میں دنیا داری ترک کرکے راہبہ بننے کی اجازت نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "آپ نصیحتیں کرتے ہیں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنے کا سلیقہ آتا ہے۔ جو غلطیاں مجھ سے ہو رہی ہیں آیندہ ان سے پرہیز کروں گی۔"

انہوں نے مجھ سے کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو اُن کی کتابِ مقدر میں جو لکھا ہے وہی پیش آئے گا؟ ایسی کتابیں لکھنے والے انسان ہوتے ہیں۔ ستاروں کی چال سے' اعداد کے جوڑ توڑ سے اور تاش کے پتوں سے جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں' وہ لکھ دیتے ہیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ کاتبِ تقدیر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس معبود نے ہمارے تمہارے مقدر میں جو لکھ دیا ہے' وہ اٹل ضرور ہے مگر وہ رحیم و کریم ہے۔ جب کرم کرتا ہے تو بگڑی کو بنا دیتا ہے۔ اپنے ہی لکھے کو بدل دیتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے' جو چاہے کرسکتا ہے۔"

میرا سر جھکا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "آپ دُرست فرماتے ہیں۔ میں اس دنیا کی کسی کتابِ مقدر کو نہیں مانتا۔ بے شک، ہمارے ساتھ جو ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہی ہوتا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "اور وہ معبود راضی ہو تو تمہاری موت کے مقررہ وقت کو بھی ٹال سکتا ہے۔ مومن وہی ہوتے ہیں جو خود کو خدا کے حوالے کردیتے ہیں۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "میں تمہاری حیات و موت کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا۔ مگر یہ اٹل ہے کہ وہ کافر عورت تمہاری زوجیت میں آئے گی۔ آگے بہت کچھ ہونے والا ہے مگر میری زبان بند ہے۔ جاؤ.... ادارے سے باہر چلے جاؤ۔"

انہوں نے آمنہ سے کہا۔ "نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ بھی جاسکتی ہو۔"

ہم دونوں سر جھکائے اُلٹے پاؤں چلتے ہوئے حجر سے باہر آگئے۔ وہاں سونیا ایک موٹر ٹرالی پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے آمنہ سے کہا۔ "آؤ تمہیں کوارٹر تک پہنچا دوں۔"

ہم اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ ٹرالی ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ "اگلے چار ماہ میں بڑی تبدیلیاں ہونے والی ہیں۔ الپا اور پارس کو واپس آنا ہوگا۔ الوشے اور پورس اند میں رہیں گے اور میں ایک اہم مشن پر ادارے سے باہر نکلوں گی۔"

میں نے پوچھا۔ "وہ اہم مشن کیا ہے؟"

"پتا نہیں، یہاں سے نکلتے وقت معلوم ہوگا۔"

اس نے آمنہ سے پوچھا۔ "تم کچھ بتا سکتی ہو؟"

وہ عاجزی سے بولی۔ "پلیز، مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ میں فرہاد کی محبت میں اندھی ہوکر ایک غلطی کرچکی ہوں۔ آیندہ تم لوگوں کے معاملات میں نہیں پڑوں گی۔ جب اعلیٰ حضرت اجازت دیں گے' تب ہی تم سے کچھ کہہ سکوں گی۔"

سونیا نے اس کے کوارٹر کے سامنے ٹرالی روک دی۔ وہ اتر کر کوارٹر میں چلی گئی۔ سونیا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر ٹرالی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ "آمنہ کچھ بجھی بجھی سی ہے۔ کیا بات ہے؟"

میں نے اسے اپنے اور کاہنہ کے معاملات بتائے۔ یہ بھی بتایا کہ اس سے ہونے والے ازدواجی رشتے کے نتیجے میں برس دو برس کے اندر میری موت ہوسکتی ہے۔ آمنہ نے میری موت کا راستہ بدلنے کے لیے مجھے کاہنہ سے دور کردیا تھا۔ اس نے سراسر قدرت کی منشا کے خلاف ایسا کیا تھا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت اس سے ناراض تھے۔ اب نہیں ہیں۔ انہوں نے اسے معاف کردیا ہے۔

سونیا نے کہا۔ "اعلیٰ حضرت نے دُرست فرمایا ہے۔ ہمیں تقدیر سے نہیں اپنے حالات سے لڑنا چاہیے۔ خدا جہاد کرنے والوں کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ تمہیں کاہنہ سے نہیں کترانا چاہیے۔ جو ہوتا ہے' ہونے دو۔"

"ہُوں، اعلیٰ حضرت نے آگے کچھ بھی بتانے سے احتراز کیا ہے۔ کچھ زیادہ تشویش کی بات ہوتی تو وہ میرا راستہ بدل دیتے۔ یہ تو ہم دیکھتے آئے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہماری بہتری اور سلامتی چاہتے ہیں۔"

وہ میری پسلی میں کہنی مارتے ہوئے بولی۔ "تمہاری تو

پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ اس بڑھاپے میں نئی دُلہنیا ملنے والی ہے۔ یہ بتاؤ' کیسی ہے؟"

"وہ روپ بدلتی رہتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیسی ہے اور آیندہ کیسی ہوگی؟ مگر میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔"

"نفرت کی کوئی وجہ تو ہوگی؟"

"وہ بہت ہی خود غرض اور موقع پرست ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے قریب نہ آؤں۔ میں نے اس کی ماں کو آلۂ کار بنایا تو اس نے جنم دینے والی ماں کو قتل کردیا۔"

"ہاں، ہماری دنیا میں ایسے بے مروت ہوتے ہیں' جو ماں کے دودھ کو بھول جاتے ہیں۔"

"وہ نہیں جانتی' محبت کس چڑیا کا نام ہے اور وفا کیا ہے؟ ثنا نے اپنی ہلاکت سے پہلے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ اس کے خاندان میں ہر دور کی کاہنہ ایک بیٹی کو جنم دیتے ہی اپنے شوہر کو ہلاک کردیتی ہے۔ یا اسے دماغی مریض بنا کر کہیں دور بھیج دیتی ہے۔"

"وہ کاہنائیں ایسا کیوں کرتی ہیں؟"

میں نے اسے بتایا کہ ہزاروں سال سے زندہ رہنے والی کاہنہ کا جھوٹ اور فریب برقرار رکھنے کے لیے وہ عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ ہر کاہنہ اپنی بیٹی کو اپنی ہم شکل بنا کر ہزاروں سال سے عقیدت مندوں کو دھوکا دیتی آرہی ہے۔

میں نے کہا۔ "موجودہ کاہنہ بھی ایک بیٹی کو جنم دینے کے لیے مجھ سے کترا رہی ہے جبکہ مقدر میں ہماری ازدواجی زندگی لکھی گئی ہے۔ وہ دو بار کسی بھی شخص کو اپنی سیج پر لانے کی کوششیں کرچکی ہے مگر ہر بار ناکام ہوچکی ہے۔"

"وہ مقدر کے حصار سے نکل نہیں پا رہی ہے اس حصار میں صرف تم ہی اس کے نام ہوچکے ہو۔ باقی دادے وہ کہاں ہے؟"

"پچھلی رات تک پیرس میں تھی۔ اب اپنا روپ اور اپنی جگہ بدل چکی ہوگی میں یہاں سے جا رہا ہوں مگر اسے تلاش نہیں کروں گا۔ تقدیر کا تماشا دیکھتا رہوں گا کہ وہ کس طرح میری زوجیت میں آئے گی؟"

میں اعلیٰ حضرت کی ہدایت کے مطابق اسی دن ادارے سے باہر چلا گیا۔

☆☆☆

کاہنہ نے یہ دیکھا تھا کہ میں پیرس میں ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے ہزاروں میل دور لکھنؤ چلی آئی۔ اس نے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی کو چیچک ہوگئی ہے۔ اسے شہر سے دور قرنطینہ میں رکھا گیا ہے۔ وہاں دوسرے چھوت کے مریض بھی تھے۔ ان کے رشتے داروں کو بھی قرنطینہ کی چھوٹی سی عمارت میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ وہاں صرف ایک ادھیڑ عمر کی عورت اور ایک مرد ان مریضوں کی خدمت کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔

نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی کا نام شہناز بانو تھا۔ کاہنہ اس کے متعلق اہم معلومات حاصل کرتی رہی۔ اسی دوران اس کا انتقال ہوگیا۔ قرنطینہ کی بوڑھی ملازمہ اور ملازم اس کی موت کی اطلاع دینے کے لیے دفتری کمرے میں فون کے پاس آئے تو وہاں شہناز بانو کو زندہ اور صحت مند دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کے چہرے پر چیچک کے داغ بھی نہیں تھے۔

وہ ان دونوں کے سامنے نوٹوں کی گڈیاں رکھتے ہوئے بولی۔ "یہ دو لاکھ روپے ہیں۔ میرے راز دار بن کر رہو گے تو اس سے بھی زیادہ دوں گی۔"

وہ دونوں راضی ہوگئے۔ انہوں نے کاہنہ کے حکم کے مطابق شہناز بانو کی لاش کو رات کی تاریکی میں دور لے جاکر جلا ڈالا پھر فون پر ڈاکٹر اور نواب صاحب کو اطلاع دی کہ شہناز بانو صحت یاب ہوچکی ہے اور قرنطینہ سے جانا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر اور نواب صاحب اپنے رشتے داروں کے ساتھ وہاں آئے۔ انہوں نے حیرانی سے دیکھا کہ وہ مکمل طور سے صحت یاب ہوچکی تھی۔ چہرے پر ایک ذرا سا بھی داغ دھبا نہیں رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے چھٹی دے دی۔ نواب امجد علی شاہ اسے اپنی حویلی میں لے آئے۔ بیٹی کی صحت یابی کی خوشی میں خوب جشن منانے لگے۔ کاہنہ ایسے معزز خاندان میں ایسے ٹھوس ثبوت کے ساتھ شہناز بانو بن گئی تھی کہ کوئی دشمن اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔

وہ نیا روپ اور نیا مقام حاصل کرنے کے دوران اہم معاملات سے بھی نمٹتی رہی تھی۔ سب سے اہم معاملہ یہ تھا کہ اس نے پُراسرار فولادی قوتیں رکھنے والے برائٹ موسس کو چیلنج کیا تھا۔ آیندہ اس سے محتاط رہنا اور اپنے مقابلے میں اسے کمزور بنائے رکھنا ضروری ہوگیا تھا۔

دوسری طرف برائٹ موسس اس کی مخالفت سے پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے تمام بڑے ممالک کے اکابرین کو یہودیوں اور عیسائیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا۔ کاہنہ اور سیاروں والوں سے بھی اتحاد قائم ہوگیا تھا۔ اب سے پہلے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

مسلمانوں کے خلاف اتنی بڑی متحدہ تنظیم قائم نہیں ہوئی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ دنیا کی تمام طاقتیں باباصاحب کے ادارے کو ایک ہی پھونک میں اڑا دیں گی۔ ایسے میں کاہنہ اس عظیم اتحاد کو توڑنے کی بات کہہ چکی تھی۔

اس رات برائٹ موسس نے دوسری بار اس سے فون پر رابطہ کیا۔ اس نے پھر یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ وہ چوبیس گھنٹے بعد اس سے بات کرے گی۔ اس سے پہلے وہ موبائل فون اسے مردہ ملے گا۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ کاہنہ نیا روپ بدلنے اور روپوش ہونے کے لیے چوبیس گھنٹوں تک لاپتا رہے گی۔

وہ اپنے ہتھکنڈوں سے باز آنے والا نہیں تھا۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لہٰذا کتنے ہی پُراسرار علوم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ کہاں گئی ہو گی؟ کس روپ میں ہوگی اور کیا کر رہی ہوگی؟

لیکن وہ اب اس کے جال میں پھنسنے والی نہیں تھی۔ اس نے پہلے ہی خود پر ایسا عمل کیا تھا۔ اپنے اطراف ایسا نادیدہ حصار باندھ لیا تھا کہ برائٹ موسس کسی بھی پُراسرار علم کے ذریعے اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

کاہنہ نے ایشورارا سے رابطہ کیا۔ تحریر کے ذریعے کہا۔ ''میں نے پیشوائے اعظم برائٹ موسس کی تعریفیں کی تھیں لیکن اب حقیقت معلوم ہوئی ہے کہ وہ اوّل درجے کا مکار اور فریبی ہے۔ ہمارے ذریعے کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد پوری دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم کرے گا اور ہمیں اقتدار سے الگ کر دے گا۔''

ایشورارا نے جواباً لکھا۔ ''یہ اچھا ہوا کہ وقت سے پہلے اس کی بدنیتی معلوم ہوگئی۔ مجھے یہ بتا کہ تُو اس کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہے اور میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں؟''

''یوں سمجھ لے کہ ہم دونوں اس کی متحدہ تنظیم سے الگ ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان کی آدھی سے زیادہ طاقت ختم ہو چکی ہے۔''

''بے شک، تیری پُراسرار قوتوں اور ہماری غیر معمولی مشینوں کے بغیر وہ باباصاحب کے ادارے کو چیلنج نہیں کر سکیں گے۔''

''میں تجھے یہ سمجھانا چاہتی ہوں کہ وہ تیری مشینوں سے کام لینے کے لیے تجھ سے جھوٹے وعدے کریں گے۔ تجھے پوری دنیا پر حکمرانی کے سبز باغ دکھائیں گے۔ کیا ایسے وقت تُو ان کے فریب میں آجائے گا؟ میرا ساتھ چھوڑ دے گا؟''

''میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تیرا پجاری ہوں۔ آخری دم تک تیری پوجا کرتا رہوں گا۔ ہم ان کے خلاف زبردست منصوبہ بنائیں گے۔''

''میں سب سے پہلے برائٹ موسس کو کمزور بنا کر کچل دینا چاہتی ہوں۔ یہ سوچ کہ اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میں بھی سوچ رہی ہوں۔ ہماری دنیا کے وقت کے مطابق بیس گھنٹے بعد تجھ سے رابطہ کروں گی۔''

وہ رابطہ ختم کر کے سوچنے لگی۔ جب ایشورارا اپنی غیر معمولی مشینیں لائے گا تو انہیں مندر سے دور جنگل میں چھپا دیا جائے گا۔ یہ بات وہ برائٹ موسس کو بتا چکی تھی۔ اب پچھتا رہی تھی کہ یہ راز اسے کیوں بتا دیا؟

یہ اندیشہ تھا کہ جب وہ مشینیں اس کے کام نہیں آئیں گی تو وہ بڑے ممالک کی فوج کو وہاں پہنچائے گا۔ شیر اور چیتوں کے خوف سے فوجی اگر زمینی راستے سے نہیں آئیں گے تو فضائی حملے کریں گے۔ پاتال میں چھپی ہوئی مشینوں کو بمباری کے ذریعے تباہ کر دیں گے۔

وہ مشینیں بہت اہم تھیں۔ ان کی تباہی سے ایشورارا بے دست و پا ہو جاتا۔ اس کی کمزوری کاہنہ کو کمزور بنا دیتی لہٰذا سب سے پہلے ان مشینوں کے لیے حفاظتی انتظامات لازمی تھے۔ انہیں اب اس جنگل میں چھپانا مناسب نہیں تھا۔ کوئی دوسری محفوظ جگہ تلاش کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

جب ایشورارا سے دوبارہ رابطہ ہوا تو کاہنہ نے یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس نے کہا۔ ''میرے ایک ماتحت جوجو نے پہلی بار اس دنیا میں آتے ہی بڑے ممالک کے بے شمار اکابرین کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ اس بار میرے درجنوں ماتحت ارضی دنیا میں آئیں گے۔ وہ سب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمام اکابرین کو اپنا تابع دار بنائیں گے تو ہمیں وقت سے پہلے ہی ان کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ وہ ہماری مشینوں کو تباہ کرنے کے لیے کیسی پلاننگ کر رہے ہیں؟''

کاہنہ نے خوش ہو کر کہا۔ ''تمام بڑے ممالک کے اعلیٰ حکام ہمارے زیرِاثر رہیں گے تو ان میں سے کسی بھی ملک کی فوج میرے مندر اور جنگل کی طرف نہیں آئے گی۔ تُو نے میری فکر اور اندیشوں کو ختم کر دیا ہے۔''

''ہمارے سیارے والے مادہ پرست ہیں۔ روحانیت کو نہیں مانتے۔ اگر انہوں نے کسی عمل سے میری بیٹی اور بیٹے کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے اور باپ کو اپنے بچوں سے دور کر دیا ہے تو وہ اپنے عمل کو روحانیت کہہ سکتے ہیں لیکن میں اسے جادو کہتا ہوں۔ ہم سیارے والے سب سے پہلے بابا

صاحب کے جادوگروں سے نمٹنا اور انہیں نابود کرنا چاہتے ہیں۔''

''بے شک، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔''

''مگر اس کے لیے بڑے ممالک کے اکابرین سے اتحاد لازمی ہے۔ ہم تمام دنیا کی طاقتوں کو متحد کر کے باباصاحب کے ادارے کو ختم کر سکتے ہیں۔''

''کیا تُو برائٹ موسس سے اتحاد رکھنا چاہتا ہے؟''

''نہیں... تمام اکابرین ہم سے اتحاد چاہیں گے تو ہم ان سے متحد ہونے کی یہ شرط رکھیں گے کہ برائٹ موسس کو متحدہ تنظیم سے خارج کر دیا جائے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''شاباش! تُو سیاسی چالیں جانتا ہے۔ برائٹ موسس کو متحدہ تنظیم سے نکال کر اسے تنہا کر کے ہم اس کا سر کچل سکتے ہیں۔''

وہ بولا۔ ''مجھے یہ اندیشہ ہے کہ متحدہ تنظیم کے اکابرین باباصاحب کے ادارے کو نابود کر کے تمام اسلامی حکومتوں کو ختم کر کے پوری دنیا کے حکمران بن جائیں گے پھر ہمیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے..؟ نہیں، کیونکہ تمام اکابرین ہمارے معمول اور تابع دار ہوں گے۔ ہم پوری دنیا پر حکومت کریں گے اور وہ ہمارے زیرِاثر رہا کریں گے۔''

اگلے چار ماہ میں انہیں جو کرنا تھا اس کی بڑی ٹھوس پلاننگ ہو رہی تھی۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو کاہنہ اور ایشورارا کا پلڑا بھاری تھا۔ ابھی متحدہ تنظیم بننے نہ پائی تھی کہ ٹوٹنے اور بکھرنے لگی تھی۔ دوسری طرف برائٹ موسس چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے ساتھ ایک خفیہ میٹنگ میں مصروف تھا۔

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ ''کاہنہ آپ سے بدظن کیوں ہو گئی ہے؟''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''میں بھی جانتا ہوں وہ بھی جانتی ہے کہ فرہاد کے ساتھ جسمانی تعلق رکھے گی تو ایک آدھ برس میں مر جائے گی۔ فرہاد بھی موت کے قریب پہنچ جائے گا۔ کیا تم سب نہیں چاہتے کہ وہ دونوں جلد مر جائیں؟''

سب نے کہا کہ بے شک، وہ یہی چاہتے ہیں۔ اس نے کہا۔ ''اس مقصد کے لیے میں نے دونوں کو دھوکے سے ملانا چاہا تاکہ ان کے درمیان جسمانی تعلق قائم ہو جائے لیکن میرا فراڈ کاہنہ کو معلوم ہو گیا۔ اب وہ میری دشمن بن کر ہماری متحدہ تنظیم سے الگ ہونے کی دھمکی دے چکی ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''اس سے علیحدگی کا مطلب یہ ہوگا کہ ایشورارا بھی ہماری تنظیم میں نہیں رہے گا؟''

''ہاں، وہ کاہنہ کا پرستار ہے۔ اس کی حمایت کرے گا۔ ان حالات میں یہ سمجھنا چاہیے کہ آئندہ کیا ہو سکتا ہے؟''

ایک نے کہا۔ ''سیارے والوں نے پچھلی بار ہمارے دماغوں کو اپنی گرفت میں رکھا تھا۔ وہ لوگ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ تمام اہم اکابرین ان کے زیرِاثر آ گئے تھے۔''

برائٹ موسس نے کہا۔ ''آئندہ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ آج سے میں ہر ملک کے اہم اکابرین پر عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کرتا رہوں گا۔ ان اکابرین کے بیوی بچوں کے دماغ بھی مقفل ہو جائیں گے۔ سیارے والے کسی کے بیوی بچوں کو کمزور بنا کر بھی ہمیں مجبور نہیں کر سکیں گے۔''

''وہ ٹریننگ مشین کے ذریعے ہمارے اہم افراد تک پہنچ جائیں گے۔''

''وہ پہنچ کر کیا بگاڑ لیں گے؟ ہمارے اکابرین کے دماغ مقفل رہیں گے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں آسکیں گے۔ جسمانی طور پر آکر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔ اول تو وہ تعداد میں کم ہوں گے۔ دوئم یہ کہ ہماری سکیورٹی بہت مضبوط ہوگی۔''

''آپ بے شمار دماغوں کو کب تک لاک کر سکیں گے؟''

''کاہنہ نے بتایا تھا کہ ان کی مشینیں چھ ماہ میں تیار ہوں گی۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔ باقی چار ماہ میں چار سو اکابرین کو اور ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دے سکوں گا۔''

''پھر تو ہم اس پہلو سے مضبوط رہیں گے۔ سیارے کے لوگ اپنی ٹیلی پیتھی اور غیر معمولی مشینوں کے ذریعے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم آپ کی روحانی قوتوں کے معترف ہیں۔ آپ پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ اب کاہنہ سے بات کرنی چاہیے۔ اگر وہ ہم سے متحد رہنے کے لیے راضی ہو گی تو ہماری متحدہ تنظیم اور مضبوط ہو جائے گی۔''

برائٹ موسس نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور فون کے وائڈ اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے کاہنہ کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو فراڈ پیشوا! کیا کہنا چاہتا ہے؟''

وہ بولا۔ ''یہاں کئی ممالک کے اکابرین موجود ہیں۔ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ اگر اپنی زبان دُرست رکھے گی تو کچھ اہم باتیں ہو سکیں گی۔''

''میں تمام اکابرین کی عزت کرتی ہوں مگر تُو عزت کے قابل نہیں ہے۔ کسی اعلیٰ حاکم یا اعلیٰ افسر کو ریسیور دے پھر میں مہذب انداز میں گفتگو کروں گی۔''

موسس نے ایک اعلیٰ افسر کو ریسیور دے دیا۔ اس افسر نے کہا۔ ''تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ محترم برائٹ موسس ہمارے پیشوائے اعظم ہیں لہٰذا ہمارے درمیان جو گفتگو ہو اس میں ان کا ذکر نامناسب الفاظ میں نہ کرنا۔ ہم جانتے ہیں' تو ان سے کس لیے ناراض ہے؟ ہم چاہتے ہیں' کسی بھی طرح تیری ناراضی دور ہو جائے اور ہمارا مضبوط اتحاد قائم رہے۔''

اس نے کہا۔ ''اپنے پیشوا کو متحدہ تنظیم سے نکال دو۔ تب مجھ سے اور سیارے والوں سے اتحاد ہو سکے گا۔''

''پیشوائے اعظم ہماری تنظیم کی بنیاد ہیں۔ ہماری جان ہیں۔ ہم اپنی جان نہیں نکالیں گے۔''

''تو پھر جہنم میں جاؤ۔''

''تم بہت ہی بدتمیز عورت ہو۔ آخر کس کے بل بوتے پر یہ غرور دکھا رہی ہو؟ کیا تم پر آفت آئے گی تو سیارے والے تمہیں بچانے آئیں گے؟''

''میں کسی کی محتاج نہیں ہوں۔ اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں۔''

''تو پہلے اپنے مندر کی حفاظت کرو۔ وہ کل تک کھنڈر بن جائے گا۔''

وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ ''کل تو بہت دور ہے۔ ابھی دیکھو کہ کیا قیامت آتی ہے؟''

یہ کہتے ہی اس نے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا کرسی سے نیچے گر پڑا۔ دوسرے اکابرین پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ برائٹ موسس نے ریسیور لے کر کہا۔ ''یہ کیا حماقت کر رہی ہے؟ کیا اس طرح اپنے مندر کو تباہی سے بچالے گی؟''

وہ بولی۔ ''میں فی الحال دس اکابرین کے اندر جا کر انہیں دماغی مریض بنا سکتی ہوں پھر ان کے ذریعے دوسرے تمام اکابرین تک پہنچ سکتی ہوں۔ میرے مندر کی طرف رُخ کرنے والے اپنے اپنے گھروں میں ماتم کرتے دکھائی دیں گے۔''

''ٹھیک ہے، میں مانتا ہوں تو ایسا کر سکتی ہے۔ ہم اپنے الفاظ واپس لیتے ہیں۔ تیرے مندر پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔''

''پھر میں بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔''

کاہنہ نے رابطہ ختم کر دیا۔ موسس اس اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر ایک عمل کے ذریعے اسے آرام پہنچانے لگا۔ وہ ایک منٹ بعد ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس پیشوا نے کہا۔ ''اس نے تمہیں تکلیف پہنچائی، میں نے آرام پہنچایا۔ ابھی اسے نہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جیسا میں کہہ چکا ہوں۔ اس کے مطا آپ سب کو تحفظ دوں گا۔ اس کے بعد ہی اس سے نمٹا جا گا۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''آپ آج ہی سے ہم سب عمل کرنا شروع کر دیں۔ ہم تو سیارے والوں کی ٹیلی پیتھی سے پریشان تھے۔ ان کے آنے سے پہلے یہ چڑیل عذا جاں بن رہی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''یہ عارضی پریشانیاں ہیں۔ چند دنو میں آپ سب کو تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ ابھی اس کاہنہ خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے۔ جلد ہی اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو ناکارہ بنا د ہے۔''

ادھر کاہنہ چاہتی تھی کہ فون کا رابطہ ختم کر کے کسی ا افسر کے اندر پہنچے اور ان سب کی گفتگو سنتی رہے لیکن وہ شہنا بانو کی حیثیت سے ایک شاندار حویلی میں پہنچی ہوئی تھی قرنطینہ سے صحت یاب ہو کر آئی ہوئی تھی۔ اس لیے کتنے رشتے دار اس سے ملنے اور باتیں کرنے آتے تھے۔ ان سب سے دامن بچانے کے لیے اس نے دماغی کمزوری کا بہانہ تھا۔ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ متعدی مرض کے باعث اس کا حافظ کمزور ہو گیا ہے۔ وہ کسی کو پہچان نہیں پا رہی ہے۔ ا کمرے میں زیادہ سے زیادہ تنہا رہنا چاہتی ہے۔

وہاں پہنچ کر اس نے شہناز کے ماں باپ پر تنویمی عمل تھا۔ انہیں اپنا تابع دار اور ہمنوا بنا لیا تھا۔ انہوں نے تما رشتے داروں سے کہہ دیا تھا کہ جب تک اس کی یادداش بحال نہیں ہو گی۔ کوئی اس سے ملنے نہیں آئے گا۔ اس طر وہ اپنی خواب گاہ میں تنہا رہ کر خیال خوانی کے ذریعے ا اہم معاملات سے نمٹتی رہتی تھی۔

اسے معلوم ہوا کہ ایک خوبرو شخص سے اس کا نکاح ہو ہے مگر ابھی رُخصتی نہیں ہوئی ہے۔ اس کا نام اعظم ہمدا ہے۔ اگرچہ وہ کچھ عمر رسیدہ ہے مگر بہت ہی دولت مند ہے اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں...

وہ تو چاہتی تھی کہ اس کی زندگی میں کوئی مرد آئے تا میرے آنے کا چانس ختم ہو جائے۔ اور وہ اپنے خاندانی ر کے مطابق جلد سے جلد ایک بیٹے کی ماں بن جائے۔

اس نے الماری سے البم نکال کر تمام رشتے داروں تصویریں دیکھیں۔ ان میں اعظم ہمدانی کی بھی تصویر تھی۔ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ کر ب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ عمر رسیدہ شوہر صحت مند اور ادی کے قابل ہے یا نہیں؟

چور خیالات جو دماغ کی تہ میں چھپے ہوتے ہیں۔ وہ وٹ نہیں بولتے۔ پتا چلا کہ وہ چالیس برس کا ہے مگر کمزور بیمار نہیں ہے۔ قد آور پہلوان ہے۔ کروڑپتی ہے۔ اس کی ین جائداد دیکھ کر ہی نواب امجد علی شاہ نے اپنی بیس برس بیٹی کو اس سے منسوب کیا تھا۔

اس حد تک معلوم کرنے کے بعد اس سے ملنے کی واہش پیدا ہوئی۔ اعظم ہمدانی دور کے رشتے سے اس کا زن تھا۔ حویلی میں آتا جاتا رہتا تھا۔ ان دنوں کلکتہ گیا ہوا ا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ شہناز قرنطینہ سے واپس آگئی ہے۔ ہنہ نے اس کے اندر سوچ پیدا کی۔ ''مجھے شہناز کی خیریت علوم کرنا چاہیے۔''

اس کی سوچ نے جواباً کہا۔ ''آہ... میری شہناز قرنطینہ ں ہے۔ وہاں اس سے فون پر بات نہیں ہو سکے گی۔ میں وں لکھنؤ پہنچتے ہی سب سے پہلے قرنطینہ جاؤں گا۔ ڈاکٹر لنے کی اجازت نہیں دے گا تو رشوت دے کر اپنی شہناز تک پہنچوں گا۔''

کاہنہ نے اس کی سوچ میں کہا۔ ''اتنی محبت ہے' اس کے لیے اتنا تڑپ رہا ہوں تو آج ہی کسی فلائٹ سے مجھے وہاں نا چاہیے۔''

وہ کسی کاروباری معاملے میں اُلجھا ہوا تھا مگر کاہنہ نے کے اندر ملنے کی ایسی شدت پیدا کی کہ اس نے شام کی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ اوکے کرالی۔ وہ خیال خوانی ے ذریعے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات صل کرتی رہی۔ اس کے اندر اپنی محبت اور اپنی طلب دت سے پیدا کرتی رہی۔ وہ دیوانہ ہو رہا تھا اور سوچ رہا ا۔ ''پتا نہیں کیوں' اُمڈ اُمڈ کر آنے والے بادلوں کی طرح وہ آتی چلی جا رہی ہے؟''

اس نے حویلی کے فون نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر ناز کی والدہ نے خوش ہو کر کہا۔ ''مبارک ہو، شہناز پوری ح صحت یاب ہو کر گھر آگئی ہے۔ ہم تمہیں فون پر بتانا چاہتے تھے مگر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔''

اس نے کہا۔ ''میرا فون کہیں گم ہو گیا ہے۔ میں اب نئے فون سے بول رہا ہوں۔ کیا شہناز سے بات کر سکتا ں؟''

''ہاں، ضرور کر سکتے ہو مگر بیٹے بیماری کے باعث اس کا ظہ ذرا کمزور ہو گیا ہے۔ وہ کچھ کچھ بھول گئی ہے۔ ہم یاد دلاتے ہیں تو اسے یاد آ جاتا ہے۔ اس کا فون نمبر نوٹ کر دو۔''

کاہنہ اس کے اندر رہ کر اس کی بے تابی دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اسے اپنے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے کال ریسیو کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ہیلو، کون....؟''

وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں بولا۔ ''آپ نقار خانے میں بھی ہماری آواز سن لیتی ہیں اور پہچان لیتی ہیں۔''

وہ بولی۔ ''ہمیں افسوس ہے۔ حافظے کی کمزوری شرمندہ کرتی ہے۔ ہم کسی کو فوراً ہی پہچان نہیں پاتے۔''

''آپ کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ چچی جان نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی آپ کی یادداشت بحال ہو جائے گی۔''

''شکریہ، آپ بہت اچھے ہیں۔ ہمیں حوصلہ دے رہے ہیں مگر آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا؟''

''آپ کے اس دیوانے عاشق کو اعظم ہمدانی کہتے ہیں۔''

وہ شرمانے کے انداز میں بولی۔ ''ہائے اللہ! آپ ہیں...؟ ہائے! ہم کیا کریں...؟ ہمارا دوپٹا کہاں ہے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''موبائل فون کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ ہم نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آپ دوپٹے کے بغیر گفتگو جاری رکھ سکتی ہیں۔''

وہ اس انداز میں بولنے لگی جیسے دوپٹا اوڑھ رہی ہو۔ ''آں... ہاں... یہ مل گیا ہے۔ ذرا ایک منٹ... بس ابھی آئی۔ توبہ ہے یہ تو سر پر ٹھہرتا ہی نہیں ہے۔''

وہ سن رہا تھا اور ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''واقعی کم سن ہو۔ الہڑ اور نادان ہو۔ باخدا بہت ہی معصوم ہو۔ تم پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔''

وہ بے چارا نہیں جانتا تھا کہ کس بلا کو معصوم اور نادان کہہ رہا ہے؟ کاہنہ نے اپنی خواب گاہ میں بند رہ کر شہناز بانو کی ویڈیو فلمیں دیکھی تھیں۔ وہ حویلی میں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں کس طرح اٹھتی بیٹھتی' چلتی پھرتی ہے اور کیسی نزاکت سے اور ناز و انداز سے بولتی ہے۔ اس کی وہ تمام ادائیں کاہنہ کے ذہن میں نقش ہو گئی تھیں۔

وہ اس شام سات بجے حویلی میں پہنچ گیا۔ ہونے والے داماد کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ وہاں پردے کا رواج تھا۔ چونکہ نکاح ہو چکا تھا۔ اس لیے بزرگوں اور رشتے داروں کی موجودگی میں انہیں ملنے اور باتیں کرنے کی اجازت تھی۔

جب اس سے سامنا ہوا تو کاہنہ اسے دیکھتے ہی اس کی

طرف مائل ہوگئی۔ وہ چالیس برس کا تھا مگر اسے عمر رسیدہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ قد آور اور باڈی بلڈر دکھائی دیتا تھا۔ کاہنہ اسے حاصل کرنے کے لیے مچل گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے شہناز کے والدین اور اعظم ہمدانی کو اس بات پر مائل کرنے لگی کہ وہ دو چار دنوں میں ہی اسے دُلہن بنا کر اعظم کے حوالے کر دیں۔

اس خیال خوانی کے نتیجے میں سب ہی کے دماغوں میں وہی ایک بات پکنے لگی تو سب نے مان لیا مگر اتنی جلدی رُخصتی ممکن نہیں تھی۔ دور دراز کے رشتے داروں کو مدعو کرنا ضروری تھا۔ اس لیے دس دنوں کے بعد رُخصتی کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔

☆☆☆

میں ایئر پورٹ میں تھا۔ پیرس سے انڈیا کے شہر دہلی جا رہا تھا۔ وہاں ایک بک اسٹال پر کھڑا کوئی اچھا سا میگزین ڈھونڈ رہا تھا۔ دہلی میں الپا اور پارس تھے۔ وہاں ان کے قریب رہ کر کچھ وقت گزارنے کا ارادہ تھا۔ میری اپنی منزل کاہنہ تھی۔ مجھے خود اس منزل تک نہیں پہنچنا تھا اور میں راستہ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس حسینہ کو پسند نہ کرنے کے باوجود یہ انتظار تھا کہ تقدیر مجھے کس طرح اس کے قریب پہنچائے گی؟

بک اسٹال کے اندر ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ میں نے یونہی نظریں اُٹھا کر دیکھا تو یوں لگا' وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے میگزین سے نظریں اُٹھا کر دوسری بار آئینے میں دیکھا۔ عورتوں اور مردوں کے ہجوم میں ایک حسینہ کھڑی مجھے تک رہی تھی۔ میں نے نظریں جھکا کر میگزین کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ ''یہ کون ہے؟ کیا ارادتاً دیکھ رہی ہے یا بے خیالی میں تک رہی ہے؟''

میں نے سر اُٹھا کر پھر آئینے میں دیکھا۔ وہ پلٹ کر جا رہی تھی۔ میں فوراً ہی ادھر گھوم گیا۔ وہ پلٹ کر جانے والی بھیڑ میں گم ہوگئی تھی۔ میری متلاشی نظریں ادھر ادھر دور تک دیکھ رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا' تقدیر کاہنہ سے آنکھ مچولی کھلا رہی ہے۔

انسانی نفسیات کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا تھا کہ جناب علی اسداللہ تبریزی سے اجازت ملنے کے بعد وہ میری سوچ کا مرکز بن گئی تھی۔ کسی کی پرچھائیں بھی کاہنہ کی پرچھائیں لگتی تھی۔ اب خواہ مخواہ ہی میری نظریں اسے ڈھونڈنے لگتی تھیں۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ چشم زدن میں غائب ہونے والی وہ لڑکی کاہنہ ہی ہو سکتی ہے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ کاہنہ لکھنؤ میں ہے۔ وہ جو کوئی بھی تھی۔ ایک گفٹ شاپ کے پیچھے چھپی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی یہ معلوم کر کے خوش ہو رہی تھی کہ میری نگاہیں اسے تلاش کر رہی ہیں۔ وہ تو خوش ہو رہی تھی مگر میں اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں کسی کو بھی کاہنہ کیوں سمجھ لیتا ہوں؟

میں نے مان لیا کہ وہ حقیقت نہیں تھی۔ میرا خیال تھی۔ صرف آئینے میں نظر آئی۔ اگر حقیقت ہوتی تو آئینے کے باہر بھی دکھائی دیتی۔ میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ ایک میگزین خرید کر اپنا سفری بیگ اُٹھا کر بورڈنگ کارڈ لینے کی غرض سے جانے لگا پھر ایسے ہی وقت ٹھٹک گیا۔

وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ بڑے ہی ناز و انداز سے چلتی ہوئی لیڈیز واش روم کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر ایک ذرا رک کر سر گھماتے ہوئے مجھے دیکھا پھر اندر چلی گئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ میں واش روم کی دیوار سے ٹیک لگا کر میگزین کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس کی واپسی کا انتظار تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیوں اپنی اداؤں سے مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے؟

وہ بہت خوش تھی۔ واش روم میں آ کر اس نے اپنے پرس میں سے موبائل فون نکالا پھر نمبر پنچ کرنے لگی۔ تقریباً ایک ماہ پہلے وہ انگولا گئی تھی۔ وہاں اس نے مندر میں جا کر کالی دیوی کے درشن کیے تھے۔ وہ اپنی آمدنی کے ذرائع پیدا کرنا چاہتی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کی زندگی میں کوئی لائف پارٹنر کب آئے گا؟

کاہنہ نے کہا تھا۔ ''تو بہت اچھی ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔ میں جب بھی بلایا کروں۔ میرے پاس آجایا کر۔ تیرے دن پھر جائیں گے۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ مجھے پسند کرتی ہیں اور مجھ سے بار بار ملنا چاہتی ہیں۔ کیا سچ میرے دن پھر جائیں گے؟''

کاہنہ نے کہا۔ ''مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ تیرا نام سندھیا ہے۔ تو ماڈلنگ کرتی ہے۔ میں پیش گوئی کرتی ہوں' ایک ہفتے کے اندر تجھے ماڈلنگ کے سلسلے میں لاکھوں ڈالرز کی آفر ملے گی۔''

وہ اس کے قدموں کو چھو کر بولی۔ ''دیوی ماں کی جے ہو۔ میں بار بار آپ کے قدموں کو چھونے یہاں آیا کروں گی۔ پلیز' میرے لائف پارٹنر کے بارے میں کچھ بتائیں؟''

''اب سے تقریباً دو ماہ بعد وہ تیری زندگی میں آئے گا۔

میرا فون نمبر نوٹ کر! اگر وہ نہ آئے تو فون پر مجھ سے رابطہ کرنا۔ میں اس لائف پارٹنر کو تیرے پاس بھیج دوں گی۔"

وہ کوئی پہنچی ہوئی نہیں تھی کہ کسی کے بارے میں پیش گوئی کرتی تو وہ پوری ہو جاتی۔ حقیقت یہ تھی کہ اس کے پاس ایک بہت بڑی کمپنی کا مالک آیا تھا۔ وہ کاہنہ کا عقیدت مند تھا۔ ایک نیا پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے اس کا آشرواد لینا چاہتا تھا۔ کاہنہ نے کہا تھا کہ وہ اپنے نئے پروجیکٹ میں کامیاب رہے گا۔

جب سندھیا سے ملاقات ہوئی تو کاہنہ اس سرمایہ دار کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ ماڈلنگ کے لیے سندھیا کا انتخاب کرے گا اور اسے پچاس لاکھ ڈالرز دے گا تو اپنے پروجیکٹ میں ضرور کامیاب رہے گا۔

اس طرح ایک ہفتے کے اندر ہی سندھیا کو پچاس لاکھ ڈالرز کی بہت بڑی آفر ملی تو وہ خوشی سے نہال ہو گئی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا۔ "دیوی ماں کی جے ہو۔ آپ نے جو کہا تھا وہی ہوا۔ مجھے ایک بہت بڑی کمپنی سے ماڈلنگ کی آفر ملی ہے اور پچاس لاکھ ڈالرز مل رہے ہیں۔ میں آپ کے قدموں سے لپٹ کر اپنی خوشی کا اظہار کرنا اور آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

ان دنوں کاہنہ میرے اور الیشورارا کے معاملات میں اُلجھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ جب بھی مصروفیت کم ہو گی۔ تجھے اپنے پاس بلاؤں گی۔ جب دو ماہ بعد میری دوسری پیش گوئی پوری ہو تو مجھ سے ضرور رابطہ کرنا۔"

کاہنہ نے سوچا تھا کہ اس کی زندگی میں کوئی شخص نہیں آئے گا۔ وہ فون کرے گی تو وہ کسی بھی مرد کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے پاس پہنچا دے گی۔ اس بات کو دو ماہ گزر چکے تھے۔ اتفاق سے ایرپورٹ میں سندھیا کا دل مجھ پر آ گیا تھا۔ وہ دور ہی دور سے مجھے آزما رہی تھی کہ میں اس کی طرف مائل ہوتا ہوں یا نہیں؟

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں اسے نہیں... کاہنہ کو تلاش کر رہا ہوں اور میری متلاشی نگاہیں اسے سمجھا رہی تھیں کہ میرا دل اس پر آ گیا ہے۔ اس نے واش روم کے دروازے کو ایک ذرا سا کھول کر دیکھا۔ میں ایک دیوار سے ٹیک لگائے میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ میں اس کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہوں۔

اس نے موبائل فون کے ذریعے کاہنہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "دیوی ماں کی جے! آپ کی دوسری پیش گوئی بھی پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ ایک خوبرو شخص میری طرف مائل ہو رہا ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں۔ مجھے اس کے متعلق بتائیں، وہ شخص ایک اچھا اور سچا لائف پارٹنر ثابت ہو گا؟"

کاہنہ نے کہا۔ "تو اس سے ملاقات کر اس سے باتیں کر۔ اس کے بعد میں کچھ بتا سکوں گی۔"

وہ بولی۔ "میں واش روم میں ہوں۔ ابھی باہر جا کر اسے مخاطب کرتی ہوں۔"

وہ فوراً ہی واش روم کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔ فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا مگر میں وہاں نہیں تھا۔ اس نے دور تک نظریں دوڑائیں پھر شیشے کی دیوار کے اس پار دیکھا، میں بورڈنگ کارڈ حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت کاہنہ سندھیا کے اندر رہ کر معلوم کر رہی تھی کہ وہ بھی اسی فلائٹ سے دہلی جا رہی ہے۔ اس نے فون پر کہا۔ "کیا ہوا سندھیا...!"

وہ بولی۔ "وہ بورڈنگ کارڈ لے کر جا رہا ہے۔ ابھی انڈیا کے شہر دہلی جانے والی فلائٹ کا اعلان ہوا ہے۔ شاید وہ اسی فلائٹ سے جا رہا ہے۔ میں بھی دہلی جا رہی ہوں۔"

"تو پھر جا اور بورڈنگ کارڈ حاصل کر۔ اس کے قریب ہی کوئی سیٹ حاصل ہو گی تو اس سے اچھی طرح باتیں کر سکے گی۔"

وہ فوراً ہی بورڈنگ کارڈ لینے وہاں پہنچ گئی۔ اس وقت تک میں وہاں سے جا چکا تھا۔ سندھیا نے کاؤنٹر پر کہا۔ "ابھی جو صاحب یہاں سے گئے ہیں۔ میں ان کے برابر والی سیٹ چاہتی ہوں۔ وہ میرے کزن ہیں۔"

اسے میرے برابر والی سیٹ کا بورڈنگ کارڈ مل گیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ویٹنگ روم میں آئی۔ وہاں مسافر فلائٹ کی روانگی کا انتظار کرتے تھے۔ جب انہیں کال کی جاتی تھی تو وہ جہاز میں جا کر بیٹھتے تھے اور بہت پہلے ہی کال کی جا چکی تھی۔ تمام مسافر جہاز میں جا رہے تھے اور میں بھی وہاں سے جا چکا تھا۔

کاہنہ نے سوچا تھا کہ جب سندھیا مجھ سے باتیں کرے گی تو وہ میری آواز سنتے ہی میرے اندر پہنچ جائے گی پھر میرے متعلق بہت سی معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے میری پوری ہسٹری بتائے گی۔

لیکن سندھیا کی بھاگ دوڑ کے باوجود ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ نہ وہ مجھ سے بات کر پا رہی تھی اور نہ ہی کاہنہ مجھ تک پہنچ رہی تھی۔ میرے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

تقدیر ہم انسانوں کے ساتھ کیسے کھیل کھیلتی ہے؟ کسی کو کسی کے ساتھ عجیب انداز میں جوڑتی ہے اور کسی کو کسی سے توڑ کر جدا کر دیتی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا ہم غور نہیں کرتے کہ ہمارے ساتھ کس طرح کیا ہو چکا ہے؟ میرے حالات پر اس پہلو سے غور کیا جائے کہ مجھے ممبئی جانا چاہیے تھا۔ وہاں میری پوتی انوشے اور بیٹا پورس تھا۔

لیکن اس بار میں راستہ بدل کر دہلی جا رہا تھا۔ ارادہ بدلتا ہے تو راستے بدل جاتے ہیں۔ اس کے پیچھے کوئی مصلحت تھی، جو بعد میں ظاہر ہونے والی تھی۔ فی الحال تو میرے وہاں جانے کی دلیل یہ تھی کہ وہاں بھی میرے ہی خون کے رشتے تھے۔ میں کچھ روز الپا اور پارس کے قریب رہنا چاہتا تھا اگر ممبئی جاتا تو وہ نہ ہوتا جو اب دہلی جانے کے بعد ہونے والا تھا۔

میں انجان مسافر اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جہاز پرواز کرنے والا تھا۔ اعلان کیا جا رہا تھا کہ مسافر اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ ایسے ہی وقت سندھیا تیزی سے چلتی ہوئی آ کر میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا جسے اب تک دور ہی دور سے دیکھ کر تجسس میں مبتلا ہو رہا تھا، وہ اچانک ہی پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا اتفاقاً ہو جاتا ہے جبکہ مقدر کی باقاعدہ پلاننگ سے ایسا ہو رہا تھا۔

اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہائے...! میرا نام سندھیا ہے۔ میں دہلی جا رہی ہوں۔"

میں نے مصافحے کے لیے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ اندر سے ذرا لرز گئی۔ جذبات یہ تھے کہ ہونے والا لائف پارٹنر اس کا ہاتھ تھام رہا ہو۔ میں نے کہا۔ "میرا نام شہزاد رضا ہے۔ میں بھی دہلی جا رہا ہوں۔"

اس نے بڑے ہی جذبے سے میرے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔ دل کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ پکڑ لیا ہے تو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مصافحہ ہو چکا ہے۔ کیا میرا ہاتھ واپس کرو گی؟"

وہ چونک کر میرے ہاتھ کو چھوڑتے ہوئے بولی۔ "اوہ... سوری، یہ میری بری عادت ہے۔ جب سوچ میں گم ہوتی ہوں تو اپنے آپ کو بھول جاتی ہوں۔ ابھی میں اچانک کچھ سوچنے لگی تھی۔ سو سوری..."

میں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ سیٹ بیلٹ باندھ لو۔"

طیارہ رَن وے پر دوڑ رہا تھا۔ وہ سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد پرس سے موبائل فون نکال کر رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ پرواز کے دوران موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پلیز، اسے پرس میں رکھ لو۔"

اس نے بے بسی سے فون کو دیکھا پھر اسے پرس میں رکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ "کیا کروں؟ یہ مجھ سے باتیں کر رہا ہے، مجھے دیوی ماں کو اطلاع دینی چاہیے مگر فون استعمال نہیں کر سکتی۔ کیا مصیبت ہے؟"

میں کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں یہ بات تھی کہ یہ کاہنہ ہو سکتی ہے۔ روپ بدل کر دہلی جا رہی ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھنا چاہوں گا تو یہ مجھے اپنے اندر محسوس کرتے ہی چونک جائے گی پھر میری اصلیت معلوم کرنا چاہے گی۔

پھر یہ سوچ پیدا ہوئی۔ "میں نے خود کو شہزاد رضا کہا ہے۔ اگر یہ کاہنہ ہے تو میرے اندر آ کر چور خیالات کیوں نہیں پڑھ رہی ہے؟ کیا مجھے فرہاد کی حیثیت سے پہچان رہی ہے؟"

کاہنہ جانتی تھی کہ سندھیا جہاز کے اندر موبائل فون استعمال نہیں کر سکے گی لہٰذا وہ اس کے اندر آ گئی تھی۔ اس نے کاہنہ کی مرضی کے مطابق مجھ سے پوچھا۔ "دہلی میں کہاں رہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "وہاں میرا کوئی مکان نہیں ہے۔ میں انڈیا کے بڑے بڑے شہروں میں گھومنے پھرنے جا رہا ہوں۔ دہلی کے کسی ہوٹل میں دو چار روز رہوں گا۔"

وہ بولی۔ "ہوٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہاں میرا اپنا اپارٹمنٹ ہے۔ میں تنہا رہتی ہوں۔ تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔"

میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ساتھ....؟ نہیں۔ تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟ تم جوان عورت ہو۔ میں اپنی آبرو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

اس بات پر وہ ہنسنے لگی۔ ایسے وقت میں نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ کاہنہ میرے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اسے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ میرا نام شہزاد رضا ہے۔ میں ایک کروڑ پتی بزنس مین ہوں اور سیاحت کی غرض سے انڈیا جا رہا ہوں۔

پھر اس نے میری ہی سوچ اور لہجے میں کہا۔ "یہ جو میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ بہت ہی حسین اور اسمارٹ ہے۔ مجھے اس سے شادی کر لینی چاہیے۔"

www.pdfbooksfree.pk

میں نے اپنی سوچ میں کہا۔ ”ہاں، بے شک یہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ میرا دل اس پر آ گیا ہے۔ میں اس سے محبت کا اظہار کروں گا۔“

پیرس کے بنگلے میں جب کاہنہ کو یہ معلوم ہوا تھا کہ جسے وہ کنور پرتاب سنگھ سمجھ کر اپنے بیڈروم میں لے کر آئی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور ہے تو اس نے اسے زخمی کیا تھا اور اس کے زخموں پر نمک چھڑکا تھا۔ اس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ اسے فرہاد سمجھ کر مار ڈالنا چاہتی تھی۔ پہلے اس نے مجھے کنور پرتاب سنگھ سمجھا تھا اور اب شہزاد رضا سمجھ کر پھر دھوکا کھا رہی تھی۔

یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ جس طرح وہ مجھ سے کترانے کے لیے کسی کنور پرتاب سنگھ کے ساتھ جسمانی رشتہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ اسی طرح اب سندھیا بن کر شہزاد رضا کو پھانس رہی ہے۔ مجھے پورا یقین ہو گیا کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی عورت کاہنہ ہی ہے۔ یہ نیا روپ اختیار کر کے میری زندگی میں آ رہی ہے اور دھوکا کھاتے ہوئے وہی کر رہی ہے جو تقدیر اس سے چاہتی ہے۔

میں نے بھی وہی کیا‘ جو وہ چاہتی تھی۔ اس کی طرف جھک کر بڑی لگاوٹ سے کہا۔ ”تم بہت خوبصورت ہو۔ میرا دل تم پر آ گیا ہے۔“

وہ ذرا شرماتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔ ”تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔ میں تو پیرس ایرپورٹ پر تمہیں دیکھتے ہی دل ہار گئی تھی۔“

میں نے کہا۔ ”آئی لو یو سندھیا...!“

وہ بولی۔ ”آئی لو یو ٹو... اب تو تم میرے ساتھ اپارٹمنٹ میں رہو گے؟“

وہ حسین تھی‘ جوان تھی اور اس میں بلا کی کشش تھی مگر میں بہت بدل چکا تھا۔ جوانی اور بے اعتدالی کا ایک دور گزر چکا تھا۔ اب نہ کوئی حسینہ مجھے اپنی طرف مائل کر سکتی تھی اور نہ ہی میں کبھی کسی حالت میں بہکنا چاہتا تھا۔

کاہنہ کی طرف اس لیے مائل ہو رہا تھا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کا مشورہ دیا تھا۔ میرے پاس بیٹھی ہوئی سندھیا اگر واقعی کاہنہ تھی تو میں باقاعدہ نکاح پڑھانے کے بعد اس کے ساتھ دن رات گزار سکتا تھا مگر اس سے پہلے پوری طرح یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ واقعی کاہنہ ہی ہے؟

سندھیا نے پوچھا۔ ”کس سوچ میں پڑ گئے؟“

میں نے کہا۔ ”آج رمضان کی پچیس تاریخ ہے۔ ہم مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ عبادت کرتے ہیں۔ پرائی عورتوں سے دور رہتے ہیں۔ میں اگلے چار پانچ دنوں تک تمہارے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے نہیں رہ سکوں گا۔“

”کوئی بات نہیں... اس کے بعد تم میرے اپارٹمنٹ میں آؤ گے اور دن رات میرے ساتھ رہو گے؟“

اس وقت تک میں معلوم کر لیتا کہ وہ واقعی کاہنہ ہے یا نہیں؟ پھر اسی کے مطابق اس کے ساتھ رہتا یا پھر کترا جاتا۔ میں نے کہا۔ ”بے شک، اس کے بعد میں تمہارے ساتھ اپارٹمنٹ میں آ کر رہوں گا۔ بائی دا وے۔ کیا تم اس دنیا میں بالکل تنہا ہو؟“

”ہاں، میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ میری ماں ایک بہت مشہور ماڈل تھی۔ اس نے اپنے پیشے کے مطابق مجھے بھی تعلیم و تربیت دی۔ آج میں بھی ایک کامیاب ماڈل ہوں لیکن اس کامیابی کے پیچھے صرف میری ماں کا ہی نہیں‘ میری دیوی ماں کا بھی ہاتھ ہے۔“

”اچھا۔ تو تم ہندو ہو؟“

”نہیں.... میں کرسچن ہوں مگر دیوی ماں کو مانتی ہوں۔ وہ بہت پہنچی ہوئی دیوی ہیں۔ جو کہتی ہیں‘ وہ پورا ہو جاتا ہے۔ میں نے ان کے درشن کیے ہیں۔ وہ جلد ہی مجھے پھر درشن دینے کے لیے اپنے پاس بلائیں گی۔“

میں اس کی باتیں سن کر اُلجھ گیا۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا وہ دیوی ماں تم سے ملاقات کرتی ہے؟“

وہ بڑے فخر سے بولی۔ ”ہاں۔“

”کیا وہ تم سے باتیں بھی کرتی ہے؟“

”ہاں، شاید تم نے سنا ہو گا‘ انگولا میں گوانزا شہر سے چند میل کے فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ وہاں ایک پرانے مندر میں وہ دیوی ماں ہزاروں برس سے زندہ ہے۔“

میں حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ کاہنہ ہو کر خود اپنے ہی بارے میں بول رہی ہے یا وہ کاہنہ نہیں ہے؟ اس کی کوئی عقیدت مند ہے۔ اس لیے اس کی تعریفیں کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ ”تم نے اس سے کہاں ملاقات کی تھی؟“

”اب سے دو ماہ پہلے ان کے مندر میں گئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر بہت بڑی کمپنی سے ماڈلنگ کی آفر ملے گی اور مجھے لاکھوں ڈالرز ملیں گے پھر دو ماہ بعد مجھے میری پسند کا لائف پارٹنر ملے گا۔“

وہ مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ”ان کی دونوں پیش گوئیاں دُرست ثابت ہوئی ہیں۔ مجھے ایک ہفتے کے اندر پچاس لاکھ ڈالرز ملے تھے اور یہ تو تم دیکھ رہے ہو‘ ٹھیک دو ماہ بعد لائف پارٹنر کی حیثیت سے تم مجھے مل چکے ہو۔“

اس وقت ایر ہوسٹس شراب اور دیگر مشروبات کی ٹرالی لیے ہماری طرف آ رہی تھی۔ اس نے ہمارے قریب آ کر پوچھا۔ ”آپ کیا لینا پسند کریں گے؟“

میں نے سندھیا سے کہا۔ ”میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ ہم مسلمان ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ شام سے پہلے نہ کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ تم جو چاہو پی سکتی ہو۔“

اس نے ایر ہوسٹس سے وہسکی کا ایک پیگ طلب کیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی نشے کو منہ نہیں لگاتا۔ ایر ہوسٹس ایک بڑا سا پیگ بنا کر اس کے سامنے رکھ کر دوسرے مسافروں کی طرف چلی گئی۔ اس نے پیگ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ ”اگر اپنا ساتھی بھی پینے والا ہو تو مزہ دوبالا ہو جاتا ہے مگر تم مجبور ہو اور میں تمہارے مذہبی معاملے میں کچھ بول نہیں سکتی۔“

اس نے ”چیئرز“ کہہ کر اس جام کو منہ لگایا پھر ایک گھونٹ پیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کاہنہ نہیں ہے اور میرا یقین دُرست نکلا۔ مجھے اس کی پوری ہسٹری معلوم ہو رہی تھی۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا.... خوامخواہ میں اتنا وقت ضایع کرتا رہا۔ وہ ایک عام سی عورت نکلی جس کا میرے معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

ویسے اس سے مل کر اتنا تو معلوم ہوا کہ فون کے ذریعے کاہنہ اور اس کے درمیان رابطہ رہتا ہے۔ میں نے اس کا فون نمبر اچھی طرح یاد کر لیا۔ سندھیا کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ بھی دہلی پہنچ کر کاہنہ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اسے بتانا چاہتی ہے کہ اس کی دوسری پیش گوئی بھی دُرست ثابت ہوتی ہے۔ شہزاد رضا اس کی طرف مائل ہو گیا ہے اور آیندہ اس کا لائف پارٹنر بننے والا ہے۔

جب وہ دہلی پہنچ کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر باہر آئی تو سب سے پہلے فون کے ذریعے کاہنہ کو مخاطب کیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ وہ خوش ہو کر اسے بتا رہی تھی کہ میں اس کا لائف پارٹنر بننے والا ہوں۔ وہ کاہنہ کی احسان مند تھی۔ بار بار اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ”دیوی ماں! میں آپ کے قدموں میں آنا چاہتی ہوں۔ فار گاڈ سیک... مجھے بتائیں آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے کہاں مل سکتی ہوں؟“

”میں اپنے مندر میں نہیں ہوں۔ وہاں سے ہزاروں میل دور ہوں۔ فی الحال کسی سے مل نہیں سکتی۔“

”آپ نے پہلے بھی ملنے کی بات ٹال دی تھی جبکہ وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنے پاس بلائیں گی۔ دیوی ماں کو اپنا وچن نبھانا چاہیے۔“

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی۔ ”بے شک تُو دُرست کہتی ہے۔ مجھے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے۔ جا... اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچ۔ غسل کر کے فریش ہو جا اور پھر کھا پی کر سو جا۔ جب نیند سے جاگے گی تو میں تجھے اپنے پاس بلاؤں گی۔“

وہ خوش ہو کر اس کا شکریہ ادا کرتی رہی۔ اس کے گن گاتی رہی۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ اسے اپارٹمنٹ میں جا کر غسل کرنے اور سونے کا مشورہ کیوں دے رہی ہے؟ یقیناً نیند کی حالت میں اس پر تنویمی عمل کرنے والی ہے۔ میرا یہ اندازہ دُرست تھا یا نہیں؟ یہ مجھے ایک آدھ گھنٹے میں معلوم ہونے والا تھا۔

میں نے ایرپورٹ سے ہی ایک رینٹیڈ کار حاصل کی پھر اسے اس کے اپارٹمنٹ میں پہنچا کر بولا۔ ”میں ہوٹل تاج محل میں رہوں گا۔ آج شام افطار کے بعد فون پر تم سے رابطہ کروں گا پھر ہم کہیں گھومنے پھرنے کا پروگرام بنائیں گے۔“

میں اسے وہاں چھوڑ کر ہوٹل تاج محل میں آ گیا۔ وہاں ایک کمرا حاصل کرنے کے بعد غسل کرنے لگا۔ اس دوران بار بار سندھیا کے دماغ میں جاتا رہا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ہلکا پھلکا ناشتا کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد سونے کا ارادہ تھا لیکن اسے جماہیاں آنے لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ کاہنہ اس کے اندر موجود ہے۔ اسے اپنے مقصد کے لیے سلانا چاہتی ہے۔

وہ بیڈ پر آ کر لیٹتے ہی آنکھیں بند کر کے سو گئی۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ وہاں گہری خاموشی تھی۔ وہ نہ کچھ بول رہی تھی‘ نہ ہی کوئی عمل کر رہی تھی۔ شاید ٹوہ لے رہی تھی کہ وہاں اور کوئی موجود ہے یا نہیں؟ وہ پیرس سے یہاں تک میرے اور اس کے دماغ کو ٹٹولتی آئی تھی۔ میرے بارے میں یقین ہو گیا تھا کہ میں ایک سیدھا سادہ سا بیوپاری ہوں اور سندھیا سے عشق کرنے لگا ہوں۔

اسے سندھیا کی طرف سے بھی اطمینان تھا۔ وہ اسے پچھلے دو ماہ سے جانتی تھی۔ اس وقت بھی مطمئن ہو گئی کہ اس کے دماغ میں کوئی موجود نہیں ہے۔ تب وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ ”سندھیا....! تُو گہری نیند میں ہے۔ تیری آنکھیں بند ہیں اور تیرے کان دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہے ہیں۔ تُو صرف میری باتیں سن رہی ہے۔“

وہ جواباً بولی۔ ”ہاں، میں گہری نیند میں ہوں۔ نہ دنیا کو

دیکھ رہی ہوں۔ اور نہ ہی تیرے سوا کسی کی آواز سن رہی ہوں۔''

''میں تیرے دل و دماغ پر اور تیرے حواس پر چھا رہی ہوں۔ تُو اپنی ذات کو میری ذات میں گم کر رہی ہے۔ اپنے آپ کو بھول رہی ہے۔ اپنی قدر کھو کر میرے پاؤں کی دھول بن رہی ہے۔ آیندہ میری معمولہ بن کر رہے گی۔ میرے ہر حکم پر عمل کرے گی۔ میری تابع دار اور پجارن بن کر رہے گی۔''

وہ اپنے تنویمی عمل کے مخصوص طریقہ کار کے مطابق اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنا رہی تھی اور وہ بن رہی تھی پھر کاہنہ نے کہا۔ ''میرا پراسرار علم کہتا ہے تُو نامعلوم طریقے سے میرے کام آرہی ہے اور آیندہ بھی بہت کام آتی رہے گی۔''

بعض نجومی اور دوسرے غیر معمولی علوم جاننے والے اپنے ہی علم سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ علم کہتا کچھ ہے اور وہ سمجھتے کچھ ہیں۔ مقدر میں یہی لکھا تھا کہ وہ کسی نہ کسی ہیرا پھیری سے مجھے ملے گی' میری منکوحہ بنے گی اور اس کا علم کہہ رہا تھا کہ سندھیا نامعلوم طریقے سے اس کے کام آرہی ہے اور آیندہ بھی کام آتی رہے گی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سندھیا ہمارے مقدر کے مطابق اس کے کام آرہی تھی اور آیندہ اسے میرے پاس پہنچانے والی تھی۔

چونکہ وہ اپنے پراسرار علوم کی رہنمائی کے مطابق سوچتی' سمجھتی' ان پر عمل کرتی اور ان کے مطابق زندگی گزارتی تھی لہٰذا اس نے یہی سوچا کہ سندھیا کو اس کے پاس آنا چاہیے۔ دس دن کے بعد وہ دُلہن بن کر رخصت ہونے والی تھی۔ چار دن گزر چکے تھے۔ اب چھ دن رہ گئے تھے۔ یہ اندیشہ پیدا ہو رہا تھا کہ وہ دو بار سہاگ رات منانے کے سلسلے میں ناکام رہی ہے۔ تیسری بار بھی ایسا نہ ہو لہٰذا جب اس کا علم کہہ رہا ہے کہ سندھیا اس کے کام آنے والی ہے تو پھر اسے ضرور اپنے قریب بلانا چاہیے۔ شاید اس کی موجودگی سے نحوست دور ہو جائے اور وہ تیسری بار اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔

اس نے تنویمی عمل کے دوران اسے حکم دیا کہ وہ کل ہی اس کے پاس آئے گی۔ اس کے ساتھ چھ دن گزارے گی اور ساتویں دن واپس چلی جائے گی کیونکہ وہ دُلہن بن کر اپنے دولہے کی حویلی میں جانے والی ہے۔

دولہا یہاں بیٹھا ہوا تھا اور وہ وہاں کسی دوسرے دولہے کی بات کر رہی تھی۔ اسے بتا رہی تھی۔ ''میں لکھنؤ کی ایک بہت بڑی حویلی میں نواب زادی کی حیثیت سے ہوں۔ یہاں میرا نام شہناز بانو ہے۔ تُو مجھے دیوی ماں نہیں کہے گی۔ بلکہ ایک سہیلی بن کر میرے پاس آئے گی۔''

وہ اسے سمجھا رہی تھی کہ وہاں پہنچ کر سندھیا کو کس طرح لکھنوی آداب کے مطابق اس کے ساتھ رہنا ہوگا؟ اس نے نواب امجد علی شاہ کی حویلی کا پتا بتایا پھر کہا۔ ''تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد لکھنؤ جانے والی فلائٹ میں اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کرلے۔ کل میں تیرا انتظار کروں گی۔''

وہ نہیں چاہتی تھی کہ مجھ جیسا کوئی بھی دشمن سندھیا کو آلہ کار بنا کر اس کے قریب پہنچے لہٰذا اس نے مخصوص لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ ہر پہلو سے حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہی تھی۔ اسے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تھا۔ پوری طرح یقین ہو گیا تھا کہ میں سندھیا کو یا کسی کو بھی آلہ کار بنا کر اب اس کے قریب نہیں آسکوں گا۔

میں نے بھی اطمینان کی سانس لی۔ میری تلاش ختم ہو چکی تھی۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ تقدیر مجھے کس طرح اس کے قریب پہنچانے والی ہے؟ میں پانچوں وقت کا نمازی نہیں ہوں لیکن ماہ رمضان میں پورے روزے رکھتا ہوں اور پابندی سے پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہوں۔ میں نے افطار کے بعد مغرب کی نماز ادا کی پھر ہوٹل سے نکل کر کار ڈرائیو کرتا ہوا سندھیا کے اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچ گیا۔

وہ بہت خوش تھی۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میرا ہی انتظار کر رہی تھی۔ کار میں آکر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''فوراً کسی ٹریولنگ ایجنسی میں چلو۔ مجھے کل لکھنؤ جانا ہے۔ وہاں جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرنی ہے۔''

میں نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تم اچانک لکھنؤ کیوں جا رہی ہو؟''

وہ کاہنہ کی معمولہ بن چکی تھی۔ اس کے حکم کے مطابق بولی۔ ''وہاں میری ایک بہت ہی پیاری سہیلی ہے۔ اس کی شادی ہو رہی ہے۔ میرا جانا بہت ضروری ہے۔''

''کیا مجھ سے بھی زیادہ پیاری ہے؟ مجھے چھوڑ کر وہاں جا رہی ہے۔''

''میں ابھی تم سے یہی کہنے والی تھی کہ کسی طرح تم بھی میرے ساتھ چلو۔''

''میں تو انڈیا کے بڑے بڑے شہروں میں گھومنے آیا ہوں۔ لکھنؤ بھی جا سکتا ہوں لیکن تمہاری سہیلی کو اور اس کے رشتے داروں کو اعتراض ہو سکتا ہے؟''

''انہیں کیوں اعتراض ہوگا؟''

''سب ہی تم سے سوال کریں گے کہ میرا تمہارا کیا رشتہ ہے؟ تم کس رشتے سے میرے ساتھ لکھنؤ آگئی ہو؟ ہم وہاں کسی ہوٹل میں رہیں گے۔ اگر تمہاری سہیلی کا تعلق کسی معزز خاندان سے ہے تو وہ ہماری دوستی پر اعتراض کریں گے۔''

وہ بولی۔ ''ہاں، میری سہیلی نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی ہے۔ وہ خاندانی لوگ ہیں۔ کسی رشتے کے بغیر ہم ساتھ رہیں گے تو سب ہی اعتراض کریں گے۔ کیوں نہ ہم جھوٹ کہہ دیں کہ ہماری شادی ہو چکی ہے۔ ہم میاں بیوی ہیں؟''

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ ''میں خود کو بہت سچا نہیں کہوں گا۔ کبھی مصلحتاً جھوٹ بول لیتا ہوں لیکن ماہ رمضان میں بھولے سے بھی جھوٹ نہیں بولتا۔''

وہ مایوس ہو گئی۔ میں نے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ تم کتنے دنوں کے لیے جا رہی ہو؟''

''میں آج سے ساتویں دن واپس آجاؤں گی۔''

''تو پھر چھ دن کے لیے مجھے بھول جاؤ۔ میں ہرجائی نہیں ہوں۔ یہاں رہ کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔ ہم صبح و شام فون پر بات کریں گے اور آیندہ شادی کر کے ازدواجی زندگی گزارنے کی پلاننگ کرتے رہیں گے۔''

وہ سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں، اس طرح مجھے اطمینان رہے گا۔ تم سے چھ دنوں کے لیے دور رہ کر بھی صبح و شام فون پر تمہاری آواز سنتی رہوں گی۔''

اس نے لکھنؤ جانے والی ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کرلی۔ اس کے بعد ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ رات کو دہلی کے جن علاقوں میں رونق رہتی ہے۔ وہاں گھومتے پھرتے رہے۔ آدھی رات کے بعد وہ اپنے اپارٹمنٹ میں چلی گئی اور میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔ دوسرے دن صبح سے دوپہر تک اسی کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ اسے سی آف کرنے کے لیے ایرپورٹ گیا۔ جب وہ لکھنؤ کے لیے روانہ ہو گئی تو میں نے اطمینان کی سانس لی۔

میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ دوسرے دن لکھنؤ جاؤں گا۔ کاہنہ سے ایک ہی بار رابطہ ہوا تھا۔ پیرس میں جہاں ڈینی زخمی ہوا تھا وہاں میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ وہیں اس سے کچھ باتیں ہوئی تھیں۔ ابھی تک جسمانی طور پر آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ میں لکھنؤ جا کر اسے دیکھ بھی سکتا تھا اور اس کی رُخصتی سے پہلے رنگ میں بھنگ بھی ڈال سکتا تھا۔

اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ کاہنہ کبھی آ کر میرے خیالات پڑھ سکتی ہے۔ یہ معلوم کر سکتی ہے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟ چونکہ میرے چور خیالات اسے صحیح بات کبھی نہیں بتاتے تھے۔ اس لیے اسے یہی معلوم ہوتا کہ میں مسلسل دہلی میں ہوں اور سندھیا کی واپسی کا منتظر ہوں۔

میں ہوٹل میں واپس آگیا۔ دروازے کو چابی سے کھولنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پتا چلا، وہ پہلے سے ہی کھلا ہوا ہے۔ میں ایک دم سے محتاط ہو گیا۔ ایسے وقت میری پوتی الوشے کی آواز سنائی دی۔ ''گرینڈ پا! السلام علیکم، آپ اندر چلے آئیں۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

میں دروازہ کھول کر اندر آیا تو وہ دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم اچانک کیسے چلی آئی ہو؟''

وہ بولی۔ ''میں نے دیکھا' ایک بلا ٹل گئی ہے اور دوسری بلا تک پہنچنے کے لیے آپ کو میری ضرورت ہے۔ اس لیے چلی آئی۔''

میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے کہا۔ ''اچھا تو تم اپنے دادا جان کی پوری خبر رکھتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''اعلیٰ حضرت نے مجھے اسی کام کے لیے ادارے سے باہر بھیجا تھا اور میں یہی کر رہی ہوں۔''

''میں تمہاری ماما اور پاپا (الپا اور پارس) سے ملنے یہاں آیا تھا مگر حالات کہیں سے کہیں لے جا رہے ہیں۔ کاہنہ کسی وقت بھی میرے دماغ میں آسکتی ہے۔ اس لیے میں اپنے کسی رشتے دار سے مل نہیں سکتا۔ بائی دا وے۔ تم اس شہر میں کب آئیں؟''

''میں تو کل رات ہی یہاں پہنچ گئی تھی۔ ماما اور پاپا کے ساتھ ہوں۔ انہیں آپ کے تمام حالات بتا دیے ہیں۔ ان سے وعدہ کیا ہے کہ آپ آج رات ان کے گھر آئیں گے۔ میں آپ کو ان سے ملاؤں گی۔''

''اس کا مطلب ہے' میری پوتی پوری پلاننگ کے ساتھ آئی ہے کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟''

''آپ ابھی یہاں سے باہر نکلیں۔ اس شہر سے دور کسی ویرانے میں چلیں۔ اس کاہنہ کو یقین دلانا ہے کہ شہزاد رضا اس دنیا سے چل بسا ہے۔''

وہ میرا سفری بیگ اُٹھا کر میرے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ ''آپ کا تمام سامان بکھرا ہوا تھا۔ میں نے اس میں رکھ دیا ہے۔ اب چلیں۔''

میں نے سفری بیگ اٹھایا پھر اس کے ساتھ ہوٹل سے

باہر آ گیا۔ ازل سے اب تک یہ ہوتا آیا ہے کہ بچے اپنے بزرگوں کی انگلی پکڑ کر چلتے ہیں۔ میری داستان کے اس موڑ پر یہ حقیقت بدل گئی تھی۔ میں اپنی بچی کی انگلی پکڑ کر شہر سے دور جا رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں لے جائے گی اور کیا کرے گی؟ میں فرہاد علی تیمور ایک نادان بچہ تھا اور وہ میری پوتی دادی اماں بنی ہوئی تھی۔

جب ہم دہلی شہر سے باہر نکلے تو رات کا اندھیرا اپھیل رہا تھا۔ ہائی وے پر بیس کلومیٹر تک جانے کے بعد انوشے نے کہا۔ ''گاڑی کو دوسرے راستے پر لے چلیں۔''

دوسرے راستے پر گہری تاریکی تھی۔ صرف ہماری کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی سے دور تک اُونچی نیچی بنجر زمین دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''تم چاہتی ہو کہ کاہنہ کو میری موت کا یقین ہو جائے تو پھر ابھی میں فون پر سندھیا سے بات کرتا ہوں۔''

میں نے گاڑی روک دی پھر اسے بتایا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟ اس نے میری باتیں سننے کے بعد کہا۔ ''ٹھیک ہے، سندھیا اس کاہنہ کے پاس پہنچ گئی ہے۔ آپ سے فون پر ہونے والی باتیں وہ بھی سنے گی۔ میں آپ کے اندر رہوں گی اور صحیح وقت پر آپ کو گولی کا نشانہ بناؤں گی۔''

میں نے سندھیا سے رابطہ کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی خوش ہو کر بولی۔ ''اوہ آئی لو یو۔ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔ میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں ابھی یہاں پہنچی ہوں اس وقت تم کہاں ہو؟''

''میں شہر سے دور آؤٹنگ کے لیے نکلا ہوں۔ ہائی وے سے دور ایک راستے پر آیا تھا اور اب بھٹک گیا ہوں۔ یہاں سے تین چار راستے مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا' مجھے کس سمت جانا چاہیے؟''

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''یہ تم کہاں پہنچ گئے ہو؟ کب تک اندھیرے میں بھٹکتے رہو گے؟''

''تم فکر نہ کرو۔ میں راستہ ڈھونڈ لوں گا۔ نادان بچہ نہیں ہوں۔ تم نے تو مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ تمہاری یاد میں گم تھا' پتا ہی نہ چلا کہ کس راستے سے کس راستے پر پہنچ گیا ہوں؟''

وہ خوش ہو کر مسکراتے ہوئے بولی۔ ''محبت میں دیوانے ضرور بنو مگر گھر کا راستہ نہ بھولو۔ میں اپنی سہیلی کے پاس پہنچ گئی ہوں۔ یہ میرے پاس بیٹھی ہماری باتیں سن رہی ہے۔ یہاں شادی کی بڑی دھوم دھام ہے۔ بڑی چہل پہل ہے۔ بہت مزہ آرہا ہے۔''

ایسے وقت انوشے نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے فائرنگ کی آوازیں پیدا کیں۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ ''یہ... یہ کون لوگ آرہے ہیں؟ اوہ گاڈ! میں...... میں کیا کروں؟''

سندھیا نے گھبرا کر پوچھا۔ ''کیا ہو گیا؟ یہ فائرنگ کی آواز کیسی ہے؟''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسے ایک شخص کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔ تمہارے پاس جو بھی نقدی ہے' جتنا قیمتی سامان ہے' ہمارے حوالے کردو۔''

ادھر سے سندھیا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''شہزاد! ان سے جھگڑا نہ کرو۔ وہ جو مانگتے ہیں۔ انہیں دے دو۔''

پھر وہ کاہنہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''شہزاد رضا بہت مصیبت میں ہے۔ پلیز اس کی مدد کریں۔''

کاہنہ اسی لمحے میرے دماغ میں آگئی۔ انوشے نے اسے میرے اندر محسوس کرتے ہی فائرنگ کی ایک زوردار آواز پیدا کی۔ میں نے حلق پھاڑ کر ایک چیخ ماری پھر بالکل خاموش ہو گیا۔ انوشے نے اس طرح میرے دماغ پر قبضہ جمایا کہ کاہنہ کی سوچ کی لہریں باہر چلی گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچتی ہوئی نظروں سے سندھیا کو دیکھنے لگی۔

اس نے پوچھا۔ ''کیا ہوا؟ میرا شہزاد خیریت سے تو ہے؟''

وہ ذرا پریشان ہو کر بولی۔ ''نہیں، کسی نے اسے گولی ماری ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔''

اس نے شہزاد رضا کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس چلی آئیں۔ انوشے اسے سمجھا رہی تھی کہ شہزاد کا دماغ مردہ ہو چکا ہے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس نے خیالی لٹیروں اور خیالی فائرنگ کی آوازیں پیدا کی تھیں۔ اس نے کاہنہ کو کسی گولی مارنے والے کی آواز سننے نہیں دی۔ اگر وہ سن لیتی تو اس آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر پہنچنا چاہتی لیکن اس سے پہلے ہی انوشے نے فائرنگ کی آواز پیدا کر کے شہزاد رضا کو مردہ بنا دیا۔

کاہنہ دماغی طور سے اپنی جگہ حاضر ہو گئی تھی۔ اس نے سندھیا کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''صبر کرو۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

''تمہارا وہ چاہنے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ وہ مر چکا ہے۔''

سندھیا کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ کاہنہ نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر اسے قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

''خبردار! یہاں ماتم نہ کرنا۔ یہ شادی کا گھر ہے۔''

وہ بولی۔ ''کس دل سے صبر کروں؟ مجھے ایک اچھا اور سچا چاہنے والا ملا تھا۔ ایسے لوگ کہاں ملتے ہیں؟''

''بہت ملتے ہیں۔ میں پھر تجھے ایسے ہی ایک چاہنے والے سے ملاؤں گی۔ کیا تجھے مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟''

وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ''میں سہیلی بن کر آئی ہوں مگر یہ کبھی نہیں بھولوں گی کہ آپ کی داسی ہوں۔ آپ کے چرنوں کی دھول ہوں۔ میں آپ پر بھروسا کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ شہزاد رضا کی جگہ ایسا ہی کوئی دل سے چاہنے والا مجھے ملے گا۔''

شہزاد رضا اس کا کوئی سگا نہیں تھا۔ برسوں کی جان پہچان نہیں تھی۔ پیرس سے دہلی تک صرف چار پانچ گھنٹوں کی ملاقات تھی۔ اس نے دہلی میں ایک رات اور ایک دن میرے ساتھ گھومتے پھرتے گزارا تھا۔ مجھ سے کوئی گہرا دلی لگاؤ نہیں ہو سکتا تھا جبکہ کاہنہ یہ یقین دلا رہی تھی کہ میری جگہ اب اسے کوئی دوسرا اچھا لائف پارٹنر ملنے والا ہے۔

میں نہیں جانتا روحانیت کیا ہوتی ہے اور روحانیت کے پیچھے کتنی قوتیں چھپی ہوتی ہیں؟ میں تو بس اس قوت کا مظاہرہ دیکھ رہا تھا۔ انوشے نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے چشم زدن میں میری آواز' لب و لہجہ اور شخصیت بدل دی تھی۔ مجھے فرہاد علی تیمور بنا کر شہزاد رضا کو گم کر دیا تھا۔

ہم شہر میں واپس آ گئے۔ میں نے ہوٹل کا رُخ نہیں کیا۔ اپنے بیٹے پارس اور بہو الپا کے پاس آ گیا۔ میں نے اپنی بہو کو بازوؤں میں لے کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ''میں چاہتا تھا' تم میرے لیے ایک پوتا یا پوتی پیدا کرو مگر تم نے تو میری دادی اماں پیدا کی ہے۔''

میری بات پر وہ سب ہنسنے لگے۔ ہم نے وہ رات بہت ہی ہنستے کھیلتے گھومتے پھرتے گزاری پھر سحری کرنے اور صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ہمیں سونے کا موقع ملا۔

روزے رکھ کر زیادہ سونا اور زیادہ غفلت میں وقت گزارنا نہیں چاہیے۔ ہم نے صرف تین گھنٹوں کی نیند پوری کی۔ اس کے بعد بیدار ہو گئے۔ بہت عرصے کے بعد بیٹے بہو اور پوتی کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع مل رہا تھا۔ انوشے اپنے ماں باپ کو میرے حالات بتا چکی تھی۔

میں نے کہا۔ ''تم نے انہیں میرے حالات تو بتا دیے لیکن یہ نہیں بتایا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟''

وہ بولی۔ ''سوری گرینڈ پا...! اعلیٰ حضرت نے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں کسی کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہ

کروں۔ ویسے جو ہونے والا ہوتا ہے، وہ ہر حال میں سامنے آہی جاتا ہے۔‘‘

میں سوچنے لگا کہ شہناز بانو عرف کاہنہ کا نکاح کسی سے پڑھا دیا گیا ہے؟ میں ابھی اس کا نام نہیں جانتا تھا۔ آج سے ٹھیک پانچ دنوں کے بعد اس کی رُخصتی ہونے والی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے گھر جا کر اس کے ساتھ سہاگ رات منانے والی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے کہہ دیا تھا کہ وہ میری زوجیت میں آئے گی۔ ان پانچ دنوں میں پتا نہیں کیا سے کیا ہونے والا تھا؟ ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

ویسے میں تقدیر کے دلچسپ تماشے دیکھ رہا تھا کہ کس طرح سندھیا کے ذریعے کاہنہ کا موجودہ نام اور پتا معلوم ہوگیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اگلے پانچ دنوں میں کیا کرنے جا رہی ہے؟

میں نے سوچا۔ مجھے بھی اپنے طور پر کچھ کرنا چاہیے۔ دراصل یہ تجسس پیدا ہوگیا تھا کہ جو میری شریک حیات بننے والی ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے اور ہو سکے تو مقدر کے مطابق راستہ بدل کر اس کا رُخ اپنی طرف پھیرنا چاہیے۔

میں نے انوشے سے کہا۔ ’’میں کل لکھنؤ جانا چاہتا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟‘‘

وہ بولی۔ ’’آپ ضرور جائیں گے مگر کل نہیں... شاید تین دنوں کے بعد...‘‘

میں نے اسے ایک بازو کے حصار میں لے کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ ’’تمہاری ہر بات میرے تحفظ اور سلامتی کے لیے ہوتی ہے۔ میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔‘‘

میں شام کو پارس کے ساتھ جامع مسجد کی طرف گیا۔ ارادہ تھا کہ وہیں افطاری کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جائے گی۔ امریکا اور یورپ وغیرہ سے نکل کر اسلامی ملکوں کی مسجدوں میں یا انڈیا کے دہلی اور لکھنؤ کی مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہاں روزے رکھنے اور نمازیں ادا کرنے والے مسلمانوں کی کثیر تعداد دیکھ کر اپنے جذبۂ ایمانی کو بہت زیادہ تقویت اور تازگی ملتی ہے۔

مسجد کے وسیع و عریض صحن میں ہر روزے دار اس قدر افطاری لے کر آتا ہے کہ ان کے کھانے کے بعد آدھی سے زیادہ افطاری بچ جاتی ہے جسے مسجد کے باہر غریبوں محتاجوں اور فاقہ کشوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ ماہِ رمضان کے علاوہ ہر ماہ، ہر روز، ہر مسلمان کے گھر سے دو چار روٹیاں نکلتی رہیں تو محلے میں اور آس پاس کے علاقوں میں کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔

دنیا کے کئی ممالک سے آنے والے مسلمان سیاح اور انڈیا کے کئی شہروں سے آنے والے مسافر اس جامع مسجد میں ضرور آتے ہیں۔ میں اور پارس بھی دہلی کے باسی نہیں تھے۔ ہم فرانس کے شہر پیرس سے آئے تھے۔ وہاں یوں لگتا تھا جیسے دنیا بھر کے مسلمان ایک دینی مرکز پر آکر متحد ہوگئے ہوں۔ وہ ایک دوسرے کو اپنے حالات بتاتے تھے اور دنیا بھر کی معلومات فراہم کرتے تھے۔

جب ہم افطار سے پہلے دسترخوان پر آکر بیٹھے تو اسی طرح ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ کون کس ملک سے اور کس شہر سے آیا ہے؟ ایسے ہی وقت ایک صحت مند شخص نے کہا۔ ’’میں لکھنؤ سے آیا ہوں۔ میرا نام اعظم ہمدانی ہے۔‘‘

لکھنؤ شہر سے مجھے دلچسپی تھی۔ وہاں میری اور میری ہونے والی دُلہن کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ میں نے بڑے پیار سے اعظم ہمدانی کو دیکھا۔ وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا۔ ’’اعظم صاحب! آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ کو جانتا ہوں۔ چھ ماہ قبل نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح پڑھایا گیا تھا۔ نکاح خوانی کی رسم اتنی دُھوم دھام سے ادا کی گئی تھی کہ آج بھی وہاں کے لوگ اس تقریب کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔‘‘

میں نواب امجد علی شاہ کا نام سنتے ہی چونک گیا پھر ایک بار نظریں اُٹھا کر اعظم ہمدانی کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اس کے اندر پہنچ گیا۔

مختصر سی خیال خوانی نے بتایا کہ نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی شہناز بانو سے اس کا نکاح پڑھایا جا چکا ہے۔ عید کے دوسرے دن شہناز بانو کی رُخصتی ہوگی۔ اعظم ہمدانی شادی کے سلسلے میں ہی کچھ ضروری خرید و فروخت کے لیے دہلی آیا ہوا تھا۔

کیا خدا کی شان ہے؟ دنیا جہاں کے مسلمان عبادت کے لیے ایک مسجد میں آکر جمع ہوتے ہیں تو وہیں سے ان کی بگڑی ہوئی تقدیریں بننے لگتی ہیں۔ ایک جادوگرنی کو شریکِ حیات بنانے کے بعد اعظم ہمدانی کی تقدیر بگڑنے والی تھی۔ اسی کافرا سے میری تقدیر کچھ عجیب گل کھلانے والی تھی اور ہم دونوں مختلف راہوں سے گزرتے ہوئے مسجد کے اس صحن میں آکر مل رہے تھے۔

خدا عالم الغیب ہے۔ وہی جانتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

سسپنس کا مقبول عام سلسلہ جو تین سو اکہتر ماہ سے جاری ہے

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی
جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ
نہیں چکھا وہ جب اور جس کے ذہن میں جاتا
جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے
قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ
رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو
خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون
میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت
جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے سلتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

میں نے اعظم ہمدانی کے مختصر سے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ وہ شہناز بیگم عرف کاہنہ کے سلسلے میں خاصا پریشان ہے۔ اس نے لکھنؤ سے دہلی پہنچنے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مزار پر حاضری دی تھی پھر اس رات ہوٹل کے کمرے میں آ کر سویا تو اس نے خود کو ایک جنگل میں دیکھا۔ اس جنگل میں شیر اور چیتے تھے۔ وہیں ایک ہزاروں برس پرانا مندر بھی تھا۔ اس مندر کے پچھلے حصے میں سانپ کا ایک بل تھا۔ اس بل سے ایک ناگن نکلتی ہوئی آئی اور کھلی فضا میں اپنا روپ بدلنے لگی۔ اعظم ہمدانی یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ وہ روپ بدلنے والی شہناز بانو (کاہنہ) تھی۔

اس نے پچھلی رات یہ خواب دیکھا تھا پھر نیند سے بیدار ہونے کے بعد پریشانی سے سوچتا رہا کہ اس خواب کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ اس نے دہلی کے ایک ایسے عالم سے رجوع کیا' جو خوابوں کے مفسر تھے۔

میں اس سے آگے اعظم ہمدانی کے خیالات نہ پڑھ سکا۔ افطار کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا، اب مغرب کی نماز کے بعد ہی اس کے باقی خیالات پڑھوں گا پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا۔ ''بیٹے! نماز کے بعد تم اعظم ہمدانی کو یہیں باتوں میں الجھائے رکھنا۔ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔''

ہم نے افطار کے بعد نماز ادا کی۔ جو مقامی باشندے تھے وہ نماز کے بعد اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اب عشا کے وقت آنے والے تھے۔ لیکن جو دوسرے شہروں اور ملکوں سے آئے تھے۔ وہ وہیں مسجد کے صحن میں بیٹھے رہے۔ وہ تمام مسافر عشا کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد وہاں سے جانا چاہتے تھے۔

پارس صحن کے ایک حصے میں بیٹھا اعظم ہمدانی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں ان سے کچھ فاصلے پر خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس نے خوابوں کے مفسر کو پورا خواب سنایا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ اسے جو روپ بدلنے والی عورت دکھائی دی تھی وہ اس کی منکوحہ ہے۔ عید کے دوسرے دن اپنے میکے سے رخصت ہو کر اس کے گھر آئے گی۔

عالم نے اسے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ''سانپ جیسا زہریلا ہوتا ہے۔ اس کی فطرت بھی ویسی ہی زہریلی ہوتی ہے۔ تم اسے لاکھ دودھ پلاؤ، پھر بھی وہ تمہیں ڈس لے گا۔ بعض لوگ سانپ جیسی فطرت رکھتے ہیں۔ ان سے [illegible] رکھو۔ محبت کرو پھر بھی، خود غرضی اور منافع خوری کے کسی موڑ پر محبت کرنے والے دوستوں کو بھی ڈس لیتے ہیں۔''

اعظم ہمدانی نے پوچھا۔ ''لیکن میں نے اپنی منکوحہ کو اس روپ میں کیوں دیکھا؟''

''بعض اوقات خدا کے نیک بندوں کو برا وقت آنے سے پہلے آگاہی مل جاتی ہے۔ تمہیں یہ اشارہ مل چکا ہے کہ تمہاری منکوحہ زہریلی فطرت کی حامل ہے۔''

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ''نہیں، میں یہ نہیں مان سکتا۔ وہ دور کے رشتے سے میری کزن ہے۔ میں اسے بچپن سے جانتا ہوں۔ اس کی صورت جتنی اچھی ہے۔ سیرت بھی اتنی ہی اچھی ہے۔ اس نے کبھی اپنی ذات سے کسی کو نقصان پہنچنے نہیں دیا۔ ہمیشہ برے وقت میں دوسروں کی مدد کرتی ہے۔''

عالم نے کہا۔ ''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہاری باتیں درست ہوں اور میری تفسیر غلط ثابت ہو جائے۔ حقیقت کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔''

اعظم ہمدانی وہاں سے چلا آیا۔ اس خواب نے اسے فکر و پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں نے الوشے کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی...! کیا تم بتا سکتی ہو کاہنہ نے شہناز بانو کا روپ کیسے اختیار کیا ہے اور اصل شہناز بانو کہاں ہے؟''

وہ بولی۔ ''یس گرینڈ پا! مجھے پیش گوئی کرنے کے سلسلے میں منع کیا گیا ہے۔ لیکن میں گزری ہوئی باتیں بتا سکتی ہوں۔ اس سلسلے میں مجھ پر پابندی نہیں ہے۔''

پھر اس نے بتایا کہ شہناز بانو چیچک کے مرض میں مبتلا تھی۔ اسے قرنطینہ میں رکھا گیا تھا۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا اور کاہنہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس قرنطینہ میں جو بوڑھے ملازم اور ملازمہ تھے۔ انہیں بھاری رشوت دے کر شہناز بانو کی لاش کو وہاں سے دور پہنچا دیا تھا اور اس مسلمان لڑکی کو چتا میں جلا دیا تھا۔ اب وہ نواب امجد علی شاہ کی صاحبزادی بن کر اس حویلی میں ہے اور عید کے دوسرے دن دلہن بن کر رخصت ہونے والی ہے۔

وہ ذرا توقف سے بولی۔ ''اس کا دولہا اس وقت مسجد کے صحن میں آپ کے قریب ہے۔ آپ اور کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟''

''نہیں بیٹی! بس اتنی معلومات کافی ہیں۔''

کاہنہ کسی من پسند شخص سے تعلق قائم کرنے کے سلسلے میں دو بار ناکام ہوئی تھی۔ اب تیسری بار مایوس ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے کبھی کبھی اعظم کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھتی رہتی تھی۔ یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ کوئی دشمن اسے ٹریپ کر رہا ہے یا نہیں؟

اسے میری طرف سے اندیشہ تھا۔ میں نے دونوں بار اچانک ہی اپنے رقیبوں کو اس سے دور کر دیا تھا۔

اس روز وہ اعظم کے خیالات پڑھ کر پریشان ہو گئی۔ اس نے پچھلی رات خواب میں ایک ناگن کو دیکھا تھا اور اس ناگن نے شہناز بانو کا روپ اختیار کیا تھا۔

کاہنہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب کے ایک مفسر نے شہناز بانو کو ایک منفی فطرت رکھنے والی زہریلی عورت کہا ہے۔

اس رات اعظم ہمدانی مسجد سے واپس ہوٹل کے کمرے میں آیا تو کاہنہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بستر پر لیٹا دیا۔ تھپک تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی کہ وہ بچپن سے شہناز بانو کو جانتا ہے۔ وہ ایک نیک سیرت لڑکی ہے۔ اس کی ذات سے نہ پہلے کسی کو نقصان پہنچا ہے۔ نہ آئندہ پہنچے گا۔ وہ اپنے شوہر اعظم ہمدانی کی بہترین شریک حیات ثابت ہو گی۔

میں جانتا تھا کہ اعظم ہمدانی کی فکر و پریشانی کاہنہ سے چھپی نہیں رہے گی۔ جب اسے معلوم ہو گا تو وہ اعظم کو شکنجے میں رکھنے کے لیے اس پر کوئی عمل ضرور کرے گی اور وہ یہی کر رہی تھی۔ تنویمی عمل کے بعد اس خواب کو اس کے ذہن سے مٹا رہی تھی۔ آئندہ وہ کاہنہ پر کسی طرح کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس رات جب میں الوشے، الپا اور پارس کے ساتھ سحری کرنے بیٹھا تو میں نے کاہنہ کے بارے میں الوشے کو بتایا پھر پوچھا۔ ''کیا تم اس کے بارے میں مسلسل معلومات حاصل کرتی رہتی ہو؟''

وہ بولی۔ ''جی ہاں، یہ تو آپ جانتے ہیں' مجھے بابا صاحب کے ادارے سے آپ کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا ہے لہٰذا جن معاملات سے آپ کا تعلق ہے' میں ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہتی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''اس نے اعظم کے دماغ سے اس خواب کو مٹا دیا ہے۔ اپنی نیکی اور پارسائی اس کے ذہن میں نقش کر دی ہے۔ میں اس کا توڑ کرنا چاہتا ہوں۔''

''اسے اپنے عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا گرینڈ پا! آپ اس کے کسی عمل کا کوئی توڑ نہ کریں۔''

''مجھے ہر حال میں کاہنہ تک پہنچنا ہے۔ اس کے لیے کچھ تو کرنا ہو گا۔''

''اس مقصد کے لیے آپ اعظم ہمدانی کا روپ اختیار کریں گے اور اس کا رول ادا کریں گے۔''

اگر آپ کو

جاسوسی سسپنس پاکیزہ سرگزشت دلکش

کے حصول میں وقت پیش آ رہی ہے یا آپ کو اپنے علاقے کے بک اسٹال سے کوئی شکایات ہے اور آپ کے علاقے میں بروقت پرچہ نہیں پہنچ رہا تو اس کوپن کو پر کر کے روانہ کریں یا فیکس کریں۔ (جس پرچے کے بارے میں شکایات ہو اس پر دائرہ بنا دیں)

1) نام ....

2) پتہ ....

3) ٹیلی فون نمبر ....

4) بک اسٹال کا نام / پتہ / فون نمبر ....

5) قریب ترین بک اسٹال کے نام / ٹیلی فون نمبر ....

....

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں

ثمر عباس: 0301-2454188

بدرالدین سرکولیشن منیجر 5804200 -5386783 -5802552 فیکس نمبر 5802551

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز— C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

E-mail:jdpgroup@hotmail.com

میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ پارس سے بولی۔ ’’پاپا! اعظم ہمدانی ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ وہاں ایک اٹیچی میں اس کی ایک بڑی سی تصویر ہے۔ آپ وہ تصویر لے آئیں۔ آپ سب ہی طرح کے میک اپ کے ماہر ہیں۔ گرینڈ پا کو اعظم ہمدانی بنادیں۔‘‘

اعظم ہماری طرح سحری کرنے پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سونے والا تھا۔ ایسے وقت میں نے اسے غائب دماغ بنا کر کمرے کے دروازے کو اندر سے کھلا رہنے دیا۔ نہ اس نے دروازے کو لاک کیا اور نہ ہی چٹخنی چڑھائی۔ اپنے بستر پر آکر سو گیا۔ میں بڑی خاموشی سے یہ معلوم کر رہا تھا کہ کاہنہ اس وقت موجود ہے یا نہیں؟

وہاں حویلی میں شادی کی خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ دیر تک رت جگا رہتا تھا پھر وہ سب ہی دوسرے دن دیر تک سوتے رہتے تھے۔ کاہنہ بھی اس وقت سو رہی ہوگی۔ اس لیے میں نے بڑی دیر تک اعظم کے اندر رہنے کے باوجود اس کی آہٹ تک نہ سنی۔

وہ کاہنہ کے عمل سے متاثر ہو کر اپنے اس خواب کو بھول چکا تھا۔ آیندہ ہم اسے بہت کچھ بھلانے والے تھے۔ وہ ایک نیک اور شریف انسان تھا۔ ہم اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ہم سب نے یہ طے کیا تھا کہ اس کی آواز، لب ولہجہ اور شخصیت تبدیل کی جائے گی۔ اس کے بعد وہ ایک رشتے دار بن کر الپا اور پارس کے ساتھ رہا کرے گا۔

پارس ایسے وقت اس کے کمرے میں گیا۔ جب وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے اٹیچی کو کھول کر دیکھا۔ وہاں اس کی تصویر کے علاوہ گولڈ کے سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ وہ سب اس نے اپنی دلہن کے لیے خریدے تھے۔ کپڑوں کے نیچے بڑے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی رکھی ہوئی تھی۔ پارس نے ان سب چیزوں کو اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ چور صرف تصویر چرانے نہیں بلکہ پوری طرح ڈاکا ڈالنے آیا تھا۔

اعظم فجر کی نماز کے بعد سویا تھا۔ اب ظہر کے وقت بیدار ہونے والا تھا۔ میں نے اس کی تصویر دیکھی۔ الپا اور پارس نے میک اپ کا تمام سامان قد آدم آئینے کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ’’آپ کے اور اعظم کے چہرے کی ساخت ایک جیسی ہے۔ آپ کو اس کا ہم شکل بنانے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔‘‘

وہ دونوں میرے چہرے کو تبدیل کرنے میں مصروف ہوگئے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سندھیا کے اندر پہنچا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کاہنہ وہاں کیا کر رہی ہے؟ لیکن شادی کے گھر میں رت جگے کے باعث وہ سو رہی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم نہ ہو سکا کہ کاہنہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟

میں اعظم کے اندر پہنچا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ وہاں کاہنہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ’’میں اندیشوں میں مبتلا ہوں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ تیرے ساتھ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے یا ہو چکی ہے۔ ویسے تُو خیریت سے ہے اور آرام سے سو رہا ہے مگر تیرا یہ سکون اور یہ آرام کسی طرح کا فریب تو نہیں ہے؟‘‘

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا۔ ’’تُو اندیشوں میں کیوں مبتلا ہے؟‘‘

’’تُو نہیں جانتا‘ میرا ایک دشمن ہے۔ وہ کم بخت عین وقت پر آکر میری خوشیاں برباد کر دیتا ہے۔ تجھے بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ کیا تُو دروازہ اندر سے بند کر کے سو رہا ہے؟‘‘

وہ کچھ الجھ سا گیا۔ نیند کی حالت میں کسمسانے لگا پھر بولا۔ ’’مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔‘‘

وہ بولی۔ ’’تجھے بیدار ہونے کے بعد یاد نہیں رہے گا کہ خواب میں مجھ سے باتیں ہو رہی تھیں۔ چل اب اٹھ جا اور یہ دیکھ کہ دروازہ بند ہے یا نہیں....؟‘‘

دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ لیکن ایک طرف کھلی ہوئی اٹیچی اور بکھرا ہوا سامان دیکھ کر ایکدم سے چونک گیا۔ فوراً ہی اٹیچی کے پاس آکر دیکھنے لگا۔ ایک ایک لباس کو اٹھا کر جھٹکنے کے باوجود نہ تو سونے زیورات دکھائی دیے اور نہ ہی نوٹوں کی گڈی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا تو وہ اندر سے کھلا ہوا تھا۔

بات سمجھ میں آگئی یا تو وہ دروازہ بند کرنا بھول گیا تھا یا کوئی چور کسی تکنیک سے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا اور نقدی اور سونے کے زیورات لے گیا تھا۔ کاہنہ اس کے اندر رہ کر چپ چاپ یہ تماشا دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ’’کیا واقعی چور آیا تھا یا فرہاد کسی آلۂ کار کے ذریعے اعظم کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا؟ اگر ایسی بات ہے تو کیا وہ اعظم کو ٹریپ کر چکا ہے؟ کیا اس پر تنویمی عمل کر کے یہاں سے گیا ہے؟‘‘

یہ بات دل کو نہیں لگ رہی تھی۔ دماغ بھی تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ فرہاد کسی آلہ کار کے ذریعے وہاں آئے گا تو نقدی اور زیورات بھی چرا کر لے جائے گا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد ہی اعظم کو دوبارہ گہری نیند سلا دیا۔ ایک بار پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن کی گہرائیوں میں اتر کر یہ معلوم کرنے لگی کہ کسی اور نے اس پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ نہ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور نہ ہی اسے میری آمد کے آثار مل رہے تھے۔ اعظم نے اپنے کپڑوں کو اٹھا کر صرف یہ دیکھا تھا کہ نقدی اور زیورات ہیں یا نہیں؟ جب یہ چیزیں نہیں ملیں تو اس نے اور کچھ تلاش نہیں کیا۔ اگر کرتا تو اسے پتا چلتا کہ اس کی تصویر بھی غائب ہے۔ چوری کی اتنی بڑی واردات کے بعد تصویر غیر ضروری ہوگئی تھی۔ اس نے اسے یاد نہیں کیا اور نہ ہی تلاش کیا۔ کاہنہ نے بھی اسے اہمیت نہیں دی۔

وہ اس کے خوابیدہ دماغ سے بولی۔ ’’تُو نے اپنی شہناز بانو کے لیے زیورات خریدے تھے۔ ان کے ساتھ نقد رقم بھی چھوڑی ہوگی۔ تجھے شاپنگ کے لیے دہلی نہیں آنا چاہیے تھا۔ جو ہو گیا‘ سو ہو گیا۔ بیدار ہونے کے بعد آج ہی کی فلائٹ سے ایک سیٹ حاصل کر اور فوراً لکھنؤ چلا آ....‘‘

پھر وہ دماغی طور سے اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اندر سے بہت پریشان تھی۔ کسی طرح بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ میں اعظم کے بالکل قریب پہنچ گیا ہوں اور چند گھنٹوں میں اس کی جگہ لینے والا ہوں پھر بھی پچھلی ناکامیوں نے اسے بہت زیادہ فکر اور اندیشوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اعظم واپس لکھنؤ چلا آتا تو وہ بڑی حد تک مطمئن ہو جاتی۔

اس کی پریشانی یکطرفہ نہیں تھی۔ برائٹ موسس بھی دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کی طرف سے بھی طرح طرح کے اندیشے تھے۔ عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ روحانی قوتوں کے حوالے سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ اسے اپنے زیرِ اثر لانے اور اپنی تابع دار بنانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہی اس پیشوائے اعظم کی کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں لے لینی چاہیے۔

اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہی اس کی سب سے بڑی کمزوری تھا۔ اس نے سوچا۔ ’’پچھلی بار فرہاد نے اس کے بیٹے ڈیبی کو ٹریپ کر کے میرے پاس پہنچایا تھا اور برائٹ موسس انجانے میں میرے ذریعے اپنے بیٹے پر ظلم کر رہا تھا۔ اسے ایک اچھا سبق حاصل ہوا ہوگا۔ وہ اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے آیندہ حفاظتی انتظامات کر رہا ہوگا یا کر چکا ہوگا۔‘‘

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے ڈیبی کے اندر پہنچنا چاہا تو وہاں جگہ مل گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ باپ نے ابھی تک اس کے دماغ کو لاک نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیبی کے دونوں بازو زخمی تھے۔ وہ زیرِ علاج تھا۔ اگرچہ برائٹ موسس اپنے پُراسرار عمل کے ذریعے بیٹے کی تکلیف کم کر رہا تھا۔ تاہم وہ ابھی دماغی طور سے کمزور تھا۔ اگر اس پر تنویمی عمل کرتا تو اس عمل میں استحکام پیدا نہ ہوتا۔

اسے امید تھی کہ دو تین دنوں میں بیٹے کی دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔ تب وہ اس کے دماغ کو لاک کرنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرے گا۔

شادی کے سلسلے میں خوب ناچ گانا ہوتا رہتا تھا۔ کاہنہ اس حویلی میں ہنستی بولتی رہتی تھی۔ اپنی شادی انجوائے کر رہی تھی اور مسائل سے بھی دو چار ہو رہی تھی۔ ادھر بھی دیکھ رہی تھی‘ اُدھر بھی اپنے مخالفین سے نمٹ رہی تھی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اعظم میرے یا کسی دشمن کے زیرِ اثر نہیں ہے اور آج رات تک لکھنؤ واپس آجائے گا تو اس نے مطمئن ہو کر ڈیبی کی خبر لی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو اس کی دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ برائٹ موسس اس پر عمل کر رہا تھا۔ وہ صحیح وقت پر پہنچی تھی۔ موسس تنویمی عمل کرنے سے پہلے ایک پُراسرار علم پڑھ رہا تھا تاکہ اس کا عمل زیادہ سے زیادہ مستحکم ہو جائے۔ کاہنہ اس کا توڑ کرنے کے لیے بڑی خاموشی سے اپنے طور پر عمل کرنے لگی۔

موسس کاہنہ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ باباصاحب کے ادارے سے خوفزدہ تھا۔ پچھلی بار اس کے بیٹے ڈیبی پر آمنہ نے ہی تنویمی عمل کیا تھا اور اسے میری جگہ پہنچا کر ایک باپ کے ہوش اڑا دیے تھے۔ وہ چاہتا تھا‘ آیندہ کوئی بھی مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے بیٹے پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ اسی لیے وہ ایک عمل کے بعد دوسرا عمل کر رہا تھا۔ ادھر کاہنہ بھی ایک کے بعد دوسرے عمل کا توڑ کر رہی تھی۔

دیکھا جائے تو ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کمزور بنا رہے تھے۔ برائٹ موسس کو اطمینان ہوا کہ وہ پُراسرار علوم کے ذریعے بیٹے کے ذہن کو پوری طرح گرفت میں لے چکا ہے اور اب تنویمی عمل ایسا مستحکم ہوگا کہ کوئی اس کے دماغ میں آسکے گا اور نہ ہی اپنے طور پر اس پر دوسرا عمل کر سکے گا۔ یوں اچھی طرح اطمینان حاصل کرنے کے بعد وہ تنویمی عمل کرنے لگا۔

وہ خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کاہنہ وہاں موجود ہے اور اس کے تمام پُراسرار علوم میں شریک رہی ہے۔ وہ اس کے جس علم میں شریک نہیں ہو سکی تھی۔ اس کا اس نے توڑ کیا تھا۔ بہرحال موسس نے مختصر سا عمل کرنے کے بعد اس کے دماغ کو ایک مخصوص لب و لہجے کے ذریعے لاک کر دیا پھر بیٹے کو تنویمی نیند سلا کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد بھی کاہنہ بڑی دیر تک وہاں موجود رہی پھر اپنی جگہ دماغی طور

پر حاضر ہوگئی۔

ان کا عمل اور ان کا جوڑ توڑ اتنی دیر تک جاری رہا تھا کہ دوپہر سے شام ہوگئی تھی۔ اس دوران وہ اعظم ہمدانی کی طرف متوجہ نہ ہوسکی۔ جب وہ اس کے پاس آئی تو خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں اعظم ہمدانی بن چکا تھا۔ اس وقت ایک ٹرین کے اے سی کیبن میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے میری سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ لکھنؤ جانے والی فلائٹ میں جگہ نہ مل سکی تو میں ٹرین کے ذریعے آرہا ہوں۔

میں نے محسوس کیا' وہ جا چکی ہے۔ پرائی سوچ کی کوئی لہر میرے اندر نہیں تھی۔ میں صرف روحانی ٹیلی پیتھی کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتا تھا۔ لکھنؤ ریلوے اسٹیشن میں اعظم کے رشتے دار میرے لیے گاڑی لائے تھے۔ الوشے مجھے گائیڈ کر رہی تھی کہ کون رشتے میں کیا لگتا ہے؟ اور میں کس رشتے دار سے کس طرح گفتگو کرتا ہوں؟

حویلی میں خواتین اچھی خاصی تعداد میں تھیں۔ وہاں بھی الوشے میری رہنمائی کرتی رہی۔ ایک تو عید کا تہوار تھا۔ دوسرے شادی کی تقریب تھی۔ اس لیے عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کا میلا سا لگا ہوا تھا۔

جب میں خاص رشتے دار خواتین سے ملاقات کر کے اپنے کمرے میں پہنچا تو کاہنہ نے فون پر مخاطب کیا۔ شہناز بانو کے انداز میں شرماتے ہوئے پوچھا۔ "آپ خیریت سے ہیں؟ آپ کا سفر کیسا رہا؟"

میں نے کہا۔ "میں تو خیریت سے آگیا ہوں مگر مال و اسباب سلامت نہیں رہا۔ دہلی میں چوری ہوگئی۔ میں نے تمہارے لیے دو لاکھ کے زیور خریدے تھے۔ اس کے علاوہ اٹیچی میں ایک لاکھ روپے نقد رکھے ہوئے تھے۔ وہ سب چوری ہوگئے۔"

وہ انجان بن کر سن رہی تھی اور افسوس کر رہی تھی۔ میں بھی اعظم کی حیثیت سے انجان بن کر اپنا دکھڑا سنا رہا تھا۔ اگرچہ پُراسرار علوم میں اسے مہارت حاصل تھی۔ تاہم وہ روحانی ٹیلی پیتھی کا توڑ نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے بھی یہ نہیں جانتی تھی کہ مجھ پر روحانی قوتوں کا سایہ ہے۔ وہ کبھی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتی تھی۔

ابھی تو پردہ کر رہی تھی۔ تین دنوں کے بعد اپنے میکے سے رخصت ہو کر میری جھولی میں گرنے والی تھی۔ ایسے وقت اس کی نفرت اور پُراسرار قوتیں اس کے کام آنے والی نہیں تھیں۔

☆☆☆

بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کا آرام رفتہ رفتہ حرام ہو رہا تھا۔ کاہنہ کی مخالفت نے برائٹ موسس اور اکابرین کو فکر و پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے ڈینی کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد مطمئن ہوگیا تھا۔ یہ یقین تھا کہ اب وہ اس کے بیٹے تک کبھی پہنچ نہیں پائے گی اور نہ اس کے ذریعے اسے کسی بھی طرح کمزور بنا سکے گی۔

برائٹ موسس اور اکابرین کو یہ فکر تھی کہ کاہنہ کی وجہ سے ان کا اتحاد کمزور پڑ رہا تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ سیارے والے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ پتا نہیں آیندہ اپنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں کا کس طرح مظاہرہ کریں گے اور کس طرح انہیں بے دست و پا بنائیں گے؟ لیکن ایک اندازہ تھا کہ وہ ارضی دنیا والوں پر حاوی ہو سکتے ہیں۔

پہلے بھی وہ سیارے والے اپنی طاقت دکھا چکے تھے۔ تمام اکابرین کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر چکے تھے۔ اگر میں ایشورارا کے تمام ماتحتوں کو ہلاک نہ کرتا اور اسے سیارے میں عارضی طور پر ہی سہی واپس جانے پر مجبور نہ کرتا تو وہ اب تک تمام اکابرین کو پوری طرح غلام بنا چکے ہوتے اور ان کے ممالک پر اپنی..... حکومت قائم کر چکے ہوتے۔

آیندہ وہ سیاسی چالبازی سے سیارے والوں کو زیر کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس دنیا میں حکومت کرنے کے سبز باغ دکھا کر ان کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی صلاحیتوں کو سمجھنا چاہتے تھے۔ ان غیر معمولی مشینوں کو چھین لینا چاہتے تھے اور ایسا اسی وقت ممکن تھا، جب ان سے اتحاد قائم ہوتا۔ وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آجاتے کہ ان کی مشینوں تک پہنچنا اور ان کی ٹیکنالوجی کو سمجھنا آسان ہو جاتا۔

برائٹ موسس اور تمام اکابرین نے پھر ایک اجلاس منعقد کیا تھا۔ وہاں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ سیارے والوں کو کس طرح اپنا دوست بنایا جا سکتا ہے؟ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم ان سے دوستی کرنا چاہیں۔ لیکن کاہنہ ایسا ہونے نہیں دے گی۔"

برائٹ موسس نے کہا۔ "وہ بعد کی بات ہے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم سیارے والوں تک دوستی اور خیر سگالی کا پیغام کس طرح پہنچائیں گے؟ ان سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے؟ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔"

ایک نے پوچھا۔ "پھر کاہنہ ان سے کس طرح رابطہ کرتی ہے؟"

وہ بولا۔ "ایشورارا نے اسے ایک ایسی چھوٹی سی مشین دی ہے' جس کے ذریعے ان کے درمیان تحریری پیغام رسانی ہوتی رہتی ہے۔"

"یعنی ان سے رابطہ کرنے اور دوستی کرنے کے معاملے میں بھی ہم کاہنہ کے محتاج ہیں؟"

برائٹ موسس نے کہا۔ "اسی لیے... تو وہ اتنا اکڑتی ہے اور غرور دکھاتی رہتی ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم نے کہا تھا کہ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس سے پہلے ہی ہمارے دماغوں کو لاک کر دیا جائے گا؟"

اس نے کہا۔ "میں ایسا کر رہا ہوں۔ اب تک تیس اکابرین کو ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دے چکا ہوں۔ ان کے دماغوں کو لاک کر چکا ہوں۔ آپ میں سے کتنے ہی اکابرین یہاں اس بات کے گواہ ہیں۔"

دو چار اکابرین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "بے شک، ہمارے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا گیا تھا کہ وہ ہمارے دماغوں میں آئیں اور وہ آئے تھے۔ لیکن ہم نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تو وہ واپس چلے گئے۔ ہم اپنے بیوی بچوں کی طرف سے بھی مطمئن ہیں۔"

برائٹ موسس نے کہا۔ "میں ایک ماہ کے اندر تمام اکابرین کے دماغوں کو فولادی قلعہ بنا دوں گا۔ کاہنہ اور سیارے والے کبھی کسی کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں گے اور نہ ہی کسی کو کمزور بنا کر ہمیں بلیک میل کر سکیں گے۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیارے والوں سے کس طرح رابطہ کیا جائے؟ کس طرح انہیں اپنا دوست بنایا جائے؟"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ان سے رابطہ ہوگا تو دوستی کی بات ہوگی۔ ہمیں پورا یقین ہے' ایک بار ان سے بات ہو جائے گی تو ہم بار بار باتیں کرنے کی راہ ہموار کر لیں گے اور رفتہ رفتہ انہیں اپنا دوست بنا لیں گے۔"

برائٹ موسس نے کہا۔ "یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ ہم انہیں دوست بنا کر کاہنہ کو کمزور بنا سکیں گے۔ ہماری متحدہ تنظیم اس مغرور عورت کے بغیر بھی مستحکم رہے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اے پیشوائے اعظم! تم غیب کی باتیں جانتے ہو۔ ستاروں کی چالیں معلوم کرتے ہو تو کیا سیارے والوں تک نہیں پہنچ سکتے؟ ان حالات میں تم ہی اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے کوئی کرشمہ دکھا سکتے ہو۔"

اس نے کہا۔ "میں آج تمام رات عبادت کرتا رہوں گا اور روحانی علوم کے ذریعے ایشورارا سے باتیں کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے' اس سے رابطہ ہو جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "کیا یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کاہنہ کہاں ہے؟ وہ ہمارے خلاف کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

برائٹ موسس نے کہا۔ "اس نے اپنے اطراف بڑا ہی مضبوط حصار باندھ رکھا ہے۔ اس حصار کو توڑنے کے لیے مجھے تمام رات عبادت کرنی ہوگی مگر میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر رہا ہوں۔ آیندہ کاہنہ کے حملہ کرنے کی تمام راہیں مسدود کر رہا ہوں۔ میں ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں تمام رات عبادت کروں گا اور اپنے روحانی علوم کو آزماؤں گا۔ اس کے بعد آپ حضرات کو کوئی خوشخبری سناؤں گا۔"

کاہنہ اگرچہ شادی کی خوشیاں منا رہی تھی۔ لیکن برائٹ موسس سے بے خبر نہیں تھی۔ یہ معلوم کرتی رہتی تھی کہ وہ متحدہ تنظیم کو مضبوط تر بنانے کے لیے اس کے خلاف کیا کر رہا ہے؟ وہ اکابرین کے ذریعے اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ لیکن جب دو چار اکابرین کے اندر گئی اور انہوں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا' تب یہ نئی بات سمجھ میں آئی کہ برائٹ موسس بڑی زبردست پلاننگ کے تحت ان اکابرین کو تحفظ دے رہا ہے۔

پھر کاہنہ نے سوچا۔ "یورپ اور امریکا کے اکابرین ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ آخر ایک برائٹ موسس کتنوں کے دماغوں کو لاک کر سکے گا؟"

وہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے حاکم کے اندر جاتی رہی۔ آخر ایک کے اندر جگہ مل گئی۔ وہ ایسے وقت اس اعلیٰ حاکم کے اندر پہنچی تھی' جب برائٹ موسس ان کے ساتھ ایک اجلاس میں شریک تھا اور وہاں ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں بحث ہو رہی تھی۔

کاہنہ نے اس اجلاس میں رہ کر سنا کہ برائٹ موسس نے اب تک تیس اکابرین کو ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دیا ہے اور ان سب کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ آیندہ بھی دوسرے اکابرین کو اسی طرح تحفظ فراہم کرتا رہے گا۔

اس اعلیٰ حاکم کے خیالات پڑھ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ برائٹ موسس تنہا یہ عمل نہیں کر رہا ہے۔ چار امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس طرح وہ دو ماہ کے اندر سیکڑوں اکابرین کو ان کے بیوی بچوں سمیت تحفظ دے سکیں گے۔

کاہنہ کو سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی تھی کہ برائٹ

موسس آج تمام رات عبادت کرنے والا ہے اور اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے ایشورارا سے باتیں کرنے والا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کامیاب ہوگا یا نہیں یہ تو آیندہ معلوم ہونے والا تھا۔ لیکن کاہنہ نے طے کرلیا تھا کہ اس کے عمل کا توڑ کرتی رہے گی۔

اس رات وہ عبادت میں مصروف ہوا تو ادھر کاہنہ نے شہناز بانو کی حیثیت سے اپنے والدین اور بزرگوں کو یہ تاثر دیا کہ اس کا سر بھاری ہے۔ طبیعت خراب ہے لہٰذا وہ تنہائی چاہتی ہے۔ اس کے کمرے میں کسی خادمہ کو بھی نہ آنے دیا جائے۔

اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا پھر ایک شمع روشن کرکے اسے فرش پر رکھ کر وہیں پالتی مار کر بیٹھ گئی اور اپنا ایک آزمودہ عمل شروع کردیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے برائٹ موسس کے حالات معلوم نہیں کرسکتی تھی۔ وہ کبھی اسے اپنے اندر آنے کی اجازت نہ دیتا۔ کسی کو آلہ کار بنا کر بھی معلوم نہیں کرسکتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں کیا کررہا ہے؟

بس وہی ایک راستہ تھا۔ وہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے شمع کی لو کے اس پارا سے دیکھ سکتی تھی۔ جب موسس سے دوستی تھی تو وہ ضرورت کے وقت کئی بار شمع کی لو کے اس پار اسے یا اس کے ہمزاد کو بلا چکی تھی۔

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک بڑی تندہی سے ایک خاص منتر کا ورد کرتی رہی۔ شمع کی لو کے اس پار دھواں دھواں سا نظر آنے لگا۔ رفتہ رفتہ موسس کا سراپا ابھرنے لگا۔ وہ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے پچیس شمعیں روشن تھیں۔ وہ بھی کسی منتر کا جاپ کررہا تھا۔

موسس نے منتر پڑھنے کے دوران اپنی دونوں ہتھیلیاں فضا میں پھیلائیں تو اس کے اور موم بتیوں کے درمیان شیشے کی ایک دیوار حائل ہوگئی۔ وہ اس شیشے میں اپنے مطلوبہ افراد کو بلا کر ان سے باتیں کیا کرتا تھا۔ پہلے تو وہ شیشہ تاریک رہا پھر وہاں ایک سیارہ ابھرنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ بانُورا ما سیارہ ہے۔

گویا موسس اپنے پراسرار علم کی قوت سے اس سیارے تک پہنچ گیا تھا۔ اب ایشورارا تک بھی پہنچنے والا تھا۔ کاہنہ اس کے منتر کو غور سے سن رہی تھی اور اب اس منتر کا توڑ کرنے کے لیے دوسرا منتر پڑھنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی موسس نے محسوس کیا کہ جو منتر وہ پڑھ رہا ہے اس کا اثر زائل ہورہا ہے۔ وہ بانُورا ما سیارہ ابھرتے ابھرتے پھر تاریکی میں ڈوب رہا ہے۔ وہ بڑے دھیان سے بڑی لگن سے بلند آواز میں پڑھنے لگا۔ دوسری طرف کاہنہ بھی بڑے دھیان سے بڑی لگن سے پڑھتی جارہی تھی۔

زمینی کشش سے باہر خلا میں پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔ وہ بڑی مشکلوں سے وہاں پہنچ رہا تھا۔ ایسے میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی تو موسس کی خیالی پرواز کمزور پڑ گئی۔ سیارہ تاریکی میں گم ہوگیا پھر رفتہ رفتہ شیشے پر سے تاریکی چھٹ گئی۔ اس کے پیچھے پچیس موم بتیاں نظر آنے لگیں۔ اس نے جھنجھلا کر سوچا۔ ''یہ کیا ہوگیا؟ میں تو کامیاب ہورہا تھا؟''

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ کوئی اس کے عمل کا توڑ کررہا ہے اور توڑ کرنے والی وہی ایک دشمن عورت ہوسکتی ہے۔ اس نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر غصے سے کہا۔ ''تو جو دشمنی کررہی ہے۔ وہ تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔''

وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں۔ تیری روحانی قوت سے کبھی مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن نقصان اٹھا کر پچھتاتے وقت تجھ سے معافی نہیں مانگوں گی۔ تجھے کبھی ایشورارا تک پہنچنے نہیں دوں گی۔''

''یہ تو میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور اب ایشورارا کو اپنے دماغ سے نکال چکا ہوں۔ ہم اس کے بغیر بھی اپنی متحدہ تنظیم کو اور زیادہ مضبوط بنا سکتے ہیں۔ اب بابا صاحب کے ادارے کی حیثیت ثانوی ہوگئی ہے۔ اولین حیثیت تیری اور ایشورارا کی ہے۔ جیسے ہی وہ اس زمین پر آئے گا' ہم اس کا جینا حرام کردیں گے۔ تُو سوچ بھی نہیں سکتی کہ آیندہ ہم کیا کرنے والے ہیں؟''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ اس نے اپنی باتوں سے کاہنہ کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ ایشورارا کے سلسلے میں مایوس ہوچکا ہے۔ آیندہ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ لیکن اس نے طے کرلیا تھا کہ ہر حال میں ایشورارا سے دوستی کرنی ہے اور کاہنہ کو کمزور بنانا ہے۔

اس وقت اس نے کوئی عمل نہیں کیا۔ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر دو گھنٹے کے لیے سو گیا۔ جب مقررہ وقت پر اس کی آنکھ کھلی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا تھا' آج رات ایشورارا سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس نے دوسرا عمل پڑھنا شروع کیا پھر اس کے اور موم بتیوں کے درمیان شیشے کی دیوار حائل ہوگئی۔ وہ معلوم کرنے لگا کہ ایشورارا سے رابطہ کرنے میں اسے کامیابی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہوگی تو اسے کب رابطہ کرنا چاہیے؟

اس شیشے پر عبرانی زبان میں الفاظ ابھرنے لگے۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ ''آج سے تیسرے دن کی رات دس بجے....''

اس نے اطمینان کی سانس لی۔ یہ یقین ہوگیا کہ اس مقررہ وقت پر ایشورارا سے ضرور رابطہ ہوگا۔ ایسے وقت کاہنہ آڑے نہیں آئے گی اور اگر آئے گی تو اس کا منتر بے اثر رہے گا۔ وہ ناکام ہوکر واپس جائے گی۔

وہ اسرائیل کے شہر تل ابیب میں تھا۔ جب وہاں رات کے دس بجتے تھے تو انڈیا میں رات کا ایک بجتا تھا۔ کاہنہ ہر رات ایک بجے کے بعد عمل کرتی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ ایشورارا سے رابطہ کررہا ہے یا نہیں؟

پچھلی دو راتوں تک یہی معلوم ہوتا رہا کہ موسس نے سیارے والوں سے رابطہ کرنے کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ وہ کسی طرح کا عمل نہیں کررہا ہے۔ کاہنہ تیسری رات کو اس کی خبر نہ لے سکی۔ کیونکہ اس رات بارہ بجے دلہن بن کر اپنے میکے سے رخصت ہوئی تھی اور رات ایک بجے تک اعظم ہمدانی کی' یعنی میری خوابگاہ میں پہنچ گئی تھی۔

یہ وہی وقت تھا' جب برائٹ موسس کو پُراسرار علم کے ذریعے آگاہی ملی تھی کہ وہ تیسرے دن کی رات دس بجے عمل کرسکے گا اور اس وقت تل ابیب میں رات کے دس بج رہے تھے۔ کاہنہ کے تمام خیالات اور تمام جذبات اپنی سہاگ رات پر مرکوز ہوگئے تھے۔ وہ دوبارہ ناکام ہوچکی تھی۔ اب تیسری بار دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے۔

ان حالات میں اس نے موسس کی طرف توجہ نہیں دی۔ یوں بھی پچھلی دو راتوں سے اطمینان ہوگیا تھا کہ اب وہ ایشورارا سے رابطہ کرنے کے سلسلے میں کوئی عمل نہیں کررہا ہے۔ وہ پھولوں بھری سیج پر بیٹھی بے چینی سے میرا انتظار کررہی تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ میرے آنے میں دیر ہو پھر کسی بہانے اندھیرا ہو۔

باہر اعظم ہمدانی کے دوست اور رشتے دار لڑکیاں مجھے گھیرے ہوئے تھیں۔ مجھ سے بھاری رقم طلب کررہی تھیں۔ اس کے بعد ہی وہ سب مجھے حجلہ عروسی میں جانے دیتے۔ کاہنہ کو ایسے رسم و رواج پر غصہ آرہا تھا۔ اس کا جی کررہا تھا کہ ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کرے اور ان کے ہوش اڑا دے پھر عقل نے سمجھایا ایسا کرے گی تو ایک ہنگامہ برپا ہوجائے گا۔ دولہا ان متاثرین کے علاج اور ان کی دلجوئی میں مصروف ہوجائے گا۔ ایسی گڑبڑ ہوگی تو وہ سہاگ رات نہیں منا سکے گی۔

وہ بہت پہلے ہی اعظم کو اپنا معمول اور تابع دار بنا چکی تھی۔ اس نے میرے اندر آکر حکم دیا۔ ''اپنے رشتے داروں کا مطالبہ پورا کر اور فوراً ہی اپنی دلہن کے کمرے میں جا۔ وہ بے چینی سے تیرا انتظار کررہی ہے۔''

میں نے ایک تابع دار کی طرح حکم کی تعمیل کی۔ اپنی سالی اور سالوں کا مطالبہ پورا کیا پھر مجھے اس کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ کاہنہ میرے لیے پُراسرار تو نہیں تھی مگر بڑی عجیب و غریب چیز تھی۔ بڑی ہیرا پھیری کے بعد مل رہی تھی۔

میں دروازہ کھول کر اندر آیا۔ وہ سرخ گھونگھٹ میں چھپی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ میں نے دروازے کی چٹخنی اندر سے چڑھا دی۔ اسے مقدر کے پنجرے میں بند کردیا۔ وہ جو چاہتی تھی' وہ ہونے والا نہیں تھا اور جو نہیں چاہتی تھی' وہ ہورہا تھا۔

میں اس کے پاس آکر بستر کے سرے پر بیٹھ گیا۔ رسمی جملے ادا کرتے ہوئے بولا۔ ''میں نے بچپن سے اب تک تمہیں کتنے ہی ملبوسات میں اور طرح طرح کے زیورات میں دیکھا ہے۔ تمہارے ہر انداز میں ایک نیا حسن ایک نئی دلکشی پائی ہے۔ آج تمہارا گھونگھٹ اٹھا کر ایک نئے روپ میں دیکھنے جارہا ہوں۔ اس سے پہلے میرا یہ تحفہ قبول کرو۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ ہاتھ کہہ رہا تھا کہ جو ہاتھ آئی ہے' وہ بڑی ہی اُجلی اور دمکتی ہوئی چیز ہے۔ میں اس کی انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی پہناتے ہوئے بولا۔ ''اپنی دلہن کا گھونگھٹ اٹھانے سے پہلے یہ رشوت دینی پڑتی ہے۔ میں تصور میں دیکھ رہا ہوں۔ تم گھونگھٹ کے پیچھے زیرِ لب مسکرا رہی ہو۔''

اس کے برعکس وہ الجھ رہی تھی۔ ان لمحات میں بس یہ چاہتی تھی کہ میں اسے جلد سے جلد سرتاپا حاصل کرلوں اور سارے رسم و رواج کو بالائے طاق رکھ دوں۔ اسے ابھی تک دھڑکا لگا ہوا تھا کہ یہ سہاگ رات بھی ناکام ہوسکتی ہے۔

میں نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا۔ پہلی بار اسے دیکھا۔ واقعی دیکھنے کی چیز تھی۔ اب سے پہلے میں نے آلہ کار کے ذریعے اسے مندر میں دیکھا تھا۔ لیکن روبرو آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ چہرے کے نقوش' اس کے تیور اور رنگ و روپ میں زہریلا حسن بھرا ہوا تھا۔ مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتا تھا۔ میں اس کے حسن کا قصیدہ پڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے کاہنہ کی حیثیت سے میرے اندر آکر حکم دیا۔ ''یہ قصیدہ گوئی بند کر۔ ایسی باتیں بعد میں بھی کی جاسکتی ہیں۔ ابھی لائٹ آف کر...''

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ لائٹ آف کی تو پورا کمرا تاریکی میں ڈوب گیا۔ میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔ جب کبھی بھید کھلے گا' تب اس کے ہوش اڑیں گے۔

ادھر برائٹ موسس بڑے اطمینان سے عمل کررہا تھا اور

کامیابی کی طرف گامزن تھا۔ اس کے اور موم بتیوں کے درمیان جو شیشے کی دیوار تھی' وہ تاریک ہو چکی تھی اور اس تاریکی میں بانور اما سیارہ ابھر رہا تھا۔ وہ بہت سست رفتاری سے قریب آتے آتے نگاہوں کے سامنے پھیل گیا تھا۔ موسس بڑی تندہی سے منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ ایسے وقت اس شیشے پر ایشورارا کی تصویر ابھرنے لگی۔ جب وہ سر سے پاؤں تک نظر آیا تو وہ تصویر متحرک ہوگئی۔ وہ آگے کی سمت چلتا ہوا آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

برائٹ موسس نے کہا۔ ''ہیلو ایشورارا! کیا تُو میری آواز سن رہا ہے؟''

وہ شیشے کی اسکرین پر واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''ہاں، میں تیری آواز سن رہا ہوں مگر تُو کون ہے؟''

''میرا نام برائٹ موسس ہے۔ یہودی اور عیسائی مجھے پیشوائے اعظم کہتے ہیں۔ تُو نے میری روحانی قوتوں کے بارے میں سنا ہوگا؟ مجھے افسوس ہے' کاہنہ میرے خلاف زہر اُگل رہی ہے اور تجھے مجھ سے بدظن کر رہی ہے۔''

وہ بولا۔ ''کاہنہ میری دیوی ماں ہے۔ میں اس کی پوجا کرتا ہوں۔ وہ کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے۔ تُو ایک ذہین سائنس داں ہے۔ اتنا تو جانتا ہے کہ تصویر کا ایک ہی رخ نہیں دیکھنا چاہیے۔ اس نے جو بھی کہا' اپنی زبان سے کہا۔ لیکن عملی طور پر میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں دیا۔ دراصل وہ روحانی قوتوں کی حامل نہیں ہے۔ کالا جادو جانتی ہے۔ میرے مقابلے میں بہت ہی کمتر ہے۔''

وہ بولا۔ ''تُو بھی جو کہہ رہا ہے' وہ محض زبان سے کہہ رہا ہے۔ کیا اس کے خلاف ثبوت پیش کر سکتا ہے؟''

''اگر تُو میری روحانی قوتوں کو آزمانا چاہتا ہے تو کوئی ایسی خواہش بیان کر' جسے کاہنہ نے پورا نہ کیا ہو اور میں اسے پورا کر دکھاؤں۔''

کاہنہ نے ایک بار موسس کو بتایا تھا کہ ایشورارا کی بیٹی اور بیٹے پر اس طرح روحانی عمل کیا گیا ہے کہ باپ اپنے بچوں سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کر پاتا ہے۔ کاہنہ اس روحانی عمل کو ختم کرنے اور ان تینوں کو ملانے کے سلسلے میں ناکام رہی ہے۔

اس وقت موسس نے کاہنہ سے وعدہ کیا تھا کہ جب ایشورارا ہماری دنیا میں آئے گا تو وہ اس کی بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل سے نجات دلائے گا۔

اب تو کاہنہ دشمن بن گئی تھی اور وہ اس کے کام آنے والا نہیں تھا۔ ایشورارا بیٹی اور بیٹے کے لیے فکرمند تھا۔ اس نے موسس سے کہا۔ ''اگر تُو انہیں روحانی عمل سے نجات دلائے گا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ کرنے میں ناکام نہیں رہوں گا تو یہ تسلیم کرلوں گا کہ تُو روحانی معاملات میں کاہنہ سے برتر ہے۔''

''تُو جب بھی زمین پر آئے گا' میں اپنی برتری ثابت کروں گا۔ تیری بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل سے نجات دلا کر انہیں تیرے سائے میں پہنچا دوں گا۔''

''میں مشینوں کی تیاری میں مصروف ہوں۔ وہ مکمل ہونے والی ہیں۔ میں دو ماہ بعد آؤں گا۔''

''تیرے یہاں آنے سے پہلے میں یہ بتا دوں کہ تُو میری مدد کے بغیر یہاں کے اکابرین کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ نہ ہی کسی کو اپنا معمول اور تابع دار بنا سکے گا۔ کیونکہ میں نے ان سب کو اپنا تابع دار بنالیا ہے۔''

''کیا تُو یہ کہنا چاہتا ہے کہ میرے زمین پر آتے ہی وہ تمام اکابرین روپوش ہو جائیں گے؟''

''نہیں، وہ روپوش نہیں ہوں گے اور نہ ہی تُو اپنی ٹریننگ مشین سے کوئی کام لے سکے گا۔ کیونکہ وہ کھل کر بڑی آزادی سے اپنے اپنے ملک میں اپنے اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ لیکن تُو اور تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ وہ سب بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں رہنے لگے ہیں۔''

ایشورارا سوچ میں پڑ گیا۔ موسس نے کہا۔ ''تجھے ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ پچھلی بار یہ دیکھ چکا ہے کہ بابا صاحب کے ادارے والوں پر حاوی نہیں ہو سکے گا۔ انہیں زیر کرنے کے لیے میرے تعاون کا محتاج رہے گا۔ تجھے میری بات کا یقین نہ آئے تو ایک آدھ ہفتے کے لیے زمین پر آجا۔ جس دن یہاں آئے گا' میں اسی دن تیری بیٹی اور بیٹے کو روحانی عمل سے نجات دلا کر تیرے حوالے کر دوں گا اور تمام اکابرین کے معاملے میں اپنی بھرپور روحانی قوت کا مظاہرہ کروں گا۔ تُو دیکھے گا کہ وہ سب کس طرح میرے تابع دار بنے ہوئے ہیں۔ تیری ہزار کوشش کے باوجود وہ کبھی تیرے زیر اثر نہیں آئیں گے۔''

''تُو دوستی بھی کرنا چاہتا ہے اور مجھے چیلنج بھی کر رہا ہے۔''

''اسے چیلنج نہ سمجھ۔ میں تجھے دعوت دے رہا ہوں کہ کچھ روز کے لیے زمین پر آ کر اپنی تمام صلاحیتوں کو آزما لے۔ جب تُو ناکام ہوگا تو میں تیرا دوست بن کر تیرے کام آتا رہوں گا۔ تُو اس دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ ہم آپس میں حکمرانی کے معاملات طے کریں گے۔ میں یہودی ہوں۔ صرف ان علاقوں پر حکومت کرنا چاہوں گا' جہاں یہودیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ باقی دنیا تیرے حوالے کر دوں گا۔''

اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں تیری تمام باتیں اپنے گریٹ ایشورارا تک پہنچاؤں گا پھر وہ جو حکم دے گا اسی پر عمل کروں گا۔ اگر اس نے اجازت دی تو میں دو چار روز میں زمین پر ضرور آؤں گا۔ ویسے بھی اپنی بیٹی اور بیٹے سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔''

''تیری یہ بے چینی میں دور کروں گا۔ بس جتنی جلدی ممکن ہو' اس زمین پر آجا۔ میری روحانی قوتیں تجھے یہ سوچنے پر مجبور کریں گی کہ تُو میرے تحفظ سے ہی بابا صاحب کے ادارے پر حاوی ہو سکے گا۔ اب میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔''

وہ زیر لب کچھ پڑھنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس اسکرین پر ایشورارا دھویں میں تحلیل ہوتا ہوا گم ہو گیا۔ تاریکی چھٹ گئی۔ شیشے کے آر پار پچیس موم بتیاں دکھائی دینے لگیں۔ وہ بہت خوش تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنی روحانی قوتوں کا مظاہرہ کرکے ایشورارا کو متاثر کرے گا۔ اپنی متحدہ تنظیم کو اور زیادہ مضبوط بنائے گا۔ اس کے ساتھ ہی کاہنہ کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔

ایشورارا نے کمیونیکیشن مشین کے ذریعے کاہنہ سے رابطہ کیا۔ ''دی گریٹ ایشورارا نے مجھے حکم دیا ہے کہ زمین پر جتنی بھی بڑی قوتیں ہیں۔ ان سب سے رابطہ رکھا جائے۔ انہیں آزمایا جائے۔ ان میں جو بھی برتر اور طاقتور ہوگا۔ ان سے اتحاد قائم کیا جائے گا۔''

کاہنہ نے اپنی تحریر ارسال کی۔ اس سے پوچھا۔ ''کیا تجھے اپنی دیوی ماں پر بھروسا نہیں ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ کوئی دوسری پارٹی مجھ سے برتر ہے؟''

''میں ایسا نہیں سمجھتا۔ یہ حکم دی گریٹ ایشورارا نے دیا ہے۔ میں اس کا تابع دار ہوں۔ میں نے اس کے حکم کے مطابق برائٹ موسس سے باتیں کی تھیں۔''

کاہنہ یہ سنتے ہی چونک گئی۔ فوراً ہی سمجھ گئی کہ موسس اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ایشورارا کو شیشے میں اتار رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ ''موسس نے یقیناً میری برائیاں کی ہوں گی؟''

اس نے لکھا۔ ''دشمن کسی کی تعریف نہیں کرتے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے' وہ روحانی قوتوں کے حوالے سے تجھ پر سبقت لے جائے گا۔ میں زمین پر آؤں گا تو وہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعے اپنی برتری ثابت کرے گا۔''

اس نے غصے سے جواب دیا۔ ''وہ ڈینگیں مار رہا ہے۔''

''ڈینگیں مارنے والے بالآخر شرمندہ ہوتے ہیں اور منہ چھپاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، تُو محتاط ہو جا۔ تجھے اس کے مقابلے میں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اگر اس کا دعویٰ درست نکلا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔ دی گریٹ ایشورارا کے حکم سے مجھے اس کی طرف جھکنا پڑے گا۔ اس سے اتحاد کرنا ہوگا۔''

''میرے حساب سے تُو دو ماہ بعد آنے والا ہے۔''

''دی گریٹ ایشورارا کا حکم ہوگا تو میں دو چار روز میں آجاؤں گا۔ ابھی مشینیں اپنے ساتھ نہیں لاؤں گا۔ پہلے یہ آزماؤں گا کہ تم دونوں میں کون زیادہ برتر اور طاقتور ہے؟ اس سلسلے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل تُو کہاں ہے؟ کیونکہ میں تیرے مندر کے قریب اپنا فلائنگ ساسر اتارنا چاہوں گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''نہیں، تجھے یہاں نہیں اترنا چاہیے۔ میں انگولا کے اس جنگل میں نہیں ہوں۔ وہاں سے ہزاروں میل دور ایک ملک میں ہوں۔''

''تجھے میری خاطر اس جنگل میں آنا چاہیے۔''

''بے شک میں آؤں گی مگر کچھ وقت لگے گا۔ میں ایک گھنٹے بعد تجھ سے رابطہ کرکے بتاؤں گی کہ آئندہ کیا کرنے والی ہوں؟''

''اچھی بات ہے۔ میں تیری اگلی کال کا انتظار کروں گا۔''

ایشورارا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ برائٹ موسس اس کے لیے بہت زبردست چیلنج بن گیا تھا۔ وہ مندر اور وہ جنگل اس کی بہت مضبوط پناہ گاہ تھا۔ ایشورارا دو چار روز میں وہاں آنے والا تھا اور اس کا استقبال کرنے کے لیے جنگل میں اس کی موجودگی لازمی تھی۔ جبکہ وہ شادی اور ازدواجی زندگی کے معاملے میں یہاں الجھی ہوئی تھی۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ موسس ایسی زبردست چال چلے گا کہ ایشورارا دو ماہ سے پہلے ہی دو چار دنوں میں واپس آنا چاہے گا اور یہاں آ کر ان دونوں کی پُراسرار قوتوں کو آزمائے گا۔ ابھی وہ نہیں جانتی تھی کہ برائٹ موسس کس طرح اپنی روحانی قوتوں کا مظاہرہ کرے گا اور ایشورارا کے علاوہ دی گریٹ ایشورارا کو بھی اپنی طرف مائل کرے گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈمی کے اندر آگئی۔ وہ مندر میں کاہنہ بنی ہوئی تھی۔ بڑی کامیابی سے وہاں دیوی ماں کا رول ادا کر رہی تھی۔ لیکن اب اچانک ہی پریشان ہوگئی تھی۔

پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ کئی ہزار فوجی جوان بکتر بند گاڑیوں میں مندر کے اطراف پہنچ گئے تھے۔ وہ ایسے حفاظتی انتظامات کے ساتھ آئے تھے کہ وہاں کے جنگلی جانور انہیں

نقصان نہیں پہنچا سکے تھے۔ وہ فوجی بڑی آسانی سے انہیں ہلاک کر رہے تھے۔ یہ معلومات حاصل ہوتے ہی کاہنہ پر چند لمحوں کے لیے سکتہ طاری ہوگیا۔

ڈمی کاہنہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ فوجیوں نے تمام عقیدت مندوں کو مندر کی طرف آنے سے منع کر دیا ہے۔ جو عقیدت میں اندھے ہو کر ادھر آنا چاہتے ہیں۔ انہیں گولی مار دی جاتی ہے۔ مندر کے پروہتوں اور کاہنوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ اپنی چند داسیوں کے ساتھ تہ خانے میں ہیں۔ اب تک کوئی فوجی اس تہ خانے تک پہنچ نہیں پایا ہے۔

کاہنہ غصے سے تلملا گئی۔ اس نے فون کے ذریعے برائٹ موسس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تجھ سے اور تمام اکابرین سے کہا تھا‘ کوئی میرے مندر اور اس جنگل کی طرف رخ نہ کرے۔ ورنہ میں ایسی انتقامی کارروائی کروں گی کہ سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔“

موسس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”میں دیکھنا چاہتا ہوں‘ تُو کس طرح ہمارے ہوش اڑاتی ہے؟“

”اچھی بات ہے۔ تو پھر دیکھ کہ میں کس طرح تجھے اپنے آگے جھکنے پر مجبور کرتی ہوں؟“

اب سے پہلے اس نے کئی اکابرین کے اندر جانے کی کوششیں کی تھیں۔ یہ معلوم ہوا تھا کہ موسس ان سب کے دماغوں کو لاک کرتا جا رہا ہے پھر بھی کچھ باقی رہ گئے تھے۔ وہ ان اکابرین کو اپنے زیرِ اثر لا کر اس متحدہ تنظیم کو اچھا خاصا نقصان پہنچا سکتی تھی۔ جب چاہتی‘ برائٹ موسس کے بیٹے ڈینی کے اندر پہنچ کر زلزلے پیدا کر سکتی تھی۔ اسے دماغی مریض بنا سکتی تھی۔

پہلے اس نے کتنے ہی اکابرین کے اندر پہنچنے کی کوشش کی پھر یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ سب ہی کے دماغ مقفل ہو چکے تھے۔ یہ بعد میں معلوم ہوا تھا کہ تنہا برائٹ موسس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ بلکہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بھی اپنے اہم اکابرین کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔

کاہنہ نے اس پہلو سے ناکام ہونے کے بعد سوچا۔ ”برائٹ موسس خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس نے بڑے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس کا اپنا بیٹا غیر محفوظ ہے۔“

ڈینی اس کا آلۂ کار تھا۔ وہ اس کے ذریعے موسس کے قدم متحدہ تنظیم سے اکھاڑ سکتی تھی اور ایشورارا کے آگے اسے ذلیل کر سکتی تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے اندر پہنچی۔ لیکن پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی اور وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ شدید حیرانی سے سوچنے لگی۔ ”یہ کیا ہوگیا؟“

وہ سمجھ رہی تھی‘ برائٹ موسس نے اس کی عدم موجودگی میں دوبارہ اپنے بیٹے پر تنویمی عمل کیا ہوگا اور دوسرے لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ کو مقفل کیا ہوگا۔ اسی لیے اب وہ اس کے اندر پہنچنے میں ناکام ہو رہی ہے۔ حقیقتاً ہم یہ چاہتے تھے کہ کاہنہ برائٹ موسس کے مقابلے میں فی الحال کمزور پڑ جائے تاکہ دونوں کے درمیان اچھی خاصی جنگ شروع ہو جائے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف محاذ بنانے اور انہیں نقصان پہنچانے سے پہلے ہی آپس میں لڑتے مرتے رہیں۔

جناب علی اسداللہ تبریزی نے آمنہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ ڈینی کے دماغ میں جا کر کاہنہ کو ناکام بنائے اور اس نے یہی کیا تھا۔ جب کاہنہ وہاں پہنچی تو آمنہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ جس کے باعث اس کی سوچ کی لہروں کو واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد بھی اس نے دو تین بار وہاں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی تب اسے یقین ہوگیا کہ وہ ڈینی کو اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکے گی۔

وہ برائٹ موسس اور اکابرین کے ہوش اڑانے والی تھی۔ اب اس کے ہوش اڑ رہے تھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اندر سے کھوکھلی ہوگئی ہے۔ تمام غیر معمولی صلاحیتیں‘ تمام پُراسرار علوم اس کے اندر سے نکل گئے اور وہ اب کسی کام کی نہیں رہی ہے۔

برائٹ موسس اور متحدہ تنظیم کو بلیک میل کرنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ اکابرین کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں نقصان پہنچاتی۔ دوسرا یہ کہ اس کے بیٹے ڈینی کو دماغی مریض بنا دیتی۔ اگرچہ دوسرا راستہ ہم نے بند کیا تھا۔ لیکن وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ پیشوائے اعظم نے اپنے بیٹے کو تحفظ دیا ہے۔

- میری پوتی انوشے مجھے اس کے حالات بتا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”اگر میں کاہنہ کے دماغ میں جانا چاہوں گا تو وہ سانس روک لے گی۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گی۔ تم اس کے اندر جاؤ اور یہ سوچ پیدا کرو کہ میں ایسے برے وقت میں اس کے کام آ سکتا ہوں۔“

انوشے نے اس کے اندر پہنچ کر یہی سوچ پیدا کی۔ وہ بہت مغرور تھی۔ نقصان اٹھا رہی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ رسی جل رہی تھی‘ مگر اس کے بل نہیں جا رہے تھے۔ وہ مجھ سے کسی طرح کا بھی سمجھوتا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے جواباً سوچا۔ ”میں نے بڑی مشکلوں سے اعظم

www.pdfbooksfree.pk

ہمدانی کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کیا ہے اور فرہاد کو راستے سے ہٹایا ہے۔ سمجھوتا کرنا تو دور کی بات ہے' میں اس سے بات بھی نہیں کروں گی۔"

الوشے نے میرے پاس آکر کہا۔ "کاہنہ کو ابھی اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے برائٹ موسس پر سبقت لے جائے گی مگر وہ بری طرح پچھتانے والی ہے۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر وہ وقت آنے دو۔ جب وہ بری طرح پچھتائے۔ تم اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردو کہ طاقتور دشمنوں کے خلاف میں ہی اس کے کام آسکوں گا۔ میرے ذریعے ہی اسے برتری حاصل ہوگی۔"

الوشے کاہنہ کے دماغ میں یہ بات نقش کرکے چلی گئی۔ وہ مندر کے پجاری اور پروہتوں کے دماغوں میں جانے لگی۔ اس جنگل پر قبضہ کرنے والے ہزاروں فوجیوں نے انہیں قیدی بنا رکھا تھا۔ وہ ان کے ذریعے افسران کی باتیں سن کر ان کے دماغوں پر قبضہ جمانے لگی۔

اپنے علاقے سے انہیں بھگانا بہت ضروری تھا۔ وہ ایک ایک افسر کے اندر پہنچتی رہی اور یہ معلوم کرتی رہی کہ ان کے پاس جو گولے' بارود اور دھماکا خیز مواد ہے' اسے کہاں حفاظت سے رکھا گیا ہے؟

اس نے ایسے تباہ کن مواد کو فوجی چھاؤنی کے ہر حصے میں پہنچادیا پھر جنگل میں جہاں دور دور چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں وہاں بھی طاقتور بم نصب کرادیئے۔ اس کے بعد دھماکوں کی ابتدا کی۔ جنگل میں جہاں جہاں چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں۔ وہ سب بارودی دھماکوں سے اڑنے لگیں۔ ان سے دور جہاں ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا تھا۔ اسے بھی بالکل تباہ کر ڈالا۔ جو سپاہی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ انہیں اپنے آلہ کار افسروں کے ذریعے گولیاں مارتی رہی پھر وہ آلہ کار افسر بھی ایک دوسرے کو ہلاک کرتے رہے۔

متحدہ تنظیم کو اس تباہی کی اطلاع مل رہی تھی۔ لیکن وہ کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔ موسس نے کہا۔ "وہاں کاہنہ خود موجود نہیں ہوگی۔ مندر میں چند پجاری اور پروہت ہیں۔ ہم اس مندر کے ساتھ زیادہ سے زیادہ انہیں تباہ کرسکیں گے۔ ہمیں ایسی انتقامی کارروائی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہمارا بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ ہم نے تمام ممالک کی ایک متحدہ فوج قائم کی تھی۔ اس کے پانچ ہزار سپاہی اس جنگل میں بھیجے گئے تھے۔ ان میں سے بمشکل پچاس واپس آئے ہیں۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "جو فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ ان کے رشتے دار پریس اور مختلف اخبارات کے ذریعے احتجاج کررہے ہیں۔ پوچھ رہے ہیں کہ ان کے پیاروں کو کس محاذ پر بھیجا گیا تھا' جہاں وہ بے موت مارے گئے ہیں؟"

موسس نے کہا۔ "بے شک، کاہنہ نے ہمیں مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ اس نے جھنجلا کر ایسا انتقام لیا ہے۔ کیونکہ وہ آپ لوگوں تک پہنچ نہیں پاتی۔ میں نے آپ سب کو تحفظ دیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ ذرا صبر و تحمل سے نقصان برداشت کیا جائے۔ جب ایشورارا یہاں آئے گا تو میں روحانی صلاحیتوں کے ذریعے اس چڑیل کو ایسی شکست دوں گا کہ وہ تلملا کر رہ جائے گی۔ لیکن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی پھر وہ سیارے والے ہم سے اتحاد ضرور قائم کریں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "کاہنہ نے اس جنگل میں ہمارے افسران اور سپاہیوں کو آلۂ کار بنا کر ان کے... ذریعے سب کچھ تباہ کر ڈالا ہے۔ اگر تُو اسے جلد ہی قابو میں نہیں کرے گا تو وہ ہمارے ہر ملک کی فوجی چھاؤنی میں یہی تماشے کرے گی۔ ہر ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر ایسے ہی بم دھماکے کرے گی۔ فوج کو اور اسلحہ کو تباہ کر ڈالے گی۔ اس سے پہلے ہی اس کاہنہ کو ختم کردینا چاہیے یا کسی طرح اسے بے بس اور مجبور کرکے اپنے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردینا چاہیے۔"

برائٹ موسس نے انہیں یقین دلایا کہ وہ ایسا کرے گا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کاہنہ کی اس جوابی کارروائی کے جواب میں کیا کرنا چاہیے؟ بس ایک ہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ کسی بھی طرح اس کا سراغ لگایا جائے' وہ کہاں ہے اور کیا کررہی ہے؟

وہ اس سلسلے میں کئی طرح کے عمل پڑھ چکا تھا اور ناکام ہوتا رہا تھا۔ اس عورت نے اپنے اطراف اتنا مضبوط حصار باندھ رکھا تھا کہ پیشوائے اعظم کا ہر منتر اس حصار سے ٹکرا کر واپس آجاتا تھا۔

کاہنہ نے ایشورارا سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "تیرے آنے سے پہلے ہی میں موسس کے ہوش اڑا رہی ہوں۔ تُو ابھی اس سے رابطہ کرکے معلوم کرسکتا ہے کہ میں کس طرح اسے کمزور اور کمتر بناتی جارہی ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "وہاں معاملات کیا ہیں؟ تیرے اور موسس کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ مجھے کچھ تو بتا؟"

اس نے بتایا کہ اس کی متحدہ تنظیم نے اپنے پانچ ہزار فوجی اس کے جنگل میں بھیجے تھے۔ وہ اس کے مندر کو تباہ کردینا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے ہی اس نے تمام فوجیوں کو تباہ

کردیا ہے۔ مختلف ممالک کے پانچ ہزار سپاہیوں کی جانیں لے کر ان کے ہوش اڑادیئے ہیں۔ آیندہ وہ اس جنگل میں قدم رکھنے کی جرأت بھی نہیں کرسکیں گے۔

ایشورارا نے کہا۔ "میرے پاس برائٹ موسس سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ وہ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ کیا تُو اسے اطلاع دے سکتی ہے کہ میں اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں؟"

"میں ضرور اس سے تیری بات کراؤں گی مگر مجھے یہ تو بتادے کہ تُو کس دن یہاں پہنچ رہا ہے؟ میں اس سے پہلے ہی اپنے مندر میں تیرے استقبال کے لیے پہنچ جاؤں گی۔ وہاں تُو آسانی سے اپنی فلائنگ ساسر اتار سکے گا۔ کوئی دشمن تیری طرف آنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

"تُو نے جس طرح پانچ ہزار فوجیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی تُو بہت طاقتور ہے۔ میں آج سے تیسری رات کو زمین پر پہنچوں گا۔ اس سے پہلے موسس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں ابھی بات کراتی ہوں۔"

اس نے ایشورارا سے رابطہ ختم کیا پھر فون کے ذریعے برائٹ موسس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایشورارا ابھی تجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ غصے اور نفرت سے بولا۔ "تُو بہت ہی ذلیل کتیا ہے۔ تُو نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہوگا؟"

"تُو مجھے کتیا کہہ رہا ہے اور خود کتے کی طرح بھونک رہا ہے۔ جا... سیارے والوں کے تلوے چاٹنے کے لیے جا...."

تاریخ گواہ ہے کہ یہود و نصاریٰ دین اسلام کے خلاف کارروائیاں کرنے اور مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے سلسلے میں ایسے اندھے ہوجاتے ہیں کہ اندھی کارروائیاں کرنے لگتے ہیں۔ ہم سب ایک خوبصورت سی دنیا میں رہتے ہیں۔ امن و امان سے رہ سکتے ہیں۔ لیکن اسے اندھا پن کہا جائے گا کہ وہ سیارے والوں کو دوست بنا رہے تھے اور ہمیں دشمن.... دشمنی کا یہ عمل انہیں آپس میں ہی لڑا رہا تھا۔

برائٹ موسس نے اپنے پراسرار علم کے ذریعے رابطہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں ایشورارا اور دی گریٹ ایشورارا کو سلام کرتا ہوں۔ کاہنہ کہہ رہی تھی' تُو مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے؟ اس لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"وہ کہہ رہی تھی' تُو نے اس جنگل پر قبضہ جمانے کے لیے متحدہ تنظیم کی فوجیں بھیجی تھیں۔ اس نے اپنے پُراسرار علم کے ذریعے ان پانچ ہزار سپاہیوں کو مار ڈالا ہے۔ تم لوگوں نے بری طرح بسپا کیا ہے۔ آیندہ کوئی وہاں قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کاہنہ بہت ہی جھوٹی اور مکار ہے۔ ہم نے صرف پچاس سپاہیوں کو اس جنگل کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے ان بیچاروں کو مار ڈالا۔ پانچ ہزار سپاہی بہت ہوتے ہیں۔ اسے جھوٹ بولتے وقت تعداد کچھ تو کم کرنی چاہیے تھی۔ تجھے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔ جب یہاں آئے گا تو حقیقت معلوم ہوگی۔"

"میں وہاں آکر یہ نہیں دیکھوں گا کہ تم دونوں نے اب تک ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا ہے؟ اور کس طرح برتری حاصل کی ہے؟ میں تو یہ دیکھوں گا کہ میرے بیٹے اور بیٹی کو ان مسلمانوں سے کون نجات دلاتا ہے؟ کون بابا صاحب کے ادارے کے خلاف مضبوط محاذ بنا سکتا ہے؟"

"پھر تو ابھی سے لکھ لے کہ میں ہی تیری بیٹی اور بیٹے کو مسلمانوں سے نجات دلا کر تیری آغوش میں پہنچاؤں گا۔ میری متحدہ تنظیم کو اور میری روحانی قوتوں کو دیکھ کر تُو مجھ سے ہی اتحاد قائم کرے گا۔ میرے بغیر بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کچھ نہیں کرپائے گا۔ یہ ابھی سے لکھ لے۔"

وہ بڑے ہی اعتماد سے بڑے ہی ٹھوس لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ایشورارا نے کہا۔ "مجھے یقین ہے' تُو ہی برتری حاصل کرے گا۔ بہرحال میں آج سے تیسری رات زمین پر آرہا ہوں۔ اس کے بعد آسانی سے فون کے ذریعے رابطہ ہوسکے گا۔"

"میں اپنا ایک آلہ کار یہاں رکھوں گا۔ تُو اس کے دماغ میں آکر بولے گا۔ میں بھی اس کے دماغ میں رہ کر تجھ سے بات کروں گا۔ اس طرح ہم ٹیلی فون کے بغیر کھل کر راز داری کی باتیں کرسکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، آیندہ خیال خوانی کے ذریعے ہماری باتیں ہوں گی۔"

"کیا تُو اسی جنگل میں اپنی فلائنگ ساسر اتارے گا؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں حالات کے مطابق ہوا کا رخ دیکھ کر زمین کے کسی حصے میں بھی اتر سکتا ہوں۔"

ان کا رابطہ ختم ہوگیا۔ موسس ایک طرف بیٹھ کر سوچنے لگا۔ "ایشورارا عارضی طور پر یہاں کا جائزہ لینے آرہا ہے۔ اسے ہر حال میں متاثر کرنا ہوگا۔ سب سے پہلی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ وہ کاہنہ سے زیادہ قریب نہ رہے۔ آج سے تیسری رات میں اپنے علوم کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اپنی فلائنگ ساسر زمین کے کس حصے میں اتارے گا؟"

ادھر کاہنہ فکر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اب اس کا مندر میں پہنچنا اور اس جنگل میں رہنا ضروری ہوگیا تھا۔ وہ ایشورارا کے

استقبال کے لیے وہاں موجود رہتی تو یقیناً وہ اسی جگہ زمین پر اترتا اور پہلی ملاقات اسی سے ہوتی۔ پہلا تاثر وہی قائم کر پاتی۔

میں ایک شوہر کی حیثیت سے اس کے ساتھ دن رات رہتا تھا۔ لیکن وہ اپنی ضرورت کے وقت مجھ سے کترا جاتی تھی۔ جب بھی موسس اور ایشوراراوغیرہ سے رابطہ کرنا ہوتا اور اپنے دوسرے معاملات میں مصروف رہتا تو وہ کاہنہ کی حیثیت سے میرے اندر آکر مجھے حکم دیتی تھی کہ میں چند گھنٹوں کے لیے سو جاؤں یا تفریح کے لیے کہیں چلا جاؤں۔ میں اس کا حکم مان کر اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھتا تھا۔

رات کا کھانا کھاتے وقت میں اس کے چہرے کو غور سے تکنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟''

''میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اندر سے کچھ پریشان ہو اور اپنی پریشانیاں مجھ سے چھپا رہی ہو۔''

وہ بولی۔ ''ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تمہارے ساتھ بہت خوش ہوں۔ لیکن.....''

میں نے کہا۔ ''آخر یہ لیکن بیچ میں آہی گیا۔ ضرور کوئی پریشانی ہے؟''

''میں نے کہا ناں آپ کے ساتھ بہت خوش ہوں لیکن.... اس چار دیواری میں ذرا دم گھٹنے لگا ہے اور آپ ہیں کہ ہنی مون کے لیے کہیں جانے کا پروگرام نہیں بنا رہے ہیں۔''

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''بس، اتنی سی بات ہے؟ ابھی پروگرام بناتے ہیں اور کل ہی یہاں سے روانہ ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے، ہنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ جانا پسند کرو گی؟''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''آئی لو یو۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ ابھی کھانے کے بعد ٹریول ایجنٹ سے رابطہ کریں اور کل ہی کسی فلائٹ کی دو سیٹیں حاصل کر لیں۔''

میں نے یہی کیا۔ دوسرے دن پیرس جانے والی فلائٹ میں دو سیٹیں اوکے کرالیں۔ وہ بہت خوش تھی۔ میرے ساتھ رات ایک بجے تک بہت خوبصورت لمحات گزارتی رہی پھر کاہنہ بن کر میرے اندر آکر مجھے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ بیچاری کتنی وفادار تھی؟ اپنے شوہر کو غلام بنا کر ازدواجی زندگی کا کھیل کھیل رہی تھی۔

اس نے اپنی ڈمی کاہنہ کے اندر پہنچ کر کہا۔ ''اب تجھے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔ کل سے یہاں عقیدت مندوں کا میلا لگا رہے گا۔ میں جلد ہی واپس آرہی ہوں۔''

وہ وہاں جانے سے پہلے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے لیے کوئی خطرہ ہے یا نہیں؟ برائٹ موسس اس کے خلاف وہاں کوئی چال چل سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی وہ اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر رہی تھی۔

وہ انگولا کے ریڈیو اور ٹی وی اناؤنسرز کے اندر باری باری جانے لگی اور کہنے لگی۔ ''میں ہزاروں برس سے زندہ رہنے والی کاہنہ اپنے عقیدت مندوں سے مخاطب ہوں۔ تم سب نے یہ دیکھا کہ بڑے بڑے ممالک کی فوجیں متحد ہو کر میرے جنگل میں آئی تھیں۔ وہاں سے میرے عقیدت مندوں کو بھگایا تھا۔ لیکن ان کا انجام کیا ہوا؟ وہ سب کے سب مارے گئے۔ وہاں ان کی لاشیں اٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ میرے شیر اور چیتوں کو اچھی خاصی خوراک مل رہی ہے۔

میرے دشمن سمجھ رہے تھے کہ تمہاری دیوی ماں کمزور ہے اور وہ مجھے شکست دیں گے۔ میرے مندر کو توڑ دیں گے۔ لیکن دنیا دیکھ رہی ہے' میں نے تنہا ہو کر بھی تمام بڑے ممالک کی فوجوں کو شکست دی ہے۔ آیندہ کوئی جنگل میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

میں اپنے عقیدت مندوں سے کہتی ہوں' وہ بے خوف و خطر کل سے مندر کی طرف آسکتے ہیں۔ وہاں رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ میں انہیں ضرور درشن دیتی رہوں گی۔''

اس نے دوسری صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد پھر انگولا کے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اپنے عقیدت مندوں کو مخاطب کیا اور انہیں حوصلہ دیا کہ وہ اس کے درشن کرنے کے لیے مندر کی طرف جا سکتے ہیں۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہاں جانے کے بعد معلوم ہوگا کہ دیوی ماں کس روز کس وقت انہیں درشن دے گی؟

دوسرے دن میں اعظم ہمدانی کی حیثیت سے اپنے والدین سے' بزرگوں سے اور دوسرے رشتے داروں سے رخصت ہونے لگا۔ سب ہی خوش ہو کر دعائیں دے رہے تھے۔ اعظم کی ماں نے کاہنہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے کہا۔ ''بیٹے! میری بہو بہت نازک ہے۔ زندگی میں پہلی بار ملک سے باہر جا رہی ہے۔ اس کا خاص خیال رکھنا۔ اسے بخیریت واپس لانا۔''

ایسے وقت کاہنہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ ''جی بھر کر بیٹے کو گلے لگا لو' دعائیں دے دو۔ یہ اب واپس آنے والا نہیں ہے۔ جیسے ہی میرے وجود میں ایک بیٹی آئے گی۔ میں اسے زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ صدیوں سے یہ دستور چلا آیا ہے۔ کوئی بھی کاہنہ اپنے شوہر کو رازدار بنا کر زندہ نہیں رکھتی۔''

ہم شام کی فلائٹ سے روانہ ہوئے اور رات کو

سوئٹزرلینڈ پہنچ گئے۔ جنیوا کے ایک ہوٹل میں کمرا حاصل کیا۔ وہاں کاہنہ نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے گہری نیند سلا دیا پھر مجھ پر نئے سرے سے تنویمی عمل کرنے لگی۔ ایسے وقت الوشے میرے اندر موجود تھی۔

کاہنہ میرا برین واش کر رہی تھی۔ اعظم ہمدانی کی حیثیت سے میری یادداشت بھلا رہی تھی۔ میرے اندر کہہ رہی تھی۔ ''ان لمحات سے تُو اپنے آپ کو بھول چکا ہے۔ بس اتنا یاد رکھے گا کہ میرا غلام ہے اور تیرا نام بھی غلام ہے۔ تُو ماضی کی کوئی بات یاد نہیں کرے گا۔ صرف میرے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔''

اس نے میرے دماغ کو لاک کرنے کے بعد مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر ڈمی کاہنہ کے ذریعے معلوم کیا۔ پتا چلا صبح سے ہی عقیدت مند مندر کی طرف آنے لگے تھے۔ وہ بہت خوش تھے اور سب ہی مندر کے آس پاس والی رہائش گاہوں میں رہ کر ناچتے گاتے ہوئے اپنی مسرتوں کا اظہار کر رہے تھے۔

کاہنہ انگولا کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے اندر جا کر معلوم کر رہی تھی کہ اس کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے یا نہیں؟ وہ متحدہ تنظیم میں شامل ہونے والے ملکوں کی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں بھی جا رہی تھی۔ برائٹ موسس اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ ان میں فوج کے اعلیٰ افسران بھی شامل تھے۔ لیکن وہ ان تمام ممالک کے ہزاروں افراد کے دماغوں کو لاک نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح وہ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں کو بھی لاک نہیں کر پائے تھے۔ ان کے ذریعے پتا چل رہا تھا کہ ان کے کتنے جاسوس کس بھیس میں انگولا کے شہر کوانزا پہنچے ہوئے ہیں؟

وہ سب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کاہنہ کب اس مندر میں پہنچے گی؟ کس دن اور کس وقت اپنے عقیدت مندوں کو درشن دے گی؟ ایسے وقت وہ عقیدت مندوں کے بھیس میں وہاں جائیں گے اور کاہنہ کو گولی مار دیں گے۔

وہ باری باری انٹیلی جنس کے ایک ایک افسر کے اندر پہنچتی رہی اور وہ اس کی مرضی کے مطابق اپنی بیویوں اور بچوں سے فون پر باتیں کرتے رہے۔ ان میں سے ہر ایک کی بیوی نے کہا۔ ''کاہنہ پتا نہیں کب اپنے عقیدت مندوں کو درشن دے گی؟ اور کب اسے ہلاک کیا جائے گا؟ اس سے پہلے میں اپنے آپ کو گولی مار رہی ہوں۔ مجھے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔''

جس نے بھی فون پر اپنی بیوی کی یہ دھمکی سنی وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ ان میں سے ایک افسر نے اپنی بیوی کی دھمکی کو مذاق سمجھا تو اس نے سچ مچ خود کو گولی مار لی۔ اس کے بچوں نے فون پر بتایا کہ ان کی ماں نے سچ مچ خودکشی کر لی ہے۔

ان حالات میں انٹیلی جنس کے تمام افسران سہم گئے۔ انہوں نے اسی وقت ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ ''ہم کاہنہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ کسی عقیدت مند کے بھیس میں وہاں نہیں جائیں گے اور نہ ہی اسے گولی ماریں گے۔ ہم واپس آرہے ہیں۔''

اکابرین نے انہیں روکنے کی کوشش کی مگر وہ رُکنے والے نہیں تھے۔ ان کی جگہ دوسرے جاسوس بھیجے گئے۔ کاہنہ ان کے دماغوں میں بھی پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے انگولا پہنچتے ہی وہاں کے پولیس افسران کو گولیاں مارنی شروع کر دیں۔ ان میں سے کچھ جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا۔ کچھ فرار ہو گئے اور اپنی جان بچانے کے لیے واپس بھاگنے لگے۔ کاہنہ نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا۔ ''دیکھ! تیرے انٹیلی جنس والوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس وقت ایک اعلیٰ افسر تیرے پاس آیا ہے اور تُو اسے یہ حکم دینے والا ہے کہ وہ بڑی رازداری سے میرے مندر میں پہنچ کر مجھے گولی مارے گا۔''

اس افسر نے کہا۔ ''کاہنہ! تیری موت آچکی ہے۔ جتنے بھی ہتھکنڈے آزما لے۔ تجھے مرنا ہی مرنا ہے۔''

''افسوس کہ تُو میری موت نہیں دیکھ سکے گا۔ کیونکہ تیری موت سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ اس اعلیٰ افسر کو دیکھ...! میں اس کے اندر موجود ہوں اور یہ دیکھ...! یہ اپنا ریوالور نکال رہا ہے۔''

اس اعلیٰ حاکم نے چیخ کر کہا۔ ''بچاؤ... اسے پکڑو... اسے باہر بھگاؤ.....''

اس سے پہلے کہ کوئی وہاں آتا۔ اس نے گولی چلا دی۔ اعلیٰ حاکم اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ کاہنہ اس آلۂ کار کو بنگلے کے اندر لے گئی۔ دوسرے کمرے میں اس کی بیوی اور جوان بیٹا تھا۔ اس نے ان دونوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اس کی جوان بیٹی خوف سے سہمی ہوئی تھی۔ کاہنہ نے آلۂ کار کے ذریعے کہا۔ ''میں تجھے زندہ چھوڑ دوں گی۔ ابھی فون کر کے جتنے اکابرین کو بتا سکتی ہے' بتا دے کہ یہاں کاہنہ نے تیرے پورے خاندان کا کیا حشر کیا ہے اور آیندہ دوسروں کو بھی ان کے پورے خاندان سمیت کس طرح تباہ و برباد کر سکتی ہے؟''

اس لڑکی نے فوراً ہی فون کے ذریعے اپنے ملک کے کئی اکابرین سے رابطہ کیا پھر انہیں کاہنہ کا پیغام سنایا۔ اس ملک کے اکابرین نے دوسرے ممالک کے اکابرین کو بتایا کہ ایک

اعلیٰ حاکم کے ساتھ کیسی واردات ہو چکی ہے اور انگولا جانے والے جاسوسوں کے ساتھ بھی کیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟

پھر انہوں نے برائٹ موسس سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا۔ ''کیا کاہنہ اسی طرح ہم پر حاوی ہوتی رہے گی؟ پانچ ہزار سپاہیوں کو مارنے کے بعد اب اس نے ایک اعلیٰ حاکم کو اس کی بیوی اور بیٹے کو مار ڈالا ہے۔ وہ ہم سب کے لیے چیلنج بن گئی ہے۔''

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ ''ہمارے جو جاسوس انگولا گئے تھے۔ ان کی بیوی اور بچوں کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔ وہ گھبرا کر واپس آگئے ہیں اور جو جبراً وہاں تھے۔ انہوں نے وہاں کے پولیس والوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ قاتل بن گئے ہیں۔ وہاں کے قوانین کے مطابق مفرور ہیں۔ انہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کب مرے گی لیکن اس نے اچھا خاصا ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ سب ہی کے دلوں میں دہشت پیدا کر دی ہے۔ وہ آئندہ بہت کچھ کر سکتی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''کاہنہ جیسی واردات کر رہی ہے' اس سے پتا چلتا ہے' وہ بہت محتاط ہو گئی ہے اور اپنے لیے حفاظتی انتظامات کر چکی ہے۔ وہ ہمارے ہتھے نہیں چڑھے گی لہٰذا اسے ہلاک کرنے کا خیال فی الحال دل سے نکال دیا جائے۔ اس طرح ہمارے لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔''

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''کاہنہ ہمیں پسپا کر رہی ہے اور اپنی برتری ثابت کر رہی ہے۔''

''وقتی کامیابی کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دشمن ہم سے برتر ہو گیا ہے۔''

ایک نے پوچھا۔ ''موجودہ حالات میں تُو ہمارے لیے کیا کر سکتا ہے؟''

''میں جانتا تھا' وہ پُراسرار علوم میں مجھ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس سے بڑا سخت مقابلہ ہوگا۔ اسی لیے میں نے تم سب کے دماغوں کو مقفل کر دیا ہے تاکہ سب سے پہلے تم لوگوں کی حفاظت کی جائے۔''

''ہمارا وہ اعلیٰ حاکم جو مارا گیا ہے۔ اس کا دماغ بھی مقفل تھا۔ لیکن کاہنہ اپنے ایک آلہ کار کے ذریعے اس کے سامنے پہنچ گئی۔ صرف اسے نہیں' اس کی بیوی اور بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا۔ کیا ایسا ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتا؟''

''ہو سکتا ہے۔ جو بھی اعلیٰ افسر یا حاکم نادانی کرے گا اور اپنے ماتحتوں کو سامنے بلا کر گفتگو کرے گا۔ اس کا یہی حشر ہوگا۔ میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اپنے اطراف حفاظتی انتظامات سخت کیے جائیں۔ کسی سیکورٹی افسر کو بھی اپنے روبرو نہ بلایا جائے۔''

ایک نے کہا۔ ''بے شک، اس اعلیٰ حاکم سے غلطی ہوئی تھی۔ ہم ایسی غلطی سے پرہیز کریں گے۔ لیکن ایشورارا کا استقبال کیسے کیا جائے گا؟''

دوسرے نے کہا۔ ''آج سے دوسری رات کو وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔ اگر جنگل میں اپنی فلائنگ ساسر اتارے گا تو پہلے کاہنہ سے ہی ملاقات ہوگی اور ہم یہ نہیں چاہیں گے۔ ہم ایشورارا سے پہلے ملاقات کر کے پہلا تاثر قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

موسس نے کہا۔ ''ہر کام اپنی مرضی اور اپنے مزاج کے مطابق نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی حالات مجبور کرتے ہیں کہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بعد میں دو قدم آگے بڑھائے جائیں۔''

''تو اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کرنے والا تھا کہ اس نے اپنی فلائنگ ساسر جنگل میں نہ اتاری تو پھر کہاں اتارے گا؟''

''میں نے ایشورارا کا موبائل نمبر نوٹ کر لیا ہے۔ جب اس کی فلائنگ ساسر زمین کی کشش میں آئے گی تو میں فون پر اس سے رابطہ کروں گا۔ اپنے ایک آلہ کار کی آواز سنا کر کہوں گا کہ وہ پہلے مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرے۔''

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ ''ہم فی الحال اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ ایشورارا کے آنے تک اس کاہنہ کے خلاف محاذ آرائی نہ کی جائے۔ خوامخواہ ہمارے آدمی مارے جا رہے ہیں اور وہ چڑیل کی بچی کہیں چھپی ہوئی ہے۔ اس پر کوئی آنچ نہیں آ رہی ہے۔''

موسس نے کہا۔ ''بے شک، ہمیں ہر حال میں کامیابی کی امید رکھتے ہوئے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔''

کاہنہ مجھے ساتھ لے کر انگولا کے شہر گوانزا پہنچ گئی تھی۔ یہ کہنا چاہیے کہ میں کاہنہ کو لے کر گوانزا پہنچ گیا تھا۔ لیکن ایسا کہنا اس لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ مجھے غلام بنا کر اپنے ساتھ لیے پھر رہی تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ہم نے گوانزا کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ وہ اس کمرے میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہی تھی کہ مندر میں کیا ہو رہا ہے اور مندر کے باہر جنگل سے دور گوانزا شہر تک کیسی سازشیں ہو رہی ہیں؟

مسلسل خیال خوانی کرتے رہنے کے بعد یہ یقین ہوا کہ سازشیں تقریباً ختم ہو چکی ہیں۔ کوئی دشمن نہ تو گوانزا میں ہے اور نہ ہی کسی عقیدت مند کے بھیس میں ہے۔ پھر بھی وہ مندر میں نہیں جا رہی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا' اس کی ڈمی کاہنہ ہی وہاں رہ کر اس کا رول ادا کرتی رہے گی۔

ایشورارا نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ کاہنہ اور برائٹ موسس کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ جب تک وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہیں گے' اس وقت تک اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے لہٰذا زمین پر پہنچ کر دور ہی دور سے تماشا دیکھنا چاہیے۔ ان کا مشاہدہ کرنے جانچنے اور پرکھنے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے گا کہ کس سے اتحاد قائم کیا جائے؟

اس نے کہا تھا' وہ تیسری رات زمین پر آئے گا۔ لیکن دوسری رات کو ہی چلا آیا تھا۔ ایک فلائنگ ساسر نے انہیں ویران صحرا میں اتارا تھا۔ اس کے ساتھ چار ماتحت آئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام بگولا' دوسرے کا نام بے تابا' تیسرے کا نام رنداوا اور چوتھے کا نام کونداوا تھا۔ وہ چاروں ہی ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ ان چاروں کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ چاروں کسی بھی عورت کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔

ان کے ساتھ اپنے اپنے سفری بیگ تھے۔ ان پانچوں نے اپنے پاؤں جوڑے پھر خاص تکنیک کے مطابق تیر کی رفتار سے سفر کرتے ہوئے وہاں کے ایک شہر سن سٹی پہنچ گئے۔ انہوں نے وہاں روپوش رہ کر اس شہر کے متعلقہ افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا پھر اپنے لیے پاسپورٹ اور ضروری شناختی کاغذات تیار کروائے۔ ان کاغذات اور پاسپورٹ کے مطابق وہ اس دنیا کے رہنے والے سن سٹی کے باشندے بن گئے تھے۔

پھر وہ وہاں سے انگولا پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک ہوٹل میں اپنے لیے کمرے حاصل کیے پھر ایشورارا نے ان چاروں سے کہا۔ ''یہاں مندر میں کاہنہ موجود ہوگی۔ میں اس کے قریب نہیں رہنا چاہتا۔ میری بیٹی اور بیٹا انڈیا میں ہیں۔ میں وہاں جاؤں گا۔ برائٹ موسس تل ابیب میں ہے۔ میں ان دونوں سے دور رہ کر اپنی پلاننگ کے مطابق ان سے نپٹا کرتا رہوں گا۔''

پھر اس نے بے تابا سے کہا۔ ''تو یہاں رہ کر کاہنہ کا عقیدت مند بن کر مندر میں جائے گا اور وہاں دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔''

اس نے بگولا سے کہا۔ ''اسی طرح تُو تل ابیب جا کر موسس کی نگرانی کرے گا اور اس کی کمزوریاں معلوم کرنے کی کوششیں کرے گا۔''

اس نے کونداوا اور رنداوا سے کہا۔ ''تم دونوں پیرس میں رہو گے۔ اس شہر کے مضافات میں بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ تم دونوں کسی بھی مسلمان سے کوئی تعلق نہیں رکھو گے۔ اس ادارے کے لوگ بہت ہی شاطر ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے ذریعے تمہاری اصلیت تک پہنچ جائیں گے۔ تمہیں یورپی ممالک کے اکابرین پر نظر رکھنی ہوگی۔ برائٹ موسس نے ان لوگوں کے دماغوں کو لاک کیا ہے۔ تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کسی طرح ان کے دماغی دروازے کھل جائیں اور وہاں تمہارا تسلط قائم ہو جائے۔''

ایشورارا نے اپنے ماتحت بے تابا کو گوانزا میں رہنے کا اور کاہنہ کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ عقیدت مند بن کر مندر میں جاتا اور کاہنہ اس سے بات کرتی تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتی کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنے کے لیے بے تابا کو انہوں نے گہری نیند سلا دیا۔ ان کے پاس ایک چھوٹی سی ٹرانسلیٹر مشین تھی۔ انہوں نے اس مشین کے تاروں کو بے تابا کی کنپٹیوں سے اور پیشانی سے لگا دیا۔ ایشورارا اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر رہا تھا کہ وہ انگولا کا باشندہ ہے۔ گوانزا میں رہتا ہے اور کاہنہ کا عقیدت مند ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' نہ یوگا میں مہارت رکھتا ہے۔ بے روزگاری سے تنگ آگیا ہے۔ اسی لیے کاہنہ کا آشیرواد لے کر روزگار حاصل کرنا چاہتا ہے۔

پھر ایشورارا نے اپنے اس معمول بے تابا سے کہا۔ ''اب تجھے انگولا کی مقامی زبان سنائی جا رہی ہے۔ یہ زبان تیرے ذہن میں نقش ہوگی اور اس کا ترجمہ تجھے معلوم ہوتا رہے گا۔ تُو اس زبان کو روانی سے بولنے لگے گا۔''

اس کے ساتھ ہی اس ٹرانسلیٹر مشین کو آن کر دیا گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ایشورارا کا تنویمی عمل مکمل ہو گیا۔ بے تابا کی شخصیت بدل گئی۔ وہ انگولا کا ایک باشندہ بن گیا اور وہاں کی زبان روانی سے بولنے کے قابل ہو گیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ فی الحال خیال خوانی بھول جائے گا۔ جب ایشورارا یا اس کے دوسرے ساتھی اس کے اندر آ کر بولیں گے' تب وہ خیال خوانی کر پائے گا۔ جب وہ چلے جائیں گے اور خیال خوانی ضروری نہیں رہے گی تو وہ ٹیلی پیتھی کا علم بھول جائے گا۔

اس کے بعد بگولا کو دوسرے بیڈ پر لٹایا گیا۔ اسے بھی گہری نیند سلا کر وہی عمل کیا گیا۔ اسے تل ابیب جا کر برائٹ موسس کے قریب رہنا تھا۔

سیارے سے آنے والے انگریزی زبان سیکھ کر آئے تھے۔ اس وقت عمل کے دوران ٹرانسلیٹر مشین کے ذریعے اس کے ذہن میں عبرانی زبان نقش کی گئی۔ وہ بھی عارضی طور

www.pdfbooksfree.pk

پر خیال خوانی بھول گیا۔ جب کبھی ایشورارا یا دوسرے ساتھی اس کے اندر آتے' اسے یاد دلاتے تو وہ پھر سے خیال خوانی کے قابل ہو جاتا۔

انہوں نے اپنے بنائے ہوئے منصوبوں پر پوری طرح عمل کیا پھر دوسرے دن کی فلائٹ سے رندا وا گوندا وا پیرس چلے گئے۔ بگولا تل ابیب کی طرف روانہ ہوا اور ایشورارا بیٹا بیٹی کے قریب رہنے کے لیے انڈیا کی طرف جانے لگا۔ اس کا دل اپنے بچوں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اسے فکر تھی۔ وہ ماوَرا کے متعلق سوچ رہا تھا۔ "پتا نہیں فرہاد کا بیٹا میری بیٹی کو کیسے برت رہا ہوگا؟ اس کی کیا حالت ہو گئی ہوگی؟ اس شبانہ (الوشے) نامی لڑکی نے بھی میرے بیٹے دامودر کو اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میرا وہ نادان بیٹا تو اس کا غلام بن چکا ہوگا۔"

اسے کاہنہ اور برائٹ موسس کی طرف سے کوئی فکر یا پریشانی نہیں تھی۔ وہ باقاعدہ ایک ٹھوس پلاننگ کے ساتھ آیا تھا اور اسی کے مطابق عمل کرتا تھا۔ آدھی رات کے بعد وہ ان سے رابطہ کر کے اطلاع دینے والا تھا کہ اس زمین پر پہنچ گیا ہے۔ اس کے بعد اچھی خاصی مصروفیات کا آغاز ہو جاتا۔

وہ شام کے چھ بجے ممبئی پہنچ گیا۔ اس نے سیارے میں جانے سے پہلے کئی بار اپنی بیٹی اور بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر باتیں کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہا تھا۔ سیارے میں جانے کے بعد بھی اس نے کاہنہ سے معلومات حاصل کی تھیں۔ اس نے بتایا تھا' ماوَرا اور دامودر کے دماغ اگرچہ مقفل نہیں ہیں۔ لیکن وہ دونوں بے حس ہیں۔ خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں ہوتے ہیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کاہنہ کسی روحانی عمل کا توڑ کرنے میں ناکام رہی ہے۔ جب یہاں آنے سے پہلے موسس سے رابطہ ہوا تو یہ امید بندھی کہ وہ روحانیت کا حامل شخص اس کے بچوں کو مسلمانوں سے نجات دلا سکے گا۔

ایشورارا نے ایک لگژری ہوٹل میں کمرا حاصل کیا۔ وہاں اپنا سامان رکھا پھر ایک رینٹڈ کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بچوں کے رہائشی بنگلے کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ یا تو بنگلے کے اندر تھے یا کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے بچوں تک پہنچنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ اگرچہ یہ جانتا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے بات نہیں کر پائے گا پھر بھی اس نے دل سے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنی بیٹی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اسے جگہ مل گئی۔ یہ ایسی کامیابی اور ایسی خوشی کی بات تھی' جس کی وہ توقع نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت ماوَرا' دامودر اور پارس کہیں باہر جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ وہ اپنے بیٹے کے اندر آیا تو وہاں بھی جگہ مل گئی۔ وہ پہلے بھی اپنے باپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس وقت بھی انہیں خبر نہ ہوئی کہ وہ ان کے اندر پہنچا ہوا ہے۔

وہ چپ چاپ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ سب سے پہلے یہ معلوم کر رہا تھا کہ اب ان دونوں کے دماغ مقفل کیوں نہیں ہیں؟ اس نے سوچا۔ "کیا مسلمانوں نے میرے جانے کے بعد ان دونوں کو آزاد کر دیا ہے؟ کیا اب میری آمد کی خبر ملتے ہی ان کے دماغوں کو دوبارہ لاک کر دیا جائے گا؟"

پھر اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا۔ "کیا برائٹ موسس نے اپنی روحانی قوت سے ان کے دماغ کے دروازے کھولے ہیں؟"

وہ ماوَرا اور دامودر کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم کرنے لگا۔ "کیا برائٹ موسس بھی ان کے اندر آیا تھا؟ اس نے ان پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

جواب نفی میں تھا۔ وہ دونوں کسی برائٹ موسس کو نہیں جانتے تھے۔ ان کے چور خیالات کہہ رہے تھے۔ "ہم پر مسلمان روحانی عالموں کا سایہ ہے۔ کوئی دوسرا آ کر ہم پر کسی طرح کا تنویمی عمل نہیں کر سکتا۔"

اس نے بیٹی کے ذہن میں یہ سوال پیدا کیا۔ "کیا اس طرح مسلمان عالموں نے اپنے عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ اور کنیز نہیں بنا لیا ہے؟"

ماوَرا نے حیرانی سے سوچا۔ "میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ یہ مسلمان تو میرے اور دامودر کے لیے باعث رحمت ہیں۔ دنیا میں جو بھی لڑکی پیدا ہوتی ہے' وہ نہیں جانتی کہ جوان ہونے کے بعد کس ملک' کس مذہب اور کس قوم کے مرد سے بیاہی جائے گی اور اس کے ساتھ راضی خوشی زندگی گزارے گی؟ میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔ پارس میری زندگی میں آیا اور میرے سوچنے کا انداز ہی بدل گیا۔ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ دل و جان سے پارس اور اس کے دین کو قبول کر رہی ہوں اور بہت خوش ہوں۔"

اس نے پھر دوسرا سوال پیدا کیا۔ "کیا یہ مسرتیں حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ سے دشمنی نہیں کر رہی ہوں؟ کیونکہ باپ کے دشمنوں سے محبت کر رہی ہوں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "یہ حقیقت نہیں ہے کہ مسلمان میرے پاپا کے دشمن ہیں۔ اس کے برعکس پاپا

سیارے سے یہاں روحانی قوتوں کے خلاف محاذ آرائی کرنے آئے ہیں۔ دشمنی کی ابتدا انہوں نے کی ہے۔ جب بھی وہ سیارے سے واپس آئیں گے تو ہم انہیں سمجھائیں گے کہ وہ مسلمانوں سے دوستی کر کے ہی اس دنیا میں امن و امان سے اور عزت و وقار سے رہ سکیں گے۔"

اس نے پھر ایک سوال پیدا کیا۔ "لیکن میں پاپا سے کس طرح رابطہ کروں گی؟ مسلمانوں نے مجھ پر کچھ اس طرح کا روحانی عمل کیا ہے کہ جب پاپا آتے ہیں تو خیال خوانی کے ذریعے ہمارے اندر پہنچ نہیں پاتے۔"

ماوَرا نے جواباً سوچا۔ "ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ پاپا دشمن بن کر آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اندر آ کر مسلمانوں سے دشمنی نہ کریں۔ کوئی سازش نہ کریں تو ان کے لیے ہمارے دماغوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔"

اس نے اپنے بیٹے دامودر کے اندر آ کر خیالات پڑھے۔ اس کے ذہن میں بھی یہی سوالات پیدا کیے تو اس نے ماوَرا کی طرح ہی جوابات دیے۔ وہ دونوں بہت خوش تھے۔ اس وقت بنگلے سے باہر نکل آئے تھے اور کار میں بیٹھ کر سمندر کے ایک ساحلی نائٹ کلب کی طرف جا رہے تھے۔

پورس کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "دامودر! آج کل تم تنہا تنہا سے ہو۔ کبھی کبھی ہمارے ساتھ تفریح کے لیے جاتے ہو۔ ورنہ گھر میں پڑے رہتے ہو۔"

ماوَرا نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے' اس کی محبوبہ اسے چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے؟"

دامودر نے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے والدین سے ملنے دہلی گئی ہے۔ دو چار دنوں میں واپس آ جائے گی۔"

ماوَرا نے کہا۔ "یہ کیسی محبوبہ ہے کہ تم نے اب تک اپنی بہن سے ملاقات تک نہیں کرائی؟ میں اب سے پہلے بھی تمہیں کئی بار کہہ چکی ہوں' مگر تم ٹال دیتے ہو۔"

پورس نے کہا۔ "بیچاری کوئی کالی پیلی سی لڑکی ہوگی۔ اسی لیے یہ اسے ہمارے سامنے لانے سے کترا رہا ہے۔"

"وہ کالی پیلی نہیں..... اجلی اجلی سی ہے۔ اس کے چہرے سے نور برستا ہے۔ پاکیزہ وجود سے ایسا تقدس جھلکتا ہے کہ اس کے سامنے جاتے ہی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے اپنی کوئی بھی بات منوا سکتا ہوں۔ لیکن وہ اپنی معصومیت اور پاکیزگی سے مجھے کسی بھی بات پر قائل کر لیتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' تم اپنی محبوبہ کے زیر اثر رہتے ہو؟"

"پلیز، ابھی اسے میری محبوبہ نہ کہیں۔ اگرچہ میں اس کے عشق میں مبتلا ہوں۔ لیکن اس عشق میں ایک ذرا ہوس نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی پوشیدہ غرض ہے۔ اس سے ایسی عقیدت ہے کہ وہ دیوی بن جائے تو میں اس کی پوجا کرنے لگوں گا۔"

پورس نے کہا۔ "تعجب ہے۔ پہلی بار سن رہا ہوں کہ اتنی حسین لڑکی سے صرف عقیدت ہو؟ اس کی کوئی طلب نہ ہو؟"

اس نے کہا۔ "پارس بھائی! وہ کوئی بھرپور جوان دوشیزہ نہیں ہے۔ ایک گیارہ برس کی لڑکی ہے۔"

دونوں نے چونک کر شدید حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پورس نے مارے حیرت کے کار کو بریک لگائے۔ اسے سڑک کے کنارے روکا پھر پلٹ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دامودر کو دیکھا۔ ماوَرا بھی اسے حیرانی سے تک رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "مائی گاڈ...! تم ایک گیارہ برس کی لڑکی کے پیچھے بھاگتے رہتے ہو؟"

پورس نے اس کا ایک کان مروڑتے ہوئے کہا۔ "اس نے اب تک ہماری ملاقات اس لڑکی سے اسی لیے ہی نہیں کرائی کہ وہ ایک بچی ہے۔ ہم سے ملاقات کراتا تو ہم اس کا مذاق اڑاتے کہ ایک بچی سے عشق کر رہا ہے۔"

"پورس بھائی! کان چھوڑ دو۔ کیا اسے اکھاڑنے کا ارادہ ہے؟ وہ بچی تو ہے مگر بچی نہیں لگتی۔"

پورس نے کان چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی کہ بچی ہے مگر بچی نہیں لگتی؟"

"وہ اچھی قد آور ہے۔ میرے شانے تک آتی ہے۔ دور سے دیکھو تو بھرپور جوان لڑکی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی اصل عمر معلوم کی ہے۔ وہ پورے گیارہ برس کی ہو چکی ہے۔"

ماوَرا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے اب تک اس سے ہماری ملاقات کیوں نہیں کرائی؟"

دامودر نے کہا۔ "اس نے دوستی کی یہی شرط رکھی تھی کہ وہ کسی سے ملاقات نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ ایک طرح سے گوشہ نشین رہتی ہے۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتی ہے۔ کلام پاک کی تلاوت کرتی ہے اور دن رات تسبیح کے دانے پڑھتی رہتی ہے۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کس مولوی کی بیٹی کے سحر میں آ گئے ہو؟"

ماوَرا نے پارس سے کہا۔ "کیا ہم یہاں سڑک کے کنارے بیٹھے رہیں گے؟ پلیز، گاڑی آگے بڑھاؤ۔ دامودر کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیا اس کی باتوں سے پتا نہیں

www.pdfbooksfree.pk

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.pdfbooksfree.pk

چلتا کہ وہ لڑکی کوئی عجیب وغریب ہے؟ اے دامودر! کان کھول کو سن لو۔ میں پہلی فرصت میں اس لڑکی سے ملنا چاہتی ہوں۔ کہاں ہے وہ...؟''

''ابھی تو میں نے کہا ہے' وہ اپنے والدین سے ملنے دہلی گئی ہوئی ہے۔''

''اس شہر میں کہاں رہتی ہے؟''

''میں نے اس کے لیے ایک چھوٹا سا بہت ہی خوبصورت سا بنگلا خریدا ہے۔''

ماؤرا نے کہا۔ ''مائی گاڈ! تم نے ایک بار کہا تھا کہ اپنے اکاؤنٹ سے پانچ کروڑ روپے نکال رہے ہو اور اپنے لیے ایک اور بنگلا خریدنا چاہتے ہو۔ کیا تم نے اتنا مہنگا بنگلا اس کے لیے خریدا ہے؟''

''میں نے اسی کے لیے خریدا تھا۔ لیکن اس نے اس بنگلے کو اپنے نام نہیں ہونے دیا ہے۔ ماؤرا! تم یہ نہ سوچو کہ وہ لالچی ہے اور میری دولت دیکھ کر مجھے ٹریپ کررہی ہے۔''

''وہ جو بھی ہے' جیسی بھی ہے۔ اسے فوراً یہاں بلاؤ۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ ابھی اس کے بنگلے میں چلو۔ دیکھوں تو سہی وہ کیسا ہے؟''

اس نے پورس کو بنگلے کا پتا بتایا۔ وہ راستہ بدل کر ادھر جانے لگے۔ ماؤرا نے کہا۔ ''میں تم سے کہہ چکی ہوں' ابھی اس کے اندر جاؤ اور اسے ممبئی آنے کے لیے کہو۔''

وہ خیال خوانی کے ذریعے انوشے کے اندر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک ہوائی جہاز میں سفر کررہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ''تم کہاں جارہی ہو؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''میں جا نہیں رہی ہوں۔ تمہارے پاس آرہی ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولا۔ ''تم نے مجھے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی؟''

''میں ممبئی ایرپورٹ پہنچ کر تمہیں فون کے ذریعے اطلاع دینے والی تھی۔ ابھی آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچنے والی ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ابھی تمہاری گاڑی لے کر آرہا ہوں۔''

انوشے نے کہا۔ ''تمہیں اچھی طرح یاد ہے ناں' میں نے تم سے کیا کہا تھا؟ تم تنہا آؤ گے۔ میں تمہاری بہن' بہنوئی یا کسی اور دوست کا سامنا کرنا نہیں چاہتی۔ خوانخواہ ہمارے بارے میں اسکینڈل بنے گا۔''

وہ بولا۔ ''شبانہ! ایک دن تو ساری دنیا کو ہمارے بارے میں معلوم ہوگا۔''

''جب دنیا کو معلوم ہوگا' تب دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمارے درمیان دوستی ہے۔ میں نہ تو خود بدنام ہونا چاہتی ہوں نہ اس دوستی کو بدنام کرنا چاہتی ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں تنہا آرہا ہوں۔''

ایشورارا اس دوران کبھی بیٹی اور کبھی بیٹے کے اندر جارہا تھا اور ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ جب وہ انوشے سے بات کررہا تھا تو وہ اپنے بیٹے کے اندر تھا۔ حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ جواباً اسے انوشے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ لیکن بیٹا ایسے بول رہا تھا' جیسے دوسری طرف سے جواب مل رہا ہو اور وہ اس کے جواب میں بات کررہا ہو۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگا۔ ''کیا میرے بیٹے کا دماغ چل گیا ہے؟ یا وہ واقعی کسی کی آواز سن رہا ہے اور وہ آواز مجھے سنائی نہیں دے رہی ہے؟''

ادھر دامودر خوش ہوکر ماؤرا اور پورس سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ آرہی ہے۔ ابھی آدھے گھنٹے میں ممبئی ایرپورٹ پہنچ جائے گی۔ میں اس کے بنگلے سے اس کی گاڑی لے کر جاؤں گا مگر تم دونوں میرے ساتھ نہیں آؤ گے۔''

وہ گھور کر بولی۔ ''ہم دونوں کیوں نہیں آئیں گے؟ میں تو اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہوں کہ آخر وہ ہے کیا چیز...؟''

وہ بولا۔ ''ماؤرا! میں کہہ چکا ہوں' وہ فی الحال کسی سے ملنا نہیں چاہتی اور نہ ہی میں اس کی مرضی کے خلاف اسے کسی سے ملانا چاہوں گا۔''

پورس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے' اسے ہم سے نہ ملاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ لیکن دور رہ کر اسے دیکھیں گے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟''

ماؤرا نے کہا۔ ''یہ نہ بھولو کہ ہم دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں۔ تم کسی سے بھی دھوکا کھا سکتے ہو۔''

وہ بولا ''میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔''

پورس نے کہا۔ ''جو خود کو نادان نہیں سمجھتے' وہی زیادہ دھوکا کھاتے ہیں۔ بہتر ہے' خود کو بہت زیادہ عقلمند نہ سمجھو۔ تم میرے سالے ہی نہیں' بہترین دوست بھی ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو لہٰذا چپ چاپ اس بنگلے سے گاڑی لے کر تنہا ایرپورٹ جاؤ۔ ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔ دور سے اس لڑکی کو دیکھیں گے۔''

وہ انوشے کے رہائشی بنگلے میں پہنچ گئے۔ دامودر نے گیرج سے اس کی کار نکالتے ہوئے کہا۔ ''مجھے فوراً ایرپورٹ

پہنچنا ہوگا۔ میں اس بنگلے کو اندر سے نہیں دکھا سکوں گا پھر کبھی شبانہ کی غیر موجودگی میں آکر اسے دیکھ لینا۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ ماؤرا اور پورس بھی اس کے پیچھے ایرپورٹ کی طرف جانے لگے۔ ایشورارا بھی اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اسی سمت چل دیا۔ اس کے اندر یہ کھلبلی پیدا ہوگئی تھی کہ بیٹا خیال خوانی کے ذریعے کس سے بات کررہا تھا؟ جبکہ جواباً کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر واقعی کوئی بول رہی تھی اور ابھی ممبئی ایرپورٹ پہنچنے والی تھی تو وہ اس لڑکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا پھر کسی طرح اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بیٹے کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس کی آواز اسے کیوں سنائی نہیں دے رہی تھی؟

اس سے پہلے وہ انوشے عرف شبانہ کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ یہ معلوم کرچکا تھا کہ اس کے والدین دہلی میں رہتے ہیں۔ اس کا باپ پان چھالیہ کا کاروبار کرتا ہے۔ اس نے شبانہ کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکتی ہوئی واپس چلی آئیں۔ اس نے حیرانی سے سوچا۔ "یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا میں اس کی آواز اور لب و لہجے کو صحیح طور پر گرفت میں نہیں لے سکا ہوں؟ یا میرے بیٹے دامودر نے محبوبہ بدل دی ہے؟ اب وہ پان چھالیہ بیچنے والے کی بیٹی شبانہ نہیں۔ کوئی اور ہے؟"

اس نے بیٹے کے اندر جاکر اس بات کی تصدیق کی تو پتا چلا کہ اس کی محبوبہ وہی شبانہ ہے' جس کے وہ خیالات پڑھ چکا ہے۔

تب ایشورارا کا ماتھا ٹھنکا کہ شبانہ کا تعلق بھی ان روحانی عاملوں سے ہے۔ جن کی گرفت میں ماؤرا آچکی ہے۔ وہ ایک مسلمان (پورس) کی دیوانی ہوگئی اور ادھر بیٹا اس مسلمان لڑکی کا دیوانہ ہورہا ہے۔

وہ سب آگے پیچھے ایرپورٹ پہنچ گئے۔ پتا چلا' جہاز ابھی رن وے پر اترنے والا ہے۔ جس لڑکی کو وہ سب دیکھنے آئے تھے' وہ ذرا دیر بعد ہی نظر آئے گی۔ ایسے وقت ایشورارا نے محسوس کیا کہ برائٹ موسس اپنے پُراسرار علم کے ذریعے اسے مخاطب کررہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ "تل ابیب کے وقت کے مطابق شام کے چھ بجے ہیں۔ تُو آج رات آنے والا تھا۔ لیکن میرا علم کہہ رہا ہے کہ تُو آچکا ہے؟"

ایشورارا نے کہا۔ "تیرا علم سچا ہے۔ میں اس زمین پر آچکا ہوں۔ فی الحال بہت مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی فون پر رابطہ کروں گا۔"

اس سے رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ سوچنے لگا۔ "برائٹ موسس روحانی علوم میں بڑا پکا ہے۔ یہ میری بیٹی اور بیٹے کو ان مسلمانوں سے نجات دلا سکے گا۔"

وہ وزیٹرز لابی میں ایک جگہ بیٹھا دور کھڑے ہوئے بیٹے کو دیکھ رہا تھا اور بیٹا لیکیج ہال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اپنی محبوبہ کو تلاش کررہی تھیں۔ ایسے وقت ایشورارا کو اپنی چھوٹی سی کمیونیکیشن مشین پر سگنل موصول ہوا۔ اس نے مشین کو بیگ سے نکال کر دیکھا تو کاہنہ اسے مخاطب کررہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "اس وقت ہماری دنیا میں شام کے ساڑھے چھ بجے ہیں۔ تُو آج کس وقت تک زمین پر آئے گا؟"

اس نے کہا۔ "میں آچکا ہوں۔ فی الحال بہت مصروف ہوں۔ فرصت ملتے ہی تجھ سے فون پر رابطہ کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ مشین کو اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ ایسے ہی وقت اس نے دیکھا۔ بیٹا ایک طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا پھر اس نے مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ کسی سے مصافحہ کررہا ہے مگر جس سے مصافحہ کیا جا رہا تھا' وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ماؤرا اور پورس بھی دور کھڑے حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا' دامودر ہوا سے مصافحہ کررہا ہے۔

پورس نے حیرانی سے کہا۔ "ماؤرا! فوراً اس کے اندر پہنچو اور دیکھو کیا یہ دیوانہ ہوگیا ہے؟"

دوسری طرف ایشورارا بھی بیٹے کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اس کے سامنے شبانہ کھڑی ہے۔ وہ مصافحہ کرنے کے بعد اس کا بیگ اٹھانا چاہتا ہے۔ لیکن شبانہ نے خود اپنا بیگ اٹھالیا ہے۔ وہ اس سے کہہ رہا ہے۔ "بے شک، تمہارا بیگ ہلکا پھلکا ہے۔ لیکن مجھے اٹھا لینے دو۔"

انوشے نے کہا۔ "میں اپنا بوجھ خود اٹھاتی ہوں۔ تکلف نہ کرو اور یہاں سے چلو۔"

اس کی آواز نہ تو ایشورارا کو سنائی دے رہی تھی اور نہ ہی ماؤرا کو۔ وہ پریشان ہوکر پارس سے بولی۔ "کیا دامودر سچ مچ دیوانہ ہوگیا ہے؟ عقل سے خالی ہوگیا ہے؟ نہ کوئی اس کے ساتھ ہے۔ نہ کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے مگر وہ ہوا سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کے ساتھ جارہا ہے۔ وہ دیکھو! اس نے کار کا اگلا دروازہ کھول دیا ہے۔ جیسے کوئی بیٹھ رہی ہو۔"

یہ تماشا ماؤرا اور پورس بھی دیکھ رہے تھے اور ایشورارا

بھی دیکھ رہا تھا۔ دامودر دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے جارہا تھا۔

ان سب نے سوچا تھا' کار کے قریب جاکر دامودر سے پوچھا جائے کہ وہ کس سے مصافحہ کررہا تھا اور اب کار میں کسے بٹھا کرلے جارہا ہے؟ اگر کوئی ہے تو اگلی سیٹ کو ٹٹول کر دیکھا جائے گا کہ وہاں کسی کا وجود ہے بھی یا نہیں؟

لیکن ایشورارا' ماؤرا اور پورس سوچتے ہی رہ گئے تھے کہ آگے بڑھیں گے اور اس کار تک جائیں گے مگر وہاں تک نہ جا سکے۔ اس سے پہلے ہی وہ کار وہاں سے چلی گئی۔ ماؤرا نے پورس سے کہا۔ "تمہیں دامودر کے پاس جانا چاہیے تھا۔ پوچھنا چاہیے تھا کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کررہا ہے؟"

پورس نے کہا۔ "تم اس کی بہن ہو۔ تم نے وہاں جاکر معلوم کیوں نہیں کیا؟"

"میں تو جانا چاہتی تھی مگر پتا نہیں' جاتے جاتے کیوں رک گئی؟"

پورس نے سوچا۔ "ہاں، میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ میں جانا چاہتا تھا' مگر آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا تھا۔"

دوسری طرف ایشورارا بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ بیٹا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اس دیوانگی میں کار چلاتے وقت حادثے کا شکار ہوسکتا ہے لہٰذا وہ اس کے اندر پہنچ گیا تاکہ حادثہ پیش آنے سے پہلے ہی اسے تحفظ دے سکے۔

انوشے شکایت کررہی تھی۔ "میں نے تم سے کہا تھا' میں کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی۔ تم اپنی بہن اور بہنوئی کو ساتھ نہیں لاؤ گے۔ لیکن وہ دور ہی دور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔"

وہ بولا۔ "وہ دونوں جبراً وہاں آگئے۔ میں انہیں کیسے روک سکتا تھا؟"

ایشورارا اپنے بیٹے کی باتیں سن رہا تھا۔ لیکن انوشے جو کچھ کہہ رہی تھی' وہ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "آج میں ایک راز کی بات بتاتی ہوں۔ وعدہ کرو' کسی سے نہیں کہو گے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں' تمہارا راز میرے سینے میں محفوظ رہے گا۔ یہاں سے باہر نہیں نکلے گا۔"

"جو بات میں ابھی کہوں گی' تم اسے نہیں دہراؤ گے۔ اگر حیرانی ہوگی تو صرف حیرت کا اظہار کرو گے۔"

"ٹھیک ہے، میں یہی کروں گا۔"

اس نے کہا۔ "میں بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

وہ حیرت اور مسرت سے بولا۔ "کیا واقعی...؟"

"میں پھر کچھ کہہ رہی ہوں۔ اس بات کو بھی نہ دہرانا۔ میں روحانی علوم سے کسی حد واقفیت رکھتی ہوں۔ پیش آنے والی کچھ باتیں معلوم کرلیتی ہوں۔ اپنے آس پاس دشمنوں کو بھی محسوس کرلیتی ہوں۔"

وہ شدید حیرانی سے گاڑی روک کر اسے دیکھنے لگا۔ بے یقینی سے اس بات کو دہرانا چاہتا تھا۔ انوشے نے کہا۔ "تم نے وعدہ کیا ہے۔ میری بات کو نہیں دہراؤ گے۔"

"ہاں، بس میں حیرانی ظاہر کررہا ہوں۔ جو کچھ تم کہہ رہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"تھوڑی دیر بعد یقین ہوجائے گا۔ ایک اور حیرانی کی بات سن لو۔ تمہارے پاپا سیارے سے واپس آچکے ہیں۔ اس وقت ہمارا تعاقب کررہے ہیں۔ ابھی تمہارے اندر موجود ہیں اور تم ان کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں کررہے ہو۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔ وہ جب بھی آتے ہیں' ہم ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتے۔"

"ایک اور بات کہہ رہی ہوں۔ اس کو بھی نہ دہرانا.... بات یہ ہے کہ وہ تمہاری آواز تو سن رہے ہیں۔ لیکن میری آواز انہیں سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

وہ بڑی عقیدت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کمال ہے۔ تم تو کرشمے دکھا رہی ہو۔"

انوشے نے کہا۔ "میری ایک بات یاد رکھو' جو مجھے جبراً دیکھنا چاہے میں اسے نظر نہیں آتی۔ جو میری مرضی کے بغیر میری آواز سننا چاہے' اسے میری آواز سنائی نہیں دیتی۔ تمہارے پاپا نے ماؤرا نے اور تمہارے بہنوئی نے تمہیں ایرپورٹ پر دیکھا ہے۔ تم مجھ سے مصافحہ کررہے تھے پھر مجھے اپنی کار میں لاکر بٹھا رہے تھے۔ لیکن میں کسی کو نظر نہیں آرہی تھی۔ آئندہ بھی جب تک چاہوں گی' انہیں دکھائی نہیں دوں گی۔"

"تم ایسی حیرت انگیز غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو اور یہ باتیں اب تک مجھ سے چھپاتی آرہی تھیں۔ کیا مجھے اپنا راز دار بنانا نہیں چاہتی تھیں؟"

"دامودر! تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری دوستی پر فخر کرتی ہوں۔ اسی لیے اپنے راز تمہیں بتا رہی ہوں۔ اب آگے کوئی شکایت نہ کرو۔"

ایسے وقت ایشورارا نے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ "ارے او نالائق! یہ تُو اپنی کس ماں سے باتیں کررہا ہے؟"

اس نے کہا۔ "ہائے پاپا! مجھے پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے

کہ تم سیارے سے واپس آ گئے ہو اور میرے اندر چھپ کر ہماری باتیں سن رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے' یہ تمہیں نظر نہیں آ ئی اور نہ ہی آئندہ نظر آئے گی۔ کیونکہ میں ایک نادیدہ لڑکی سے دوستی کر رہا ہوں۔"

الوشے نے کہا۔ "اپنے پاپا سے کہہ دو' ہمارا تعاقب نہ کریں راستہ بدل دیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو کسی حادثے سے دو چار ہو جائیں گے۔"

دامودر نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "پاپا! ہمارا تعاقب نہ کرو۔ اپنا راستہ بدل دو۔ ورنہ آگے جا کر کسی حادثے سے دو چار ہو جاؤ گے۔"

ایشورارا نے کہا۔ "اگر تُو چاہتا ہے' میں تعاقب نہ کروں تو اپنی گاڑی روک لے۔ میں آ رہا ہوں۔ مجھے اس لڑکی سے ملنے دے۔"

"وہ میرے سوا کسی اور کو دکھائی نہیں دے گی۔"

"کیا وہ ایئر پورٹ میں دوسروں کو بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی؟"

الوشے نے کہا۔ "اپنے پاپا سے کہو' جو میری مرضی کے خلاف مجھے دیکھنا چاہتا ہے' میں صرف اسے دکھائی نہیں دیتی ہوں۔ ورنہ ایئر پورٹ میں سب ہی مجھے دیکھ رہے تھے۔"

دامودر نے اپنے باپ سے یہی کہا۔ وہ بولا۔ "کیسے دکھائی نہیں دے گی؟ میں آ رہا ہوں۔ گاڑی روک ورنہ تُو جہاں جائے گا' میں وہاں پہنچوں گا اور اسے چھو کر ہی رہوں گا۔ دیکھتا ہوں' وہ نادیدہ ہستی چھونے سے محسوس ہوتی ہے یا نہیں...؟"

"میں نے کہا ناں ہمارا تعاقب نہ کرو ورنہ حادثے سے دو چار ہو جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ہاتھوں سے اسٹیرنگ بہکنے لگا۔ ایشورارا نے گھبرا کر دماغی طور پر حاضر ہو کر کار کو اپنے قابو میں کیا پھر بھی وہ فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔ اس کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرایا تھا مگر وہ زیادہ زخمی نہیں ہوا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اس کے آگے روحانی قوتیں حائل ہو رہی ہیں۔ کاہنہ اور برائٹ موسس ہی ان قوتوں کا توڑ کر سکتے تھے۔

دوسری طرف ماؤرا اپنے بھائی کے لیے پریشان تھی۔ پورس سے کہہ رہی تھی۔ "تیزی سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دامودر تک پہنچو۔ وہاں دیکھو' اس کے ساتھ وہ نادیدہ ہستی کون ہے؟ وہ میرے بھائی کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔"

پورس بھی پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا چکر ہے؟ اس نے کہا۔ "تم اسٹیرنگ سیٹ پر آؤ۔ میں ابھی اپنی والدہ سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے کار سڑک کے کنارے روکی پھر اپنی سیٹیں بدل لیں۔ ماؤرا کار ڈرائیو کرنے لگی۔ پورس نے موبائل کے ذریعے آمنہ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "السلام علیکم ماما! میں پارس بول رہا ہوں۔"

"ہاں بیٹے! بولو... کیا کسی نادیدہ ہستی سے پریشان ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "اوہ ماما! آپ تو ساری باتیں جانتی ہیں۔ اب جلدی سے بتا دیں' دامودر کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ تمہاری بھتیجی الوشے ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا واقعی...؟ وہ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہی ہے؟"

"بیٹے! ایشورارا سیارے سے واپس آ گیا ہے۔ اس کے لیے کچھ مشکلات پیدا کرنی ہیں۔ جو ہو رہا ہے۔ وہ ہونے دو۔ تمہیں تجسس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ تم الوشے کے سلسلے میں ماؤرا کو اپنا راز دار بنا سکتے ہو۔ بس اب جاؤ۔"

وہ فون بند کر کے ہنسنے لگا۔ ماؤرا نے پوچھا۔ "تمہیں کس بات پر ہنسی آ رہی ہے۔ میرا بھائی مصیبت میں گرفتار ہے اور تم قہقہے لگا رہے ہو؟"

اس نے کہا۔ "کار کو ایک طرف روکو۔ ورنہ تم حیرانی کے باعث مجھے کسی حادثے سے دو چار کر دو گی۔"

اس نے کار روک دی۔ پورس اسے الوشے کے متعلق بتانے لگا۔ ادھر ٹریفک پولیس نے ایشورارا کو روک لیا تھا۔ اس کا چالان کیا جا رہا تھا۔ وہ جرمانے کی رقم ادا کر کے وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ سوچنے لگا۔ "میں اس جادوگرنی کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ ابھی معلوم کرتا ہوں' وہ میرے بیٹے کو کہاں لے گئی ہے؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے دامودر کے اندر پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک کر دوسری بار خیال خوانی کی۔ سوچ کی لہریں بیٹے کے دماغ تک پہنچیں مگر پھر واپس آ گئیں۔ اس نے پریشان ہو کر ماؤرا سے رابطہ کرنا چاہا تو سوچ کی لہریں بیٹی کے دماغ سے بھی واپس آ گئیں۔

وہ جھنجلا کر سوچنے لگا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی تو میں آسانی سے بیٹے اور بیٹی کے اندر پہنچ رہا تھا۔ اب اچانک ہی

یہ رکاوٹیں کیسے پیدا ہو گئیں؟"

اس نے پارس کے اندر پہنچنا چاہا تو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ روحانی قوتیں اسے پسپا کر رہی ہیں۔ آئندہ بڑے صبر و تحمل سے ان قوتوں کا مقابلہ کرنا ہو گا۔

☆☆☆

کاہنہ اور برائٹ موسس دونوں ہی جانتے تھے کہ ایشورارا اپنی بیٹی اور بیٹے کے لیے بہت پریشان رہتا ہے۔ انہیں مسلمانوں سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کام آ کر اس کی حمایت حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے ماؤرا اور دامودر کے اندر پہنچنے کی کوشش کی تو اس وقت ان کے دماغ مقفل تھے لہٰذا وہ دونوں اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے پراسرار علوم کو آزمانے لگے۔ ان کے مقفل دماغوں کے دروازے کھولنے کی کوششیں کرنے لگے۔

کاہنہ نے کئی گھنٹوں تک منتر پڑھتے رہنے اور عمل کرتے رہنے کے بعد جب ان کے اندر پہنچنا چاہا تو فوراً ہی جگہ مل گئی۔ ماؤرا اور دامودر دونوں کے ہی دماغوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ اس نے خوش ہو کر سوچا۔ "یہ میری بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایشورارا پہلے سے میرا عقیدت مند ہے۔ جب میں ان دونوں کو اس کے پاس پہنچاؤں گی تو وہ میرا اور زیادہ عقیدت مند بن جائے گا اور برائٹ موسس کے خلاف مجھ سے اتحاد کرے گا۔"

اس نے موسس کا راستہ روکنے کے لیے دوسرا عمل پڑھنا شروع کیا تاکہ وہ روحانیت کا عامل ان کے اندر نہ پہنچ سکے۔ اس نے تنویمی عمل کے اور ایک پُراسرار عمل کے ذریعے ان کے دماغوں کو پھر سے لاک کر دیا۔

جس وقت وہ ایسا کر رہی تھی' اس وقت موسس بھی ماؤرا اور دامودر پر یہی عمل کر رہا تھا۔ اس نے بھی تنویمی عمل کے علاوہ ایک اور پُراسرار علم کے ذریعے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تاکہ کاہنہ وہاں تک نہ پہنچ پائے۔ دونوں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی دھن میں خود کو نقصان پہنچا رہے تھے۔

ایشورارا نے فون پر سب سے پہلے کاہنہ کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "میں اس بات پر فخر کر رہی تھی کہ تُو یہاں آنے سے پہلے مجھے اطلاع دے گا اور میرے جنگل میں پہنچے گا مگر تُو مقررہ وقت سے بہت پہلے زمین کے کسی دوسرے حصے میں پہنچا ہوا ہے۔"

"ہاں، میرے گریٹ ایشورارا نے حکم دیا تھا کہ مجھے وقت سے پہلے اس دنیا میں آنا چاہیے۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

"بے شک، دی گریٹ ایشورارا کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔ لیکن تُو سیدھا میرے پاس آ سکتا تھا۔ یہاں نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

وہ بولا۔ "جیسا کہ تُو نے بتایا تھا' متحدہ تنظیم کی فوجوں نے جنگل میں پہنچ کر تیرے عقیدت مندوں کو بھگا دیا تھا اور جنگلی جانوروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ بعد میں تُو نے ان تمام فوجیوں کو مار بھگایا۔"

"بے شک، یہ حقیقت انگولا کے سرکاری ریکارڈ میں درج ہو چکی ہے کہ میں نے پانچ ہزار سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے اور اپنے جنگل کا قبضہ واپس لے لیا ہے۔"

"میں مانتا ہوں' تُو بہت طاقتور ہے۔ لیکن تیری لاعلمی میں وہ فوجی دوبارہ آ سکتے ہیں اور مجھے میرے ماتحتوں سمیت ہلاک کر سکتے ہیں۔ اچانک شب خون مارنے والوں کو نہ میں روک سکتا ہوں، نہ تُو روک سکتی ہے لہٰذا تیرا جنگل ہر پہلو سے محفوظ نہیں ہے۔ وہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ دوسری جگہ پہنچا ہوا ہوں۔"

میں کاہنہ کے ساتھ گوانزا کے ایک ہوٹل میں تھا۔ اس وقت وہ فون پر ایشورارا سے باتیں کر رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ میں اس کا تابع دار غلام ہوں۔ اس کی مرضی کے بغیر کسی کے سامنے نہ تو زبان کھولوں گا اور نہ ہی مجھے اس کے معاملات سے کوئی دلچسپی ہے۔ وہ اسی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر میری موجودگی میں ایشورارا سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "تُو اپنے معاملات مجھ سے بہتر سمجھتا ہے۔ جہاں تحفظ حاصل ہو' وہاں رہ سکتا ہے۔ لیکن کسی حد تک مجھ پر بھی اعتماد کرنا چاہیے۔ میں تیرے بہت کام آتی رہوں گی۔"

وہ بولا۔ "میں فی الحال اپنی بیٹی اور بیٹے کے سلسلے میں بہت پریشان ہوں۔ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آہ...! ان مسلمانوں نے میرے بچوں کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔"

وہ بڑے فخر سے بولی۔ "فکر نہ کر۔ میں ابھی تجھے ان دونوں تک پہنچاؤں گی۔ تیرے لیے ان کے دماغوں کے دروازے کھول دوں گی۔"

اس نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر پہلے ماؤرا اور دامودر کے اندر گیا تھا پھر پارس کے اندر بھی پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر جگہ ناکامی ہوئی۔ میں کسی سے بھی رابطہ نہ کر سکا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "دراصل میں نے ہی ماؤرا اور

داموور کے دماغوں کو لاک کیا ہے اور میں ہی تجھے ان کے اندر پہنچا سکتی ہوں۔''

وہ بے چین ہو کر بولا۔ ''تو پھر دیر نہ کر۔ مجھے سب سے پہلے اپنی ماؤرا کے اندر پہنچا دے۔''

''میں تیری بیٹی کے اندر جا رہی ہوں۔ دو سیکنڈ کے بعد وہاں پہنچے گا تو تجھے جگہ مل جائے گی اور تُو اس سے باتیں کر سکے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ وہ حیران رہ گئی۔ اس نے تنویمی عمل کے علاوہ پُراسرار علم کے ذریعے بھی اسے اپنی معمولہ اور تابع دار بنایا تھا اور اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ لیکن وہ دماغ اس کے لیے بھی مقفل ہو گیا تھا۔ اس نے ایک نہیں، دو بار... تین بار کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی۔

اسے فون پر ایشورارا کی آواز سنائی دی۔ ''کیا ہوا دیوی ماں! میں دو بار بیٹی کے اندر جانے کی کوشش کر چکا ہوں اور ناکام ہو رہا ہوں۔ کیا تُو اس کے اندر موجود نہیں ہے؟''

وہ غصے سے بولی۔ ''یہ برائٹ موسس بہت ہی کمینہ ہے۔ اس نے میرے عمل کے خلاف تیری بیٹی اور بیٹے پر عمل کیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

ایشورارا نے کہا۔ ''اگر موسس نے ان پر عمل کیا ہے تو یقیناً وہ مجھے اپنے بچوں کے اندر پہنچا سکے گا۔ میں ابھی تجھ سے رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ بعد میں باتیں کروں گا۔''

فون بند ہو گیا۔ کاہنہ نے جھنجلا کر اپنے موبائل فون کو دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی اور غصے سے تلملا رہی تھی۔ ''ایشورارا مجھے چھوڑ کر برائٹ موسس کے پاس گیا ہے۔ اگر اس پیشوائے اعظم نے اسے داموور اور ماؤرا تک پہنچا دیا تو میں ایشورارا کی نظروں میں کمتر ہو جاؤں گی۔ وہ کم بخت یہودی مجھ سے سبقت لے جائے گا۔''

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے کبھی ماؤرا اور کبھی داموور کے اندر پہنچنے کی کوششیں کرنے لگی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ برائٹ موسس ایک باپ کو اس کے بچوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو رہا ہے یا نہیں؟ اگر کامیاب ہوتا تو کاہنہ کو بھی ان کے اندر جگہ مل جاتی۔

ادھر برائٹ موسس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایشورارا کو اس کے بچوں تک پہنچا دے گا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ ابھی وہ ماؤرا کے اندر پہنچ رہا ہے۔ ایشورارا دو سیکنڈ بعد اپنی بیٹی کے اندر آئے گا تو اس سے باتیں کر سکے گا۔

اس نے انتظار کیا۔ دو سیکنڈ گزرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے؟ پھر اس نے بیٹی کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ ادھر موسس بھی بار بار ماؤرا کے اندر پہنچنے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا۔

ایشورارا نے فون پر پوچھا۔ ''کیا ہوا پیشوائے اعظم! ادھر کاہنہ نے غصے سے یہ کہا تھا کہ تُو نے میرے بچوں کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ اب کیا تُو بھی یہی الزام کاہنہ کو دے گا؟''

''بے شک، تجھے یقین کرنا چاہیے کہ کاہنہ میرے راستے کی رکاوٹ بنتی رہتی ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کر رہی ہے۔ خود کو برتر ثابت کرنے کے لیے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ اس سے تجھے نقصان پہنچ رہا ہے اور تُو اپنے بچوں تک پہنچ نہیں پا رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''کاہنہ بھی تجھے یہی الزام دے رہی ہے۔''

''اگر تُو کاہنہ کو راضی کر لے کہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنے تو میں ابھی اپنے علم کے ذریعے تجھے ماؤرا اور داموور تک پہنچا دوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ میں ابھی کاہنہ سے کہتا ہوں۔''

اس نے اس سے رابطہ کیا پھر موسس کی گزارش پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر تُو اس کے عمل کا توڑ نہ کرے تو وہ ابھی مجھے اپنے بچوں تک پہنچا دے گا۔''

وہ بولی۔ ''میں بھی یہی کہنا چاہتی ہوں، اگر وہ میرے عمل کا توڑ نہ کرے تو میں ابھی تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دوں گی۔ وہ خوامخواہ مجھ سے برتری حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں کم تر ہونا نہیں چاہتی۔ تُو مجھے دیوی ماں کہتا ہے۔ میں تجھے یقین دلاتی ہوں کہ موسس تھوڑی دیر کے لیے میرے راستے سے ہٹ جائے گا تو میں ابھی تجھے ماؤرا اور داموور تک پہنچا دوں گی۔''

وہ جھنجلا کر بولا۔ ''یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تم دونوں مجھ سے دوستی کر رہے ہو یا دشمنی؟ میں کچھ نہیں جانتا کہ کون کس کے عمل کا توڑ کر رہا ہے؟ بس ایک بات جانتا ہوں، جو بھی میرا دوست ہوگا۔ وہ ابھی مجھے میرے بچوں تک پہنچائے گا۔''

موسس نے کہا۔ ''میں فراخدلی کا ثبوت دیتا ہوں۔ تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کاہنہ کے عمل کا توڑ نہیں کروں گا۔ اسے موقع دے رہا ہوں۔ اس سے کہہ دے، وہ تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دے۔''

اس نے کاہنہ سے کہا۔ ''موسس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، وہ تیرے عمل کا توڑ نہیں کرے گا۔ اب تجھے اپنی پُراسرار قوتوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ تُو مجھے میرے بچوں تک پہنچا سکتی ہے یا نہیں؟''

''میں ابھی عمل شروع کرتی ہوں۔ پندرہ بیس منٹ انتظار کر۔ اس کے بعد تُو اپنے بچوں تک پہنچ جائے گا۔''

وہ شمع روشن کر کے فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ بڑی تندہی سے عمل پڑھنے لگی۔ وہ دونوں یہی سمجھ رہے تھے کہ ایک دوسرے کے عمل کا توڑ کرتے آ رہے ہیں۔ جبکہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے ماؤرا، داموور اور پارس کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا تھا۔

پندرہ منٹ کے بعد کاہنہ نے اپنے پُراسرار علم سے مطمئن ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرا پُراسرار علم کمزور نہیں ہو سکتا۔ ماؤرا کے دماغ کے دروازے کو کھل جانا چاہیے تھا۔ ناکامی کی صرف ایک وجہ سمجھ میں آ رہی ہے۔''

اس نے ایشورارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''موسس نے تجھ سے جھوٹا وعدہ کیا ہے۔ میں نے بہت زبردست علم پڑھا ہے۔ یہ ایسا علم ہے کہ اس کے اثر سے پتھر بھی پگھل جاتے ہیں۔ لیکن تیرے بچوں کے دماغوں کے دروازے نہیں کھل رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موسس نے تجھ سے جھوٹ کہا تھا۔ وہ درپردہ میرے عمل کا توڑ کر رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''تُو پھر اسے الزام دے رہی ہے۔ وہ اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گا۔''

''ٹھیک ہے، تُو مجھ پر بھروسا کر۔ میں وعدہ کرتی ہوں، اس کے عمل کا توڑ نہیں کروں گی۔ اس سے کہہ دے کہ وہ کسی طرح تجھے تیرے بچوں تک پہنچا دے۔ میں صرف تیری خوشیاں چاہتی ہوں۔''

ایشورارا نے برائٹ موسس سے یہ بات کہی۔ اس نے بھی اپنے طور پر عمل شروع کیا پھر کچھ دیر بعد ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ اس کے نتیجے میں وہ بھی کاہنہ کو الزام دینے لگا۔

ایشورارا نے غصے سے کہا۔ ''تم دونوں جہنم میں جاؤ۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

وہ اپنے وقت کے مطابق سونا، جاگنا اور کھانا پینا چاہتا تھا۔ لیکن زمین پر پہنچتے ہی پہلی ناکامی نے اس کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آ رہی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی اب دور کی بات ہو گئی ہے۔ فی الحال آپس کے جھگڑے انہیں آگے بڑھنے سے روک رہے تھے اور سب سے زیادہ ایشورارا کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ وہ اپنی بیٹی اور بیٹے تک پہنچ نہیں پا رہا تھا۔

اور فرائض کی ادائیگی کہہ رہی تھی کہ وہ محض جذباتی ہو کر اپنی بیٹی اور بیٹے کے لیے زمین پر نہیں آیا ہے۔ اسے دی گریٹ ایشورارا کے حکم کے مطابق وہاں اپنی حکمرانی قائم کرنی ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ طے پایا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف جتنے بڑے ممالک ہیں ان سے اتحاد کیا جائے گا پھر بابا صاحب کے ادارے کو بالکل تنہا کر کے اس کے خلاف اقدامات کیے جائیں گے اور اسے رفتہ رفتہ ختم کر دیا جائے گا۔

بڑے سہانے خواب تھے اور خواب دیکھنے والے یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ہم بڑی خاموشی سے بڑے آرام سے اپنے طور پر کارروائیاں کر رہے ہیں۔ ان کے اقدامات سے پہلے ہی ان کے قدم روک دیتے ہیں۔ وہ پہلے جہاں تھے، اب بھی وہیں ہیں۔ نہ پوری طرح متحد ہو رہے ہیں، نہ منظم ہو رہے ہیں اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ایک بھی آپریشن کر پا رہے ہیں۔

کاہنہ اپنے کمرے میں تنہا رہ کر کوئی عمل پڑھنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے حکم دیا۔ ''تُو باہر چلا جا اور صبح سے پہلے میرے کمرے میں نہ آنا۔''

میں نے کہا۔ ''تیرا حکم سر آنکھوں پر... مگر یہ گوانزا شہر میرے لیے انجانا ہے۔ میں پوری رات کہاں گزاروں گا؟''

''تیرے پاس یہاں کی کرنسی ہے۔ کسی نائٹ کلب میں جا سکتا ہے۔ وہاں کسی اعلیٰ درجے کی کال گرل کے ساتھ رات گزار سکتا ہے۔ میری طرف سے تجھے پوری آزادی ہے۔ اب جا یہاں سے... بحث نہ کر۔''

میں سر جھکا کر اس کمرے سے باہر آ گیا۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ قریبی بازار میں بڑی چہل پہل تھی۔ میں نے ایک دکان سے موبائل فون کی ایک نئی سم خریدی پھر اسے اپنے فون سے منسلک کر کے کاہنہ سے رابطہ کرنے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں ایک شمع روشن کیے فرش پر پالتھی مارے بیٹھی تھی۔ شمع کی لَو کو تک رہی تھی۔ ایسے میں فون کا بزر بولنے لگا تو وہ جھنجلا گئی۔ اس نے فون کی ننھی سی اسکرین پر نمبر پڑھے۔ کوئی نیا نمبر تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کون اسے مخاطب کر

رہا ہے؟ اس نے بٹن دبا کر فون کو کان سے لگاتے ہوئے غصے سے پوچھا۔ ''ہیلو، کون ہے....؟''

میں نے کہا۔ ''میں تیرا عاشق...دلدار...تیرے حسن و شباب کا طلب گار...فرہاد علی تیمور ہوں۔ تقدیر کے مطابق تُو میرے نام ہو چکی ہے۔ اس لیے میں تیرا پیچھا کر رہا ہوں۔''

وہ حقارت سے بولی۔ ''یہ خوش فہمی اپنے دل سے نکال دے۔ میرا ازدواجی رشتہ قائم ہو چکا ہے۔ میں ایک جواں مرد کے ساتھ دن رات گزارتی رہتی ہوں۔ میں نے تقدیر کا رخ پھیر دیا ہے۔''

''تُو برائٹ موسس کا رخ نہیں پھیر سکتی۔ اپنے حالات نہیں بدل سکتی' پھر تقدیر کو کیا بدلے گی؟ اگر اس یہودی پیشوا سے سبقت لے جانا چاہتی ہے تو مجھ سے دوستی کر۔ میں پلک جھپکتے ہی بازی پلٹ دوں گا۔ ایشورارا اس یہودی پر تھوک کر تیرے قدموں میں آگرے گا۔''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ شمع کی لَو کو تکنے لگی۔ میں نے کہا۔ ''یہ تُو شمع روشن کر کے جو انتر' منتر' جنتر اور چھندر جیسے علوم پڑھتی رہتی ہے ان سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ان علوم کے حوالے سے برائٹ موسس تجھ سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ اِدھر تُو عمل کرتی رہے گی۔ اُدھر وہ توڑ کرتا رہے گا۔ اس وقت بھی جو عمل کر رہی ہے' موسس اپنی جگہ بیٹھا اس کا توڑ کر رہا ہے۔''

وہ برائٹ موسس کی مخالفتوں سے پریشان ہو گئی تھی۔ اسے شکست دینے اور اپنے راستے سے ہٹانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ لے دے کر پُراسرار علوم کا سہارا لیتی رہتی تھی اور یہ دیکھ چکی تھی کہ اُدھر سے وہ اس کے عمل کا توڑ کرنے لگتا ہے۔ وہ مجبور ہو کر بولی۔ ''ٹھیک ہے، میں تجھ سے دوستی کروں گی مگر یاد رکھ! دوستی کے نتیجے میں کبھی تیرے قریب نہیں آؤں گی۔''

''میں تقدیر کو مانتا ہوں' جو لکھا جا چکا ہے' وہ ضرور ہوتا ہے لہٰذا میں اپنی طرف سے کبھی ضد نہیں کروں گا۔ نہ ہی تجھ سے ملنے کی خواہش کروں گا۔''

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ ''تُو خواہ مخواہ میری مدد کیوں کرنا چاہتا ہے؟''

''میں اپنے فائدے کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ تیرے ذریعے اس یہودی پیشوا کو شرمناک شکست دینا چاہتا ہوں۔''

''کیا تُو میری مدد کے بغیر اس سے نمٹ نہیں سکتا؟''

''یہ ہماری کتابِ مقدر میں لکھا ہے کہ میں تیرے ذریعے ہی اسے ذلیل و خوار کر سکوں گا۔''

وہ مطمئن ہو کر بولی۔ ''ایسی بات ہے تو میں تیری دوستی قبول کرتی ہوں۔ موسس پر سبقت لے جانے کے لیے جو کہے گا وہ کروں گی۔ بول مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

میں نے کہا۔ ''ایک شمع روشن کر کے اس کے سامنے فرش پر بیٹھ جا....''

''یہ تو میں کر چکی ہوں۔ ایک شمع کے سامنے آگے فرش پر پالتھی مارے بیٹھی ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''تُو بڑے پیچیدہ منتر پڑھتی ہے۔ کیا سو سے ایک تک الٹی گنتی پڑھ سکتی ہے؟''

''یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں آسانی سے پڑھ سکتی ہوں۔''

''اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ تُو گنتی پڑھنے کے دوران سر کے بل الٹی کھڑی رہے گی۔ یعنی سر نیچے اور دونوں ٹانگیں اوپر۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسا تو جمناسٹک کا کرتب دکھانے والے کرتے ہیں۔ میں نہیں کر سکوں گی۔ سر کے بل ٹانگیں اوپر کرنا چاہوں گی تو گر پڑوں گی۔''

''عقل سے کام لے۔ دیوار سے ٹیک لگا کر اپنے وجود کو الٹا کر دے۔ یوں بھی تُو الٹی زندگی گزار رہی ہے۔ خدا نے تجھے سیدھا پیدا کیا ہے لہٰذا اب الٹی ہو جا۔''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ ''کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟''

''بہت ضروری ہے۔ جیسے ہی تُو سو سے الٹی گنتی پڑھتے ہوئے ایک تک پہنچے گی' تجھے ماڈرا اور داموور کے اندر پہنچنے کا راستہ مل جائے گا۔ تو ایشورارا کو اس کے بچوں تک پہنچا سکے گی۔''

اسے یقین نہیں تھا کہ ایسا ہو سکے گا۔ لیکن وہ برائٹ موسس پر سبقت لے جانے اور ایشورارا کو متاثر کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی لہٰذا وہ دیوار سے لگ کر الٹی ہو گئی۔ سر کے بل کھڑی ہو گئی اور شمع کی لَو کو تکتے ہوئے سو سے الٹی گنتی پڑھنے لگی۔ میں نے اپنی پوتی الوشے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میری جان! کاہنہ کو عارضی طور پر پریشانیوں سے نجات دلاؤ۔ اسے برائٹ موسس پر برتری حاصل کرنے دو۔ پارس' ماڈرا اور داموور کے دماغوں سے لاک ہٹا دو۔''

وہ بولی۔ ''آل رائٹ گرینڈ پا....! کاہنہ ابھی خوش ہو جائے گی۔''

میں وہاں کے پُررونق بازار میں ٹہلنے لگا۔ وہ گنتی پڑھتے ہوئے ایک تک پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ماڈرا کے اندر پہنچنا چاہا تو فوراً ہی جگہ مل گئی۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔ اس نے داموور کے اندر پہنچ کر دیکھا تو اس کے دماغ کا دروازہ بھی کھل چکا تھا۔ وہ الٹی دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ خوشی سے چیخ مار کر سیدھی ہو گئی۔ فوراً ہی موبائل فون اٹھا کر میرے نمبر پنچ کرنے لگی۔ رابطہ ہوتے ہی میں نے پوچھا۔ ''کیا الٹی کھوپڑی نے کام دکھا دیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''فرہاد! تُو نے کمال کر دیا ہے۔ برائٹ موسس کے عمل کا توڑ کیا ہے۔ میں اب ماڈرا اور داموور کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔ کیا روحانی عمل اسی طرح سر کے بل الٹا ہو کر کیا جاتا ہے؟''

میں نے کہا۔ ''روحانیت کے ذریعے ہمیشہ سیدھے راستے ملتے ہیں۔ یہ جو کچھ تُو نے کیا ہے' یہ فرہاد علی تیمور کا ایک پُراسرار علم ہے۔ ادھر تُو الٹی گنتی پڑھ رہی تھی۔ ادھر میں عمل کر رہا تھا۔ بہرحال تجھے کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ جا.... ایشورارا کو یہ خوشخبری سنا دے۔''

''ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں' کیا برائٹ موسس اس عمل کا توڑ نہیں کر سکے گا؟''

''ہرگز نہیں کر سکے گا۔ تُو مطمئن رہ اور اپنا کام کر۔ ایشورارا خوش ہو جائے اور تیری برتری تسلیم کر لے تو اپنے شوہر کے ساتھ آج رات خوب جشن منا۔ اس بیچارے کو بھی خوش کر۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ ایک دکان میں جا کر اعظم ہمدانی کی حیثیت سے سوچنے لگا۔ ''میں اپنی شہناز بانو کو کوئی تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے کیا خریدنا چاہیے؟''

ایسے ہی وقت وہ میرے اندر آ کر بولی۔ ''کچھ خریدنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تجھ سے یہ کہنے آئی ہوں کہ تُو ابھی کسی نائٹ کلب میں نہیں جائے گا۔ نہ ہی کسی کال گرل کو ہاتھ لگائے گا۔ میں ایک آدھ گھنٹے بعد تجھے اپنے پاس بلاؤں گی۔''

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''میں کسی ہوٹل میں کافی پیتا رہوں گا' وقت گزارتا رہوں گا اور تیرے پاس آنے کے لیے بے چین رہوں گا۔''

وہ میرے اندر سے چلی گئی۔ اس نے فون پر ایشورارا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ''میں اچھی طرح جانتی ہوں' تُو مجھ سے برائٹ موسس سے بیزار ہو گیا ہے۔ بس آخری بار اپنی پراسرار قوتوں کا مظاہرہ کرنے آئی ہوں۔ میں نے ایسا علم پڑھا ہے کہ موسس اب میرے کسی علم کا توڑ نہیں کر سکے گا۔''

وہ بیزاری سے بولا۔ ''میں سونے جا رہا ہوں۔ اب کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔''

''میں اچھی طرح جانتی ہوں' اپنے بچوں کی فکر میں مبتلا ہے۔ تجھے نیند نہیں آئے گی۔ بس ابھی میری بات مان کر ماڈرا اور داموور کے اندر جا۔ تجھے جگہ مل جائے گی۔''

وہ اپنے بچوں کے لیے پریشان تھا۔ یہ سنتے ہی فوراً خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ماڈرا کے اندر آیا تو واقعی اسے جگہ مل گئی۔ وہ اب اپنی بیٹی کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ اس وقت وہ سونے کے لیے پارس کے پاس جا رہی تھی۔

اس نے کہا۔ ''بیٹی! میں تمہارا پاپا ہوں۔ سیارے سے واپس آ گیا ہوں۔ ابھی تم بیڈ روم میں نہ جاؤ۔ مجھ سے باتیں کرو۔''

وہ خوش ہو کر بولی۔ ''مجھے داموور نے بتایا تھا کہ تم سیارے سے واپس آ گئے ہو۔ میں انتظار کر رہی تھی کہ کب میرے دماغ میں آؤ گے؟ کیا تمہاری مصروفیات ہم سے زیادہ اہم ہیں؟ اتنی دیر بعد ہم سے رابطہ کر رہے ہو؟''

''یہ بات نہیں ہے۔ پُراسرار علوم جاننے والوں نے تمہارے اور داموور کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ اس لیے میں رابطہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اب یہ لاک ہٹ گیا ہے۔ میں جب چاہوں گا' تم سے باتیں کر سکوں گا۔''

''پاپا! بہت دنوں کے بعد تمہاری آواز اور پیار بھرا لب و لہجہ سن کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔''

''میں بھی بہت خوش ہوں۔ آئندہ مجھے تم دونوں کے دماغوں میں جگہ ملتی رہے گی تو میں مطمئن ہو کر دوسرے معاملات میں مصروف رہ سکوں گا۔''

پھر اس نے کہا۔ ''مگر نہیں....اطمینان میرے نصیب میں نہیں ہے۔''

ماڈرا نے پوچھا۔ ''ایسی کیا پریشانی ہے؟ کیا میں تمہارے کسی کام آ سکتی ہوں؟''

وہ پریشان ہو کر بولا۔ ''کیا تم نہیں جانتیں کہ داموور کسی نادیدہ بلا سے محبت کر رہا ہے؟''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''ہاں جانتی ہوں۔ آئندہ اسے بلا نہ کہنا۔ وہ ہمارے لیے بہت ہی معزز اور محترم لڑکی ہے۔ ہمارے لیے رحمت بن کر آئی ہے۔ جب تک ہمارے ساتھ رہے گی' ہمیں کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

''کچھ معلوم تو ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور تم دونوں پر مہربان کیوں ہے؟''

''پاپا! سیدھی سی بات ہے' نہ ہم ان سوالوں کے جواب جانتے ہیں' نہ جاننا چاہتے ہیں اور نہ ہی تمہیں اس سلسلے میں

کوئی بحث کرنی چاہیے۔تم ہم سے محبت کرتے ہو لہٰذا یہ دیکھ کر خوش ہونا چاہیے کہ ہم خیر خیریت سے ہیں اور سلامتی سے زندگی گزار رہے ہیں۔"

"بے شک، یہ دیکھ کر اطمینان حاصل ہو رہا ہے۔لیکن یہ کیسے بھول جاؤں کہ تم دونوں دشمنوں کے سائے میں ہو؟"

"پاپا! ایک سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔اگر ہم دشمنوں کے سائے میں ہوتے تو کیا اس طرح خیر خیریت سے ہوتے؟ تم آئندہ بھی دیکھتے رہو گے کہ ہم اسی طرح ہنستے بولتے زندگی گزارتے رہیں گے۔"

"تم ابھی بچی ہو۔سیاسی چالوں کو سمجھ نہیں پاؤ گی لہٰذا میں بحث نہیں کروں گا۔ابھی دامودر کے اندر جا رہا ہوں۔"

اس نے بیٹے کے اندر جا کر دیکھا تو وہ ایک مصلے پر کھڑا نماز پڑھنا سیکھ رہا تھا۔انوشے کی رہنمائی کے مطابق کبھی اٹھ رہا تھا' کبھی بیٹھ رہا تھا اور کبھی سجدے میں جا رہا تھا۔اس کے خیالات سے پتا چل رہا تھا کہ انوشے اس کے قریب ہی کہیں ہے۔اس سے بول رہی ہے۔لیکن اس کی آواز ایشورارا کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔

دامودر مصلے پر بیٹھ کر بولا۔"ہیلو پاپا! ابھی انوشے نے بتایا ہے' تم میرے اندر موجود ہو لہٰذا ابھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔"

"یہ انوشے کون ہے؟"

"وہی جس کا نام شبانہ تھا۔اس کا اصل نام انوشے ہے۔"

"مجھے اس کی آواز سنائی کیوں نہیں دے رہی ہے؟"

"میں شاید پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ کوئی اس کی آواز سن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔"

"تم مسلمانوں کی طرح نماز کیوں پڑھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں دین اسلام قبول کر چکا ہوں۔میرا نام دامودر نہیں دیدار علی ہے۔"

وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا۔"اس کا مطلب ہے' تم اس سے سحر زدہ ہو چکے ہو۔اس کے غلام بن چکے ہو؟"

"تمہاری سوچ کے مطابق غلام ہوں مگر اپنی سوچ کے مطابق روشن راہوں پر ایک نورانی لڑکی کا ہمسفر ہوں۔مجھے جو آسودگی اور مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں انہیں تم کبھی سمجھ نہیں پاؤ گے۔ایک بات ذہن نشین کر لو' کبھی اس کے خلاف کچھ نہ بولنا۔بولو گے تو میرے دماغ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولا۔"تم نے اور ماؤرا نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔میں تمہاری محبت میں تڑپتا رہتا ہوں اور تم میری محبت کا یہ صلہ دے رہے ہو؟"

"اگر دل سے محبت کرتے ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمہارے بچے بہت خوش ہیں اور بڑی سلامتی سے زندگی گزار رہے ہیں۔تم اس دنیا میں بہت بڑی جنگ لڑنے آئے ہو۔لیکن اس جنگ کے نتیجے میں کوئی دشمن ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔کیا یہ بات تمہارے لیے اطمینان کا باعث نہیں ہے؟"

وہ قائل ہو کر بولا۔"ہاں، اس پہلو سے مجھے مطمئن ہونا چاہیے۔تم دونوں اگرچہ دشمنوں کے سائے میں ہو مگر محفوظ ہو اور آئندہ بھی تمہیں وہاں تحفظ حاصل ہوتا رہے گا۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔کاہنہ اب تک خیال خوانی کے ذریعے ان باپ' بیٹی اور بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔اس نے فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔"ہیلو ایشورارا! تُو نے میری پُراسرار قوتوں کو دیکھ لیا؟ جو کام برائٹ موسس نہیں کر سکتا تھا' دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم نہیں کر سکتا تھا' وہ میں نے کر دکھایا ہے۔ایک باپ کو اس کے بچوں سے ملا دیا ہے۔"

"بے شک، تُو نے مجھے متاثر کیا ہے۔میں مانتا ہوں' تُو پُراسرار علوم کے معاملے میں برائٹ موسس سے برتر ہے مگر میں بچوں سے مل کر اور زیادہ پریشان ہو گیا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔"پریشانی کیا ہے؟"

"یہی کہ ہم بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں اور میرے دونوں بچے مسلمانوں کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ان کا دین بھی قبول کر لیا ہے۔وہ مسلمانوں کی سیاسی چالبازیوں کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔دراصل انہوں نے میری بیٹی اور بیٹے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔میں جب بھی بابا صاحب کے ادارے کو نقصان پہنچانا چاہوں گا' وہ میرے بچوں کو نقصان پہنچا کر مجھے بے دست و پا کر دیں گے۔"

کاہنہ نے قائل ہو کر کہا۔"ہاں، تیری دکھتی رگیں مسلمانوں کی چٹکیوں میں ہیں۔وہ جب چاہیں' مسل سکتے ہیں۔"

وہ بولا۔"میں نے پہلے بھی تجھے دیوی ماں مان کر تیرے آگے سجدہ کیا ہے۔تیری پوجا کرتا ہوں۔اگر تُو کسی طرح انہیں مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لائے گی تو میں تیرے ساتھ مل کر یورپ اور امریکا کے اکابرین سے اتحاد قائم کروں گا اور اس متحدہ تنظیم سے برائٹ موسس کو نکال

دوں گا۔‘‘

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی اس نے میری مدد سے ہی ماؤرا اور دیدار علی (دامودر) کے دماغوں سے لاک ہٹائے تھے۔ اس سلسلے میں اس کے پراسرار علوم بے اثر ثابت ہوئے تھے۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ آیندہ ماؤرا اور دیدار علی کو مسلمانوں کے شکنجے سے نکال سکے گی۔

ایشورارا نے پوچھا۔ ’’تو خاموش کیوں ہے؟‘‘

وہ خیالات سے چونک کر بولی۔ ’’میں سوچ رہی ہوں۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ مجھے کئی دنوں تک مسلسل منتروں کا جاپ کرنا ہوگا۔ شاید کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ میں اس سلسلے میں پوری کوشش کروں گی۔‘‘

ایشورارا نے کہا۔ ’’موسس کو متحدہ تنظیم سے الگ کرنے کے لیے لازمی ہے کہ تمام اکابرین ہم سے متاثر ہوں اور ہمارے زیرِ اثر رہیں۔‘‘

’’ہاں، یہ بھی مشکل مرحلہ ہے۔ برائٹ موسس نے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ ان کے بیوی بچوں کو بھی تحفظ فراہم کیا ہے۔ اگر میں ان کے دماغوں کے دروازے بھی کھول دوں تو تُو اور تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں اپنا معمول اور تابع دار بنا سکیں گے۔‘‘

’’پھر تو موسس تیرے آگے بالکل ہی صفر ہو جائے گا۔ کسی کام کا نہیں رہے گا۔ ہمارے تابع دار بن کر رہنے والے اکابرین بھی کسی حیل و حجت کے بغیر اسے متحدہ تنظیم سے نکال دیں گے۔‘‘

’’یہ تو واقعی میری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ میں جی جان سے موسس کے تنویمی عمل کا توڑ کروں گا۔ تمام اکابرین کو اس کے سحر سے نکال کر تیرے حوالے کر دوں گی۔ تُو میری اگلی کال کا انتظار کر۔ شاید میں تجھے بہت بڑی خوشخبری سنا سکوں گی۔‘‘

اس نے ایشورارا سے رابطہ ختم کیا پھر میرے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر میں نے پوچھا۔ ’’کیا پھر میری ضرورت پیش آ رہی ہے؟‘‘

’’ہاں، تیری دوستی مجھے فائدہ پہنچا رہی ہے اور تیری یہ خواہش بھی پوری ہو رہی ہے کہ موسس ذلیل و خوار ہو جائے۔ فی الحال ایشورارا کی نظروں میں اس کی اہمیت گر چکی ہے۔ اگر ایک اور محاذ پر اسے شکست دی جائے گی تو وہ بالکل ہی نظروں سے گر جائے گا۔‘‘

’’اب اسے کس محاذ پر شکست دینا چاہتی ہے؟‘‘

’’اس نے تمام اکابرین کے دماغوں کو لاک کر دیا ہے۔ ان کی بیوی بچوں کو بھی اسی طرح تحفظ دیا ہے۔ میں ان سب کے دماغوں سے لاک ہٹا دینا چاہتی ہوں۔‘‘

’’ایشورارا سے پہلے جوجو یہاں آیا تھا۔ اس نے آتے ہی تمام اکابرین کو اپنا معمول اور تابع دار بنا لیا تھا۔ حتیٰ کہ برین ماسٹر بھی اس کا غلام بن گیا تھا۔ میں نے جوجو اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا تھا اور ان کی حکمرانی کے خواب کو خاک میں ملا دیا تھا۔‘‘

’’یہ ساری باتیں میں جانتی ہوں۔‘‘

’’یہ بھی جانتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی ہو رہی ہے اور تُو بھی اس میں شریک ہے۔ ایشورارا کو زیادہ سے زیادہ طاقتور بنانے کے لیے ان اکابرین کے دماغوں سے لاک ہٹانا چاہتی ہے۔ یعنی میرے دشمنوں کو میرے ہی ذریعے طاقتور بنانا چاہتی ہے؟‘‘

’’تُو نے مجھ سے دوستی کی۔ سنا ہے تُو زبان کا دھنی ہے۔ دوست بنتا ہے تو اس دوستی کو آخری حد تک نبھاتا ہے۔‘‘

’’بے شک، میں ایسا کرتا ہوں۔ لیکن جان بوجھ کر اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مارتا۔‘‘

’’پلیز، مجھے مایوس نہ کر۔ میں نے تیرے ذریعے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ برائٹ موسس کو نیچا دکھایا ہے۔ بس ایک بار اور میری مدد کرے گا تو ہم دونوں کا بھلا ہوگا۔ مجھے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی اور تیرا یہودی دشمن ذلیل و خوار ہو جائے گا۔‘‘

’’یہ بتا، کیا ایشورارا اپنے ساتھ غیر معمولی مشینیں لایا ہے؟ کیا سیارے سے اپنی فوج بھی لایا ہے؟‘‘

’’نہیں، وہ مشینیں ابھی سیارے میں تیار ہو رہی ہیں۔ شاید دو ماہ بعد انہیں یہاں لایا جائے گا۔‘‘

’’کیا ایشورارا پھر سیارے میں واپس چلا جائے گا اور دو ماہ بعد واپس آئے گا؟‘‘

وہ بیزار ہو کر بولی۔ ’’میں نہیں جانتی‘ اس نے اس سلسلے میں کیا پلاننگ کی ہے؟ تُو ایسے سوالات کیوں کر رہا ہے؟ پلیز، میرا یہ مسئلہ حل کر دے۔‘‘

’’یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اسے حل کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ میرا دشمن ایشورارا تمام اکابرین کے دماغوں پر حاوی ہو جائے گا۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لے آئے گا پھر بھی میں ایک شرط پر تیرا یہ کام کر سکتا ہوں۔‘‘

’’میں تیری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں مگر میرا یہ کام ہر حال میں ہو جانا چاہیے۔ بول کیا چاہتا ہے؟‘‘

’’میں نے تجھے دور سے دیکھا ہے۔ تُو بہت ہی حسین ہے۔ تیرا ذرخیز بدن چیخ چیخ کر اپنی طرف بلاتا ہے۔ میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔‘‘

وہ میرا مطالبہ سن کر پریشان ہو گئی۔ سخت لہجے میں بولی۔ ’’دیکھ! تُو اپنے وعدے سے پھر رہا ہے۔ تُو نے کہا تھا‘ کبھی میرے روبرو نہیں آئے گا۔‘‘

’’بے شک، میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ جسمانی طور پر تیرے روبرو نہیں آؤں گا مگر خیال خوانی کے ذریعے تو آ سکتا ہوں؟‘‘

وہ تعجب سے بولی۔ ’’تُو کہنا کیا چاہتا ہے؟ کیا میرے دماغ میں آنے کا ارادہ ہے؟‘‘

’’تُو مجھے اپنے اندر کبھی نہیں آنے دے گی۔ لیکن اپنے شوہر کے اندر آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔‘‘

’’نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ تُو اتنے قریب رہ کر میری دن رات کی مصروفیات کو سمجھتا رہے گا اور کسی نہ کسی طرح مجھے کمزور بنا کر میرے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔‘‘

’’اچھی طرح سوچ لے۔ سمجھ لے۔ میرے بغیر ان اکابرین کے دماغوں کے دروازے کھول نہیں پائے گی۔ عقل سے کام لے گی تو میری طرف سے خوفزدہ نہیں رہے گی۔ پُراسرار علوم کے ذریعے اپنے گرد ایسا حصار باندھ لے گی کہ میں تیرے دماغ میں پہنچ کر کسی طرح کا عمل نہیں کر سکوں گا۔ میں عقل کی بات سمجھا رہا ہوں۔ سمجھ میں آ جائے تو مجھے کال کرنا۔ ورنہ دوستی ختم۔‘‘

’’دوستی اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔ مجھے سوچنے کا موقع تو دے۔‘‘

’’تجھے سوچنے کی آزادی ہے۔ ساری زندگی سوچتی رہ اور فیصلہ کرتی رہ۔ اپنا بھلا برا جو سمجھ میں آئے‘ اس کے مطابق مجھے یاد کر۔ ورنہ بھول جا۔‘‘

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ اس نے میرے ذریعے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی موسس کو نیچا دکھایا تھا اور ایشورارا کی حمایت حاصل کی تھی۔ آیندہ اسے تمام اکابرین کے مقفل دماغوں میں پہنچا کر اپنے قدموں میں جھکا سکتی تھی۔ وہ پہلے ہی اسے دیوی ماں کہتا تھا۔ اس کا عقیدت مند تھا۔ اگر وہ تمام اکابرین کو اس کے زیرِ اثر لانے کی راہیں ہموار کرتی تو وہ آخری دم تک اس کی پوجا کرتا رہتا۔

اور وہ دوسری بار میری مدد سے ایسا کر سکتی تھی۔ لیکن میری شرط بہت ہی سخت اور ناقابلِ قبول تھی۔ اس رات وہ کبھی سوتی رہی۔ کبھی جاگتی رہی، میرے متعلق ہر پہلو سے سوچتی رہی۔ آخرکار یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہم مسلمانوں نے ماؤرا کو اور دیدار علی کو بڑی محبت سے ٹریپ کیا ہے۔ انہیں سحر زدہ کر کے اپنے شکنجے میں رکھا ہے۔ اگر وہ اسی طرح مجھے اپنے قریب آنے کا موقع دے گی تو میں اسے بھی بڑی محبت سے ٹریپ کر دوں گا پھر وہ میرے شکنجے سے نکل نہیں پائے گی۔

اس نے دانت پیستے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں پھر بڑی سختی سے فیصلہ کیا۔ ’’نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اس کے شکنجے میں نہیں آؤں گی نہ اسے کبھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گی.....‘‘

وہ ابتدا ہی سے کترا رہی تھی۔ میرے قریب سے گزرنا بھی نہیں چاہتی تھی اور بڑی بے خبری کے عالم میں میرے ساتھ دن رات گزار رہی تھی۔ فی الحال اس نے طے کر لیا کہ نہ تو مجھ سے دوستی کرے گی اور نہ ہی آیندہ کوئی مدد حاصل کرے گی۔ اس کے برعکس خود ہی اکابرین کے درمیان سرنگ بناتی ہوئی پہلے فوج کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حاکموں کو کمزور بنائے گی۔ ان کے دماغوں میں گھسے گی پھر انہیں بڑی رازداری سے اپنا معمول اور تابع دار بناتی چلی جائے گی۔ وہ بڑے عزم سے یہ فیصلہ کر رہی تھی کہ آیندہ مجھ جیسے دشمن سے بات تک نہیں کرے۔

ادھر ایشورارا نے موسس سے رابطہ کیا۔ موسس نے اپنا ایک آلۂ کار مقرر کیا تھا۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس آلہ کار کے اندر آ رہے ہیں پھر وہ اس تیسرے شخص کے اندر پہنچ کر باتیں کرتے تھے۔

برائٹ موسس نے کہا۔ ’’مجھے افسوس ہے‘ اب تک تیری بیٹی اور بیٹا دشمنوں کے شکنجے میں ہیں۔ لیکن میں جلد ہی تجھے خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچاؤں گا۔‘‘

ایشورارا نے کہا۔ ’’موسس! تُو اپنے دشمنوں کے حالات سے غافل رہتا ہے۔ جو لوگ گہری نیند سوتے ہیں‘ ’ان کے مخالفین قیامت کی چال چل جاتے ہیں۔‘‘

’’تُو کہنا کیا چاہتا ہے؟ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے؟‘‘

’’بے خبر رہنا سب سے بڑی غلطی اور کمزوری ہے۔ اس بار تُو کاہنہ کے عمل کا توڑ نہ کر سکا۔ اس نے ماؤرا اور دیدار علی کے دماغوں میں جگہ بنا لی ہے۔ مجھے ان کے اندر پہنچایا ہے اور میں نے ان سے جی بھر کر باتیں کی ہیں۔‘‘

وہ بے یقینی سے بولا۔ ’’تعجب ہے‘ کاہنہ ان کے دماغوں سے لاک ہٹانے میں کس طرح کامیاب ہو گئی اور یہ دیدار علی کون ہے؟‘‘

’’میرے بیٹے دامودر نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

اس نے اپنا نام بدل کر دیدار علی رکھا ہے۔ اب میری بیٹی اور بیٹا دونوں ہی مسلمان ہو گئے ہیں۔ پتا نہیں یہ دونوں کب تک مسلمانوں کے شکنجے میں رہیں گے اور میں دور ہی دور سے ایک کمزور اور بے بس باپ کی طرح یہ تماشا دیکھتا رہوں گا؟“

برائٹ موسس نے کہا۔ ”کاہنہ نے تجھے ان دونوں کے اندر پہنچایا ہے۔ کیا انہیں مسلمانوں کے شکنجے سے نکالنے میں ناکام ہو رہی ہے؟“

”اس نے کہا ہے‘ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اس کے لیے اسے کئی روز تک منتروں کا جاپ کرنا ہوگا۔ پتا نہیں‘ وہ کتنے دنوں تک عمل کرتی رہے گی اور اس کے بعد بھی کامیاب ہو سکے گی یا نہیں؟“

”تو فکر نہ کر میں بھی عمل شروع کرتا ہوں۔ اس سے پہلے تیرے دونوں بچوں کو مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لاؤں گا۔“

”دی گریٹ ایشورارا نے حکم دیا ہے کہ یہاں کے حالات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد مجھے کل ہی سیارے میں واپس جانا ہوگا۔“

”کیا تو اتنی جلدی واپس چلا جائے گا؟“

”ہاں، وہاں ہماری کئی غیر معمولی مشینیں آخری مراحل میں ہیں۔ وہ تقریباً تیار ہو چکی ہیں۔ میں کل یہاں سے جاؤں گا مگر دو ماہ بعد واپس آجاؤں گا۔“

”اس سے پہلے میں اپنی طاقت اور اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ کل صبح دس بجے اکابرین کی ایک کانفرنس میں تجھے بلانا چاہتا ہوں۔ تو خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہ کر ان سے بات کر سکتا ہے اور اس متحدہ تنظیم کے پورے منصوبے کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔“

”کانفرنس میں کیا ہوگا؟ اکابرین سے باتیں ہوں گی اور زبانی دعوے کیے جائیں گے کہ تم سب کاہنہ کے مقابلے میں برتر ہو۔“

”یہ تو صاف ظاہر ہے‘ وہ ایک تنہا عورت ہے لیکن میرے ساتھ دنیا کے تمام ممالک اور اکابرین ہیں۔ آنکھوں سے دیکھ کر عقل سے سمجھ کر یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایک اکیلی عورت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔“

”تو تصویر کا ایک ہی رخ دیکھ رہا ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ میں نے کاہنہ کی حمایت کی تو وہ اکیلی نہیں رہے گی۔ سیارے والوں کی تمام غیر معمولی مشینیں اور تمام ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کاہنہ کے ساتھ ہوں گے۔“

”اگر تو ایسا کرے گا تو یہ تیری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔“

”تو مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا‘ تیری اور کاہنہ کی اہمیت صرف اس لیے ہے کہ تو روحانیت کا حامل ہے اور وہ پُراسرار علوم جانتی ہے۔ میرے پاس سائنس اور ٹیکنالوجی سے تعلق رکھنے والے تمام ہتھیار ہیں‘ صرف روحانیت نہیں ہے۔ میں تم دونوں کے ذریعے اس کمی کو پورا کر سکتا ہوں مگر تم آپس میں لڑ رہے ہو اور خود کو برتر ثابت کرنے میں ناکام ہو رہے ہو۔ کاہنہ نے تیرے مقابلے میں ایک پوائنٹ حاصل کیا ہے۔ مجھے میرے بچوں تک پہنچایا ہے۔ اگر تو انہیں مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لائے گا۔ انہیں میرے حوالے کر دے گا تو یہ مان جاؤں گا کہ واقعی تو روحانیت کا حامل ہے اور بابا صاحب کے ادارے والوں سے جم کر مقابلہ کر سکتا ہے۔“

”میں پوری کوشش کروں گا۔ کل تیری روانگی سے پہلے ماورا اور دیدار علی کو ان کے شکنجے سے نکال کر تیرے حوالے کروں گا۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ روحانیت کے کسی عامل سے ٹکرانا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا‘ ماورا اور دیدار علی کو مسلمانوں کی گرفت سے نکال لانا بہت مشکل ہوگا۔ لیکن وہ اسے ناممکن نہیں سمجھ رہا تھا۔ بڑی حد تک امیدیں تھیں کہ اپنے پُراسرار علوم سے کامیابی حاصل کر لے گا۔

وہ پھر پچیس شمعیں روشن کرتے ہوئے زیرِ لب کوئی علم پڑھنے لگا۔ وہ اپنے معمول اور طریقہ کار کے مطابق ماورا اور دیدار علی کو اپنے زیرِ اثر لانا چاہتا تھا۔

ایسے وقت الوشے نے مجھے مخاطب کیا۔ ”السلام علیکم گرینڈ پا! ہم سب اعلیٰ حضرت کے لائحہ عمل کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ ہمارا بنیادی عمل یہ ہے کہ ہر حال میں امن و امان قائم رکھا جائے۔ دشمنوں سے جنگ نہ کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ہمارا طریقہ کار یہی ہے کہ دشمنوں کو آپس میں ہی الجھایا جائے‘ لڑایا جائے اور انہیں اپنی طرف آنے کا موقع نہ دیا جائے۔“

میں نے کہا۔ ”بے شک، ہماری یہی کوشش ہے۔ اب تم کیا چاہتی ہو؟“

اس نے کہا۔ ”کاہنہ اور برائٹ موسس ایک دوسرے سے برتری لے جانے کے لیے اور ایشورارا کو اپنا حمایتی بنانے کے لیے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ان کی لڑائی جاری رہنی چاہیے۔ کاہنہ نے موسس کے مقابلے میں ایک پوائنٹ حاصل کر کے برتری حاصل کی ہے۔ اب آپ موسس کو بھی

ایک پوائنٹ حاصل کرنے کا موقع دیں۔ اس وقت وہ اپنے طور پر عمل کرنے میں مصروف ہے۔ میں آپ کو وہاں پہنچا رہی ہوں۔“

موسس پچیس موم بتیوں کے سامنے جم کر بیٹھا ہوا تھا اور عمل پڑھنے میں مصروف تھا۔ عود و عنبر کا دھواں فضا میں پھیل رہا تھا۔ جب اس نے عمل پڑھنے کے دوران دونوں ہتھیلیوں کو فضا میں بلند کیا تو شیشے کی ایک دیوار اس کے اور موم بتیوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ اس شیشے پر دھواں پھیل رہا تھا اور موم بتیاں گم ہو رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت برائٹ موسس کو وہاں دور تک ایک راستہ دکھائی دیا۔ اس راستے پر میں جا رہا تھا۔ میری پشت اس کی طرف تھی۔ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”اے میرے راہبر! میرے پُراسرار علم نے تجھے میری رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ بول... مجھے روحانیت کا توڑ کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟“

میں نے کہا۔ ”ارے او نادان! روحانیت کا توڑ نہ آج تک کسی نے کیا ہے‘ نہ آیندہ کوئی کر سکے گا۔ اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ کوئی مسلمان تیرا ساتھ دے تیری مدد کرے تو تجھے کامیابی حاصل ہوگی۔“

”اے میرے راہبر! مجھے اس مسلمان تک پہنچا دے۔“

”تو پہنچا ہوا ہے۔ تیرے علم کی شکتی نے مجھے تیرے پاس پہنچایا ہے۔ میں فرہاد علی تیمور کا ہمزاد ہوں۔“

اس نے چونک کر شیشے کی اسکرین پر دیکھا۔ ایک راستہ دور تک جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس راستے پر میں چل رہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ”کیا تو فرہاد علی تیمور ہے؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں، ایشورارا کا دشمن ہوں‘ اس کا ساتھ دینے والوں کا بھی دشمن ہوں اور تو اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ لیکن تیرے علم کی شکتی نے مجھے تیرے پاس آنے پر مجبور کر دیا ہے۔“

وہ ذرا مطمئن ہو کر بولا۔ ”اس کا مطلب ہے میرے علم کی شکتی نے تجھے باندھ رکھا ہے؟ تو مجبور ہو کر میرا کام کرے گا؟“

”ہاں لیکن میں تیرا ایک کام کروں گا تو تو بھی میرا ایک کام کرے گا۔“

”میں کاہنہ پر برتری حاصل کرنے اور ایشورارا کو اپنی مٹھی میں لینے کے لیے تیرا کام ضرور کروں گا۔ بول کیا چاہتا ہے؟“

”جیسا کہ تو جانتا ہے‘ کتاب مقدر میں لکھا ہے کہ کاہنہ میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گی مگر وہ مجھ سے کترا رہی ہے۔ میرے ہاتھ نہیں آرہی ہے۔ کیا تو اپنے علم کی شکتی سے اسے میرے پاس پہنچا سکتا ہے؟“

”یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں اسے تیرے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ لیکن پہلے میرا کام کرنا ہوگا۔ کیونکہ کل ایشورارا یہاں سے جا رہا ہے۔“

میں نے کہا۔ ”وہ اپنی روانگی سے پہلے ہی بیٹی اور بیٹے کو اپنے پاس دیکھے گا اور انہیں جہاں چاہے گا‘ لے جا سکے گا۔“

”مجھے معلوم ہونا چاہیے‘ ایسا کب تک ہو سکے گا؟“

”ممبئی کے وقت کے مطابق صبح فجر کی نماز کے بعد میں ماورا اور دیدار علی کو سحر زدہ کر کے انہیں بنگلے سے باہر لاؤں گا۔ وہ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جائیں گے۔ اس کے بعد ایشورارا جہاں چاہے گا‘ انہیں اپنے ساتھ لے جا سکے گا۔“

وہ بولا۔ ”ایسے وقت میں ان دونوں پر عمل کروں گا تاکہ کاہنہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔“

”بے شک‘ تجھے کاہنہ کی طرف سے محتاط رہنے کے لیے ایسا عمل کرنا چاہیے۔“

شیشے کی وہ دیوار دھواں دھواں سی ہونے لگی۔ میں اس کی نظروں سے اوجھل ہونے لگا۔ اس کے بعد اسکرین صاف ہو گئی۔ شیشے کے آرپار پچیس موم بتیاں دکھائی دینے لگیں۔

وہ خوش ہو کر سوچ رہا تھا۔ ”میں پُراسرار علوم میں غیر معمولی مہارت حاصل کرتا جا رہا ہوں۔ آج ایک علم کی شکتی نے میرے ہی دشمن فرہاد علی تیمور کو میرا آلہ کار بنا دیا ہے۔ میں اس کے ذریعے بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے والا ہوں۔“

جب ممبئی کے وقت کے مطابق صبح ہونے لگی تو اس نے فون کے ذریعے ایشورارا سے کہا۔ ”تیرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ میرے آلہ کار کے اندر آجا۔“

دوسرے ہی لمحے میں وہ دونوں اس آلہ کار کے اندر پہنچ گئے۔ موسس نے کہا۔ ”تو میری روحانی قوتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ میں نے تیرے دونوں بچوں کو ان مسلمانوں کے شکنجے سے نکال لیا ہے۔“

ایشورارا نے خوش ہو کر پوچھا۔ ”کیا تو سچ کہہ رہا ہے؟“

”میں ابھی اپنی سچائی کا ثبوت دوں گا۔ اگر تو ممبئی میں موجود ہے تو مسلمانوں کی فجر کی نماز کے بعد اپنی بیٹی کے بنگلے کے سامنے چلا جا۔ وہ دونوں تجھے گھر سے باہر نکلتے ہوئے

www.pdfbooksfree.pk

دکھائی دیں گے۔ جب وہ اپنی کار میں بیٹھ کر آگے نکل جائیں تو پھر تُو ان سے ملاقات کرسکتا ہے۔ انہیں اپنے ساتھ کہیں بھی لے جاسکتا ہے۔ کوئی روحانی عامل، کوئی پُراسرار علوم جاننے والی کاہنہ تیرے راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں کرسکے گی۔ میرے پُراسرار علوم کا سایہ تجھ پر اور تیرے بچوں پر رہے گا۔''

وہ اپنی اہمیت جتا رہا تھا تاکہ ایک روحانی عامل کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوا سکے۔ وہ بولا۔ ''میں ابھی اپنے بچوں کے پاس جا رہا ہوں۔ اگر تیری بات سچ نکلی تو میں تجھے کاہنہ سے برتر تسلیم کروں گا۔ اسے ایک پوائنٹ دیا تھا۔ تجھے دو پوائنٹس دوں گا۔ جو پانچ میں سے تین پوائنٹ حاصل کرلے گا، وہی ونر کہلائے گا۔''

وہ ممبئی میں تھا۔ فوراً ہی ہوٹل کے کمرے سے نکل کر باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بیٹی اور بیٹے کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ بے چینی سے ان کا انتظار کرنے لگا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ دونوں دکھائی دیے۔ بنگلے سے باہر آکر کار میں بیٹھ رہے تھے پھر اسے اسٹارٹ کرکے احاطے سے باہر نکل رہے تھے۔ وہ بھی اپنی کار اسٹارٹ کرکے ان کے پیچھے جانے لگا۔

اس نے کچھ دور جانے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ ''بیٹی ماورا! میں تمہارا پاپا ہوں۔ تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ کار روکو۔''

آگے جانے والی گاڑی رک گئی۔ وہ بھی اپنی کار روک کر باہر آیا۔ ماورا اور دیدار علی بھی باہر نکل کر اس کی طرف آرہے تھے پھر وہ تینوں ایک دوسرے سے بڑے ہی والہانہ انداز میں لپٹ گئے۔ وہ ان دونوں کو چومنے لگا۔ کہنے لگا۔ ''میرے بچو! میں تمہیں حاصل کرنے کے لیے کتنی محنت کررہا ہوں، یہ تم نہیں جانتے۔ اپنے باپ کی محبت کو سمجھو اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اس دنیا میں نہیں رہنے دوں گا۔ سیارے میں واپس لے جاؤں گا۔''

ماورا نے کہا۔ ''نو پاپا...! ہم تمہارے ساتھ کہیں بھی چلنے کو تیار ہیں مگر اس دنیا کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ سیارے میں ہمارے لیے کوئی کشش نہیں ہے۔''

وہ بولا۔ ''اس دنیا میں تم دونوں کے لیے قدم قدم پر خطرات ہیں۔ یہ مسلمان تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔''

دیدار علی نے کہا۔ ''ہم اپنا پیچھا چھڑا کر آئے ہیں۔ ہماری فکر نہ کر۔ تم اس دنیا میں جہاں جانے کو، جہاں رہنے کو کہو گے، ہم تمہاری بات مان لیں گے مگر سیارے میں واپس نہیں جائیں گے۔''

برائٹ موسس ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ ماورا اور دیدار علی کو آیندہ ایشورارا کی کمزوری بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ وہ اسی دنیا میں رہیں اور سیارے میں واپس نہ جائیں۔

اس نے فون کے ذریعے کہا۔ ''ایشورارا! میں تیرے بچوں کے اندر رہ کر ساری باتیں سن رہا ہوں۔ وہ درست کہہ رہے ہیں۔ انہیں سیارے میں واپس لے جانا مناسب نہیں ہے۔''

وہ بولا۔ ''کیوں مناسب نہیں ہے؟ کیا تُو نہیں جانتا، مسلمان پھر انہیں ٹریپ کرسکتے ہیں؟''

''میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ انہیں دوبارہ مسلمانوں کے شکنجے میں نہیں جانے دوں گا اور سیارے میں بھی واپس نہیں جانے دوں گا۔ اب صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ تیرے یہ دو بچے تیری کمزوری بن کر میری نگرانی میں رہیں گے۔''

وہ غصے سے بولا۔ ''یہ کیا بکواس کررہا ہے؟ کیا تُو میری کمزوریوں سے کھیل کر مجھے اتحاد قائم کرنے پر مجبور کرے گا؟''

''سیاسی بازیاں جیتنے کے لیے ہر وہ چال چلی جاتی ہے، جو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ تیری کامیابی یہ ہے کہ تُو مسلمانوں سے جنگ کرنے آیا ہے، ان کی روحانیت کو ختم کرنے آیا ہے۔ ان مسلمانوں کے شکنجے سے تیرے بچوں کو نجات مل گئی ہے۔ تجھے مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ تیرے بچے میری نگرانی میں محفوظ رہیں گے۔''

ایشورارا تھوڑی دیر تک سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میرے دونوں بچے تیری نگرانی میں رہیں گے۔ ابھی میں انہیں لے جا رہا ہوں۔''

''تُو جہاں چاہے لے جاسکتا ہے مجھے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تُو مجھے دھوکا دے گا۔ کیونکہ میں ان دونوں کے اندر موجود رہا کروں گا۔ اپنی روحانی قوت سے معلوم کرتا رہوں گا کہ یہ دونوں کہاں ہیں اور ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟''

ایشورارا نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، میں اس مسئلے پر بعد میں باتیں کروں گا۔''

اس نے فون بند کرتے ہوئے ماورا اور دیدار علی سے کہا۔ ''اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو۔ اب تمہیں اس بنگلے میں واپس نہیں جانا ہے۔ فوراً میرے ساتھ یہاں سے چلو۔''

وہ ان کے ساتھ اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگیا۔

وہاں خیال خوانی کے ذریعے بگولا سے بولا۔ ''فوراً میرے اندر آجا۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے اندر آیا۔ اس نے دیدار علی کی آواز سناتے ہوئے کہا۔ ''یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کے اندر پہنچ کر تنویمی عمل کرنا ہے۔ اس کی شخصیت اور لب و لہجے کو بالکل تبدیل کردینا ہے۔ فی الحال اس کے اندر جا کر خیالات پڑھتا رہ اور ابھی خود کو ظاہر نہ کر۔ کیونکہ ایک دشمن ان کے اندر موجود ہے۔''

پھر وہ کاہنہ کے اندر پہنچ کر بولا۔ ''فوراً میرے پاس چلی آ۔ بہت ضروری کام ہے۔''

کاہنہ نے اس کے اندر آکر پوچھا۔ ''کیا کام ہے؟ تُو نے فون کے ذریعے بات نہیں کی؟ مجھے خیال خوانی کے ذریعے بلایا ہے؟''

''ہاں، میں نے اپنے بیٹے اور بیٹی کو حاصل کرلیا ہے۔ یہ دونوں میرے سامنے ہیں۔ لیکن ان کے اندر موسس موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں، وہ ہماری باتیں نہ سنے۔''

وہ بے یقینی سے بولی۔ ''کیا تُو نے اپنے بچوں کو مسلمانوں کے شکنجے سے چھڑا لیا ہے؟''

وہ اسے بتانے لگا کہ کس طرح برائٹ موسس نے اپنے پُراسرار علوم کے ذریعے مسلمانوں کے روحانی عمل کا توڑ کیا ہے اور اس کے بچوں کو اس کے پاس پہنچایا ہے۔ لیکن اب وہ ان دونوں کو اس کی کمزوری بنا رہا ہے۔

اس نے کہا۔ ''میں اپنی بیٹی اور بیٹے کو یہاں نہیں رہنے دوں گا۔ سیارے میں واپس بھیج دوں گا۔ لیکن موسس کہتا ہے، یہ دونوں یہیں رہیں گے تاکہ وہ ان کے ذریعہ مجھے بلیک میل کرتا رہے۔''

کاہنہ نے کہا۔ ''بے شک، اسے بلیک میلنگ کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ میں بھی یہی چاہوں گی، تیرے دونوں بچے سیارے میں واپس چلے جائیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ موسس کو ان دونوں کے اندر آنے سے روکا جائے۔''

''یہی میں چاہتا ہوں۔ جب وہ ان کے اندر نہیں آئے گا تو میں تنویمی عمل کے ذریعے ان دونوں کی شخصیت اور لب و لہجہ بدل دوں گا پھر کوئی ان تک پہنچ نہیں پائے گا۔ میں باآسانی انہیں سیارے میں لے جاسکوں گا۔''

وہ بولی۔ ''مجھے کچھ سوچنے کا موقع دے۔ میں اس کے خلاف جو عمل کروں گی اس میں اچھا خاصا وقت لگے گا۔''

اس نے کہا۔ ''مجھے گریٹ ایشورارا کے احکامات کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ اس نے کہا ہے، آج مجھے واپس آنا چاہیے تو آج ہی جانا ہوگا۔ میں کسی حال میں بھی یہاں رک نہیں سکوں گا۔ آج رات اندھیرا پھیلنے سے پہلے مجھے میرے بچوں کو تحفظ دینا ہوگا۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ یاد رکھ... اگر تُو نے میرا یہ کام کردیا تو میں پھر کبھی کسی بھی معاملے میں موسس کی روحانیت کو نہیں آزماؤں گا۔ نہ ہی اسے منہ لگاؤں گا۔ دو ماہ بعد یہاں آکر تجھ سے اتحاد رکھوں گا۔ پہلے ہم دونوں اس کی متحدہ تنظیم کے چیتھڑے اڑائیں گے۔ اس کے بعد باباصاحب کے ادارے سے نمٹیں گے۔''

کاہنہ کے اندر کھلبلی سی پیدا ہوگئی۔ اب اسے ہر حال میں موسس کے پُراسرار علوم کا توڑ کرنا تھا۔ اسے ماورا اور دیدار علی سے دور رکھنا تھا۔ اس نے کہا۔ ''تُو آج ہی کسی فلائٹ سے اپنے بچوں کو انگولا لے آ۔ میرے پاس ایک ایسا پُراسرار علم ہے کہ اگر یہ میرے مندر کے اندر آجائیں گے اور میں حصار باندھ لوں گی تو موسس کبھی وہاں تک پہنچ نہیں پائے گا۔''

اسی روز کسی بھی فلائٹ میں سیٹیں نہیں مل سکتی تھیں۔ لیکن ان سب نے خیال خوانی کے ذریعے متعلقہ افسران کو زیرِ اثر لاکر تین سیٹیں حاصل کرلیں۔ جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ جہاز میں سفر کررہا تھا تو اس سے پہلے ہی برائٹ موسس نے اپنے آلہ کار کے ذریعے ایشورارا سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا۔ ''تُو اپنے بچوں کو کہیں بھی لے جا۔ میں سب دیکھ رہا ہوں مگر یاد رکھ... انہیں سیارے میں واپس جانے نہیں دوں گا۔''

کاہنہ ہوٹل کے کمرے میں بند ہوگئی تھی اور برائٹ موسس کے خلاف عمل کررہی تھی۔ اس کے علاوہ ایشورارا کے تمام ماتحت بگولا، بے تابا، رنداوا اور کونداوا سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماورا اور دیدار علی کے اندر پہنچ گئے تھے۔ ان کے دماغوں پر مضبوطی سے قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ جب وہ دوبارہ ان کے اندر آیا تو جگہ مل گئی۔ لیکن اس کی خیال خوانی کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

ایشورارا نے ماورا کے اندر برائٹ موسس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ایک نہیں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرے بچوں کے دماغوں کو جکڑ رکھا ہے۔ تیری سوچ کی لہریں ان پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔ اگر پُراسرار علوم کے ذریعے آنا چاہے گا تو کاہنہ تیرا راستہ روکے گی۔ جا... اپنی قوتوں کو آزما کر دیکھ لے۔''

موسس نے کہا۔ ''تُو اور تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب تک ان کے دماغوں پر قبضہ جمائے رکھیں گے؟ امریکا

ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ماؤرا اور دیدار علی کے اندر پہنچیں گے۔ میں دیکھوں گا' خیال خوانی کی اس جنگ میں کون جیتا ہے اور کون ہارتا ہے؟ ابھی انتظار کر... تیری اور تیرے بچوں کی شامت آرہی ہے۔"

کاہنہ شام سے پہلے ہی میرے ساتھ جنگل کے اس مندر میں آگئی اور اپنے عمل کے ذریعے مندر کے اطراف حصار باندھنے لگی۔ رات کی تاریکی پھیلنے تک ایشورارا اپنی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں نے پہلی بار وہاں اپنی بہو ماؤرا کو دیکھا۔ وہ مجھے نہیں پہچانتی تھی۔ میں فی الحال خود کو ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ میری پوتی انوشے سے دلچسپی لینے والا جوان دیدار علی بھی بہت اچھا لگا۔ میری پوتی اگرچہ عشق و محبت کے چکر میں نہیں تھی۔ ابھی کم سن تھی۔ لیکن ایمانداری اور شرافت کے حوالے سے اسے پسند کرتی تھی۔ مجھے اطمینان تھا' روحانی علوم جاننے والی کی پسند کبھی غلط نہیں ہوسکتی تھی۔

ایشورارا نے کاہنہ کا سامنا ہوتے ہی اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے پھر سجدہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیوی ماں کی جے ہو۔ میں پہلے تیرا عقیدت مند تھا۔ آج بھی تیرا سیوک تیرا داس ہوں۔ ہم سب نے اس مندر تک ان دو بچوں کی حفاظت کی ہے۔ اب آگے تُو ہی انہیں برائٹ موسس سے دور کرسکتی ہے۔"

وہ بولی۔ "اپنا جھکا ہوا سر اٹھالے۔ تیری بیٹی اور بیٹا یہاں پوری طرح محفوظ ہیں۔ تُو موسس کو چیلنج کرسکتا ہے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں آئے اور انہیں کسی طرح کا نقصان پہنچائے..... وہ ان کا ایک بال بھی بیکا نہیں کرسکے گا۔"

ایشورارا نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ ماؤرا اور دیدار علی کے دماغوں سے نکل جائیں پھر اس نے موسس کے آلہ کار کے ذریعے اسے مخاطب کیا اور کہا۔ "تُو نے چیلنج کیا تھا' میرے بچوں کو سیارے میں واپس جانے نہیں دے گا۔ اب میں تجھے چیلنج کرتا ہوں' انہیں روک سکتا ہے تو روک کر دکھا۔ میں انہیں لے جارہا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "تُو کاہنہ کی باتوں میں آکر خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی مول لے رہا ہے۔ ابھی دیکھ! میں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تیرے بچوں کے دماغوں میں پہنچ رہا ہوں۔ ہماری خیال خوانی کی قوتوں کے آگے تیرے ٹیلی پیتھی جاننے والے منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

اس کا چیلنج سن کر ایشورارا کچھ پریشان ہوگیا۔ اپنی بیٹی اور بیٹے کو دیکھنے لگا۔ اسے انتظار تھا کہ دشمن امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ پہنچنے والا ہے اور کچھ کرنے والا ہے۔ لیکن وقت گزرتا جارہا تھا اور برائٹ موسس کچھ کر نہیں پارہا تھا۔

اس نے اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کیا تو پتا چلا' کاہنہ نے انہیں اپنے مندر میں بلایا ہے اور وہاں ایسا حصار باندھا ہے کہ وہ مندر تک پہنچ نہیں پارہا ہے۔

اس نے ایشورارا کو اپنے آلہ کار کے پاس بلایا پھر کہا۔ "بے شک، کاہنہ تیرے بچوں کو تحفظ فراہم کررہی ہے۔ لیکن یہ عارضی ہے۔ تُو سیارے میں جانے کے لیے جب بھی انہیں لے کر مندر سے باہر نکلے گا تو وہ دونوں کاہنہ کے باندھے ہوئے حصار سے باہر چلے آئیں گے پھر میں ان کے دماغوں پر قبضہ جماسکوں گا۔ انہیں ذہنی مریض بناسکوں گا۔"

ایشورارا نے پریشان ہوکر کاہنہ سے کہا۔ "یہ کم بخت کیا کہہ رہا ہے؟ کیا یہ مندر سے باہر نکلیں گے تو تیرا سحر کام نہیں کرے گا؟"

"ہاں، فی الحال یہ مجبوری ہے۔ فوری طور پر تیرے بچوں کو تحفظ دینے کے لیے میں نے یہی عمل کیا ہے۔"

"جب میں انہیں مندر سے نکال کر فلائنگ ساسر تک نہیں لے جاسکوں گا تو سیارے میں کیسے لے جاسکوں گا؟"

"میں جس حد تک تیرے بچوں کو تحفظ دے سکتی ہوں دے رہی ہوں۔ اتنا تو تُو دیکھ رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ موسس ہو یا مسلمان روحانی علوم جاننے والے ہوں' کوئی یہاں تیرے بچوں تک نہ پہنچ سکے گا' نہ انہیں نقصان پہنچا سکے گا۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اسی مندر میں چھوڑ کر چلا جا۔ میں تیرے واپس آنے تک ان کی حفاظت کرتی رہوں گی۔ اگر تُو دو ماہ تک انتظار نہیں کرنا چاہتا ہے تو دو چار دنوں میں واپس آجا۔ اس وقت تک میں ان پر ایسا عمل کرسکوں گی' جس کے نتیجے میں تُو انہیں مندر سے فلائنگ ساسر تک لے جاسکے گا اور وہاں سے انہیں سیارے میں پہنچادے گا۔"

ایشورارا نے حالات سے مجبور ہوکر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ ابھی تو میں انہیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ دو چار دنوں میں صرف انہیں لینے کے لیے واپس آؤں۔ اگر نہ آسکا تو یہ دو ماہ تک تیرے پاس میری امانت کے طور پر رہیں گے۔"

میں ان کے درمیان خاموش تھا۔ کاہنہ کے پیچھے ایک تابع دار کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ میری خاموشی ان کے لیے آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے' سمجھ بھی نہیں سکتے تھے کہ آیندہ کیا ہونے والا ہے؟

آدھی رات کے بعد اس جنگل میں ایک فلائنگ ساسر آئی اور ایشورارا اپنے بچوں سے رخصت ہوکر سیارے میں واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ماؤرا نے چاروں طرف گھوم کر مندر کو دیکھتے ہوئے کاہنہ سے کہا۔ "تُو نے کسی خیالی دیوتا کا اتنا بڑا سا بت بنا رکھا ہے۔ ہم اس بت خانے میں نہیں رہیں گے۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔"

کاہنہ نے کہا۔ "تمہیں خود کو مسلمان نہیں کہنا چاہیے۔ ہم تمہیں ان کے شکنجے سے نکال کر یہاں لائے ہیں۔"

دیدار علی نے کہا۔ "اب تیری یہ خوش فہمی ختم ہوجانی چاہیے کہ نہ تو برائٹ موسس کے کسی پُراسرار علم نے روحانیت کا توڑ کیا ہے اور نہ تُو اس مندر کے اطراف حصار باندھنے میں کامیاب رہی ہے۔ الحمدللہ ہم بھائی بہن مسلمان ہیں اور روحانیت کے سائے میں ہیں۔"

ماؤرا نے کہا۔ "ہم اس بت خانے میں نہیں رہ سکتے۔ اس لیے یہاں سے جارہے ہیں۔"

کاہنہ نے ان دونوں کو طنزیہ انداز میں دیکھا پھر کہا۔ "اس مندر میں اور اس جنگل میں میری مرضی کے بغیر کوئی اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا۔ میں نے اتنا مضبوط حصار باندھا ہے کہ روحانیت کا کوئی عامل خیال خوانی کے ذریعے بھی یہاں تمہیں پہنچ سکے گا۔"

ماؤرا نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "آؤ! یہاں سے چلیں۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ کاہنہ نے خیال خوانی کے ذریعے ماؤرا کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے سانس رُک لی پھر دیدار علی کے اندر پہنچنا چاہا تو اس نے بھی سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ دونوں نے پلٹ کر اسے طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "ابھی تو ان کے دماغوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے پھر بند کیسے ہوگئے؟ کیا روحانی عمل کرنے والے ان کے اندر موجود ہیں؟ اگر ہیں تو وہ میرے مضبوط حصار کو توڑ کر کیسے آگئے؟"

ایشورارا انہیں اپنی امانت کے طور پر اس کے پاس چھوڑ کر گیا تھا۔ اس سے دوستی اور اتحاد قائم رکھنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ انہیں وہاں سے جانے نہ دیتی۔ لیکن کامیاب نہیں ہورہی تھی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اپنے مسٹنڈے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً مندر کے اندر آئیں اور یہاں سے جو بھی باہر جانا چاہے' اس کا راستہ روک لیں۔ اگر کوئی جبراً جانا چاہے تو اسے گرفتار کرلیں اور رسیوں سے باندھ کر قیدی بنالیں۔

پھر اس نے ماؤرا اور دیدار علی سے کہا۔ "رک جاؤ۔ جانے سے پہلے میری بات سنو۔"

وہ دونوں رک گئے۔ کاہنہ نے پوچھا۔ "جب تم دونوں مجھ سے یا موسس سے سحر زدہ نہیں تھے تو ممبئی سے اتنی دور یہاں کیوں چلے آئے؟"

ماؤرا نے کہا۔ "ہمارے پاپا بہت پریشان تھے۔ وہ ہمیں مسلمانوں کے شکنجے میں سمجھ رہے تھے۔ ایسی حالت میں ہمیں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔ ہم ان کی تسلی کے لیے یہاں تک چلے آئے۔"

دیدار علی نے کہا۔ "پاپا مطمئن ہوکر جاچکے ہیں۔ اس لیے ہم بھی جارہے ہیں۔"

ایسے ہی وقت کاہنہ کے چار ہٹے کٹے باڈی گارڈز مندر کے بڑے دروازے سے اندر آگئے۔ کاہنہ نے ماؤرا اور دیدار علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ دونوں میری اجازت کے بغیر یہاں سے جانا چاہتے ہیں۔ تم سب کو کیا کرنا چاہیے؟"

ایک نے کہا۔ "ہم انہیں باندھ کر قیدی بنالیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "جو دیوی ماں کا حکم نہ مانے' ہم اس کی گردن اڑادیں گے۔"

ایسے وقت پورس کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازے پر آکر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا۔ "دیوی ماں کی جے ہو.....!"

کاہنہ نے گھور کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تُو کون ہے؟ میری اجازت کے بغیر یہاں آنے کی جرأت کیسے کی؟"

وہ اندر آتے ہوئے بولا۔ "ارے دیوی ماں! میں تجھے دیوی ماں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تُو ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ میں تیرا کوئی عقیدت مند نہیں ہوں۔ آج نہیں تو کل یہ میرے پاپا ہی بتائیں گے کہ میں کس رشتے سے تجھے ماں کہہ رہا ہوں؟"

میں کاہنہ کے پاس کھڑا مسکرا رہا تھا اور اپنے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔ پہلے یہ سوچ رہا تھا کہ بات بڑھے گی تو مجھے خود کو ظاہر کرنا پڑے گا۔ لیکن وہاں قیامت برپا کرنے کے لیے میرا بیٹا آچکا تھا۔

کاہنہ نے چونک کر پورس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں پہلے بھی کئی بار تیرے اندر آچکی ہوں۔ تیری آواز سن چکی

ہوں۔ تُو فرہاد کا بیٹا پورس ہے؟"

وہ بولا۔ "ارے دیوی ماں! تُو تو غیب کی باتیں جان لیتی ہے پھر مجھے کیسے نہیں پہچانے گی؟ مگر تجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ ناگن کو یہاں لاتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ ناگ اس کے پیچھے چلا آئے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دائیں بائیں کھڑے ہوئے دو محافظوں پر اتنی پھرتی سے حملہ کیا کہ وہ سنبھل نہیں پائے۔ فولادی ہاتھ ایسے پڑے تھے کہ ناک سے اور باچھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ باقی دو محافظ اس کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آں ہاں، بس ذرا ایک منٹ کے لیے رُک جاؤ۔"

پھر اس نے ماؤرا اور دیدار علی سے کہا۔ "یہ دونوں زخمی ہو چکے ہیں۔ تمہیں ان کے اندر جگہ مل جائے گی۔ اب آگے کیا کرنا ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماؤرا اور دیدار علی ان دو زخمیوں کے اندر پہنچ گئے۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جمایا تو وہ دونوں اپنے ہی ساتھیوں پر پل پڑے۔ انہیں لاتوں اور گھونسوں سے مارنے لگے۔ وہ اپنا بچاؤ کرنے کے لیے انہیں جواباً روک بھی رہے تھے اور مار بھی رہے تھے۔ کاہنہ نے چیخ کر کہا۔ "رک جاؤ...!"

ان میں سے دو رک گئے۔ لیکن باقی دو ماؤرا اور دیدار علی کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے دیوی ماں کا حکم نہیں مانا۔ اپنے ساتھیوں کی پٹائی جاری رکھی۔ نتیجے میں وہ بھی بری طرح زخمی ہو گئے۔

کاہنہ نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "تُو خاموش کھڑا تماشا کیا دیکھ رہا ہے؟ کیا فرہاد کے بچے سے مقابلہ نہیں کر سکتا؟"

میں نے ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "تم تو جانتی ہو ہم لکھنؤ والے مرغ اور بٹیر لڑاتے ہیں۔ خود کبھی ہاتھا پائی نہیں کرتے۔"

پھر میں نے آستین چڑھاتے ہوئے پورس سے کہا۔ "اے میاں صاحبزادے! آپ کو شرم نہیں آتی؟ یہاں آ کر ہماری زوجہ محترمہ کے آدمیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں؟ ہمارا غصہ بہت خراب ہے۔ دیکھو! ہم نے آستین چڑھا لی ہے۔ اگر کچھ کر بیٹھے تو پھر ہم سے کوئی شکایت نہ کرنا۔"

پورس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "بھئی آپ لکھنؤ والے تو بڑے ہی غضب کے سُورما ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمیں کوٹ کر، پیس کر سرمہ بنا کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا تو ہمارا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ آپ کو غصہ آئے، ہم یہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔"

اس نے ماؤرا کا ہاتھ پکڑا پھر دیدار علی سے کہا۔ "چلو یہاں سے بھاگ چلو۔"

کاہنہ پریشان ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی، سمجھ رہی تھی کہ ان کا راستہ نہیں روک سکے گی۔ اس کے محافظوں کی طاقت اس کی ٹیلی پیتھی اور پُراسرار علوم اس وقت کام نہیں آ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "پورس! رک جا۔ مجھ سے سمجھوتا کر۔ ایشورارا نے اپنے بچوں کو امانت کے طور پر میرے حوالے کیا ہے۔ میں انہیں اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتی ہوں۔ مندر کے باہر ان کے لیے خطرہ ہے۔ برائٹ موسس شیطان کی طرح ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

پورس نے کہا۔ "برائٹ موسس کا باپ بھی ان کے قریب نہیں آ سکے گا۔"

وہ عاجزانہ لہجے میں بولی۔ "میری مجبوری کو سمجھ۔ یہ دونوں میری تحویل میں نہیں رہیں گے، یہاں سے چلے جائیں گے تو میں ایشورارا کی نظروں سے گر جاؤں گی۔"

ماؤرا نے کہا۔ "تُو ہمارے باپ کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتی۔ ہم بھی تجھے نہیں گرائیں گے۔ تجھ سے وعدہ کرتے ہیں، جب پاپا واپس آئیں گے تو ہم تیری شکایت نہیں کریں گے۔ بلکہ یہی کہیں گے کہ تُو ہماری نگرانی کرتی رہی ہے۔ تُو جب بھی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس آنا چاہے گی تو تجھے ہمارے اندر جگہ مل جایا کرے گی۔ بس اس سے زیادہ سمجھوتا اور نہیں ہو سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔ کاہنہ بے بسی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ میں نے آستین کے بٹن لگاتے ہوئے کہا۔ "دیکھا! آستین چڑھاتے ہی وہ جوان خوفزدہ ہو گیا تھا۔ دُم دبا کر بھاگ گیا ہے۔ اگر ذرا دیر رکتا تو میں ایسا دھوبی پاٹ مارتا کہ چاروں شانے چت ہو جاتا۔"

وہ غصے سے چیختے ہوئے بولی۔ "یُو شٹ اپ۔ تُو کسی کام کا نہیں ہے۔ میں نے خوامخواہ تجھے شوپیس بنا کر رکھا ہوا ہے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ اس نے درست کہا تھا، مجھے ایک شوہر کی حیثیت سے مجبوراً برداشت کر رہی تھی۔ جب اس کا مقصد پورا ہو جاتا۔ اس کے پاؤں بھاری ہوتے تو وہ مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکنے والی تھی۔ ادھر میں بھی مجبوراً اس کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ ورنہ اس مندر کا ماحول میرے مزاج کے خلاف تھا۔ میں وہاں رہنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ غصہ دکھا کر جا رہی تھی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس کے آگے آ کر بولا۔ "شہناز بانو! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اپنے خاندان کے ادب و آداب بھول کر اپنے شوہر سے گستاخی کر رہی ہو۔ تم نے مجھے شٹ اپ کہا ہے۔ یہ بے ادبی یہ گستاخی میں برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ میری باتیں سن کر چونک گئی۔ اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ مجھے اپنا غلام بنایا تھا۔ میری باتیں سن کر فوراً ہی میرے اندر پہنچ گئی۔ خیالات پڑھنے لگی۔ اسے پتا چلا کہ اس کا تنویمی عمل ضائع ہو چکا ہے اور میں خود کو اعظم ہمدانی کی حیثیت سے پہچان رہا ہوں۔

وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے بڑی محنت سے اپنے پراسرار علم کے ذریعے مندر کے اطراف حصار باندھا تھا۔ اس حصار کو کوئی نہیں توڑ سکتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے روحانی عمل نے اسے توڑ دیا۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ ماؤرا اور دیدار علی کے اندر نہ جا سکی اور اب دیکھ رہی ہوں کہ میرا تنویمی عمل اعظم ہمدانی پر بھی بے اثر ہو چکا ہے۔"

وہ سر جھکا کر سوچتی ہوئی تہ خانے کی سیڑھیاں اترتی ہوئی مجھ سے دور جانے لگی۔ جب ایک راہداری سے مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے اپنے موبائل فون کی سم تبدیل کی۔ اس کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہونے پر اس نے جھنجھلا کر پوچھا۔ "تُو نے مجھے فون کیوں کیا ہے؟ تُو میرا بدترین دشمن ہے۔ میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"بات نہ کر مگر اپنے موجودہ حالات کو سمجھ۔ روحانی عمل کے سامنے تیرے پُراسرار علوم پانی ہو چکے ہیں۔ ماؤرا اور دیدار علی تیرے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔ ایشورارا واپس آئے گا تو تُو اسے کھوکھلی نظر آئے گی۔ موسس کو معلوم ہو گا کہ تیرا پراسرار علم ناکام ہو چکا ہے۔ مندر کے اطراف جو حصار بندی کی گئی تھی، وہ ٹوٹ چکی ہے۔ تُو کئی پہلوؤں سے کمزور ہوتی جا رہی ہے تو وہ تجھ پر ایسا حملہ کرے گا کہ تُو ایک کنیز بن کر اس کے قدموں میں لوٹتی رہے گی۔ میں اب بھی تیرے بہت کام آ سکتا ہوں۔ یہ بات عقل میں آئے تو مجھ سے رابطہ کر لینا۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "کیا تُو مجھے نادان بچی سمجھتا ہے؟ تم لوگوں نے جس طرح ماؤرا اور دیدار علی کو محبت کا فریب دے کر پھانس رکھا ہے۔ اسی طرح مجھے بھی پھانسنا چاہتے ہو۔ میں تیرے فریب میں آنے والی نہیں ہوں۔"

وہ آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے فون بند کر دیا۔ جلی ہوئی رسی اپنے بل دکھا رہی تھی۔ ابھی تو یہ صدمہ اس کے لیے بھاری تھا کہ روحانی قوتوں نے پہلی بار اس کے پُراسرار علوم کا توڑ کیا تھا اور اس مندر کو اندر کھوکھلا کر دیا تھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھا دی گئی تھی کہ وہ جب بھی روحانی قوتوں کے خلاف عمل کرے گی تو اسی طرح دو کوڑی کی ہو کر رہ جائے گی۔

میں نے وہاں کے پجاریوں، پروہتوں اور داسیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی پھر باری باری اپنے مقصد کے لیے انہیں استعمال کرتا رہا۔ ایک پروہت کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا کر دیوتا کے ایک بہت بڑے بت کے سینے پر چارکول سے یہ لکھوایا۔ "فرہاد آ چکا ہے۔ یہ تیرا دیوتا کہتا ہے، جس سے تُو بھاگ رہی ہے۔ وہ تیری سانسوں میں بسا رہتا ہے۔ تیری رگوں کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔"

لکھنے والے کو پتا نہ چلا کہ وہ کیا لکھ کر وہاں سے جا چکا ہے۔ کاہنہ نے جب اس تحریر کو پڑھا تو دنگ رہ گئی۔ کبھی اپنے دیوتا کو اور کبھی اس کے سینے پر لکھی ہوئی تحریر کو حیرانی سے دیکھنے اور بار بار پڑھنے لگی پھر چیخیں مار مار کر پوچھنے لگی۔ "یہ کس نے لکھا ہے؟"

پجاری پروہت اور داسیاں سب ہی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ اس تحریر کو پڑھ کر حیران ہو رہے تھے اور قسمیں کھا رہے تھے کہ ان میں سے کسی نے ایسی بات نہیں لکھی ہے۔ کوئی بھلا دیوتا کے سینے پر لکھنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے؟

اس نے حکم دیا کہ فوراً اس تحریر کو مٹایا جائے۔ دیوتا کا وہ بت بیس فٹ بلند تھا۔ ایک پجاری ہاتھ میں گیلا کپڑا لیے سیڑھیاں چڑھتا ہوا، بت کے سینے تک پہنچا پھر تحریر کو مٹانے کے لیے اس نے جیسے ہی ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے نیچے گرا دیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا نیچے آیا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ اک ذرا تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ حیرانی اور پریشانی سے کبھی اس مردہ پجاری کو اور کبھی دیوتا کی مورتی کو دیکھنے لگی۔ اس کے سینے پر لکھی ہوئی تحریر اسے چڑا رہی تھی۔ بھڑکا رہی تھی۔ غصہ دلا رہی تھی۔ یہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ سینے پر لکھا ہوا پیغام دیوتا کی طرف سے مل رہا ہے۔

اس نے ایک ہٹے کٹے محافظ کو بلا کر حکم دیا۔ "تُو اوپر جا اور اس تحریر کو مٹا دے۔"

وہ بھی حکم کی تعمیل کے لیے سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں کپڑا تھا مگر دل میں خوف تھا۔ میں اور زیادہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.pdfbooksfree.pk

خوف پیدا کر رہا تھا۔ سیڑھی کے ایک ایک پائدان پر چڑھتے ہوئے اس کے پاؤں لرز رہے تھے۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ میں نے گرجتی ہوئی آواز میں اس کے اندر کہا۔ ''میری آنکھوں میں دیکھ...!''

اس نے سر اٹھا کر دیوتا کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ آنکھیں جیسے اسے گھور رہی تھیں۔ اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے پھر وہ نیچے گرتا ہوا چیخیں مارتا ہوا فرش پر پہنچ کر تڑپنے لگا۔ دوسرے محافظ اسے اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔

کاہنہ گم صم کھڑی منہ کھولے اپنے دیوتا کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے آنکھوں سے نہیں منہ سے دیکھ رہی ہو۔ اب اسے یقین ہو رہا تھا کہ وہ تحریر دیوتا کی مرضی سے ہی اس کے سینے پر ابھری ہوہے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دیوتا کے پیٹ کے پاس آئی تو ایک دروازہ کھل گیا۔ وہ اس کے اندر چلی گئی۔ وہاں سے سیڑھیاں اترتی ہوئی تہ خانے کے اس حصے میں پہنچی' جہاں اس کا خفیہ چیمبر تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اپنے معمول کے مطابق عمل شروع کیا۔ وہ اپنے پُراسرار علم کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟

اس نے مجھے ادھر آنے سے منع کیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ ایک اندازہ تھا کہ وہ تنہائی میں جا کر کوئی عمل پڑھ رہی ہوگی۔

میں نے تہ خانے کے دوسرے حصے میں جاتے ہوئے الوشے کو مخاطب کیا۔ ''بیٹی! کاہنہ اس وقت اپنے خفیہ چیمبر میں گئی ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں' وہ وہاں کیا کر رہی ہے؟''

اس نے کہا۔ ''آپ کسی کمرے میں جائیں۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر آنکھیں بند کرلیں۔''

میں نے اپنی پوتی کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس تہ خانے کے ایک کمرے میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کرلیں پھر دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے خفیہ چیمبر میں پہنچ گیا۔

اس کمرے کی محدود فضا میں عود وعنبر کا دھواں پھیل رہا تھا۔ فرش پر ایک لانبی سی موم بتی روشن تھی اور وہ اس کے آگے پالتھی مارے بیٹھی ہوئی منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ میں اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسلسل پڑھتی جا رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹا گزر گیا۔ وہ بڑا ہی تھکا دینے والا عمل تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہاں کچھ ہونے والا بھی ہے یا نہیں....؟

اسے یقین تھا کہ اس کے پڑھے ہوئے منتر نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ عود وعنبر کا دھواں جو اِدھر اُدھر منڈلا رہا تھا۔ وہ بل کھاتا ہوا ایک انسانی خاکے میں تبدیل ہونے لگا۔ کوئی عجیب سا دھواں دھواں سا انسان دکھائی دینے لگا۔

وہ عمل کرنے میں کامیاب ہو رہی تھی لہٰذا اور جوش و خروش سے منتر پڑھنے لگی پھر اس دھواں دھواں سے انسانی خاکے نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''وہ ہے.... وہ تیرے پاس موجود ہے۔''

وہ منتر پڑھتے ہوئے بولی۔ ''اگر وہ موجود ہے تو مجھے دکھائی کیوں نہیں دیتا؟''

پھر وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''وہ تہ بہ تہ ہے۔ ایک تصویر کے پیچھے دوسری تصویر چھپی ہوئی ہے۔ تُو تصویر کا ایک رخ دیکھتی آرہی ہے.... دھوکا کھاتی آرہی ہے۔''

وہ دھواں دھواں سے خاکے کو حیرانی سے تک رہی تھی۔ بے یقینی سے سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''وہی ہو رہا ہے' جو کتاب مقدر میں لکھا ہے۔ جو شخص تیرے مقدر میں لکھا ہوا ہے تُو اسی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔''

اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے پوچھا۔ ''کیا میرا شوہر فرہاد علی تیمور ہے؟''

اس کی گونجتی ہوئی سی آواز نے کہا۔ ''وہ وہی ہے' جو کتاب مقدر میں لکھا ہوا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ دھواں لہرانے لگا۔ انسانی خاکہ مٹنے لگا۔ وہ ایکدم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ مجھے زیر اثر لانے کے لیے منتر پڑھتی ہوئی وہاں سے باہر نکلی پھر تہ خانے کے اس حصے سے نکل کر دوسرے حصے میں آئی' جہاں میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک زور کی لات مار کر دروازے کو کھولا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ اپنے منتروں کے ذریعے شیر کو چوہا بنادے گی۔

اس نے جیسے ہی قریب آکر مجھ پر پھونک ماری میں نے اسے ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ طمانچہ ایسا زبردست تھا کہ منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ زندگی میں پہلی بار پہلا طمانچہ پڑا تھا۔ پہلی بار ایسا اندھیرا دیکھ رہی تھی، جہاں قمقمے جلتے بجھتے جا رہے تھے پھر وہ چکرا کر ایسے گری کہ اس کا سر میرے قدموں پر آگیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا...

ٹیلی پیتھی کے فسوں کار فرہاد علی تیمور کی اس مقبول عام سرگزشت کے مزید واقعات آئندہ شمارے میں پڑھیے

www.pdfbooksfree.pk